رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۴۵

ڈوائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم نے مڈل پرائمری و نارمل اسکولوں کے لئے منظور فرمائی ہے

اور صاحب کنٹرولر گورنمنٹ ہند نے بہت سی کاپیاں سرکاری مدارس کے لئے [illegible] کرائی ہیں

ترقی

ایک تاریخی علمی - اخلاقی ماہوار رسالہ

[illegible] دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک پیشگی یا بذریعہ ویلیو ایبل

جلد ۶ | لاہور - مئی ۱۹۰۷ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

ترقی

ترقی کی اشاعت بڑھانے کے خیال سے ماہ جنوری ۱۹۰۶ء سے علمی اور مذہبی حصوں کو الگ الگ شائع کیا جاتا ہے تاکہ جو اصحاب جس حصے کو پسند کریں اُسے لیکر اُس سے نفع اُٹھا سکیں اور جو صاحب باوجود اُسکے قدردان ہونے کے محض مذہبی خیال ہی کی بنا پر اُس کی امداد کرنے سے اب تک باز رہتے تھے اُن کے راستے میں کوئی روک باقی نہ رہے *

ترقی یا علمی حصہ

ایک علمی۔ اخلاقی اور تمدنی ماہوار رسالہ

حجم ۴۸ صفحے علاوہ سرورق۔ قیمت مع محصولڈاک دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ پیشگی یا بذریعہ ویلیوپے ایبل پارسل *

ترقی کا پروگرام ۱۹۰۷ء کے لئے

مضامین مسلسل:۔ تاریخ قدیمہ۔ ایران۔ بابل ساتویں صدی کے چینی سیاح ہونگ شونگ کا سفرنامہ + تاریخ عہد جدید یورپ۔ جس میں تمام موجودہ یورپین سلطنتوں کے وجود میں آنے کا حال درج ہوگا + **علمی مضامین**۔ چیونٹی کے حالات۔ روئی کے پودے کی تاریخ اور اُسکے متعلق اختراعات۔ نئی نئی علمی خبریں۔ دریافتیں اور ایجادیں۔ یورپ و امریکہ کے کارخانوں کے حالات + پولیٹکل و

ایک خیالی ملک کے اصول و قوانین [illegible] اطوار + علم اخلاق خصلت و کفایت شعاری مصنفہ اسمائلز صاحب کا مبادی حفظ صحت جسمانی صحت کے اصول اور اُسکی حفاظت + جارج اسٹیفن موجد ریلوے انجن۔ اسٹینلی سیاح افریقہ + نظم و نتیجہ خیز۔ علمی چٹکلے و معمے *

مضامین متفرق۔ یہ تعداد و نوعیت میں بدستور سابق

تجلی یا مذہبی حصہ

اس میں مذہب و فلسفہ مذہب پر بحث کی جاتی ہے۔ حجم ۲۴ صفحہ علاوہ قیمت سالانہ مع محصولڈاک ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی یا بذریعہ ویلیو

تجلی کا پروگرام ۱۹۰۷ء کے لئے

اس سال تجلی میں مفصلہ ذیل مضامین سلسلہ وار نکلینگے اور اُنکے دیگر مفید علمی و فلسفی آرٹیکل بھی حسب ضرورت نکلتے رہینگے آپنشدوں کی تعلیم کے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ مستند کی بنا پر وجود باری تعالیٰ کے یقین کے خلاف جو مذاہب رائج ہیں مثلاً دہریہ ویدانتی وغیرہ وغیرہ اُنکی دلائل پر کرکے اُنکی تردید کی جائیگی۔ یہ سالہ گویا خدا کی ہستی کے اثبات کا تعلیم کفارہ کی حقیقت پر مفصل بحث کی جائیگی۔ اسکے علاوہ بائیبل پر مفصل آرٹیکل لکھے جائینگے۔ زمانہ حال و قدیم کے

ر ایک نہایت دلچسپ
انگریزی اخبا
ب تجلی ہیں
سمجھا کرینگے تو ہم
تہذیب و تحقیق
ایجنٹ انکو ملا
ـ لا

ترقی

لاہور۔ بابت ماہ مئی ۱۹۰۷ء

ایڈیٹوریل نوٹس

جب ہم نے گزشتہ نمبروں میں ملک میں بےچینی
ے کا ذکر کیا تھا اُس وقت ہمارے خیال میں بھی نہ تھا
ں بےچینی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ہم نے صرف عام طور پر
ہموطنوں اور گورنمنٹ کو یہ صلاح دینی کافی سمجھی تھی کہ
ہا کو بڑی احتیاط سے چلنا چاہیئے اور یہ کہ اس بےچینی
ر کرنے کا سب سے آسان علاج ہمدردی اور محبت ہے +
ر ہمیں افسوس ہے کہ معاملات نے موجودہ صورت اختیار
ور گورنمنٹ کو ایک پُرانے قانون کی بنا پر لالہ لاجپت رائے
قانونی تفتیش و تحقیقات کے دفعۃً گرفتار کرکے
ا کو جلاوطن کرنا پڑا۔ اور سردار اجیت سنگھ کی گرفتاری
ئے اشتہار دیئے جا رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ گورنمنٹ
اس اس کارروائی کے لئے کافی وجوہات ہونگے۔
جہاں تک بعض انگریزی اور اُردو اخباروں کے
ے سے ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں ہمیں افسوس ہوتا ہے
منٹ کو اس تدبیر سے کام لینا پڑا۔ کیونکہ ہمیں خوف ہے
یہ اس طور سے کچھ عرصہ کے لئے ظاہراً امن و خاموشی
میں نظر آنے لگ جائے مگر حقیقی اطمینان و خوشی کے
کے لئے دوسری تجاویز پر عملدرآمد کرنا ضروری ہوگا
س وقت بھی بڑے زور سے یہی صلاح دینگے کہ حکام
ماست ہر شہر و قصبہ کے سربرآوردہ اور تعلیم یافتہ
اصحاب سے ملنے جُلنے اور اُنکے ساتھ رسوخ پیدا کرنے سے اُنکے
دلوں کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جن اسباب
سے ملک میں بدامنی و بےچینی پیدا ہوئی ہے اُن کو دُور
کر دینا چاہیئے۔ چونکہ پولیٹیکل اصول کے مطابق گورنمنٹ کا
وجود رعایا کی بہتری و بہبودی کے لئے ہے اور گورنمنٹ
درحقیقت رعایا کے فائدہ کے لئے ہے نہ کہ رعایا گورنمنٹ
کے فائدہ کے لئے اس لئے ہر ایک امر میں عام رائے کا
لحاظ رکھنا گورنمنٹ پر فرض ہے۔ مگر ساتھ ہی رعایا پر لازم
ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کو بخوبی سمجھنے اور اُنکی نسبت معقول
رائے دینے کی قابلیت پیدا کریں۔ جو لوگ فقط اپنے حقوق
جتا کر یہ اُمید کرتے ہیں کہ وہ اُنکو فی الفور مل جائینگے وہ سخت
غلطی کرتے ہیں کیونکہ حقوق کے ساتھ لیاقت و قابلیت
اور مناسبت وقت کا لحاظ بھی ضرور ہونا چاہیئے اور کوئی
گورنمنٹ ایسی اندھی نہیں کہ فقط لوگوں کے سرسری کہنے پر
اُن کو سب کچھ دیدے۔ جو لوگ آزادی کے خواہاں ہیں انہیں
پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ ضرور اُسکے مناسب لیاقت و
قابلیت رکھتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ جب ہمارے اہل
وطن اس قسم کی خواہش اور قابلیت کا بدیہی ثبوت دینگے
تو دُنیا میں کوئی ایسی گورنمنٹ نہیں ہے جو اُسکی مخالفت کر سکے +

قومی آزادی کا سب سے عمدہ طریق شور و غوغا نہیں
ہے۔ نہ لکچروں کی بھرمار ہے۔ بلکہ اتفاق و اتحاد۔ قومی عزت

وخود داری۔ لیاقت و قابلیت۔ اور پھر سب سے بڑھکر قربانی
اور ایثار۔ کیا اس وقت ہم میں سے کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ ہم میں
ان صفتوں میں سے کوئی بھی پائی جاتی ہے۔ جب ہم ذرا ذرا سی
بات پر دیکھتے ہیں کہ ہندو مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے
کو تیار ہیں۔ جب ہندو کچھ کہتے ہیں اور مسلمان کچھ۔ اور ہر
ایک خواہ نخواہ دوسرے کی مخالفت پر کمربستہ ہے۔ جب ہم
دیکھتے ہیں کہ ہر ایک اپنی اپنی غرض و منفعت کے پیچھے پڑا ہے
اور وقت پڑنے پر قومی عزت و حقوق کو تھوڑی سی قیمت
پر بیچنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جب خود ہمارے ہی امرا و شرفا
فقط حکام کو خوش کرنے کے لئے صحیح واقعات کو بیان
کرنے کی بجائے ہاں میں ہاں ملانے کو تیار رہتے ہیں۔ تو
ایسی صورت میں ہم کس منہ سے گورنمنٹ کو الزام دے سکتے
ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہماری درخواستوں پر کان
نہیں دھرتی۔ پیارے بھائیو۔ سب سے پہلے باہمی تفرقوں کو
دور کرو۔ باہمی اتفاق و اتحاد قائم کرو۔ علوم و فنون سیکھو۔
لیاقت پیدا کرو۔ آزادی کو جان و مال سے بڑھکر پیار کرو
تب تم اس لائق ہوگے کہ قوموں کے درمیان رتبہ حاصل
کر سکو۔ قومیں سوتے سوتے نہیں بن جایا کرتیں۔ اس کے
لئے تو بڑی بڑی محنتیں۔ جانفشانیاں۔ قربانیاں کرنی
پڑتی ہیں۔ بہت سے محبان وطن اسکے لئے اپنی جانیں قربان
کرتے ہیں۔ بر و بحر کے سفر کرتے ہیں پشتہا پشت جد و جہد کو
قائم رکھتے ہیں۔ تب کامیاب ہوتے ہیں۔ قوموں کی تاریخوں کو
مطالعہ کرو۔ خود انگریزی قوم کی تاریخ کو مطالعہ کرکے دیکھو۔
انگریزی قوم کی آزادی اور حقوق جو انہیں اب حاصل ہیں۔ کیا انکو
ابتدا سے حاصل تھے یا چپ چاپ انہیں حاصل ہوگئے۔ ہرگز نہیں۔
اسکے لئے انکے بزرگوں نے سخت سخت تکالیف اٹھائیں ہلاک
ہوئے۔ جانیں دیں۔ سالہا سال تک جد و جہد پر قائم رہے۔ مگر
ہمارے ہموطن سمجھتے ہیں کہ فقط باتیں کرنے اور شور و غوغا مچانے
سے وہ اُس اعلےٰ پایہ کو حاصل کر سکتے ہیں جس پر آج اہل
انگلستان پہنچے ہوئے ہیں۔ این خیال است و محال است و جنوں*

لوگوں کی موجودہ حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ہمارے
پاس خود اپنا تجربہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اہل ملک کے
مذاق کس قسم کے ہیں۔ گندے گندے مخرب اخلاق ناول ہزاروں
بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بک جاتے ہیں۔ بعض پولیٹکل اخبار
جنکا شیوہ سوائے گالی گلوچ اور فتنہ انگیزی کے اور کچھ نہیں ہے
ہاتھوں ہاتھ اُڑ جاتے ہیں۔ ایسے رسالے جن میں سوائے شعر و
شاعری یا چند دلخوش کن مضامین کے کچھ نہیں ہوتا ہزاروں
خریدار شوق سے لیکر پڑھتے ہیں۔ مگر ایک ہی رسالہ ہے
جس میں تاریخ۔ سائنس۔ لٹریچر۔ پولیٹکل اصول۔ سفرنامے
اعلےٰ درجے کے فسانے۔ و دیگر علوم و فنون کے متعلق مستقل
رسائل شائع کئے جاتے ہیں۔ جنکے مطالعہ سے اردو خواں
وہ واقفیت و قابلیت پیدا کر سکتے ہیں جو دوسرے اخباروں و
رسالوں کے سالہا سال کے مطالعہ سے پیدا ہونی ممکن نہیں
ہے۔ ہاں اس رسالہ کی یہ حالت ہے کہ باوجود چھ سال کی سخت
جد و جہد کے اسکی اشاعت کو سیکڑوں سے بڑھنا ابھی تک
نصیب نہیں ہوا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارے ہموطنوں
کا مذاق بالکل مردہ ہو رہا ہے اور یہ کہ وہ حقیقی قابلیتوں کے
پیدا کرنے اور ضروری علوم کو حاصل کرنے کی طرف سے بالکل بے پروا
ہیں۔ اس صورت میں قومی ترقی اور ملکی بہتری کی کیا اُمید ہو سکتی
ہے۔ اگر جاپان فقط اخباری جوش و خروش کے ذریعے اور محض
شعر و شاعری اور گپ شپ کے وسیلے اس عروج کو پہنچ گیا ہے
تو تم بھی اُمید کر سکتے ہو۔ لیکن اگر کسی جاپانی سے پوچھوگے یا
جاپان کی تاریخ کا مطالعہ کروگے تو کچھ اور ہی باتیں پاؤگے*

دلچسپ علمی خبریں اور ایجادیں

ایک نیچرلسٹ کی رائے ہے کہ اگر اس وقت سارے پرند فوت ہوجائیں تو اس کے نو سال بعد انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہوگا۔ کیونکہ نقصان دہ حشرات کے باعث زندگی دشوار ہوجائیگی۔ اور اگرچہ انسان چاہے کتنی ہی کوشش ان حشرات کی ہلاکت کے لئے کرے لیکن بیکار جائیگی۔ یہ حشرات جملہ قسم کی فصلوں اور میووں کو کھا جائینگے۔ جن پر کہ انسانی زندگی کا دارومدار ہے +

گورنمنٹ ہند نے ایک سستے داموں کا آلہ جاری کیا ہے جسے "سانپ کے کاٹے کا فیتہ" کہنا چاہئے۔ اُسکے موجد سر لوڈر برنٹن ہیں۔ گورنمنٹ اُسے لوگوں میں تقسیم کر رہی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ اُس سے مار گزیدہ لوگوں کی اموات میں جو اس وقت ۷۵ ہزار سالانہ ہے بہت کمی ہوجائیگی +

ڈاکٹر پی اسکیوروی کا بیان ہے کہ خنازیر۔ سل۔ دق اور اسی قسم کے دیگر امراض میں سمندر کے اُس پانی کی جو بیچوں بیچ سمندر میں سے لیا جائے پچکاری لگانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اگر اُس پانی کو معطر کر لیا جائے تو اور زیادہ فائدہ دیتا ہے۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد مریض کو صحت ہوجاتی ہے۔ مگر پچکاری کے پانی میں اُتنی ہی حرارت ہوجتنی کہ جسم انسانی میں ہوتی ہے۔ فلزات یا ربڑ کی پچکاری سے پانی داخل کیا جائے اور کھال کے اندر۔ اس پچکاری کے بعد پیاس معلوم دیتی ہے اس لئے پچکاری کے مقام پر مالش کرائی جائے +

درد قلب کا بہترین علاج بقول ڈاکٹر الٹارٹن متعینہ لندن رسکن اسپتال وہ روشنی ہے جسے فنسن لایٹ کہتے ہیں۔ زوردار شیشوں کے ذریعے قلب پر زوردار روشنی ڈالی جاتی ہے۔ مگر ایک شیشے میں ہوکر زرد رنگ کی روشنی بھی ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ کھال جل نہ جائے۔ مریض کو چند ہی دن کے علاج میں صحت ہوجاتی ہے۔ تپاک قلب کے لئے بھی یہ علاج بہتر ہے +

پروفیسر جان کریگ نے متعدد تجربات کے بعد رائے قائم کی ہے کہ پودوں کو بڑھانے کے لئے دھوپ کی روشنی کی مانند مفید روشنی صرف اکٹیلین گیس کی روشنی ہے۔ جب آفتاب نمودار نہیں ہوسکا تو پروفیسر صاحب نے اس روشنی کا تجربہ کیا۔ اور پودوں پر اُسے ہر وقت ڈالتے رہے۔ اُس سے اسٹرابری کا درخت ۱۶ دن میں جوان ہوگیا۔ اور چقندر اُتنے دن میں جو اصلی مدت کا ⅓ تھے۔ گل سوسن تین ہفتہ میں +

جرمنی کا مشہور سیاح برنہم لکھتا ہے کہ جب وہ افریقہ کے مقام ملنو میں گیا تو اُس نے ایک پوجاری کے مکان کے اندر اسنیپ ڈریگون (ایک قسم کی نباتات) کے درخت دیکھے جن میں انسان کی سی کھوپڑیاں لٹک رہی تھیں۔ آزمانے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اُس ملک میں اس درخت میں اس قسم کے پھول نکلتے ہیں۔ عجیب درخت ہے +

ملک پیرو اور مکسیکو میں ایک قسم کا سورج مکھی کا پھول نکلتا ہے۔ لوٹس میں اس پھول کو لوگ غذا کے طور

پر کھلتے ہیں۔ اور مریض اُس کے پھولوں کے بستر پر سوتے ہیں۔ ایک روسی ڈاکٹر نے تجربہ سے معلوم کیا ہے کہ سو بچوں میں سے جن کی عمریں ایک سال سے لیکر بارہ سال تک کی تھیں اور جو مرض بخار میں مبتلا تھے اُنکو اس پھول کا عرق دینے سے نفع ہو گیا۔ اس عرق میں کونین کی سی خاصیت ہوتی ہے ❊

ڈاکٹر پی پرگیوسک نے تجربہ سے معلوم کرلیا ہے کہ گرم بستر خواب آور ہوتا ہے۔ اس لئے اگر مریض کے بستر کے نیچے بوتلوں میں گرم پانی بھر کر رکھ دیا جائے تو اُسے نیند آجاتی ہے۔ یا خوابگاہ میں اس قدر حرارت پیدا کر دی جائے کہ نیند لا سکے۔ بستر گرم کرنے میں اس قدر حرارت سے کام لیا جائے کہ مریض کو ناگوار نہ گزرے۔ اور جب مریض کو نیند آجائے تو حرارت رفتہ رفتہ کم ہو جاے ❊

نیو یارک کے ایک کارخانہ میں آجکل ایک دھواں کش تیار کیا جا رہا ہے جس کا ثانی آج تک دُنیا میں نہ ہوگا۔ یہ چمنی بُنیاد کے اوپر ۵۰۶ فیٹ بلند ہوگی۔ اور چوٹی پر اُس کا اندرونی قطر ۵ فیٹ ہوگا۔ اُس میں ہو کر فی منٹ ۴۰ لاکھ مکعب فیٹ گیس خارج ہو سکیگی۔ جس کی اوسط حرارت ۶۰۰ درجے فارہینٹ کے ہونگے۔ گیس چمنی کے اندر باہر نکلنے سے پیشتر ۲ ہزار فیٹ فی منٹ کی رفتار سے حرکت کریگی۔ اگر ضرورت ہوگی تو دھواں کش کی چوٹی پر ۶۰ فیٹ کا حصہ اور لگایا جائیگا۔ اُسکے بنانے میں ۴۰ ہزار پونڈ کا خرچ پڑیگا ❊

اخبار سائنس سفٹنگز سے معلوم ہوا کہ ابھی حال میں ایک ایسا آرہ ایجاد کیا گیا ہے جسے ایک ہی آدمی چلا سکتا ہے۔ وہ دس فیٹ لمبا اور ایک انچ چوڑا ہے اور ایک کمانی کے ذریعے حرکت کرتا ہے۔ اُس کا وزن ۴ پونڈ ہے۔ اُسکے ذریعے تھوڑی ہی دیر میں ایک درخت زمین پر گرا دیا جاتا اور اُس کے تختے بھی کردئے جاتے ہیں ❊

انسان کی کھال سے بھی بہت سی چیزیں بن سکتی ہیں۔ چنانچہ اُس سے انسان کے پہننے کے کپڑے بن سکتے ہیں۔ انسان کی کھال کُتّے یا سُور کی کھال کی مانند ہوتی ہے۔ مسٹر ولیم ہینسل نامی ایک شخص کے پاس ایک سواری کا سفید زین جو انسان کی کھال سے بنایا گیا ہے۔ انسان کی کھال اُسی طریقہ میں پکائی۔ رنگی اور تیار کی جاتی ہے جس طرح کہ حیوانات کی کھالیں ❊

ایک ماہر نے تحقیقات کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ جرمنی میں ابھی ۲ کھرب (۸۰) ارب ٹن پتھر کا کوئلہ موجود ہے جو ۲ ہزار سال کے لئے موجودہ صرف کوئلہ کے مطابق کافی ہوگا۔ برطانیہ عظمےٰ اور آئرلینڈ میں ایک کھرب (۹۳) ارب ٹن کوئلہ موجود ہے جو ۴ ہزار سال میں ختم ہو سکیگا۔ بلجیم میں (۲۸) ارب ٹن ہے۔ فرانس میں (۱۹) ارب ٹن۔ آسٹریہ میں (۱۷) ارب ٹن۔ روس میں (۴۰) ارب ٹن۔ شمالی امریکہ میں ۶۸ پدم اور ۱۰ کھرب ٹن۔ اس ماہر نے اندازہ کیا ہے کہ اگرچہ موجودہ صرف کے اعتبار سے امریکہ کا کوئلہ ۴ ہزار سال کے لئے کافی ہوگا۔ لیکن جس افزونی کے ساتھ وہ گزشتہ ۹۰ سال میں خرچ ہوتا اگر وہی قائم رہی تو صرف ۱۰۰ سال کے لئے کافی ہو سکیگا ❊

انٹونیو میگلیابیجی

یہ شخص مطالعہ کرنے والوں میں نہایت مشہور ہے اور جس قدر کتابوں کا اُس نے اپنی عمر میں مطالعہ کیا تھا کسی دوسرے شخص نے نہیں کیا ہوگا۔ وہ ۱۶۳۳ء میں بمقام فلورنس پیدا ہوا تھا۔ چونکہ اُس کا باپ نہایت غریب تھا۔ اس لئے اُسنے ایک کونجڑے کے ہاں ایام لڑکپن ہی میں گزر اوقات کے لئے ملازمت کرلی اگرچہ وہ پڑھنے کے نام ایک حرف بھی نہیں جانتا تھا لیکن اُسے اُن اوراق کے دیکھنے اور اُلٹنے پلٹنے ہی میں بڑا لطف آتا تھا جن میں وہ ترکاریاں باندھ کر فروخت کیا کرتا تھا*

جس کونجڑے کے ہاں میگلیابیجی ملازم تھا اُسکی دوکان کے نزدیک ہی ایک کتب فروش کی دوکان تھی۔ کتب فروش اس لڑکے کو اوراق کو بڑے غور سے مشاہدہ کرتے ہوئے دیکھکر بیحد متعجب ہوتا تھا۔ اور اُسکے انداز سے تاڑ گیا کہ وہ تعلیم کا شائق ہے۔ پس اُس نے اُسکے والدین سے کہا کہ اُسے کونجڑے کے ہاں سے ہٹا کر میرے ہاں ملازم کرادو۔ اُسکے اس مشورے پر فی الفور عمل کیا گیا*

کتب فروش کے ہاں ملازم ہونے سے میگلیابیجی کو بڑی ہی خوشی حاصل ہوئی۔ اُس نے اس سرگرمی سے کام شروع کیا کہ دو تین دن ہی میں وہ واقف ہوگیا کہ کون سی کتاب کہاں رکھنی چاہیئے۔ جب کوئی گاہک کوئی کتاب مانگتا تو فی الفور نکال کر اُسکے حوالے کردیتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس نے پڑھنا سیکھ لیا۔ اور جس قدر وقت فرصت کا اُسے دوکان کے کام سے ملتا اُس کا ایک ایک منٹ وہ مطالعہ کتب میں صرف کرتا تھا*

ایک اور بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لڑکپن میں وہ ایک سونار کی دوکان میں کام سیکھنے کے لئے ملازم کرادیا گیا تھا۔ لیکن اس واقعہ کی تحقیقات سے کہ اُس نے علم سونار کی دوکان میں حاصل کیا یا کتب فروش کی ہمارا زیادہ تعلق نہیں ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ میگلیابیجی نے جوان ہونے سے پیشتر ہی اُن باتوں کو حاصل کرلیا تھا جنکے باعث اُس کا نام سارے عالم میں مشہور ہوگیا*

میگلیابیجی کی بڑھتی ہوئی علمی قابلیت اور شوق مطالعہ کی شہرت نے فلورنس کے کئی عالموں کو اُسکے حالات سے آگاہ کردیا۔ یہاں تک کہ اُسکے حالات گرانڈ ڈیوک کے کانوں تک پہنچ گئے جس نے اُسے بُلاکر اپنے دربار کے ایک کتب خانہ کا محافظ مقرر کردیا۔ جہاں وہ ۸۱ سال کی عمر تک جبکہ وہ ۱۷۱۴ء میں فوت ہوا کام کرتا رہا*

میگلیابیجی کی زبردست قوت حافظہ اور وسیع مطالعہ اور معلومات کی بابت بہت سے قصے مشہور ہیں۔ اگرچہ وہ مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ اُس کا حافظہ اس قدر زبردست تھا کہ جس کتاب کا مطالعہ وہ ایک دفعہ کرلیتا تھا وہ اُسکے لوح دل پر نقش ہوجاتی تھی۔ اُسکی معلومات اس قدر گہری۔ وسیع اور مُفید تھیں کہ اُسکے ہمعصر عالم اُس سے مختلف باتوں کے متعلق مشورے لیا کرتے تھے۔ کیونکہ اُسکے ذریعے وہ آسانی کے ساتھ معلوم کرلیتے تھے کہ فلاں علوم کے متعلق

کون کون سے مسائل وضع اور کون کون سے اصول قائم ہوچکے ہیں اور کون کون سی کتابیں اور کس کس زبان میں تصنیف ہو چکی ہیں۔ اکثر حالتوں میں وہ نہ صرف یہی بتا سکتا تھا کہ فلاں مصنف نے فلاں مضمون پر کیا لکھا ہے بلکہ اُسکے الفاظ بھی بیان کر دیتا تھا۔ اور یہ بھی بتا دیتا تھا کہ فلاں مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحہ اور فلاں کالم میں ملیگا۔ اسلئے یورپ بھر کے مصنف اُس سے خط وکتابت رکھتے تھے۔ اور پبلشر (یعنی کتابوں کے شائع کرنے والے) نئی کتابوں کے مسودات کو اُسکے پاس بغرض اس بات کے دریافت کرنے کے لئے روانہ کر دیتے تھے کہ آیا اُن میں کوئی مفید اور قابل قدر بات ہے یا نہیں۔ اور وہ اُن کو مطلوبہ باتوں سے نہایت خوبی کے ساتھ آگاہ کر دیتا تھا +

میگلیا بیچی کا مطالعہ کرنے کا طریق انوکھا تھا۔ جسے اگر "مختصر طریق مطالعہ" کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اُسکے ذریعے وہ تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر ڈالتا تھا۔ وہ یہ ہے کہ اول تو وہ کتاب کے سرورق کو پڑھتا۔ پھر دیباچہ کو۔ پھر ڈیڈیکیشن (نذر کتاب) کو۔ پھر تمہید کو۔ پھر فہرست مضامین کو۔ اسکے بعد وہ ابواب کے عنوانوں اور ذیلی عنوان کو مطالعہ کرتا۔ اور جہاں کہیں کوئی عجیب بات نظر آتی اُسے غور سے پڑھکر حافظہ میں بھر لیتا۔ اور اس طریقہ سے وہ سارے علوم وفنون اور مصنفوں کی کتابوں کے مطالب پر عبور کر گیا تھا۔ اس طرح جب کبھی وہ کسی نئی کتاب کے مسودے کو مطالعہ کرتا تو بھی اسی اصول کو مدنظر رکھتا۔ اگر کتاب کا مضمون قابل قدر ہوتا تو اُسے غور سے مطالعہ کرتا تھا +

اُس کے زمانہ کے عالم وفاضل اُس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کیونکہ اُسکا علم ومعلومات سطحی نہیں تھیں بلکہ گہری اور زبردست اور وسیع تھے۔ اُسکی زندگی قریب قریب تنہائی میں گزرتی تھی۔ اس وجہ سے اُسے حصول علم کا موقع زیادہ ملتا تھا۔ وہ کتب خانہ ہی میں کھانا کھاتا اور سوتا بھی تھا۔ وہ [illegible] ابلے ہوئے انڈے اور نصف گلاس پانی رات کو غذا کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اُس نے ایک جھولے نما کرسی بنوائی تھی۔ جس پر وہ دن کو بیٹھکر مطالعہ کرتا تھا اور رات کو پڑا رہتا تھا۔ اُس نے فلورنس سے چند میل سے زیادہ دور کا فاصلہ کبھی بھی نہیں کیا۔ لیکن وہ دنیا بھر کے شہروں کے کتب خانوں سے اسی طرح واقف تھا جس طرح کہ خود اپنے کتب خانہ سے +

جب گرانڈ ڈیوک [illegible] نے اُسے محافظ کتب خانہ کی اسامی پر مقرر کر دیا تو اُسکے [illegible] عرصہ بعد اُسے ایک دن بلاکر دریافت کیا کہ کیا تم [illegible] سی ایسی کتاب کا حال بھی معلوم ہے جو خصوصیت کے ساتھ نایاب ہو۔ اُس کے جواب میں اُس نے کہا کہ "ہاں ضرور۔ یہ ناممکن ہے۔ لیکن ایک نایاب کتاب اس دنیا میں ضرور ہے۔ اور وہ گرانڈ سیگنیئر کے کتب خانہ [illegible] واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ اور جو الماری کتب خانہ [illegible] داخل ہونے کے بعد دائیں ہاتھ کو پڑتی ہے وہ [illegible] دوسرے خانہ میں ہے اور ساتویں کتاب ہے"۔ فی الحقیقت یہ ایک نہایت مشہور مگر نایاب کتاب تھی +

میگلیا بیچی کو [illegible] صرف کتابوں کا کیڑا ہی کہنا چاہئے بلکہ اُن کا عاشق [illegible] زیادہ بھی۔ کیونکہ جس قدر مسرت [illegible] مطالعہ کتب میں [illegible] حاصل ہوتی [illegible] اتنی شائد بہت کم [illegible] اُنکو [illegible] حاصل ہوتی [illegible] گی۔ [illegible] کام اُس نے کتابوں سے لیا تھا [illegible] دوسرے عالم نے نہیں لیا ہو [illegible] آج تک کسی نے علم [illegible] تو بہم [illegible] کیا البتہ مختلف ومتعدد علوم

ملکۂ پرستان

مسکنِ مایوسی

صلیبی سورما اور وہ سورما جسکا نام سر ٹریویسان تھا چلتے چلتے بہت جلد اُس غار پر پہنچ گئے جہاں مایوسی کا قیام تھا۔ مایوسی ایک چٹان کے نیچے ایک تاریک غار میں رہتی تھی۔ غار کی چوٹی پر ایک اُلو بیٹھا رہتا تھا اور اپنی وحشت انگیز اور ہولناک "ہو ہو" کی آواز سے پرندوں کو غار کے پاس تک نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔ غار کے چاروں طرف خشک اور بے برگ و ثمر درخت تھے۔ اور گرد و نواح کا نظارہ بہت بھیانک تھا۔

غار کے نزدیک پُہنچ کر سر ٹریویسان تو مارے خوف کے کانپنے لگا۔ اور اگر اُس کا قابو چلتا تو ضرور بھاگ جاتا۔ لیکن صلیبی سورما نے اُس کی ہمت بندھائی اور یہ دونوں سورما غار کے اندر داخل ہوئے جہاں اُنکو ایک بدبخت سیاہ اور مرجھایا سا شخص بیٹھا ہوا ملا۔ اُس کے بال بکھر رہے تھے۔ اُن میں کبھی کنگھی نہیں کی گئی تھی۔ آنکھیں مغز میں گھُسی ہوئی تھیں اور گال بیٹھے ہوئے تھے۔ جسم پر ایک پھٹی پرانی پوشاک تھی۔ جس میں جا بجا پیوند لگے اور دھاگوں کی جگہ کانٹوں سے سلے ہوئے تھے۔ وہ ماتھے پر ایک ہاتھ رکھے اور ننگا ہیں بند کئے ہوئے اندوہناک مگر آہستہ لہجہ میں کچھ ماتم سا کر رہا تھا۔ اُسکے پاس ہی سر ٹروِن کی نعش پڑی ہوئی تھی ✦

جب صلیبی سورما نے یہ ماجرا دیکھا تو اُسے طیش آگیا۔ اور سر ٹروِن کی موت کا مایوسی سے بدلہ لینے کے لئے اُسکے دل میں ایک زبردست خواہش پیدا ہوگئی۔ اور وہ اُس سے یوں مخاطب ہوا کہ "اے بدبخت! اس جوان کی موت کا موجب تم ہی ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی زندگی کا انتقام تمہاری زندگی سے لیا جائے"۔

مایوسی "تم کیا بک رہے ہو۔ کیا یہ قرینِ انصاف اور مصلحت نہیں کہ جو شخص زندہ رہنے کا مستحق نہیں اُسے ضرور مرجانا چاہیئے؟ اس جوان نے تو اپنی خواہش سے اپنی جان دیدی۔ جو شخص جس چیز کا مستحق ہے کیا اُسے وہ چیز دینی خلاف انصاف ہے۔ کیا اُس شخص کو اور زیادہ دن زندہ رہنے دیا جائے جو زندگی میں راحت سے محروم اور تکالیف سے آشنا ہے۔ اگر کوئی مسافر جو آوارہ اور بے خانماں ہو اپنے وطن کو جاتا ہو اور راستہ میں ایک دشوار گزار دریا پڑ جائے اور کوئی شخص اُسے عبور کرادے تو کیا یہ اچھی بات نہیں؟ اے بیوقوف! جو شخص مبتلائے الم اور مصیبت سے ہے کیا تم اُسے راحت دینے سے گریز کروگے"؟

مایوسی نے اس کے بعد موت کی تعریف میں زبان کھولی اور تعریف کچھ ایسے تحریص دلانے والے الفاظ میں بیان کی کہ صلیبی سورما کا سارا غصہ کافور ہوگیا۔ اور نہ تو اُس کے دل میں کوئی کدورت باقی رہی اور نہ انتقام کی خواہش۔ اُسکے دل پر مایوسی کی باتوں کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ زندگی کے مقابلہ میں موت کو اچھا جاننے لگا۔ اور یہ خیال پیدا ہوا کہ مردہ پڑے رہنے اور آرام کرنے سے اس دُنیا میں اور کون سی شے زیادہ خوشگوار

ہوسکتی ہے۔ کوئی شے نہیں ہوسکتی ۔

مایوسی "۔ زندہ رہنے میں کیا نفع ہے ۔ تم جتنے زیادہ دن زندہ رہوگے اُتنے ہی زیادہ گناہ کروگے ۔ تمام بڑی بڑی جنگ جن کے فتح کرنے پر تم اس قدر نازاں ہو ۔ تمام انتقام ۔ خونریزی اور جھگڑہ جنکی آجکل تعریف و توصیف کی جاتی ہے اُن پر تم کو بعد میں افسوس کرنا پڑیگا ۔ کیا تمہاری بُری زندگی کی طوالت ابھی ختم نہیں ہوئی ۔ جو کوئی بھی سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے وہ جتنی دُور جاتا ہے اُتنا ہی غلط جاتا ہے ۔ اس لئے تم بھی یہیں لیٹ جاؤ اور آرام کرو ۔ زندگی میں ایسی کونسی بات ہے جسکے باعث لوگ اُس سے اسقدر محبّت کرتے ہیں ۔ خوف ۔ بیماری ۔ بڑھاپا ۔ نقصان ۔ محنت ۔ غم و الم ۔ دُکھ درد ۔ جھگڑہ فساد ۔ بھوک پیاس ۔ سردی گرمی ۔ تقدیر کا انقلاب ۔ مصائب ناگہانی ۔ یہ سب قصّے ہیں جو انسان کی زندگی کو ناقابل برداشت اور دوبھر بنائے رہتے ہیں ۔ پھر بھلا زندگی کیونکر دل پسند ہوسکتی ہے ۔ اے بدنصیب اگر تو اپنی زندگی کی جانچ صحیح صحیح کرسکے تو تجھے موت کی ضرورت محسوس ہوگی ذرا خیال تو کر کہ ابھی تھوڑے ہی دن پیشتر تو ایک تنگ و تاریک قید خانہ میں کئی ماہ تک بے آب و دانہ رہا ۔ اُس حالت میں تو ہر دم موت کا طالب رہتا تھا ۔ اگرچہ قسمت نے زور مار کر تجھے اُس سے رہائی دلادی لیکن پھر بھی موت کا مزہ ضرور چکھنا پڑیگا ۔ کیونکہ یہ مثل بالکل درست ہے کہ اوّل فنا آخر فنا ' یا یوں سمجھ کہ کُلُّ مَن عَلَیھا فَان " ۔

اس کے بعد مایوسی نے صلیبی سورما کو اُس کے گناہ اور خطائیں ایک ایک کرکے گنوادیں اور کہا کہ تجھے معافی یا بخشش کی اُمیّد نہیں رکھنی چاہئے ۔ اور زیادہ زندہ رہنے کے مقابلے میں یہی بہتر ہے تُو فی الفور اپنی زندگی کا خاتمہ کرڈال ۔ صلیبی سورما کے دل پر مایوسی کی باتوں کا بیحد اثر ہوا ۔ تو وہ سورما سے یوں مخاطب ہوا کہ " اپنے گناہوں کا خیال کر ۔ خدا تجھ سے ناخوش ہے ۔ اب تو زندہ رہنے کے لائق نہیں ۔ تجھے ضرور مرجانا چاہئے ۔ بہتر تو یہ ہے کہ تو ابھی اپنی زندگی کا خاتمہ کردے " ۔

یہ کہہ کر مایوسی نے سورما کے ہاتھوں میں ایک تیز خنجر دیدیا ۔ سورما نے اُسے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اُٹھایا اور اپنے سینہ میں بھونک لینا چاہا ۔ یہ دیکھ کر شاہزادی اُنا کا رنگ فق ہوگیا ۔ لیکن اُس نے جھپٹ کر خنجر اُسکے ہاتھوں سے لے لیا ۔ اور غضبناک ہوکر کہنے لگی کہ " شرم بلکہ چھی چھی ! کمزور دل سورما ! یہ کیسا شرمناک فعل ہے ۔ کیا یہ وہی لڑائی ہے جو تم اژدھے کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے اور جس پر تم کو اس قدر ناز تھا ۔ کیا بہادروں کا یہ شیوہ ہے ۔ آ ۔ ادھر آ ۔ اور بیہودہ باتوں کا فریب نہ کھا ۔ کیا آسمانی رحمت میں تیرا حصہ نہیں ہے ۔ تجھے نیکی کی جنگ کے لئے منتخب کیا گیا تجھے مایوس کیوں ہونا چاہئے ۔ اگر انصاف کا وجود ہے تو معافی یا بخشش کا بھی وجود ہونا چاہئے ۔ آ ۔ اور یہاں سے چل " ۔ پس شاہزادی صلیبی سورما کو وہاں سے لے گئی اور مایوسی اپنا سا منہ لے کر رہ گئی ۔ کیونکہ اُس کا جادو نہیں چل سکا ۔

صلیبی سورما تقدّس کے مکان میں

بہادر سے بہادر انسان جو جسمانی طاقت پر فخر کرتا ہو اکثر اُس کی اخلاقی طاقت و جُرأت آزمائش کے وقت دھوکہ دے جاتی ہے ۔ اگر وہ اُس پر فتح حاصل کرلیتا ہے تو اس فتح کو اُسے اپنے ہنر و عقلمندی کی طرف

منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ خدا کے فضل کی طرف ✦
مسکن مایوسی میں جو واقعہ شاہزادی کی نگاہوں کے سامنے گزرا تھا اُس سے اُسے یقین ہو گیا کہ صلیبی سورما بالکل نحیف و زار اور کمزور ہے۔ اور گزشتہ ایام مصائب جو اُس نے قید خانہ میں کاٹے ہیں اُنکے باعث اُس میں اُٹھنے کے ساتھ مقابلہ اور معرکہ آرائی کا حوصلہ نہیں رہا۔ اس لئے وہ اُسے ایک عمدہ اور فرحت بخش مقام پر لے گئی۔ جہاں ایک محل تھا تاکہ وہ وہاں آرام کر کے طاقت حاصل کر سکے۔ اور مقابلہ کے قابل ہو جائے ✦

اس محل کی جو اپنی مقدس تعلیم اور راستبازی کے لئے مشہور عالم تھا نگراں ایک خاتون تھی۔ وہ مصیبت زدوں اور بیکسوں کو راحت و تسکین دیا کرتی تھی۔ اُس کا نام "خاتون بہشتی" تھا۔ اور اُس کے تین بیٹیاں ایمان اُمید اور محبت تھیں۔ جب شاہزادی مع سورما کے محل پر پہنچی تو اُس نے بند دروازہ پر دستک دی۔ ایک ضعیف اور کمزور شخص نے دروازہ کھولا۔ اسکا نام انکسار تھا۔ دروازہ چھوٹا تھا۔ اس لئے وہ جھک کر داخل ہوئے۔ مگر اندر ایک وسیع صحن تھا اور ایک باغیچہ۔ جسکے آگے بڑھکر ایک خوشنما عمارت بنی ہوئی تھی۔ اس جگہ سورما کو ایک صاف سینہ اور ایماندار شخص ملا جسکا نام حمیت تھا ✦

یہ شخص شاہزادی اور سورما کا استقبال کر کے اُنہیں منتظم محل کے پاس لے گیا جس کا نام تعظیم تھا۔ یہ شخص بڑا شریف۔ حلیم اور راستباز تھا اور ہر شخص کے ساتھ اخلاق و تواضع اور مہربانی کا سلوک کرتا تھا۔ وہ بڑا خوش طبع بھی تھا۔ وہ شاہزادی اور سورما کو ہمراہ لیکر "خاتون بہشتی" کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو لوگوں کی خاطر و تواضع میں مصروف تھی۔ اُس نے دیکھتے ہی شاہزادی کو پہچان لیا۔ اور اُسکے دیدار سے اُسے بیحد مسرت حاصل ہوئی۔ اُس نے شاہزادی کو صدق دل سے پیار کیا اور کہنے لگی کہ "وہ زمین کیسی خوش نصیب ہے جس پر تو قدم رنجہ فرمائے۔ خوش آمدید۔ تیرا آنا مبارک ہے۔ اور مسرت خیز بات یہ ہے کہ تیرے ہمراہ ایک سورما بھی۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو راہ راست اختیار کرتے ہیں جیسی کہ اس سورما نے اختیار کی ہے۔ اس سورما کی روش پسندیدہ ہے"

شاہزادی آنا نے جواب میں کہا کہ ہم یہاں محض آرام لینے آئے ہیں۔ ہم بہت تھکے ماندے ہیں اور مصائب جھیل کر آرہے ہیں۔ اب کچھ دن آرام و تفریح میں گزارینگے۔ اور تمہاری صحبت و تواضع سے جس کا عالم میں شہرہ ہے مسرت اندوز ہوتے رہینگے۔" خاتون بہشتی" نے ان دونوں مہمانوں کو دل سے قبول کیا اور اُن کی خاطر و تواضع میں مصروف ہو گئی۔ اسی اثنا میں دو خوبصورت کنواریاں آگئیں جو خاتون بہشتی کی بیٹیاں تھیں۔ اُن کا نام ایمان و اُمید تھا۔ ایمان تو سوسنی اور سفید پوشاک پہنے ہوئے تھی۔ اُس کا چہرہ آفتاب کی مانند دمک رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ میں کتاب لئے ہوئے تھی۔ اُمید کی پوشاک نیلگوں تھی۔ اور اُسکے ہاتھ میں ایک نقرئی لنگر تھا۔ اُس کا چہرہ اس قدر بشاش نہیں تھا جس قدر کہ ایمان کا لیکن صورت سے بیحد استقلال اور شرافت نمایاں تھی ✦

تھوڑی ہی دیر بعد ایک خادم اطاعت نامی آیا اور شاہزادی و سورما کو ایک کمرے میں لے گیا۔ شاہزادی نے ایمان سے دریافت کیا کہ کیا وہ صلیبی سورما کو اپنی درسگاہ میں داخل کر کے اُسے آسمانی علم اور الٰہی دانش کی تعلیم دیگی ✦

ایمان نے اس درخواست کو فی الفور قبول کر لیا۔

اورسورما کو تعلیم دینے لگی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سورما
نے بہت سی عجیب و غریب باتیں سیکھ لیں اور اُسے یقین
ہوگیا کہ اُسکے گزشتہ افعال و روش سب غلط تھے اور
یہ کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اَور زیادہ اس دُنیا میں
زندہ رہے۔ اُسے گزشتہ بے عنوانیوں پر بڑا ہی قلق ہوا +

سورما کو اس تذبذب اور حالت میں دیکھ کر اُمید
نے ڈھارس بندھائی اور کہنے لگی کہ مایوس نہیں ہونا
چاہیئے۔ بلکہ اُمید رکھنی چاہیئے اور ہمّت۔ "خاتون بہشتی"
نے جب یہ ماجرا سُنا تو اُس نے سورما کے پاس ایک
طبیب یعنی صبر کو بھیج دیا۔ اس طبیب کے ہمراہ ایک
خادمہ بھی تھی جس کا نام استغفار تھا۔ ان دونوں نے
سورما کا بڑی کوشش و محنت کے ساتھ علاج کیا۔ یہاں
تک کہ وہ بالکل تندرست و توانا ہوگیا۔ اور پہلے کی
مانند اُس میں طاقت و ہمت آگئی +

اس کے بعد شاہزادی سورما کو خاتون بہشتی کی
تیسری بیٹی محبت کے پاس لے گئی وہ حسن و جمال
اور ناز و ادا میں ایسی تھی کہ شائد دُنیا میں اپنا نظیر آپ
ہی ہوسکتی تھی۔ وہ بچّوں میں گھری ہوئی بیٹھی تھی۔ اور
زرد پوشاک زیب بدن کئے ہوئے تھی۔ اور ایک
انداز معشوقانہ کے ساتھ ہاتھی دانت کی کرسی پر بیٹھی
تھی۔ اُسکے پاس ہی دو فاختہ ٹہل رہی تھیں +

شاہزادی اُنا چاہتی تھی کہ صلیبی سورما محبت سے
بھی تعلیم حاصل کرے۔ اس لئے اُس نے محبت سے
استدعا کی کہ مہربانی فرما کر میرے اس سورما کو جو کچھ
علم تمہیں آتا ہے اُس کی تعلیم دے دو۔ محبّت نے
اس درخواست کو قبول کرلیا۔ اور سورما کو نیک اور
عمدہ باتوں کی تعلیم دینے لگی۔ اُس نے اُسے سکھایا
کہ محبت اور راستبازی کیا شئے ہے۔ اور یہ کہ نفرت۔
غصہ وغیرہ سے خدا ناخوش ہوتا ہے۔ اس لئے
محبت و راستبازی کے ساتھ زندگی گزارنی اور نفرت
و غصہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس کے بعد محبت
نے سورما کو بہشتی راہ دکھلائی +

محبت نے ایک خادمہ کو بُلایا جس کا نام رحمت
تھا۔ اور جو شفقت اور مہربانی کرنے میں شہرۂ آفاق
تھی۔ محبّت نے سورما کو رحمت کے حوالے کر دیا۔
اور اُسے یوں حکم دیا کہ اس بہادر کو نیک راہ میں
چلاتا کہ وہ اپنی سیر و سیاحت میں کبھی بھی راستہ
سے بھٹکنے یا گمراہ ہونے نہ پائے۔ بلکہ امن و امان
اور سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ جائے +

اس کے بعد رحمت نے سورما کا ہاتھ پکڑا اور
اُسے ایک تنگ راستہ سے لے کر چلی۔ اس راستہ
میں جابجا کانٹے اور خار دار جھاڑیاں تھیں۔ جن کو
رحمت صاف کرتی جاتی تھی۔ تاکہ سورما کے سفر میں
دیر واقع نہ ہو جائے۔ بلکہ وہ منزل مقصود تک آسانی
کے ساتھ اور جلد پہنچ جائے۔ اور جہاں کہیں اور جب
کبھی سورما کے قدم لڑکھڑاتے اور جادۂ اعتدال سے
ڈگمگاتے تو رحمت جو اُس کی سچی خیر خواہ اور رہبر تھی
اُسے سنبھال لیتی اور سلامتی اور امن کے ساتھ
آگے بڑھا لے جاتی تھی۔ یہاں تک کہ سورما کو سارے
سفر میں ذرا بھی کھٹکا نہ ہوا اور وہ چلا چل اور کوچ و
مقام کرتا ہوا ایک شہر میں جا پہنچا۔ جہاں ایک بڑا
نامی۔ بڑا صاحب اقبال اور ایک بڑا مشہور بادشاہ
حکمرانی کرتا تھا +

خصلت

فرض (۲)

واشنگٹن کو نہ تو ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی خواہش تھی۔ اور نہ ناموری کا شوق تھا۔ بلکہ وہ تو اس بات کا خواہاں تھا کہ فرض کو نہایت عمدگی کے ساتھ پورا کیا جائے وہ اوّل تو سپہ سالار کی خدمات انجام دیتا رہا اور اُسکے بعد پریسیڈنٹ کی خدمات۔ اگرچہ فرض کی ادائیگی میں بعض اوقات اُس کی طاقت ورسوخ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن فرض کے مقابلہ میں وہ ان باتوں کی مطلق پرواہ نہیں کرتا تھا۔ ایک موقع پر جبکہ مسٹر جے نے برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تو واشنگٹن سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس عہدنامہ کو منسوخ کر دیں۔ لیکن چونکہ اس سے اُس کی اور اُسکے ملک کی عزت میں بٹہ لگتا تھا۔ اس لئے اُس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ عہدنامہ کے منظور ہو جانے پر اہل ملک نے سخت مخالفت کی اور اُسے ناجائز قرار دیا اور ساتھ ہی واشنگٹن کو بے وقعتی کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ اور ایک موقع پر تو اُسے پتھراؤ کر دینے کا بھی ارادہ کر لیا۔ لیکن مستقل مزاج واشنگٹن نے فرض کے آگے کسی بات اور خطرے کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔ اور اگرچہ لوگوں نے اُس کی خدمت میں اس امر کی درخواستیں گزرانیں اور میموریل روانہ کئے کہ وہ عہدنامہ کو تصدیق و منظور نہ کرے۔ لیکن فرض کا خیال اُسکے ذہن نشین تھا۔ پس اُس نے عہدنامہ کو منظور کر ہی لیا

اور دوستوں وغیرہ کے جواب میں کہا کہ "اگرچہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے اہل ملک نے مجھے اکثر اوقات ممنون کیا ہے۔ لیکن اس سے میں فرض کو ترک نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں اپنے ضمیر کے احکام کو ٹال سکتا ہوں"۔

واشنگٹن کی مانند ویلنگٹن بھی فرض کا بڑا پابند تھا۔ اور واشنگٹن ہی کی مانند وہ بھی پابندیٔ فرض کے باعث اپنی ہر دلعزیزی کھو بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اُسے لندن کی گلیوں میں گھیر لیا اور اُسکے مکان کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ "زندگی میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی خاطر انسان کو زندہ رہنا چاہیئے۔ اگر کوئی بات ہو سکتی ہے تو وہ فرض ہے۔ اور ہر شخص کو اس فرض کو مستعدی کے ساتھ انجام دینا چاہیئے"۔

ایک مرتبہ ایک فوجی افسر کو اُس سے نیچے درجہ کی کمان دی گئی جس کی اُسے اُمید تھی اور جس کا وہ مستحق تھا تو اُسے بیحد افسوس ہوا۔ یہ خبر کہیں ڈیوک آف ویلنگٹن کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اُس نے جواب میں کہا کہ فوجی ملازمت میں خود مجھے کئی بار بڑی کمان کی جگہ چھوٹی اور چھوٹی کی بجائے بڑی کمان سپرد کی گئی۔ بعض اوقات میں ایک بریگیڈ کی کمان سے ہٹا کر ایک رجمنٹ کی کمان پر مامور کر دیا گیا۔ اور بعض اوقات رجمنٹ کی کمان سے ہٹا کر مجھے ایک بریگیڈ یا ایک ڈویژن کی کمان عطا کی گئی۔ لیکن اس اُتار چڑھاؤ سے مجھے نہ تو کبھی کوئی رنج ہوا اور نہ کبھی کوئی خوشی۔ بلکہ میں نے تو ہر بات کو فرض سمجھ کر

عمدگی کے ساتھ دینے کے لئے کوشش کی ✤

جب ولینگٹن کو پرتگال میں برطانیہ کی دوست سلطنتوں کی فوجی کمان کرنی پڑی تو اُس نے دیکھا کہ پرتگال کے لوگوں کی خصلت میں فرض کا خیال بہت کم تھا - اس لئے اُس نے کہا کہ "ہم میں جوش و سرگرمی کی تو افراط ہے - ہم حبُّ الوطنی کے راگ بہت گاتے ہیں - اور دھوم دھڑکا بہت کرتے ہیں - لیکن ہمیں سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنی حیثیت اور رتبہ یا کام کے مطابق اپنا فرض وفاداری کے ساتھ ادا کرے - اور قانونی حکم کی اطاعت پابندی کے ساتھ" ✤

فرض کا خیال ولینگٹن کی خصلت میں سب سے نمایاں اصول کی صورت میں درخشاں ہوتا تھا - اور اُسکی پبلک زندگی کے سارے افعال پر حاوی اور حکمران معلوم دیتا تھا - اور جو لوگ اُس کی ماتحتی میں کام کرتے تھے اُن تک بھی یہ خیال پہنچے بغیر نہیں رہتا تھا - اور وہ لوگ بھی اُس کی خصلت کے اثر سے متاثر ہو کر فرض کی ادائگی میں ویسی ہی کوشش کرنے لگتے تھے جیسی کہ خود اُس کی کوشش ہوتی تھی - جب وہ ایک دن واٹرلو کے مقام پر ایک پیدل پلٹن کے پاس پہنچا جس کی تعداد معرکہ آرائی میں کم ہوتے ہوتے تھوڑی رہ گئی تھی تو اُسی وقت اُس پلٹن پر ایک فرانسیسی رسالہ نے حملہ کرنا چاہا - ولینگٹن نے یہ دیکھتے ہی اُس پلٹن کے سپاہیوں سے کہا کہ "جوانو مستعدی کے ساتھ مقابلہ کرو - خیال کرو کہ انگلستان میں لوگ ہماری نسبت کیا رائے قائم کرینگے" اس کے جواب میں سپاہیوں نے کہا کہ "حضور کچھ خوف نہ کریں - ہم اپنے فرض سے خوب واقف ہیں" ✤

لارڈ نیلسن سپہ سالار انگلستان کے دل میں بھی فرض کا خیال جملہ باتوں پر سبقت رکھتا تھا - اُسکا مقولہ تھا کہ "انگلستان اپنے ہر شخص سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے" یہ مقولہ ایک ضرب المثل بن گیا ہے - اور نیلسن کی خدمات کا بہترین اظہار ہے - مرتے دم جو کلمات اس بہادر کی زبان سے نکلے تھے اُن سے بھی فرض کا خیال آشکارا ہوتا ہے - وہ یہ تھے کہ "میں اپنا فرض پورا کر چکا - جس کے لئے میں خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں" ✤

کالنگوڈ جو نیلسن کا دوست تھا وہ بھی فرض کا بڑا شیدائی تھا - اُس نے اُس وقت جبکہ اُس کا جہاز جنگ میں سمندر میں غرق ہونے لگا تو ایک افسر سے کہا کہ تمہاری راحت اور ترقی زیادہ تر تمہارے ہی اختیار میں ہے - تم اپنے فرض کا ہر دم خیال رکھو - اور نہ صرف اپنے افسروں ہی کی عزت کرو - بلکہ ہر شخص کی عزت تاکہ وہ تمہاری عزت کریں . . . . تمہارا حوصلہ ایسا ہو کہ تم کو فرض کا خیال سب خیالوں سے مقدم معلوم دے - موقع یا باری کا انتظار نہ کرو بلکہ ہر کام کو فرض سمجھکر اُسکے انجام دینے کے لئے مستعد رہو" ✤

فرض کا خیال انگریزوں میں بہت زبردست رہا ہے - اور انگلستان میں جس قدر بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں اُن میں سے ہر ایک میں فرض کا خیال سب خیالوں سے مقدم تھا - آج تک کسی قوم میں ایسا سپہ سالار نہیں پیدا ہوا جیسا کہ انگریزوں میں نیلسن تھا اور جس کی زندگی فرض کا ایک دستور العمل تھی - اُس نے جنگ ٹریفلگر میں فرض کی بابت یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ "نہ شان و شوکت کی آرزو کرو - نہ فتح کی - نہ عزت کی - اور نہ ملک کی - بلکہ فرض کی"!

جب تک کسی قوم میں فرض کا خیال رہتا ہے تب تک اُسے کسی مہم اور کام میں بھی مایوسی نہیں ہوتی لیکن جہاں یہ خیال رخصت ہوا یا فرض کی جگہ شان و شوکت ۔ مسرت ۔ خود غرضی وغیرہ کی آرزو پیدا ہوئی وہیں اُس قوم کا زوال شروع ہو جاتا ہے ✦

فرانس کو بہ حیثیت ایک قوم کے جو ضعف پہنچا ہے اُس کا سبب یہ تھا کہ اہل فرانس میں فرض کا خیال کمزور ہو گیا تھا ۔ اور یہ نقص نہ صرف وہاں کے عام لوگوں ہی میں پیدا ہو گیا تھا ۔ بلکہ لیڈروں میں بھی اسکی تائید بیرن اسٹوفل کی اُس رپورٹ سے ہوتی ہے جو برلن میں فرانس کی طرف سے فوجی اطاشی تھے ۔ اس رپورٹ کا لب لباب یہ ہے کہ جرمنی کے اعلےٰ تعلیم و تربیت یافتہ شریفانہ اور اعلےٰ باتوں کی قدر و منزلت کرنے میں اپنی حقارت نہیں سمجھتے ۔ مگر برعکس اس کے ان تمام باتوں میں فرانسیسی کوئی حصہ نہیں رکھتے وہ تو ہر بات اور ہر خوبی کو ۔ خانگی زندگی کو ۔ حب الوطنی کو ۔ عزت کو اور مذہب کو مضحکہ اُڑانے کی چیز سمجھتے ہیں ۔ افسوس کہ فرانس کو حقیقت اور فرض کے خلاف گناہ کرنے کی کیسی سخت سزا ملی ✦

ایک زمانہ تھا کہ فرانس میں بہت سے ایسے لوگ تھے جن کو فرض کا خیال جان سے زیادہ عزیز تھا ۔ بیارڈ ۔ ڈوگوسلن ۔ کولینی ۔ کولبرٹ ۔ سلّے سے لوگوں کی جو فرض کو سب باتوں پر مقدم سمجھتے تھے نسل غالباً اب فرانس میں نہیں باقی رہی ۔ زمانہ حال میں فرانس میں ایک شخص پیدا ہوا تھا جس نے فرض کے خیال کی اشاعت کے لئے آواز بلند کی تھی ۔ مگر اُسکی آواز ایک ویرانہ میں کی آواز سے زیادہ باوقعت ثابت نہ ہو سکی ۔ اس شخص کا نام ڈی ٹوکیول تھا ۔ اُسے لوگوں نے ذلیل کیا ۔ قید کیا اور پبلک زندگی سے محروم کر دیا ۔ اُس نے اپنے دوست کرگورلے کو ایک خط میں لکھا تھا کہ " تمہاری مانند میں بھی اُس مسرت سے جو فرض کی ادائگی میں حاصل ہوتی ہے زیادہ زیادہ مانوس ہوتا جاتا ہوں ۔ میرے خیال سے کوئی اور مسرت اس سے بڑی اور زیادہ حقیقی نہیں ہے ۔ دنیا میں صرف ایک ہی اعلےٰ مقصد ہے جسکے حصول کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے اور وہ مقصد بنی انسان کی بہتری ہے " ✦

اگرچہ شاہ لوئی چہاردہم کے بعد سے فرانس میں بہت کچھ جنگ و جدل رہی ۔ کیونکہ عام طور پر لوگوں کا میلان خاطر جنگ کی طرف رہا ہے ۔ لیکن پھر بھی وقتاً فوقتاً اس ملک میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو امن کے حامی تھے اور اُس کی حمایت کا خیال لوگوں میں پھیلانا اپنا خاص فرض سمجھتے تھے ۔ اُن میں سے ایک ایبی ڈی سینٹ پیری بھی تھا ۔ جس نے خود لوئی چہاردہم کی جنگ و جدل کو ناجائز بتایا ۔ اس پر اُسے فرنچ اکیڈمی سے خارج کر دیا گیا ۔ اور جب اوٹریخٹ میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی تو ایبی اُس میں شریک ہوا تاکہ جنگ و جدل کے روکنے کی تجویز منظور کرائے ✦

جب اُسے اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تو اُس نے اپنے دلی مدعا کو ۱۷۱۳ء میں ایک کتابی صورت میں شائع کیا جس کا نام " دامی امن کی تدبیر " رکھا ۔ اور اُس میں یہ رائے دی کہ ایک ایسی سینٹ بنائی جائے جس میں جملہ اقوام یورپ کے قائم مقام

شریک کئے جائیں۔ اور شاہان یورپ جنگ و جدل
سے پیشتر ہی اس سینٹ کے روبرو حاضر ہوں۔ اپنی
شکایات بیان کریں اور اُسکی دادرسی چاہیں *

ایسی خیالات و توہمات کا بندہ نہیں تھا۔ بلکہ
ایک عملی محب وطن تھا۔ اور اُس نے بہت سی سوشل
ترقیوں اور اصلاحوں کی پیشین گوئی کی تھی۔ جو بعد میں
فرانس میں اختیار کی گئیں۔ اُس نے غریب بچوں کے لئے
ایک صنعتی مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ جہاں اُن کو نہ صرف تعلیم
ہی دی جاتی تھی۔ بلکہ کوئی پیشہ بھی سکھایا جاتا ہے
تاکہ جوان ہوکر ایمانداری کے ساتھ روزی کما سکیں اُس
نے یہ رائے دی تھی کہ کل قوانین کی ازسرنو ترمیم کی جائے
اس خیال پر نیپولین اوّل نے عمل کیا۔ اُس نے ڈوئل
(مکہ بازی) ۔ عیش پسندی۔ قماربازی وغیرہ کے خلاف
بھی تصانیف کیں۔ وہ اپنی ساری آمدنی خیراتی کاموں
میں بڑی فراخدلی کے ساتھ صرف کردیتا تھا۔ وہ گداگروں
کو کچھ بھی نہیں دیتا تھا۔ بلکہ غریب بچوں۔ غریب عورتوں
اور غریب مردوں کی مدد کرتا تھا۔ جب وہ اسّی سال
کی عمر کو پہنچا تو اُس نے لوگوں سے کہا کہ "اگر زندگی
مسرت کی قرعہ اندازی ہے تو میرا قرعہ سب سے اچھا رہا" *

"فرض" خصلت کی حقیقت سے زیادہ ترمشابہ ہے
اور جو شخص کہ فرض کا پابند ہے وہ اپنے اقوال و افعال
دونوں ہی میں سب سے بالاتر ہے۔ وہ سچی بات کہتا ہے
اور سچا کام کرتا ہے۔ اور دونوں باتوں کو ٹھیک طریقہ
میں اور ٹھیک وقت پر انجام دیتا ہے۔ مسز ہچنسن نے اپنے
خاوند کی نسبت ایک موقع پر لکھا ہے کہ وہ نہایت راستگو۔
راستباز اور قابل اعتبار شخص تھا۔ وہ جس بات کے کرنے
کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اُس کا کبھی ذکر یا اقرار بھی نہیں
کرتا تھا۔ اور نہ اُسکے متعلق کبھی کوئی وعدہ کرتا تھا۔ اور
جس بات کو وہ اپنے قابو اور اختیار سے باہر سمجھتا تھا
اُسکی بابت وہ کبھی وعدہ نہیں کرتا تھا *

ڈیوک ولینگٹن حقیقت اور راستبازی کا بڑا بھاری ہواخواہ
تھا۔ جب اُسے ثقل سماعت کی شکایت پیدا ہوگئی۔ تو
اُس نے ایک مشہور طبیب سے جو امراض گوش کے علاج کا ماہر
تھا اپنی شکایت بیان کی۔ اُس نے کئی ادویہ کے آزمانے
کے بعد یہ رائے قائم کی کہ کاسٹک کا عرق کان کے اندر
داخل کیا جاوے۔ اگرچہ اس علاج سے ویلنگٹن کو سخت
تکلیف ہوئی۔ لیکن اُس نے تکلیف کو بڑی دلیری کے
ساتھ برداشت کیا۔ اس پر اُس نے اپنے خاندانی طبیب
کو بلایا۔ طبیب آیا۔ اُس نے دیکھا کہ ڈیوک صاحب کی آنکھیں
سرخ ہیں اور رخسارے تمتمائے ہوئے ہیں۔ اور جب وہ
اُٹھ کر چلتے ہیں تو اُن کے پاؤں لڑکھڑاتے ہیں۔ اسوقت
طبیب نے ڈیوک صاحب کا کان دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس
میں سخت ورم ہوگیا تھا۔ اگرچہ بہت کچھ علاج و معالجہ کیا گیا۔
اور آرام بھی ہوگیا۔ لیکن ڈیوک صاحب ایک کان سے بہرے
ہوگئے۔ جب اُس ڈاکٹر کو معلوم ہوا جسکے علاج سے ڈیوک
صاحب کو اس قدر تکلیف ہوئی تو وہ پریشان ہوگیا۔ اور
فی الفور اُن کی خدمت میں حاضر ہوکر اظہار افسوس و ہمدردی
کرنے لگا۔ اس پر ڈیوک صاحب نے کہا کہ "اب اس بارہ میں
ایک لفظ بھی نہ کہئے۔ آپنے جو کچھ کیا تھا وہ بہتری کے لئے
تھا" اس پر طبیب نے کہا کہ اگر عام لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگئی
تو میرے پیشہ کو بہت زوال ہوجائیگا۔ ڈیوک صاحب نے
فرمایا کہ "کسی شخص کو بھی اس وقت تک معلوم نہ ہوگی جب تک
کہ تم خود اپنی زبان سے نہ کہو گے۔ رہا میں سو میں اس کا کسی
سے ذکر بھی نہ کرونگا" طبیب نے کہا کہ تو آپ مجھے لوگوں کے

سفرنامۂ ہونگ شیانگ

رہزنوں کے ہاتھ سے رہائی اور مزید سفر

جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ ایک بڑی جماعت گاؤں والوں کی اُن کی سرکوبی کے لئے آرہی ہے تو وہ حواس باختہ ہوکر بھاگ نکلے۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ لوٹ کا مال چھوڑ کر نہ بھاگے۔ بلکہ جو کچھ اُن کے پاس تھا اُسے ساتھ لے گئے۔ ہونگ شیانگ آگے بڑھا اور اپنے ہم سفر لوگوں کے جن کے ہاتھ پاؤں رہزنوں نے باندھ دئے تھے بند کاٹ دئے۔ گاؤں والے جو اُن کی مدد کو آئے تھے اُنھوں نے ان مصیبت زدہ لُٹے ہوئے لوگوں کو اپنے کپڑے دئے۔ اور جب وہ تن ڈھانک چکے تو اُنکو اپنے ہمراہ گاؤں میں لے گئے۔

گاؤں میں پہنچ کر اُن بیچاروں کو بڑا رنج ہوا۔ اس لئے وہ رونے پیٹنے لگے۔ لیکن ہونگ شیانگ ہنستا رہا۔ اس پر اُسکے ہم سفروں نے کہا کہ آپ بھی کیا چیز ہیں کہ ہم تو رو رہے ہیں کیونکہ ہمارا سارا مال و اسباب غارت ہوگیا۔ اور آپ ہنس رہے ہیں۔ ہونگ شیانگ نے جواب میں کہا کہ "سب سے بڑی نعمت جو انسان کو مل سکتی ہے وہ زندگی ہے۔ اگر جان محفوظ ہے تو باقی چیزوں کی کیا پرواہ؟ مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ آسمان کی سب سے بڑی نعمت زندگی ہے۔ پھر تم تھوڑے سے کپڑوں اور تھوڑے سے اسباب کی کیوں اس قدر فکر کرتے ہو؟"

اس جواب سے لوگ بالکل خاموش ہوگئے۔ ہونگ شیانگ نے رات گاؤں میں بسر کی اور صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر سرحد تکہ کی مشرقی حد پر پہنچ گیا۔ اور ایک بڑے شہر میں داخل ہوا۔ اس شہر کے مغرب میں اور سڑک کے شمالی جانب گھنے درختوں کا ایک وسیع جنگل ہے جس میں ایک برہمن سات سو سال کی عمر کا سکونت رکھتا ہے مگر صورت سے اُس کی عمر صرف کوئی ۳۰ سال کی معلوم ہوتی ہے۔ وہ بڑا ذہین اور عقلمند ہے۔ اور اُس میں مباحثہ کرنے کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت پائی جاتی ہے سوتر شاستر اور ویدوں کا عالم ہے۔ اُسکے دو چیلے ہیں جن میں سے ہر ایک کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔ جب اُس کی ملاقات ہونگ شیانگ سے ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا اور اُس کی بڑی خاطر و تواضع کی۔

چونکہ ہونگ شیانگ کی شہرت کشمیر میں بہت کچھ ہو چکی تھی۔ اس لئے اُس برہمن نے ایک پیغام نواحی شہروں میں بھیج کر یہ اعلان کرایا کہ "جو عالم دین چین سے آیا ہے اُسے ڈاکوؤں نے بہت ستایا۔ اُس کے کپڑے وغیرہ چھین لئے۔ یہ بُرا ہوا۔ مگر اب بُدھ مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کے متعلق باتیں معلوم کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آگیا ہے۔"

یہ اعلان سُنتے ہی ۳۰۰ لوگ جمع ہوئے۔ وہ کپڑہ وغیرہ لائے اور اُسے ہونگ شیانگ کی خدمت میں نذر کیا۔ اُس نے کچھ منتر یا آیات پڑھیں اور لوگوں کو وعظ دینا شروع کر دیا جسے سُنکر بہت سے لوگ۔ جو مذہب کو بھول گئے تھے اور بد رویہ ہو گئے تھے

اُنھوں نے توبہ کی اور مذہبی باتوں پر دل سے عمل کرنے کا وعدہ بھی کیا ۔

اس کے بعد ہونگ شیانگ نے سارا کپڑا لوگوں کو تقسیم کر دیا ۔ اور جو باقی بچ رہا وہ اُس معمر برہمن کی نذر کر دیا ۔ اس جگہ ہونگ شیانگ نے ایک ماہ قیام کیا اور سوترو غیرہ کی تعلیم حاصل کی ۔ اس مقام سے روانہ ہوکر وہ چنا پتی پہنچا اور ایک خانقاہ میں مقیم ہوا ۔ یہاں ایک نہایت مشہور پوجاری اور عالم دینیات رہا کرتا تھا جس نے کئی شاستروں کی شرح لکھی لکھی تھی ۔ ہونگ شیانگ نے اس جگہ ۱۴ ماہ قیام کیا تاکہ وہاں بھی تعلیم حاصل کرے ۔ اسکے بعد ہونگ شیانگ آگے چل دیا اور کئی خانقاہوں میں مقیم ہوتا ہوا ملک کلوٹہ میں جا پہنچا ۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر ملک ساتا درو پہنچ گیا ۔ اور اسی طرح کئی اَور ملکوں میں ہوتا اور قیام کرتا ہوا شہر متھرا میں جا پہنچا ۔

اس شہر میں بہت سی خانقاہیں ہیں اور اُن میں ساکیا تا تھا گاٹہ کی جسمانی یادگاریں اور نیز اُسکے چیلوں کی یادگاریں رکھی ہوئی ہیں ۔ ہر سال مذہبی تہواروں کے دن پوجاری اور اُن کے پوجاری اپنے عقیدہ کے مطابق ان خانقاہوں میں آ کے نذریں چڑھاتے اور عبادت کرتے ہیں ۔ اس شہر کے نزدیک ہی ایک پہاڑی ہے جس پر اپ گپت نے ایک خانقاہ قائم کی تھی ۔ اُس میں اپ گپت کے بال اور ناخون بطور یادگار کے رکھے ہوئے ہیں ۔

اس شہر سے آگے بڑھ کر شہر ستھانیشور آتا ہے اور اسکے بعد شہر سرگھن ۔ دریائے جمنا اس شہر یا ملک کی مشرقی حد سے گزرتا ہوا شہر کے بیچوں بیچ ہو کر گزرتا ہے اور اُس کے شمال میں ایک پہاڑ ہے ۔ اس شہر سے کئی سو میل کے فاصلے پر مشرق کی جانب دریائے گنگا ہے ۔ جس کا پانی شیریں صاف اور زلال ہے ۔ ہندوستان کی کتابوں میں اس دریا کو "مقدس و مبارک دریا" لکھا ہے ۔ اور جو لوگ اُس میں غسل کرتے ہیں اُن کے پاپ چھم ہو جاتے ہیں ۔ یعنی وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں ۔ جو لوگ اُس کا پانی پیتے ہیں یا اُس کے پانی سے کُلی کرتے ہیں اُن پر کوئی آفت نہیں آتی اور وہ فوت ہونے کے بعد ہی بہشت میں پہنچ جاتے ہیں ۔ اسی لئے عام لوگ یعنی مرد و عورت اس دریا میں روز بکثرت غسل کرنے آتے ہیں ۔ گویا اُسکے ساحل پر ہر جگہ ایک میلہ سا لگا رہتا ہے ۔

اس ملک میں ایک مشہور زمانہ عالم تھا جس نے بُدھ مذہب کی کتابوں کو بہت اچھی طرح مطالعہ کیا تھا ۔ اُس کا نام جے گپت تھا ۔ ہونگ شیانگ نے اس عالم کے پاس نصف موسم سرما اور نصف موسم گرما گزارا اور اُس سے مذہبی تعلیم حاصل کی ۔ اسکے بعد اُس نے دریائے گنگ کو عبور کیا اور ملک متی پورہ میں جا پہنچا ۔

اس ملک کا فرمانروا شودر قوم سے تھا ۔ ملک میں کوئی دس خانقاہیں تھیں جن میں کوئی آٹھ سو پوجاری رہتے تھے ۔ اور سب کے سب بدھ مذہب کی اُس تعلیم پر چلتے تھے جو صحائف خورد میں درج ہے ۔ اس ملک کے پوجاریوں کا سرغنہ ایک عالم تھا جو ابتدا میں صحائف کلاں کا معتقد تھا ۔ مگر بعد میں دوسرے فرقہ میں شامل ہو گیا ۔ اس ملک میں سب سے

مشہور خانقاہ وہ ہے جسے گن پربھ نے تعمیر کرایا تھا۔
اس خانقاہ سے آگے بڑھکر ایک اور خانقاہ ہے جس میں کوئی دو سو طلبا صحائف خورد کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس خانقاہ میں اُس مشہور عالم نے اپنی زندگی کے ایام گزارے تھے جس کا نام سنگ بھدر تھا اور جو در اصل ملک کشمیر کا باشندہ تھا۔ اور بڑا عقیل اور زبردست عالم بھی۔ وہ جس فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اُس کی تعلیم اور صحائف کا یکتائے روزگار ماہر تھا۔ جب سنگ بھدر کوش کریکا شاستر کو تصنیف کر چکا تو اُس کے دل میں واسو بندھو بدھ ستو اسے جو اپنے زمانہ کا ایک ہی عالم تھا ملاقات کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ آخر الذکر بڑا عقیل اور ذہین شخص تھا۔ اُس کے علم و فضل کی انتہا نہ تھی۔ اُس سے عفریت اور دیو وغیرہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن سنگ بھدر کو اُس کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ اس کا جام حیات لبریز ہوگیا۔ سنگ بھدر کی وفات کے بعد واسو بندھو نے اُس کی تصنیف دیکھی تو اُس کی قابلیت کی بڑی تعریف کی۔ سنگ بھدر کی وفات کے بعد لوگوں نے ایک کنج میں اُس کی یادگار قائم کی جو اب تک موجود ہے۔ اس یادگار میں ایک مشہور عالم وِمال متر کی چیزیں بھی بطور یادگار رکھی ہوئی ہیں۔ آخر الذکر ملک کشمیر کا رہنے والا تھا۔ اور بدھ مذہب کی تعلیم کا بڑا زبردست عالم۔ اس شخص نے واسو بندھو کی تعلیم کی اشاعت میں تصانیف کیں۔ جسکے بعد ہی اُسے موت آگئی۔

اسی ملک میں ایک اور مشہور عالم گزرا ہے۔ اُس کا نام متر سین تھا اور وہ گن پربھ کا چیلا تھا۔ اور بدھ مذہب کی تعلیم اور صحائف کا بڑا ماہر اور عالم متبحر اس عالم کے پاس ہونگ شیانگ نے نصف موسم سرما اور کل موسم گرما گزارا اور اُس سے بدھ مذہب کے شاستروں کی بابت تعلیم حاصل کرتا رہا۔

اس ملک سے جانب شمال و مغرب کئی سو میل کے فاصلے پر ایک ملک برہمپورہ ہے۔ جسکے جنوب و مشرق میں ملک آہیک شیتر ہے۔ اور اُسکے آگے دریائے گنگا کے اُس پار ملک وراسنہ ہے۔ اور اُس سے آگے ملک کاپیتہ۔ اس ملک کے پایہ تخت سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک خانقاہ ہے۔ خانقاہ میں تین سیڑھیاں تھیں جو ایک دوسرے کے برابر برابر رکھی ہوئی تھیں کہتے ہیں کہ بدھ قدیم زمانہ میں آسمان سے ان ہی میں سے ایک سیڑھی پر سے اُتر کر آیا اور رانی مایہ کو تعلیم دینے کے بعد جمبد دھوپہ کو چلا گیا۔ اور ناتھا گاتہ سدھرم سے جو سکر کے ہاں تھا مع اپنے دیوؤں کی جماعت کے پرچار کرنے کے بعد بیچ والی سیڑھی پر ہو کر جو زریں تھی اُترا تھا۔ اسی طرح تہا برہم نقرئی سیڑھی پر ہو کر جو زریں سیڑھی کے دائیں جانب تھی اُترا تھا۔ اور جو بلوری سیڑھی بائیں طرف تھی اُس پر ہو کر سکر دیو اُترا تھا۔
صدیوں تک یہ سیڑھیاں اس خانقاہ میں رکھی رہیں۔ لیکن اب (ہونگ شیانگ کی سیاحت کے وقت) غائب ہیں۔ اُن کی جگہ اُن راجوں مہاراجوں نے جو خانقاہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں جواہرات کی نئی سیڑھیاں ۷۰۔۷۰ فیٹ بلند بنوادی ہیں اور سیڑھیوں کی چوٹی پر ایک معبد بنوا دیا ہے جس میں بدھ کی مورت رکھی گئی ہے۔ اس مورت کے دائیں اور بائیں برہم اور سکر کی مورتیں رکھی گئی ہیں ایس

معبد کے برابر ہی ایک سنگین ستون ہے جو ۷۰ فیٹ بلند ہے اور جسے اشوک راجہ نے بنوایا تھا۔ اس ستون کے پاس ہی کوئی ۵۰ قدم کے فاصلے پر ایک سنگین مگر ذرا بلند راستہ ہے جس پر کبھی بدھ ٹہلا کرتا تھا+

اس ملک سے آگے بڑھکر شمال و مغرب کی جانب ملک قنوج ہے۔ جو ایک وسیع سلطنت ہے۔ اُس کا پایۂ تخت دریائے گنگا کے کنارے ہے۔ اس ملک میں کوئی ایک سو خانقاہیں اور دس ہزار پوجاری ہیں۔ پوجاری صحائف خورد اور صحائف کلاں دونوں ہی کے ماہر ہیں۔ یہاں کا فرمانروا بیس فرقہ کا راجپوت ہے۔ اُس کا نام ہرشاوردھن ہے۔ اور اُسکے باپ کا نام پراکوردھن تھا۔ اُس کے بڑے بھائی کا نام راجیاوردھن تھا۔ یہ فرمانروا بڑا نیک دل اور ہمدرد ملک ہے۔ لوگ اُس کی تعریف کے راگ گاتے ہیں+

جب اس ملک میں راجیاوردھن حکومت کرتا تھا تو ملک کرن سوورن جو مشرقی ہند میں ایک حکومت تھی اُس کا راجہ موسومہ ساسنک راجہ تھا۔ وہ راجیاوردھن کے فوجی جاہ وجلال سے بہت خائف رہتا تھا۔ پس اُس نے سازش کے ذریعے اُسے ہلاک کرادیا۔ اس واقعہ سے وزیر اعظم بھانی اور دیگر حکام کو سخت صدمہ ہوا۔ اور اُنھوں نے ایک دل ہو کر اُسکے چھوٹے بھائی سلادت (سلادت ہرشاوردھن) کو گدی پر بٹھا دیا+

یہ راجہ بڑا ہی منصف تھا۔ یہاں تک کہ دیوتا بھی اُس کی تعریف کرتے تھے۔ اُس کی لیاقت کا زمین سے لیکر آسمان تک غلغلہ تھا۔ اُس نے اپنے بھائی کے دشمن سے بھائی کی موت کا بدلہ لینا چاہا اور تھوڑے ہی عرصہ میں سارے ہندوستان کا مسلمہ فرمانروا بن گیا+

اس فرمانروا کو جب جنگ وجدل سے فرصت ملی تو اُس نے میگزینوں میں ہتیار اور دیگر سامان جنگ جمع کرنا شروع کیا۔ اور مذہبی رسوم کو بڑے ذوق و شوق سے ادا کرنے لگا۔ اُس نے گوشت خوری ترک کردی اور اسی طرح رعایا سے بھی ترک کرادی۔ اور جا بجا خانقاہیں اور معابد قائم کئے۔ وہ ہر سال کئی کئی ہفتہ تک کل پوجاریوں کو اپنی جیب سے کھانا کھلاتا تھا+

ہرشاوردھن ہر پانچویں سال ایک بڑا جشن مناتا جسے مہاموکش پرشاد کہتے تھے۔ اُس میں وہ دل کھول کر خیرات کرتا تھا۔ شہر قنوج کے پاس ہی ایک ستون برلب دریائے گنگ ہے۔ جو ۲۰۰ فیٹ بلند ہے۔ اسے اشوک راجہ نے تعمیر کرایا تھا۔ اور اُس مقام پر جہاں خود بدھ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تھی۔ ہونگ شیانگ اس ملک میں گیا اور شہر قنوج میں ایک مندر میں مقیم ہوا اور ویریسین سے جو بدھ مذہب کی تعلیم کا زبردست عالم تھا تعلیم حاصل کرتا رہا+

اپنا کام دوسرے سے نہ کراؤ۔ بلکہ خود محنت کی عادت ڈالو۔ اور آج کا کام کل پر موقوف نہ رکھو+

محنت کا پھل میٹھا ہے+

وقت دولت ہے۔ ایک منٹ بھی ضائع نہ کرو۔ بلکہ ہر منٹ کو کام میں لاؤ+

محنتی کبھی بھوکا نہیں مرتا+

غلامی کی تاریخ

حبشی غلام یورپ میں

چودھویں صدی عیسوی میں پرتگال بڑی ترقی پر تھا۔ پرتگال کا شاہزادہ ہنری محض تجارتی جہازوں کی دیکھ بھال اور انتظام کے لئے بارہ سال تک سیگریس میں جو پرتگال میں سب سے جنوبی راس تھی مقیم رہا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک جہاز ساحل بربر کی تحقیقات کے لئے روانہ کیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ مدیرا دریافت کیا گیا اور ساحل افریقہ کی تحقیقات بھی کر لی گئی۔ اس کے بیس سال بعد جب شاہ پرتگال کا انتقال ہوا تو شاہزادہ نے اپنا نام "لارڈ آف گاگنی" رکھا اور جو تحقیقات کہ اُس نے جاری رکھی تھی اُسے مزید ترقی دی۔

اس زمانہ کا سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ پرتگال میں حبشیوں کو لایا گیا۔ ۱۴۴۱ء میں شاہزادہ ہنری نے موروں (افریقی مسلمانوں) کا ایک جہاز گرفتار کر کے پرتگال بھیجا۔ مور قیدیوں نے شاہزادہ سے عرض کی کہ اگر اُن کو رہا کر دیا جائے تو وہ تاوان کے طور پر سیاہ فام غلاموں کو نذر کرینگے۔ چنانچہ اُن کی درخواست منظور کی گئی جسکے صلہ میں اُنہوں نے کچھ سونا اور دس غلام نذر کئے۔ اسکے دو سال بعد ایک پرتگالی جماعت نے لاغوس میں جاکر لوگوں کو فراہم اور دو سو کو قید کر کے پرتگال روانہ کر دیا۔

جب کولمبس مغربی ممالک کی تلاش میں روانہ ہوا تو اسپین میں حبشی بکثرت موجود تھے۔ مگر اس بات کی کافی شہادت موجود نہیں کہ یہ لوگ پرتگال ہی کے راستہ سے وہاں پہنچے تھے۔ ملکہ آسابیلا اور شاہ فرڈیننڈ نے ۱۴۷۵ء میں ایک خط ایک شاہی نسل کے حبشی میوراں کی سفارش میں سیوائل کے نام لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "اس شخص نے ہمارے کئی نمایاں کام انجام دئے ہیں۔ جو وفاداری پر مبنی تھے۔ اور اب بھی ان کاموں کو انجام دیتا ہے۔ ہم اُس کی طبیعت عادت اور مزاج سے بخوبی واقف ہیں۔" اسی خط میں سیوائل کے فرائض وغیرہ کا بھی ذکر تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپین اور پرتگال میں پندرھویں صدی عیسوی میں حبشیوں کی کثرت تھی۔

۱۴۹۲ء میں ایک بڑا مشہور سال ہے اور جس میں یورپ و امریکہ ایک دوسرے سے آشنا ہوئے اُسکے بعد ہی امریکہ کے اصلی باشندے یورپ میں غلاموں کی حیثیت سے داخل کئے گئے۔

ملک پیرو میں غلامی

کولمبس کے امریکہ میں داخل ہونے سے پیشتر امریکہ میں تہذیب و شائستگی کا وجود پایا جاتا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ تہذیب وہاں کہاں سے پہنچ گئی تھی۔ اس ملک کی ساری چیزوں کا مالک صرف فرمانروا ہوتا تھا اور جہاں سونا اور روپیا صرف دیوتاؤں یا بادشاہ کی زیبائش میں صرف کیا جاتا تھا۔ یہ انکا قوم کے زمانہ کی بات ہے۔

ڈاکٹر ایچ۔ ایف۔ ہیمسٹ نے اپنی تاریخ دنیا میں

لکھا ہے کہ "پیرو جو امریکہ میں ایک ملک ہے ایسا ملک ہے جس میں کوئی دولت نہیں اور عملاً کوئی جائداد بھی نہیں ۔ بلکہ ہر باشندہ ایک جائداد ہے جو ملک اور سرکار کا غلام ہے ۔ اسی لئے اُسے اپنی کمائی کا ایک خاص حصہ سرکار کو دینا پڑتا ہے" افلاطون کی کتاب دی پبلک اور ارسطو کی کتاب پولیٹکس ۔ نیز زمانۂ حال کے بہت سے آزاد خیالوں کی تصانیف بالکل بھدی معلوم ہوتی ہیں جبکہ انہیں ملک پیرو کی تہذیب کے سامنے جس میں تمام باشندے غلام تھے رکھا جاتا ہے ؛

ڈاکٹر ہیمسٹ ہی کی تاریخ میں ذیل کی عبارت درج ہے :- " انکا سلطنت کی بنیاد کاشتکاری تھی ۔ کیونکہ وہ ایک مقدس اور الٰہی خدمت تصور کی جاتی تھی ۔ اس لئے ہر باشندے کو آلات کشاورزی دیئے جاتے تھے ۔ جب کاشت کا وقت نزدیک آتا تو خود انکا (فرمانروا) مع اپنے درباریوں کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ایک کھیت میں جاتا جو آفتاب کے نام نہاد ہوتا تھا اور گز کو کے نواح میں اور بذات خود مذہبی رسوم ادا کرکے اُس کھیت کو جوتتا بوتا ۔ اُس کا ہر ساتھی اُس کی مثال لے کر ہل چلانے لگتا ۔ اس کے بعد حکام کی معرفت حکم جاری کیا جاتا کہ رعایا اپنا سالانہ کام شروع کرے ۔ ہر خاندان کے سرغنہ کے قبضہ میں ایک خاص حصہ اراضی کا ہوتا تھا جو اُس کے خاندان کی ضروریات کو پورا کرتا تھا ۔ جس قدر اُس کا خاندان بڑھ جاتا تھا اُسی قدر اُسکی اراضی میں بھی اضافہ کیا جاتا تھا ۔ اصلی اراضی کے نصف کی برابر ہر بیٹے کو دی جاتی تھی ۔ اور چوتھائی کے برابر ہر بیٹی کے لئے ۔ لیکن اراضی سرکاری ملکیت سمجھی جاتی اور قابضوں کی وفات یا انتقال سکونت کے بعد اُس پر سرکار کا قبضہ ہو جاتا تھا ؛

سکندر اعظم اپنے امرا اور نوابوں کو اپنا خانگی غلام سمجھا کرتا تھا ۔ اور اپنی رعایا کی جائداد یا ملکیت کو اپنی ملکیت ۔ لیکن ملک پیرو کے لوگوں کا مذکورۂ بالا خیال اُسکے خیال سے کس قدر مختلف ہے ۔ گویا امریکہ میں اہل یورپ کے قدم جانے سے پہلے ہی وہاں ایک غلامی کا رواج تھا ؛

لاس کساس اور انسداد غلامی

جب دُنیا میں ایک ابتری کا بازار گرم تھا تو مسیحی دین ترقی کرکے زور پکڑ گیا ۔ اُس کا مدعا اقوام کی نزاع کے منافی تھا ۔ اُس نے غلامی کو مٹانا چاہا ۔ اور جب مذہبی اشاعت کرنے والوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی جو بادشاہوں تک پر حکومت کرنے لگی تو مسیحی دین نے اپنا مقصد پورا کرنے کی فکر شروع کی یہاں تک کہ مشنریوں نے اُن اقوام کو جن سے وہ بالکل ناواقف تھے نجات کا سبق سکھانا چاہا ۔ یہ لوگ ہمدردِ بنی انسان تھے ۔ اُن میں سے ایک لاس کساس بھی تھا ؛

مسیحی دین کے لوگوں میں ایک غیر معلوم طریقہ میں ظلم و جبر کی عادت پیدا ہوگئی تھی ۔ بپتسمہ صرف ایک نشان رہ گیا تھا ۔ اور ایک خفیہ طریقہ میں نجات کا طریق مانا جانے نہ تھا ۔ تعصب بہت بڑھ گیا تھا ۔ لیکن اس زمانہ میں بھی سچے زہد و تقدس والے لوگ موجود تھے ؛

جس سال کولمبس نے امریکہ دریافت کیا اُسی سال اسپین سے یہودیوں کو خارج کیا گیا ۔ اور ایک لاکھ ۸۰ ہزار یہودی افریقہ جانے کے لئے ملک پرتگال میں سے

گزرنے لگے ۔ ان میں سے ایک گروہ نے اس اُمید پر
کہ اُن کو یورپ میں واپس جانے کی اجازت مل جائیگی
ساحل بربر پر مسیحی دین کا بپتسمہ قبول کیا۔ اس کے چند
ہی سال بعد جبکہ زیمینز نے غرناطہ کے مسلمانوں کو
ملک بدر کرنا چاہا تو ۵۰ ہزار مسلمانوں نے مسیحی دین کو
قبول کر لیا۔ اور جب آخری بار مسلمانوں کو ملک بدر کرنے
کی تدبیر کی گئی تو سبھوں نے جلاوطنی کے مقابلہ میں
بپتسمہ پر اکتفا کی +

جب کولمبس دوبارہ امریکہ گیا تو اُسکے ساتھ بارہ
مشنری بھی گئے ۔ اُنھوں نے ہزاروں آدمیوں کو بپتسمہ
دیا۔ لیکن ایسی لاپروائی کے ساتھ کہ اُس کے متعلق
تحقیقات کرنی پڑی ۔ اسی عرصہ میں پوپ الکزنڈر ششم
نے ایک فرمان جاری کیا کہ "مغربی سمندر میں جو ملک
اب تک دریافت ہوچکے ہیں یا اب دریافت کئے جائینگے
وہ اسپین کے قبضہ میں رہینگے" اسکے بعد پرتگال کے
متعلق یہ فرمان جاری کیا گیا کہ "جو مقبوضات ساحل
افریقہ پر یورپ اور ہندوستان کے درمیان پرتگال
حاصل کریگا اُن پر اُس کا قبضہ رہیگا"+

اس کے ۴۴ سال بعد جو فرمان پوپ پال سوم نے
وزیر اعظم اسپین کے نام روانہ کیا اُس میں لکھا تھا کہ "جو لوگ
امریکہ کے دیسی باشندوں کو غلام بنائینگے یا اُن کو اُنکے
مال و اسباب سے محروم کرینگے اُن کو کلیسیا سے خارج کیا جائیگا"
اور جب جنوبی امریکہ کے لوگوں نے پوپ لیو دہم سے
اپیل کی تو اُس نے یہ رائے قائم کی کہ "نہ صرف مسیحی دین
بلکہ خود نیچر غلامی کی مخالف ہے"+

جو جزائر مغربی سمندروں میں دریافت کئے گئے
اُن کو اہل اسپین نے بہت ستایا ۔ پہلے تو اُن کو مردم خور
کارب قوم کا ڈر تھا ۔ لیکن بعد میں اسپین والوں کی دہشت
لگی رہتی تھی جو مردم خوروں سے کمتر ثابت نہیں ہوئے۔
شاہ فرڈیننڈ اور آسابیلا دونوں ہی نے اپنے اہل ملک
سے کہا کہ "جو لوگ جزائر میں مسیحی کئے جائیں اُن کی بہبودی
کی فکر کی جائے ۔ وہ آزاد رہیں ۔ نہ کہ غلام ۔ وہ ستائے
نہ جائیں ۔ اُن کے ساتھ انصاف کیا۔ جس طرح کہ خود اسپین
والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے" لیکن ایسا عمل میں نہیں آیا۔
کیونکہ ملکہ اور بادشاہ دونوں کو نئے انتظام کی رو سے
مطلع کیا گیا کہ دیسی باشندوں کو اہل اسپین میں تقسیم کردیا
گیا ۔ اور خاص شرائط کے ساتھ اُن سے زمین جتوائی اور
محنت کے دیگر کام لئے جائینگے اور اس سے اُنکو مسیحی
دین میں لانا آسان ہوگا +

جو دیسی جنگ و جدل میں گرفتار کئے جاتے تھے
کولمبس اُن کو غلام سمجھتا تھا ۔ اُس کا خیال تھا کہ مردم خور
قوموں کا بہتر انجام غلامی ہے ۔ اُس نے یہ بھی تجویز کیا
کہ نو آبادیوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہے اُنکا مبادلہ
غلاموں سے کیا جائے ۔ اس لئے اُندلس کے بازاروں
میں غلاموں کی فروخت کے اشتہار لگائے گئے ۔ لیکن
ملکہ نے اِس فروخت کو بند کردیا ۔ دیسیوں کا ایک گروہ
جو کام چھوڑ کر بھاگا تھا اُسے گرفتار کر کے اسپین میں
فروخت کے لئے روانہ کیا گیا ۔ مگر اُن میں سے دو سو آدمی
کرایہ جہاز کے عوض مالکان جہاز کو دیدئے گئے ۔ ملکہ
اس پر بیحد غضبناک ہوئی ۔ اُس نے جہاز والوں سے
لوگوں کو واپس منگایا ۔ پھر اَور لوگوں سے بھی اُن کو
منگایا اور واپس بھیج دیا +

سونے کی کانوں میں مزدوروں کی ضرورت تھی۔
مگر جو لوگ اُس پر لگائے گئے ۔ کانوں کا کام اُنکے لئے

مناسب نہ تھا۔اس لئے ہیٹی کی کانوں کے لئے دیگر جزائر سے لوگ لائے گئے۔ اُن کے لئے بھی یہ کام مناسب نہ تھا۔وہ بھی کام چھوڑ کر بھاگ گئے۔اس پر بادشاہ نے اپنے عاملوں کو فہمائش کا خط لکھا کہ لوگوں پر سختی نہ کی جائے اور اسپین میں یہ قانون پاس کیا گیا کہ " جن دیسیوں کو کانوں پر مامور کیا جائے اُن سے پانچ ہفتہ کام لیا جائے پھر ۴۰ دن کی رخصت دی جائے جن میں وہ کاشتکاری کریں۔پھر پانچ ہفتہ کانوں پر کام لیا جائے "

جزیرہ ہیٹی میں جو راہب ڈومینیکن فرقہ کے رہتے تھے اُنہوں نے دیسیوں کی حالت پر ترس کھاکر یہ وعظ شروع کیا کہ اُن پر ظلم نہ کیا جائے اور ساتھ ہی شاہ اسپین سے اُن کی بابت اپیل کا ارادہ کر لیا۔ لاس کساس جو ایک اور شخص کی شراکت میں ایک مزرعہ کا مالک تھا اور جسکی کاشت غلاموں سے کرائی جاتی تھی اُسے بھی رحم آیا۔وہ مع شراکتی کے زمین فروخت کرکے اسپین پہنچا۔مگر بادشاہ فوت ہو چکا تھا۔پس اُس نے کارڈینل زیمینز سے اپیل کی جس نے تین شخص اُسکے ساتھ کر دئے اور کہا کہ علاقہ جات اسپین میں اصلاح کا کام جاری کرو۔اور جن دیسیوں کو مسیحی بنایا جائے اُن کی جداگانہ نوآبادیاں قائم کی جائیں۔

مگر اس تجویز سے بھی نفع نہ ہوا کیونکہ جزیرہ ہیٹی کی آبادی جو ۱۱۳۰۰۰۰ تھی ۔ سنہ ۱۵۰۸ء میں ۶۰۰۰۰ اور گھٹتے گھٹتے ۱۴ ہزار رہ گئی۔لاس کساس کے ساتھیوں نے اُسے دھوکہ دیا۔پس وہ پھر اسپین شاہ چارلس پنجم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ایک مجلس معاملات کی پڑتال کے لئے منعقد کی گئی۔جس میں اور لوگ نیز ڈارین کے بشپ صاحب نے بھی یہی رائے قائم کی کہ امریکہ کے دیسی باشندے قدرتی طور پر غلام ہیں مگر کساس نے وعظ و نصائح کے ذریعے جو گرجوں میں کئے گئے بادشاہ سے یہ فرمان حاصل کر لیا کہ اُسے پرل کوسٹ پر جہاں غلاموں کے ہنگامے ہوتے ہیں ایک نوآبادی بسانے کی اجازت دی جائے اُس میں کاشتکار۔مزدور اور پادری ہونگے۔وہ اپنے ساتھ اسپین سے بہت لوگوں کو لے گیا۔اور یہ بھی قرار پایا کہ اسپین کے ہر باشندے کو آٹھ حبشی غلام دئے جائیں۔پس چنانچہ ایک ہزار حبشی ہیٹی۔پورٹو ریکو۔کیوبہ اور جمیکا کو روانہ کئے گئے۔اور اس کام کا اجارہ جینوا کے ایک سوداگر کو ۲۵ ہزار ڈکٹ (ڈھائی روپیہ کی چاندی کا سکہ) کے عوض ۸ سال کے لئے دیدیا گیا۔

اوّل اوّل لاس کساس کو اپنے ارادہ میں کامیابی نہ ہوئی۔اُسکی غیر حاضری میں دیسیوں اور اہل اسپین میں جنگ ہوئی اور پرل کوسٹ ویران ہو گیا۔پس وہ مغموم ہو کر ایک دور اُفتادہ خانقاہ میں رہنے لگا۔جہاں سے اُس نے اصلاح کا کام کیا اور دو بڑی اہم باتیں انجام دیں ایک یہ کہ وراثت کے طور پر کسی سے بھی خدمت نہ لی جائے دوسری یہ کہ دیسیوں کو بالکل غلام نہ بنایا جائے۔

مگر اس پر بھی سان ڈومنگو میں دیسی غلاموں کی تعداد بڑھتی گئی۔لاس کساس نے چائے و تمباکو کے کاشتکاروں پر حکم لگایا کہ جو کوئی کسی کو غلام بنائیگا اُسے عشائے ربانی سے خارج کیا جائیگا۔اس سے کاشتکار ناخوش ہو گئے۔لیکن کساس اپنے کام میں دل سے لگا رہا۔

پھر وہ اسپین گیا اور وہاں بھی اصلاح کا کام کرتا رہا۔ وہ مرتے دم تک اپنے کام میں لگا ہی رہا۔اور بہت کچھ کر گیا۔اُس نے ۹۲ سال کی عمر میں میڈرڈ کے مقام میں وفات پائی۔

روئی کا پودہ

ایشیائی روس میں روئی کی کاشت

اس ملک کی زیادہ تر زمین روئی کی کاشت کے لئے بہت ہی موزوں ہے - اسی لئے وہاں روئی کی کاشت زیادہ کی جاتی ہے - دریائے آموں اور سیردریا جو بحیرۂ یورال میں گرتے ہیں اُنکے نواح میں جو روئی پیدا ہوتی ہے وہ ترکستان میں بہترین روئی سمجھی جاتی ہے - اس ملک میں روئی کی کاشت کے خاص مقام چار ہیں - سیردریا جس کا مرکز تاشقند ہے - فرغانہ جو سمرقند اور بخارا کے درمیان ہے - ضلع سمرقند - مرو ٭

اس ملک میں غیر ملک کی روئی کا تجربہ کیا گیا - مگر صرف امریکہ کی ایک روئی پیدا ہو سکی - حالانکہ گورنمنٹ نے روئی کی کاشت میں مدد دی - لیکن پیداوار میں ناکامی رہی - سرکار کی طرف سے اوّل اوّل روئی کی کاشت تاشقند میں شروع کی گئی - اب سے ۸ سال پیشتر کوئی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ایکڑ اراضی میں روئی کی کاشت ہوتی تھی ٭ جنگ امریکہ کے ایام میں مشرقی حصے میں بہت ملکوں میں روئی کی کاشت کی طرف خاص توجہ دی گئی - چنانچہ ترکستان میں اس وقت سے لیکر ۱۹۰۸ء تک ۴۵½ ملین پونڈ روئی پیدا ہوئی - تاشقند اور اُسکے قرب وجوار میں روئی بہت اچھی ہوتی ہے - کیونکہ وہاں روئی کی کاشت میں سائنس کے طریقوں سے مدد لی جاتی ہے ٭ بنولہ ہندوستان کی مانند ذرا دور دور بویا جاتا ہے - اور زمین کو معمولی طور پر تیار کیا جاتا ہے - لیکن چونکہ زمین اور آب وہوا دونوں ہی روئی کی کاشت کے لئے موزوں ہیں - اس لئے فصل خوب عمدہ ہوتی ہے - بخارا میں ہر سال ہر جنس قسم کی کپاس ۰۰۰۰۰۰ ۵ پونڈ اور خیوا میں ۰۰۰۰۰۰ ۲ پونڈ پیدا ہوتی ہے - بحیرۂ اخضر اور بحیرۂ اسود کے درمیان کا ملک جسے ملک آنزوے کوہ قاف کہتے ہیں اُس میں ایک لاکھ ایکڑ اراضی میں کپاس بوئی جاتی ہے - جسکا ماحصل ۰۰۰۰۰۰ ۲ پونڈ روئی ہوتی ہے - کوکان کے شمال میں جو سیردریا کے ساحل پر واقع ہے ایک ضلع خوجند ہے جہاں امریکہ کی روئی ۰۰۰۰۰۰ ۳ پونڈ سالانہ پیدا ہوتی ہے ٭

کوہ قاف ریلوے کے اجرا یعنی ۱۸۸۸ء سے لیکر اب تک روئی کی پیداوار روس میں چوگنی ہو گئی ہے - اور یہ کہ دس سال کے عرصہ میں پیداوار ½ ملین پونڈ کی جگہ ۰۰۰۰۰۰ ۲ پونڈ ہو گئی ہے - اس سے یہ رائے درجہ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ روس میں کل ملک کی ضرورت کے لئے معمولی اور ادنے درجے کا سوت بہم پہنچانے کے لائق کپاس پیدا ہونے لگیگی ٭

جاپان میں روئی کی کاشت

جاپان بھی روئی کی کاشت اور روئی کی تجارت میں بہت کچھ ترقی کر رہا ہے - اگرچہ چند گذشتہ صدیوں سے جاپان میں روئی کی کاشت ہوتی رہی ہے - لیکن اس میں ترقی سترھویں صدی سے ہوئی ہے - اُسکے بعد سے اب تک تو وہ بہت کچھ ترقی کرتی رہی ہے - جاپان بڑے بڑے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیروں سے مرکب ہے -

اُن میں سے ناٹفون ۔ کیوشیو ۔ شیکوکیو ۔ اور چند چھوٹے
جزائر میں روئی کی کاشت ہوتی ہے ۔ علم طور پر عمدہ
اراضیوں میں روئی خوب پیدا ہوتی ہے ۔ حالانکہ وہ ادنےٰ
قسم کی ہے ۔ سب سے عمدہ روئی واکایاما اور ناٹفون میں
پیدا ہوتی ہے ۔ کاشت کے طریقے پرانے ہیں +

کوریہ میں روئی کی کاشت

اس جزیرہ نما میں بھی روئی کی کاشت کو ترقی ہو رہی
ہے ۔ اس ملک میں مدامی روئی پیدا ہوتی ہے ۔ پودوں
کو ہر سال کھود کر کھاد کے کام میں لایا جاتا ہے ۔ اگرچہ
صحیح طور پر تو رقبہ زیر کاشت نہیں معلوم ہو سکا ۔ تاہم خیال
کیا جاتا ہے کہ ½ ملین ایکڑ اراضی ہے ۔ اور فی ایکڑ
۲۵۰ پونڈ کپاس پیدا ہوتی ہے ۔ ساری پیداوار جاپان
کی مانند ملک ہی میں صرف ہو جاتی ہے ۔ خاص اضلاع
جن میں روئی کی کاشت ہوتی ہے وہ جنوب میں واقع ہیں +

چین میں روئی کی کاشت

چونکہ اس ملک کے صحیح حالات معلوم نہیں ہو سکے
اس لئے یہ بھی ٹھیک طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں
کس قدر روئی پیدا ہوتی ہے ۔ اور کس قدر اراضی زیر کاشت
ہے ۔ لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اس ملک میں روئی
صدیوں سے پیدا ہوتی رہی ہے ۔ اور یہ کہ گزشتہ چند
سالوں میں پیداوار میں خوب ترقی ہو گئی ہے ۔ نرمشش
روئی اور وہ بھی جو ادنے درجہ کی ہوتی ہے ۔ مگر پہاڑی
زمین میں عمدہ فصل ہوتی ہے اور تخم ریزی سے فصل
کاٹنے تک ۲۰ ہفتے لگتے ہیں ۔ اس ملک سے بہت
کم روئی دوسرے ملکوں کو جاتی ہے +

مصر میں روئی کی کاشت

اب ۳۰ سال پیشتر یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ اگر نیل کے
پانی سے زیادہ کام لیا جائے تو روئی کی کاشت ترقی
کر جائے ۔ اس سے انگلستان امریکہ کا دست نگر نہ رہیگا ۔
۱۸۹۶-۹۷ء میں ۱۱۰۰۰۰۰ گٹھے (ہر گٹھہ ۵۰۰ پونڈ)
روئی پیدا ہوئی ۔ دس سال پہلے ۸۶۸۰۰۰ ایکڑ میں
کاشت کی جاتی تھی ۔ مگر اب ۱۳۵۰۰۰۰ ایکڑ میں ۔ زمین
بہت زرخیز ہے ۔ روئی دگنی پیدا ہوتی ہے ۔ مزدوروں
کی اجرت کم ہے ۔ اور نقصان وہ پالا نہیں پڑتا +
مصر تین حصوں میں منقسم ہے ۔ مصر زیرین جس میں
دریائے نیل کا ڈیلٹا شامل ہے ۔ مصر بالائی ۔ نیوبیہ ۔
پہلے حصہ میں روئی بکثرت پیدا ہوتی ہے ۔ آبپاشی
پر زیادہ صرف ہو رہا ہے اس لئے پیداوار زیادہ بڑھ
جائیگی ۔ سردست پانچ قسم کی روئی بوئی جاتی ہے :
منا فخی ۔ عباسی ۔ بامیہ ۔ گالینی ۔ رشمونی ہمولی (ماکوجمیل)
آخری قسم کی روئی کچھ عرصہ بکثرت پیدا ہوتی رہی مگر
اب منا فخی بہ افراط پیدا ہوتی ہے ۔ گالینی اب کاشت
نہیں کی جاتی ۔ منا فخی میں سوت زیادہ نکلتا ہے کیونکہ
۳۱۵ پونڈ روئی میں ۱۱۲ پونڈ سوت ملتا ہے ۔ اور بعض
اوقات زیادہ ۔ منا فخی کے بعد بامیہ کا نمبر ہے ۔ وہ
مصر زیرین میں بکثرت پیدا ہوتی ہے ۔ مگر سوت کمزور
ہوتا ہے ۔ تیسرا نمبر عباسی کا ہے +

دیگر مقامات میں روئی کی کاشت

افریقہ میں سوڈان ۔ جینی گمبیہ ۔ دریائے کونگو ۔
فری اسٹیٹس ۔ لائبیریا میں روئی پیدا ہوتی ہے اور
جب یورپ کے ساتھ تجارت شروع ہو گی تو کاشت بھی
زیادہ ہونے لگیگی ۔ مزید براں جاوا ۔ سماٹرا ۔ ملایا اسٹیٹس
میں بھی پیدا ہوتی ہے ۔ مجمع الجزائر غربی میں پیشتر کی نسبت
اب کم روئی پیدا ہوتی ہے ۔ یونان اور ٹرکی میں لیوانٹ کاٹن

کفایت شعاری

کفایت شعاری کی عادت (۲)

انسان کی زندگی کی بے اعتباری مصیبت کے دن کے لئے سامان بہم پہنچانے کے واسطے تحریک دیتی ہے - سرمایہ مہیا کرنا ایک اخلاقی - سوشل اور نیز مذہبی فرض ہے - کیونکہ "جس کسی نے اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لئے سامان مہیا نہیں کیا اُس نے گویا ایمان سے انکار کر دیا اور ایک منکر سے بڑھکر ہے"۔ زندگی کی بے اعتباری ضرب المثل کے طور پر بھی صحیح ہے - نہایت تندرست و توانا آدمی بھی کسی ناگہانی حادثہ یا مرض سے ہلاک ہو سکتا ہے - اگر ہم انسان کی زندگی کو عام طور پر دیکھیں تو ہمیں زندگی کے غیر یقینی ہونے کا اُسی طرح اقرار کرنا پڑیگا جس طرح کہ موت کے یقینی ہونے کا +

ایڈیسن کے مضمون "خواب مرزا" میں انسانی زندگی کو ایک سڑک قرار دیا گیا ہے جو سو محرابوں والے پل پر ہو کر گزرتی ہے - پل کے دونوں سروں پر ایک تیرہ و تاریک بادل چھایا ہوا ہے - اور سرے ہی پر بہت سے غار پاس پاس ہیں - اور آدمیوں کی جماعتیں جوں ہی کہ وہ پل پر قدم رکھتی ہیں اُن کو غار نگلنے لگتے ہیں - یہاں تک کہ درمیان میں پہنچ کر یہ جماعتیں چھیجتے چھیجتے بہت ہی تھوڑی رہ جاتی ہیں اور صرف چند لوگ جو دوسرے کنارے تک پہنچتے ہیں اُن کو دوسرے کنارے پر کے غار نگل جاتے ہیں - گویا ایک شخص بھی دوسرے کنارے تک سلامت نہیں پہنچتا۔ ایڈیسن کا بیان انسانی زندگی کے اُن نتائج سے مشابہ ہے جو زندگی کے قیام کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں :-

اسی طرح ایک لاکھ آدمیوں میں سے جو اس دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ اندازہ لگایا گیا ہے ایک چوتھائی ۵ سال کی عمر سے پیشتر ہی فوت ہو جاتے ہیں - اور نصف ۵۰ سال کی عمر کو پہنچ کر ملک عدم کو سدھار جاتے ہیں - ااسو ۹۰ سال کی عمر تک پہنچتے ہیں - سولہ ایک سو سال کی عمر پاتے ہیں - اور صرف دو آدمیوں کو ۱۰۵ سال کی عمر نصیب ہوتی ہے +

انسانی زندگی کے متعلق دو خاص باتیں ہیں ایک زندگی کی بے اعتباری - کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کب پیغام اجل آئیگا - دوسری موت کا یقین کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ موت ہر شخص کا حصّہ ہے - ڈاکٹر سیموئیل اسمائلز لکھتے ہیں کہ انگلستان میں انسان کی اوسط عمر ۴۵ سال ہوتی ہے - جیسا کہ بہت سے مشاہدات سے ثابت ہو چکا ہے +

اس میں شُبہ کو مطلق گنجائش نہیں کہ اس دُنیا میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جسے حادثہ کہتے ہیں۔ انسان ایک مقرّرہ قانون کے مطابق پیدا اور فوت ہوتے ہیں - انسانی زندگی میں ایسے بہت سے معاملات ہوتے رہتے ہیں جن کو کسی حادثہ کا نتیجہ سمجھ لیا جاتا ہے - لیکن اگر ان معاملات کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جاوے تو وہ کسی خاص قانون کے تابع ہوتے ہیں +

انسان کا یہ کام اور فرض ہے کہ وہ قوانین حفظ صحت

کو سمجھے اور اُن کے نتائج کے لئے کوئی سامان مہیا کرے
علالت - ناگہانی مصیبت - اور قبل از وقت موت کے
لئے ضرور کچھ نہ کچھ سامان بہم پہنچانا چاہئے - خدا جس نے
ہمارے لئے قوانین بنائے اور مقرر کئے ہیں اُس نے ہمیں
عقل بھی دی ہے کہ ہم اُنہیں سمجھیں اور اُن پر عمل کریں
اگر ہم عمل کرتے ہیں تو چین سے رہتے ہیں - اگر نہیں کرتے
تو دُکھ پاتے ہیں - اسی طرح جو لوگ بیماری، مصیبت اور
قبل از وقت موت کے لئے کوئی سامان نہیں کرتے
اُنکو ضرور تکلیف جھیلنی پڑتی - اور دُکھ سہنا پڑتا ہے ؛

ہم اکثر یہ آواز سُنتے ہیں کہ "کیا کوئی بھی ہماری
مدد نہیں کریگا"؟ یہ ایک بیکار اور خلاف اُمید آواز ہے
بلکہ بعض اوقات اُسکی بنیاد کمینہ پن پر ہوتی ہے - اور
وہ ایسے لوگوں کی طرف سے بلند کی جاتی ہے جو ذرا سی
نفس کشی - خود انکاری - سنجیدگی - صبر اور کفایت شعاری
کے ذریعے مردانگی کے ساتھ اپنی مدد آپ کرسکتے ہیں ؛

ابھی بہت لوگوں نے یہ نہیں سیکھا کہ نیکی - علم -
آزادی اور خوش حالی اُن ہی کی ذات سے پیدا ہوتی ہے -
ملکی قانون اس بارہ میں اُن کی بہت ہی کم مدد کرسکتا ہے -
وہ لوگوں کو پرہیزگار - باضابطہ - عقلمند - اور محنتی نہیں
بنا سکتا - کیونکہ بہت سی خاص خاص تکالیف کی ابتدا
اُن ہی اسباب سے ہوتی ہے جو قوانین پارلیمنٹ سے
بالکل بے تعلق ہوتے ہیں ؛

فضول خرچ قانون پر ہنستا ہے - شرابی اُس کی
تحقیر کرتا ہے - لوگوں کے مجمعوں میں تقریر کرنے والے
جن کے سامعین کی تعداد لاکھوں تک ہوتی ہے وہ
اور اُن کے سامعین غلطی پر ہیں - ایسے تقریر کرنے والوں
کو چاہئیے کہ وہ لوگوں کو کفایت شعاری - پرہیزگاری
نفس کشی - خود اپنی تربیت کرنے کی تعلیم دیں - نہ کہ
اُن کی اس آواز میں شریک ہوں کہ "کیا کوئی بھی ہماری
مدد نہیں کریگا"؟

ایسی آواز روح کو کمزور کرتی ہے - وہ ظاہر کرتی
ہے کہ آواز بلند کرنے والے ذاتی بہبودی کے عنصر سے
بالکل ناواقف ہیں - وہ اپنی مدد آپ کرنے اور ترقی
کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں - اُن کو اپنی بہتری کی
فکر آپ ہی کرنی چاہئے - غریب ترین لوگوں نے ایسا ہی
کیا ہے ؛ پھر ہر شخص کو ایسا کیوں نہیں کرنا چاہئے -
بہادر اور راستی پسند روح ہمیشہ فتحمند رہتی ہے ؛

مزدوری پیشہ لوگ جو اچھی مزدوری پاتے ہیں
آسانی کے ساتھ کفایت شعاری دکھا اور کچھ پس انداز
کرسکتے ہیں - اور اُسکے ذریعے اپنی اخلاقی حالت -
عزت - خود مختاری اور آزادی کو ترقی دیکر سوسائٹی
کی حالت کو بہتر بنا سکتے ہیں - اُن کا مفلس اور
فضول خرچ ہونا نہ صرف اُن ہی کی مسرت اور خانگی
راحت کو نقصان پہنچانے والا ہے - بلکہ سوسائٹی کو بھی
جسکے کہ وہ ارکان ہیں ؛

بھلے دنوں میں وہ اپنی کمائی کو بلا خیال عاقبت اندیشی
کے خرچ کر ڈالتے ہیں - مگر جب بُرے دن آتے ہیں
تو اُن کو مصیبت کا سامنا پڑتا ہے جو انہیں
بہت زچ کرتی ہے - ایسے لوگ روپیہ کو صحیح طریقہ میں
نہیں بلکہ غلط طریقہ میں استعمال کرتے ہیں - اور جن لوگوں
کو اپنے بڑھاپے یا بڑھتی ہوئی اولاد کی ضروریات پوری
کرنی پڑتی ہیں وہ بدی - عیاشی اور حماقت پر ڈٹے
ہوئے ہیں - جو بات ہم نے ناظرین کے روبرو پیش
کی ہے اُسے کوئی بھی پُر مبالغہ نہیں کہہ سکتا - اُس کی

تصدیق کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں
کا نظارہ کریں۔ اور یہ پتہ لگائیں کہ لوگ کس قدر خرچ
کرتے ہیں اور کس قدر بچاتے ہیں۔ اور یہ کہ اُن کی
آمدنی کا کتنا حصّہ بیئر کی دوکان میں چلا جاتا ہے
اور کس قدر کم بینک میں یا سوسائٹی کی بہبودی میں
خوش حال ایّام بعض اوقات بہت ہی کم خوش حال
ثابت ہوتے ہیں۔ خوش حال ایّام میں کارخانے
خوب چلتے ہیں۔ مرد۔ عورت اور بچّوں کو اچھی اُجرتیں
ملتی ہیں۔ ہر قسم کی چیزیں بہ افراط تیار کی جاتی اور غیر
ملکوں کو ٹرین بھر بھر کر روانہ کی جاتی ہیں۔ تجارتی جہاز
کچاکچ بھرے ہوئے جاتے ہیں۔ ہر شخص دولتمند بنتا
ہوا معلوم دیتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو
مرد و عورت گو کماتے بہت ہیں مگر خرچ بھی کوڑی کوڑی
کر ڈالتے ہیں۔ نہ تو وہ کفایت شعاری کرتے ہیں۔
بلکہ فضول خرچی۔ اور نہ وہ مذہبی امور میں حصّہ لیتے
ہیں۔ بلکہ بداطواری میں۔ اور نہ وہ نفس کُشی کرتے
ہیں۔ بلکہ عیش پرستی۔ وہ تو اعلےٰ زندگی اور اعلےٰ
مُدّعا کی جگہ حیوانی خواہش کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں
اگر اس زمانہ کی خوش حالی کو غور سے جانچا جائے
تو معلوم ہوگا کہ ہر بات میں اخراجات بڑھ گئے اور
بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ گو کاموں کی اُجرتیں بھی بڑھ
گئی ہیں۔ لیکن چیزوں کا مول بھی تو کئی گُنا ہوگیا ہے۔
پس جو کچھ کمایا جاتا ہے خرچ ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں
بے اعتدالی کی عادات زیادہ ہوگئی ہیں۔ اس لئے
زیادہ اُجرت لوگوں کو کوئی نفع نہیں دیتی۔
یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس ملک کے لوگ
لاپرواہ اور مفلس ہونگے اُن کو کوئی مادّی ترقی نفع
نہیں دے سکیگی۔ اور جب تک کہ وہ دوراندیشی اور
کفایت شعاری کو اپنا شعار نہ بنائینگے تب تک وہ مفلسی
کے پنجوں سے بھی رہائی نہ پا سکینگے۔ فضول خرچی کے
اسباب خوش حال ایام میں زیادہ پیدا ہوگئے ہیں۔
لوگ سینٹ منڈے۔ بینک ہالیڈے وغیرہ جیسے
دنوں کو تہوار کی مانند مناتے ہیں۔ میلے۔ تماشے۔
تفریح کے جلسے وغیرہ کئے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک
کارخانہ کے مالک نے اپنے فورمین سے دریافت کیا
کہ سب لوگ کہاں گئے۔ یہ کام جب تک کہ مطلع صاف
ہے ختم ہونا چاہیئے۔ اُس نے جواب دیا کہ لوگ تو
سینٹ منڈے کا جشن کر رہے ہیں۔ اور ابھی اُنکے
پاس کچھ ٹکے موجود ہیں۔ فضول خرچی کی انگلستان میں
یہ ایک ادنےٰ مثال ہے۔
اگر انسان کا خاص مقصد و مُدّعا یہ ہو کہ سوتی پشمی
کپڑہ۔ لوہے کی چیزیں۔ کھلونے اور دیگر چیزیں تیار
کرے۔ اُن کو سستی خریدے اور گراں فروخت کرے۔
زمین جوتے۔ اناج بوئے۔ مویشی پالے۔ صرف مال نفع
کے لئے زندگی گزارے۔ روپیہ جمع کرے اور صرف کرے
تو یہ قومی خوشحالی کی علامت ہوگی۔ لیکن کیا انسان کا
خاص مدّعا یہی ہونا چاہیئے؟ اُس میں تو مختلف قسم کے
قوٰے ہیں۔ محبّت اور ہمدردی کا مادّہ ہے جسمانی اعضا
اور اعصاب ہیں۔ دل و دماغ ہے۔ عقل و ادراک ہے
روح ہے۔ کیا خوشحالی میں اُسکی اخلاقی اور عقلی قوٰی
کی ترقی داخل نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ ۔۔۔
مادّی ترقی ہی سے قومی ترقی مقد۔۔۔
اخلاقی۔ ذہنی۔ عقلی اور ۔۔۔
و داخل ہیں۔
۔۔۔ ہے وہ ہضم شدہ غذا سے

محض دولت ہی ترقی و خوش حالی کی علامت نہیں ہے۔ انسان کی خصلت یکساں نہیں رہ سکتی ہے۔ بلکہ اُس میں تنزّل بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ترقی بھی۔ اور جو حال ایک واحد شخص کا ہو سکتا ہے وہی ساری قوم کا بھی۔ دولت کی اور ذرائع کی ترقی سے انسان کی حیوانی خواہشوں کو بھی ترقی ہو سکتی ہے۔ تا وقتیکہ اخلاقی خصلت دولت کی ترقی کی ہمدم و ہمراز نہ ہو۔ ایک غیر تعلیم یافتہ شخص کے ذرائع آمدنی کو دوگنا کردو۔ اس کا انجام کیا ہوگا؟ یہی نہ کہ تم نے اُسے زیادہ کھانے پینے کا سامان بہم پہنچا دیا جب تک کہ کسی قوم میں اخلاقی ترقی کا عنصر زیادہ نہیں کیا جاتا۔ تب تک اُسکی مادی ترقی مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ صرف نیکی اور علم ہی ایسی باتیں ہیں جو کسی شخص کی زندگی کو زیادہ شاندار بناتی ہیں۔ اور جس قوم میں ان باتوں کی ترقی کے آثار پائے جائیں سمجھ لو کہ وہ حقیقی خوشحالی اور ترقی کی طرف مائل ہے ٭

مانچسٹر کے بشپ صاحب نے جبکہ وہ پریسٹن کے نزدیک فصل کی شکر گزاری کے جلسہ میں شریک تھے ایک خط پڑھکر سنایا۔ یہ خط اُن کو ایک پادری صاحب نے جنوبی انگلستان سے لکھا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ اس سال زراعتی مزدوروں کو بہت زیادہ آمدنی ہوئی۔ لیکن اس سے جو نتیجہ سردست نمایاں ہوا ہے وہ یہ ہے لوگوں نے بہت زیادہ بئیر استعمال کی۔ اگر خوش حالی کا یہی مآل ہے تو ہم اُسے برکت کے نام سے یاد نہیں کر سکتے۔ اسی بنا پر کہ ہم خداوند کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ کسی قوم کی سچی خوش حالی یہ نہیں ہے کہ دولت میں ترقی کر رہی ہے۔ حالانکہ دولت بھی خوش حالی کا ایک خاص لوازمہ ہے۔ لیکن اس میں ہے کہ قوم نیکی اور راستبازی میں ترقی کر رہی ہے اور یہ کہ اس دنیا میں لوگوں میں راحت۔ قناعت۔ اور ایثار برابر برابر پائی جاتی ہیں ٭

مذکورہ بالا باتوں کے اعتبار پر ہم یہی رائے دیتے ہیں کہ کمینہ اور نقصان دہ عادات کو ہمدم و ہم جلیس نہ بنایا جائے اور نہ کنجوسی کو۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آیندہ وقت کے لئے ضرور کوئی سامان مہیا کرے۔ اُسے اچھے زمانہ میں بُرے وقت کے لئے سامان بہم پہنچانا لازم ہے۔ کیونکہ اچھے دنوں کے بعد ہی بُرے دن آتے ہیں۔ اُن کو مفلسی کے دنوں کے لئے کچھ پس انداز کرنا چاہیئے۔ اور ایک سرمایہ فراہم کرنا واجب ہے جو بڑھاپے میں اُنکی راحت و آرام کا کفیل ہو سکے اور اُن کی ذاتی عزت کو قائم رکھ سکے۔ کفایت شعاری کا لالچ۔ حرص۔ طمع یا خودغرضی سے کسی حالت میں تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو ان مذموم صفات کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ اُس سے مراد وہ پس انداز ہے جو انسان کو آزاد و خود مختار بنا سکتا ہے۔ کفایت شعاری کا منشا ہے کہ روپیہ کا استعمال جائز طریقہ میں ہونا چاہیئے نہ کہ ناجائز طریقہ میں۔ یعنی یہ کہ اُسے ایمانداری کے ساتھ کمایا اور انتظام کے ساتھ خرچ کیا جائے ٭

ایک انگریزی شاعر نے روپیہ کی کفایت شعاری کے متعلق ایک عمدہ رباعی لکھی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

روپیہ نہ تو کسی صندوق میں بند رکھنے کے لئے
اور نہ نوکر چاکروں کو رکھنے کے لئے
بلکہ اُس شاندار حق کے قائم رکھنے کے لئے
جسکے ذریعے خود مختاری حاصل ہو سکے

حفظِ صحت

اعصاب اور اُن کا نشو و نما

علاوہ اُن اعصاب کے جن کا ذکر گزشتہ نمبر میں ہو چکا ہے کمو لھے میں نو قسم کے اعصاب ہیں۔ اُنکو مجموعی حیثیت سے جالدار اعصاب کہتے ہیں۔ مزید براں ران کی پچھلی جانب بھی اعصاب ہیں جو جھکنے میں مدد دیتے ہیں۔ اور ٹانگوں کو آگے کو بڑھاتے ہیں اور پیچھے کو بھی ہٹاتے ہیں۔ ران کے اگلے حصّہ میں اعصاب ہیں جو ٹانگ کے پیچھے کی طرف جاتے وقت بڑھ جاتے ہیں ساقوں میں دو قسم کے اعصاب ہیں۔ یہ دونوں تنے ہوئے رہتے ہیں +

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ ان اعصاب کو مضبوط بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ کیونکہ جس قدر زیادہ قوتِ برداشت کسی شخص کے اعصاب میں ہوتی ہے اُسی قدر زیادہ وہ شخص مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے۔ مثلاً بازوؤں کے اعصاب جو بازوؤں کے جھکنے اور پھیلنے میں مدد دیتے ہیں اُن کو موگریوں کے ذریعے مضبوط کیا جائے موگریاں ہاتھ میں لے کر بازوؤں کو جھکایا اور پھیلایا جائے۔ جب تھوڑے سے وزن کی موگریاں سہارنے کی طاقت آجائے تو اور زیادہ وزنی موگریاں استعمال کی جائیں۔ زیادہ وزنی موگریوں کے استعمال سے اور نیز بازوؤں کو ڈورا لپیٹ کر ناپنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا اعصاب میں زیادہ طاقت آگئی یا نہیں +
پشت کے اعصاب کشتی چلانے۔ گیند بلا کھیلنے تیرنے سے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ پاؤں کے اعصاب زیادہ چلنے۔ دُور دُور تک سیر کرنے سے مضبوط ہو جاتے ہیں اور مضبوط ہونے پر وہ کھڑے ہونے پر نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ اور اُن میں لچک زیادہ آجاتی ہے +

اگرچہ مناسب غذا سے جسم کی طاقت اور مضبوطی دونوں ہی کو ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جب تک مناسب ورزش سے کام نہ لیا جائے تب تک اُس قدر نفع نہیں ہو سکتا۔ جس قدر کہ ہونا چاہئے۔ سب سے عمدہ ورزش وہ ہے جو کھلے میدان میں کی جائے۔ جس میں گہری سانس لی جائیں۔ اور جس میں ہلکی جسمانی محنت کرنی پڑے۔ دوڑنا۔ تیرنا۔ کشتی چلانا۔ ایسے کھیل کھیلنا جن میں دوڑ بھاگ سے کام لیا جائے ہر روز کم سے کم ایک گھنٹہ تک کھیلے جائیں +

صحت اور جسمانی طاقت ایک ہی شے ہیں۔ وہ اُسی وقت حاصل ہوتی ہیں جبکہ جسمانی محنت سے حفظِ صحت کے قواعد کے مطابق کام لیا جائے۔ اور غذا بھی ایسی استعمال کی جائے جو جسم کے اندر کے نقصانات کو دُور کر سکے +

صاف خون

خون حقیقت میں انسانی جسم کی جان ہے۔ وہ جسم کے ہر ٹوٹے اور شکستہ حصّہ میں اُس مصالح کو پہنچا دیتا ہے جو نئے ذرّوں اور ریشوں کے بنانے کے کام میں آتا ہے۔ مزید براں وہ شکستہ ذرّوں وغیرہ کو نکال کر جسم سے خارج کر دیتا ہے۔ وہ مصالح جس سے جسم کی مرمّت کی جاتی ہے وہ ہضم شدہ غذا سے

لیا جاتا ہے - جو شکستہ اجزا جسم میں سے دُور کیئے
جاتے ہیں وہ آنتوں - گردوں - پھیپھڑوں - اور
کھال کے ذریعے خارج ہوجاتے ہیں- ان دونوں کاموں
کے انجام دینے میں خون ایک خاص اور نمایاں حصّہ
لیتا ہے +

جب غذا کو دہن میں رکھکر چبایا جاتا ہے تو
اُس میں تھوک یا لعاب دہن شامل ہوجاتا ہے - یہ
عمل ہضم میں مدد دیتا ہے - یہ لعاب غذا کے ایک حصّہ
میں کیمیائی تبدیلی واقع ہونے سے پیدا ہوتا ہے - جب
چبانے میں غذا کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں تو پٹیالن
اُس شے کو جسے نشاستہ کہتے ہیں شکر کی خاصیت میں
بدل دیتی ہے - ایک تو اس سے اور دوسرے لعاب دہن
کے غذا کو نرم کردینے سے معدہ غذا کو جلد تر ہضم کرسکتا ہے +

حلق کے دونوں جانب لعاب یا تھوک کی گلٹیاں
ہیں - جو تعداد میں ہر دو جانب تین تین ہیں - یہ گلٹیاں
خون میں سے اُن اجزا کو جذب کر لیتی ہیں جن سے
لعاب بنتا ہے - پس لعاب ان ہی گلٹیوں میں سے
خارج ہوکر غذا کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے +

مُنہ میں سے غذا حلق اور نرخرے میں جاتی ہے
اور پھر فم معدہ میں جہاں سے وہ معدہ میں داخل
ہوجاتی ہے - جب معدہ خالی ہوتا ہے تو اُس کی
دونوں دیواریں بعض اوقات ایک دوسرے سے
مل جاتی ہیں - لیکن جب اُس میں غذا پہنچتی ہے تو وہ
اُسے لینے کے لئے پھولنے لگتا ہے - اور جس قدر
زیادہ غذا معدہ کے اندر داخل ہوتی ہے معدہ بھی
اُسی قدر زیادہ پھیل جاتا ہے - لیکن جب معدہ بہت
پھیل جاتا ہے - خواہ زیادہ غذا کے داخل ہونے سے
اور خواہ معدہ میں زیادہ گیس کے بھر جانے سے تو قلب
پر ایک قسم کا دباؤ پڑنے لگتا ہے - جس کے باعث
قلب کی حرکت میں ایک قسم کی مداخلت واقع ہوتی
ہے - اور یا تو تپاک قلب یعنی دل زیادہ تر اور زیادہ
جلد جلد دھڑکنے لگتا ہے - اور یا اَور کوئی قلبی شکایت
پیدا ہوجاتی ہے - جو لوگ بسیار خور ہوتے ہیں اُن کو
اکثر قلبی امراض پیدا ہوجاتے ہیں +

معدہ کی تہ میں وہ گلٹیاں ہیں جن میں لعاب شکم بند
رہتا ہے - اُن گلٹیوں کا دہن معدہ کے اندر کی طرف
ہوتا ہے - جب معدہ خالی ہوتا ہے تو گلٹیوں کا مُنہ
بند رہتا ہے - لیکن وہ بلغمی جھلی جس میں کہ یہ گلٹیاں
ہوتی ہیں اُنکے اوپر چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں خون کی
ہوتی ہیں +

جوں ہی کہ غذا معدہ کے اندر داخل ہوتی ہے
تو خون بلغمی جھلی میں اور معدہ کی اندر والی تہ میں
دوڑکر چلا جاتا ہے - اور سب سُرخ پڑجاتی ہیں - خون
کی آمد سے گلٹیوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے - اور
اُن کے دہن کھُل جانے کے باعث لعاب شکم معدہ
کے اندر داخل ہوجاتا ہے - اور اُس کے بعد ہی
معدہ کے اعصاب - معدہ کو حرکت دینا شروع کرتے
ہیں اور عمل ہضم شروع ہوجاتا ہے - لعاب شکم پتلا
پانی سا ہوتا ہے جس کا ذائقہ ترش اور تیزاب کا سا
ہوتا ہے - اُس میں ۹۵ فیصدی پانی ہوتا ہے -
پیپسن - رینن - ہڈرو کلورک ایسڈ اور معدنی نمک
بھی ہوتا ہے +

تاریخ ایران

خاندان پیشدادیان کا زوال

جب منوچہر کی رعایا بگڑ بیٹھی تو اُسے ہوش آیا۔ اُس نے سام کو بلایا۔ بادشاہ نے سام سے کہا کہ عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیجئے۔ لیکن اس نے اس سے انکار کر دیا۔ البتہ یہ وعدہ کیا کہ میں رعایا کو خوش کرونگا۔ اور پشنگ شاہ توران کہ جس نے مع اپنے بیٹے افراسیاب کے فارس پر تیس ہزار سپاہ لے کر چڑھائی کا ارادہ کر لیا ہے ملک میں داخل نہیں ہونے دونگا۔

یہ فوج کشی شاہ توران نے سلم اور طور کی موت کا بدلہ لینے کے بہانہ سے کی تھی۔ سپاہ توران کی اس خبر کے سُننے سے کہ سام فوت ہو چکا ہمت دوبالا ہوگئی۔ اور ایسا خیال کرنے میں اُنہوں نے کوئی غلطی بھی نہیں کی۔ کیونکہ تورانیوں نے قباد فرزند کاوہ کو قتل کر دیا۔ اور نوذر کو قید کر لیا۔ مگر بعد میں اُسے بھی قتل کر دیا۔ اور فارس کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا +

نوذر کو قتل کرکے افراسیاب نے فارس میں ۱۲ سال حکمرانی کی۔ اُس نے خاص خاص امرا کو گرفتار کر کے قتل کرانا چاہا۔ لیکن اپنے بھائی کے کہنے سے جس نے یہ رائے دی کہ امرا کے قتل کرنے میں کچھ بہت بڑا نفع نہیں۔ اس لئے اُنہیں قلعہ میں قید رکھنا چاہئے کشت و خون سے باز رہا +

آخر کار زال نے جو سام کا بیٹا تھا اپنے خسر مہراب شاہ فرمانروائے کابل کی فوج سے فارس کو پھر فتح کرنا چاہا۔ پس اُس نے افراسیاب کے چھوٹے بھائی کے پاس یہ پیغام روانہ کیا کہ اگر وہ مقید امرا کو رہا کردے تو اُسے تخت فارس پر بٹھا دیا جائیگا۔ زال چاہتا تھا کہ اُسکے ملک کو تورانیوں کی حکومت سے نجات حاصل ہو جائے۔ اور اس کی بہترین ترکیب یہی تھی کہ تورانی امرا میں باہم نزاع پیدا کرا دیا جائے۔ افراسیاب کا بھائی زال کی تجویز پر راضی ہو گیا۔ اور اُس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جلد فوج روانہ کی جائے تاکہ میں رَے کی حفاظت کے بہانہ سے فوج پیچھے ہٹالوں اور ایک اَور فوج اُس قلعہ کی طرف روانہ کی جائے جس میں امرا مقید ہیں۔ الغرض یہ کہ امرا کو رہائی مل گئی۔ مگر افراسیاب پر اپنے بھائی کا فریب بھی کھُل گیا جسے اُس نے تورانی امرا کی موجودگی میں قتل کرا دیا +

جب اس واقعہ کی خبر زال کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے ایک شخص زَو یا زووِاہ نامی کو تخت پر بٹھا دیا جسے بعض لوگ سلم کی اولاد بتلاتے ہیں اور بعض خود منوچہر کی اولاد۔ یہ شخص فارس کو فتح کر کے فوت ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا کرشاشپ نامی اُس کا جانشین ہوا۔ مگر چونکہ وہ نالایق تھا اس لئے زال نے اُسے معزول کر دیا۔ اور اس طرح خاندان پیشدادیان کا خاتمہ ۲۴۵۰ سال کی حکمرانی کے بعد ہو گیا۔ اس خاندان کے فرمانرواؤں میں سے صرف ۱۲ کے نام محفوظ رہے۔ اور ان میں سے بھی کسی ایک کے متعلق سوائے کاوہ کی بغاوت کے اور کوئی تاریخی

واقعات ہم نہیں پہنچے +

خاندان کیانیان

اس خاندان کا بانی کیقباد شاہ منوچہر کی نسل سے تھا۔ اور بعض مورخ اُسے منوچہر کا پرپوتا بتلاتے ہیں ۔ وہ بھاگ کر کوہ البرز میں چلا گیا تھا۔ زال کو معلوم تھا کہ وہ کس جگہ پناہ گزین ہے۔ پس جب اُس نے گرشاسپ کو سلطنت رانی کے قابل نہ پایا تو اپنے بیٹے رستم کو بھیج کر کیقباد کو بلا لیا۔ اور جب سارے امراجن کو زال نے بلایا تھا آگئے تو اُس نے کیقباد کی تخت نشینی کی رسم ادا کی۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد کیقباد نے عنان حکومت اور ملکی انتظام و انصرام کی باگ زال کو سپرد کر دی اور خود محل کے اندر داخل ہوا۔ زال نے اپنے بیٹے رستم کی ماتحتی میں بہت بڑی سپاہ افراسیاب کے مقابلہ کے لئے روانہ کی جو پھر ایک بار دریائے جیحون کو عبور کر کے ملک فارس پر حملہ آور ہوا تھا۔ رستم کے لئے یہ پہلا جنگی معرکہ تھا۔ مگر اُس میں اُس نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے اوسان خطا ہو گئے ۔ افراسیاب جو بذات خود ایک سورما تھا نوجوان رستم پر حملہ آور ہوا ۔ دونوں میں دست بدست جنگ ہونے لگی ۔ ایک بار رستم نے اُس کا کمر بند پکڑ کر اور اُٹھا کر زمین سے دے مارنا چاہا۔ مگر کمر بند ٹوٹ جانے کے باعث افراسیاب خود ہی زمین پر گر پڑا۔ اتنے ہی میں اُس کی فوج نے آکر اُسے حلقہ میں لے لیا اور اس طرح افراسیاب کی جان بچ رہی۔ لیکن اُس کا کمر بند اور تاج رستم کے قبضہ میں رہ گیا۔ رستم نے اس جنگ میں افراسیاب کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور خود اپنے ہاتھ سے ۱۱۶۰ دشمنوں کو ہلاک کیا۔ افراسیاب نے جاکر اپنے باپ کو رائے دی کہ ایرانیوں جیسی خطرناک قوم سے مقابلہ کرنا بیکار مگر صلح بہتر ہے۔ چنانچہ دونوں سلطنتوں میں صلح ہو کر دریائے جیحون ایران و توران کی حد فاصل قرار دیا گیا +

کیقباد اس جنگ کے بعد امن کے ساتھ حکومت کرتا رہا کہتے ہیں کہ اُس نے ایک سو بیس سال اس قدر انصاف اور رحمدلی سے حکومت کی کہ لوگ فریدوں کو بھول گئے۔ اُس نے اپنی وفات پر چار بیٹے چھوڑے کیکاؤس۔ آرش۔ رُوم اور ارمن۔ جن میں سے اُس نے تخت و تاج مرتے دم کیکاؤس کو دیا۔ کیکاؤس نے نہایت کامیابی اور شادمانی کے ساتھ حکومت کی۔ اُس کے عہد میں رعایا شاد اور ملک آباد تھا۔ اُس کے عہد میں شاہ مازندران پر فوجکشی کی گئی +

اگرچہ جملہ امرا اور خود زال نے مخالفت کی کہ مازندران پر فوجکشی کرنا خلاف مصلحت ہے لیکن بادشاہ نے ایک کی نہ سُنی۔ اُس نے ملکی انتظام و انصرام زال کے ہاتھ میں چھوڑا اور خود فوج کے ہمراہ چل دیا۔ جب شاہ مازندران کو خبر ہوئی کہ کیکاؤس بذات خود جنگ میں شریک ہوگا تو وہ بھی بذات خود فوج لیکر آیا۔ شاہ مازندران کی امداد کو "سفید دیو" (غالباً کسی شمالی ملک کا فرمانروا ہوگا) آیا +

اس جنگ میں کیکاؤس کو شکست نصیب ہوئی اور اُسکی ساری فوج یکایک اندھی[1] ہو گئی۔ فوج مع کیکاؤس

[1] تحقیقات کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ اس جنگ کے وقت وہ گرہن پڑا تھا جس کی پیشین گوئی حکیم تالیس نے کی تھی۔ اور جس کا واقع ہونا یورپ کے لٹریچر میں زیارزرکس (کیکاؤس) اور اہل لیڈیا (مازندرانی سپاہ) کی جنگ میں بتایا جاتا ہے +

کے گرفتار کر لی گئی۔ کیکاؤس کو ایک قلعہ میں ایک سردار ارجنگ نامی کی سپردگی میں قید کیا گیا۔ اس شکست سے اہل فارس پر ایک وحشت سی چھا گئی۔ زال نے فی الفور رستم کو مع سپاہ کے کیکاؤس کی رہائی کے لئے روانہ کیا۔ رستم نے دیو سفید کو قتل کیا اور مازندرانی سپاہ کو شکست دیکر کیکاؤس کو چھڑا لایا۔ اور جملہ سفید دیوؤں کے ملک پر کیکاؤس کی حکومت قائم ہوگئی۔ تھوڑے عرصہ بعد شاہ مازندران نے بھی شکست کھائی۔ اس کا ملک فارس کا ایک صوبہ بنا لیا گیا۔

کیکاؤس پایہ تخت اصفہان کو چلا گیا۔ جہاں وہ ایک عرصہ تک آرام کرتا رہا۔ مگر اسکے بعد ہی اس نے شاہ ہاماوران پر فوجکشی کردی۔ کیونکہ اس بادشاہ نے اپنی دختر کی شادی اسکے ساتھ کرنے سے انکار کردیا تھا۔ ہاماوران نے اسے دھوکے سے ایک دعوت میں بلاکر قید کرلیا۔ اس واقعہ سے سارے ایران میں ایک کھلبلی پیدا ہوگئی اور افراسیاب نے موقع کو غنیمت سمجھکر دریائے جیحون کو عبور کیا تاکہ فارس پر حملہ کرسکے۔

رستم کو اس واقعہ سے بڑا افسوس ہوا۔ وہ فوج لیکر شاہ ہاماوران پر چڑھ گیا۔ اور اس نے شاہ مصر اور شاہ بربر کی فوج کو جو شاہ ہاماوران کی مدد کے لئے آئی تھی شکست دیکر ان دونوں بادشاہوں کو قید کرلیا۔ مزید براں اس نے نہ صرف کیکاؤس کو رہائی ہی دلوائی۔ بلکہ شاہ ہاماوران کی فوج کو افراسیاب کا مقابلہ کرنے اور اسکے ملک فارس سے نکال دینے کے لئے بھی مجبور کردیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور افراسیاب متفقہ فوج کے آگے تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ گیا۔

کیکاؤس اگرچہ صاحب حوصلہ تھا۔ لیکن اس میں ان تجاویز کے عمل کرنے کی قابلیت نہ تھی جو اُسے وقتاً فوقتاً سوجھا کرتی تھیں۔ کیکاؤس نے افراسیاب کی ایک بھتیجی سے شادی کی تھی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا سیاوش پیدا ہوا تھا۔ جسے کیکاؤس نے رستم کے سپرد محض فن حرب کی تعلیم دینے کے لئے کردیا تھا۔ یہ شاہزادہ جسمانی اور عقلی دونوں لحاظ سے نہایت قابل نکلا۔ اس پر شاہ ہاماوران کی بیٹی سودابہ عاشق ہوگئی تھی۔ حالانکہ وہ اسکے باپ کے نکاح میں آچکی تھی۔ سودابہ نے شاہزادہ پر کئی بار الزام لگائے تاکہ اُسے برباد کروا ڈالے۔ لیکن شاہزادہ خوش قسمت تھا اس لئے ان حملوں سے محفوظ رہا۔

کیکاؤس نے اپنے دشمن افراسیاب کو زیر کرنے کی نیت سے ایک فوج رستم اور سیاوش کی ماتحتی میں اس کا ملک فتح کرنے کے لئے مامور کی۔ مگر افراسیاب نے صلح کرلی اور کچھ ملک شاہ فارس کو دیدیا اور ایکسو آدمی بطور یرغمال کے روانہ کردئے۔ کیکاؤس جو اس بات کا خواہشمند تھا کہ افراسیاب کا سر کاٹ کر اُسکے پاس لایا جائے وہ اس صلح کی کارروائی سے ناخوش ہوگیا۔ اس نے سیاوش کے پاس سے یرغمالوں کو بلوایا اور فوج کی کمان شاہزادہ طوس کے سپرد کرکے ازسرنو جنگ کا آغاز کرایا۔ سیاوش اس بے عزتی کو برداشت نہ کرسکا۔ اس نے یرغمالوں کو افراسیاب کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور خود بھی اس سے جاملا۔ افراسیاب نے بخوشی اسے اپنا فرزند بنا لیا اور کیکاؤس کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ کردیا۔

سیاوش نے اپنے باپ کو ایک خط لکھا کہ یہ ساری کارروائی سودابہ کی ہے۔ اس کے بعد اس نے

پیران وسہ کی بہن سے شادی کر لی جو افراسیاب کا وزیر تھا اور نہایت ذہین و عقلمند شخص۔ اور اُسکے ساتھ جہیز میں اُسے ملک چین (چینی ترکستان) حاصل ہوا۔ اور ختن بھی۔ وہ اپنے باپ کی وفات تک اس ملک میں چلا گیا۔ اور اُس ملک کو ہر طرح ترقی دینے میں مصروف ہو گیا۔ مگر یہاں تورانی امرا اُس سے حسد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ خود افراسیاب کے بھائی نے افراسیاب کو بھڑکایا کہ سیاوش خود مختار ہونے کے لئے فکریں کر رہا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں افراسیاب کو یقین نہ آیا۔ لیکن حاسدوں نے اُسے یقین دلا ہی دیا۔ اُس وقت اُس نے کہا کہ اچھا سیاوش کو یہاں سے کہیں اور چلا جانے دو۔ لیکن جب لوگوں نے کہا کہ وہ ملک کی ہر بات سے واقف ہو گیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کبھی حملہ آور ہو کر اُسے فتح کر لے۔ اس خیال سے افراسیاب نے دھوکہ سے سیاوش کو ہلاک کرا دیا۔ سیاوش کی بیوی حاملہ تھی۔ افراسیاب نے اُسے بھی اس خیال سے قتل کرانا چاہا کہ کہیں اولاد جو اُس کے بطن سے پیدا ہو باپ کا بدلہ نہ لے۔ لیکن لوگوں نے افراسیاب کو اس حرکت سے روک لیا۔ افراسیاب نے حاملہ کو پیراں وسہ کے حوالے یہ کہہ کر کر دیا کہ جس وقت بچہ پیدا ہو اُسے فی الفور قتل کرا دیا جائے۔

جب لڑکا پیدا ہوا تو اُسے پیراں وسہ نے ایک گڈریہ کے سپرد کر دیا اور اُس سے کہہ دیا کہ اُسے خفیہ طور پر تعلیم دی جائے۔ اور بادشاہ سے کہہ دیا کہ لڑکا ایک ویرانہ میں ڈلوا دیا گیا۔ مگر جب بادشاہ نے سُنا کہ وہ لڑکا زندہ ہے تو وزیر سے اصلیت دریافت کی وزیر نے کہا کہ میں نے سُنا تھا کہ وہ ایک گڈریہ کے پاس ہے۔ مگر لڑکا محض دیوانہ ثابت ہوا۔ بادشاہ نے اُسے دیکھنا چاہا۔ اُس کا نام کیخسرو تھا۔ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اُس نے وزیر پیراں وسہ کے حکم کے مطابق بادشاہ کے سوالوں کا جواب دیوانہ کی مانند دیا جس سے ارکین دربار اور خود بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ واقعی وہ خبطی ہے۔ بادشاہ نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنی والدہ کے پاس سیاوش کے مقبرہ میں رہنے لگا۔

سیاوش کے قتل سے فارس میں ایک عام جوش پیدا ہو گیا تھا۔ کیکاوس نے بیٹے کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے رستم کو ایک بڑی سپاہ کے ساتھ توران پر چڑھائی کرنے کے لئے مامور کیا۔ اُس نے جواب میں کہا کہ جو کچھ کرایا وہ سودابہ نے۔ پہلے اُسے قتل کر دو۔ بادشاہ نے اس بات کو با دلِ ناخواستہ قبول کر لیا۔ اور رستم فوج لیکر چل دیا۔ شاہ توران کا سپہ سالار مقابل ہوا۔ جسے رستم کے بیٹے فرامرز نے قتل کر ڈالا اور اُسکا سر کیکاوس کے پاس روانہ کر دیا۔

اس کے بعد ایک اور تورانی سپہ سالار مقابل ہوا مگر اُسے رستم نے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد خود افراسیاب مقابل ہوا۔ مگر شکست کھائی۔ اور بھاگ کر پایۂ تخت پہنچا۔ جہاں اُس نے کیخسرو کو قتل کرنا چاہا۔ لیکن جس سے وہ پیراں وسہ کی رائے کے باعث باز رہا۔ رستم نے بڑھکر توران پر قبضہ کر لیا۔ اور سات سال وہاں رہا۔ اس کے بعد فرامرز کو وہاں کا حاکم بنا کر کیکاوس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ افراسیاب ڈر کے مارے ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اسٹینلی سیّاح افریقہ

اسٹینلی حامیٔ سلطنت تھا

افریقہ کی اس سیاحت کے بعد اسٹینلی وطن جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مگر ابھی وہ مارسیلیز پہنچا تھا کہ اُسے شاہ لیوپولڈ دوم فرمانروائے بلجیم کے لوگ مل گئے جو اُس کی تلاش میں آرہے تھے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ شاہ لیوپولڈ ملک افریقہ میں کوئی بڑا کام انجام دینا اور آپ سے اُس میں امداد چاہتے ہیں۔ یہ ۱۸۷۸ء کا واقعہ تھا۔ لیکن اُس کام کی تیاری جس کا ذکر اسٹینلی سے ذکر کیا گیا تھا سال ختم ہونے کے قریب ہوسکی۔ اس عرصہ بھر اسٹینلی اس سفر کے متعلق سامان کرتا اور تدابیر سوچتا رہا۔

ماہ جون میں اسٹینلی نے اپنے گزشتہ سفر کے حالات میں ایک کتاب موسومہ "تاریک بر اعظم کا سفر" لکھی۔ اس کتاب کی اشاعت کثرت کے ساتھ ہوئی۔ لوگ افریقہ کے حالات معلوم کرنے کے خواہشمند تھے۔ اس کتاب ہی کے اثر سے افریقہ میں دریائے کونگو۔ جھیل وکٹوریہ۔ جھیل ٹانگنیکا۔ جنوبی افریقہ۔ مشرقی افریقہ اور مغربی افریقہ میں مشن قائم کی گئیں۔ اور فرانسیسی۔ جرمنی اور پرتگالی سیّاح افریقہ کی سیاحت کے لئے روانہ کئے گئے۔ اور یورپین طاقتیں افریقہ کے مختلف حصوں پر اپنا تسلط اور حکومت جمانے لگیں۔

۱۸۷۶ء میں شاہ لیوپولڈ کے محل میں ایک الیسوسی ایشن قائم کی گئی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ دریائے کانگو کے طاس کو زرخیز بنایا اور اُس کی قدرتی دولت سے فائدہ اُٹھایا اور وہاں کے باشندوں کو مہذب بنایا جائے۔ اس میں بہت سی یورپین سلطنتوں کے قائم مقام شریک تھے۔ اس انجمن یا کمپنی کا نام "دی انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف دی کانگو" رکھا گیا۔ اور اسٹینلی صاحب اُس مہم کے جو اس مقصد کے لئے قائم کی گئی افسر اعلےٰ مقرر کئے گئے۔

اس مہم کے تین مقاصد تھے۔ حبّ انسانی سائنس کی ترقی۔ اور تجارتی ترقی۔ حبّ انسانی ان میں سے نہایت اہم اور ضروری تھی۔ محض اس خیال سے کہ افریقہ کے وحشی باشندوں کو تہذیب و شائستگی کا سبق سکھایا جائے۔ اُن کو یورپین کے ساتھ مانوس کیا جائے اور اُن کو امن اور تجارت کے فوائد بتائے جائیں اور نیز یہ کہ مہذب دُنیا کے ساتھ میل جول رکھنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مزید برآں اُن کو غلامی کی تجارت سے محفوظ رکھا جائے۔ سائنس کے متعلق یہ تجویز کیا گیا کہ دریائے کانگو کے طاس کی پیمائش کی جائے اور اُسکے جغرافی خواص معلوم کئے جائیں۔ مزید برآں قدرتی پیداوار اور وسائل دریافت کئے جائیں۔ تجارت کے متعلق یہ بات طے ہوئی تھی کہ اُس وحشی ملک میں تجارت کو ترقی دی جائے۔ اور وہاں کی قدرتی پیداوار کو یورپین ممالک میں روانہ کیا جائے۔ سڑکیں بنائی جائیں۔ دریاؤں پر پل باندھے جائیں۔ ملک میں زراعت کو رواج دیا جائے اور

نوآبادیاں قائم کی جائیں - وحشی اور جھگڑالو فرقوں کو امن سکھایا جائے - اشیا کا تبادلہ کیا جائے - اور ان تمام باتوں اور کاموں کے ذریعے اُس ملک میں تجارت کو بیحد ترقی دی جائے *

اسٹینلی ۱۸۷۹ء میں افریقہ کی طرف روانہ ہوا - وہ بہار کا موسم تھا - اسٹینلی کا جہاز اس دفعہ بھی زنگبار جاکر ٹھیرا - جہاں اُس نے بہت سے قلیوں کو بھرتی کیا - جن میں سے بعض بعض اُسکے ہمراہ گزشتہ سفر میں کام دے چکے تھے - ماہ مئی میں وہ بحیرہ احمر کو عبور کرکے کونگو کی طرف روانہ ہوا - اور راس بنانا پر جا پہنچا - وہ اس مقام پر ۱۴ اگست کو پہنچا تھا - وہاں جو نوآبادی ایک دریا کے دہانہ پر قائم کی گئی تھی وہ انتظار میں تھی - اس جگہ اسٹینلی کو اُس کے نائب افسر ملے - جن میں سے دو انگریز - پانچ بلجین - ایک فرانسیسی ایک امریکن اور دو ڈینس تھے *

اس مہم کے ساتھ بہت سا اسباب اور سامان تھا - جو وزن - تعداد - نوعیت اور شمار کے لحاظ سے بہت زیادہ تھا - اُس میں سے خاص خاص چیزیں یہ تھیں - چار اسکریو اسٹیمر - ایک اسٹیمر جو پتوار سے چلایا جاتا ہے - چند ہلکی کشتیاں - صرف ان ہی چیزوں کی قیمت ۵ ہزار پونڈ تھی - مزید براں لکڑی کے سفری مکان تھے - گاڑیاں - آلات - اوزار - اسلاح - سامان جنگ اور سامان خوراک بکثرت تھا *

راس بنانا سے لے کر وڈ پوسٹ تک ۴۳ میل کا فاصلہ ہے - وہاں تک دریا میں جہاز چل سکتا ہے - اُس سے آگے بڑھکر دریا اُتھلا ہوگیا ہے - اور اُس میں موسم کے لحاظ سے کبھی کبھی سیلاب آجاتا ہے - دریائے کونگو کے ساحل پر دوسرا لطف خیز مقام بوما ہے - یہاں بھی یورپین کی ایک بڑی نوآبادی اور ایک کارخانہ تھا - اس جگہ انگلستان - ڈنمارک - فرانس اور پرتگال کے تاجروں کی تجارتی کوٹھیاں تھیں - جن کے پاس کئی کئی چھوٹے بڑے دُخانی جہاز تھے - جو دریا میں چلتے پھرتے رہتے تھے - جب اس سفر میں اسٹینلی دریائے کونگو پر پہنچا تو وہاں جہازوں کی آمد و رفت کاروبار اور تجارت کے باعث ہو رہی تھی *

بوما ریگستان میں ایک دلفریب مقام ہے اُسکے شمال کی جانب ایک ناہموار پہاڑی ہے - اور دریائے کونگو نہایت شان و عظمت کے ساتھ لہریں لیتا ہوا شاہانہ انداز سے بہتا ہے - بارش کے موسم میں اس ملک کی زمین کا لباس سبز مخمل سا ہو جاتا ہے - لیکن بارش کے چند ہی ماہ بعد سخت گرمی اور دھوپ ساری نباتات کو جُھلسا کر خشک کر دیتی ہے *

اہل یورپ نے بوما میں کلوں کی دوکانیں - گودام - کوئلہ کے یارڈ - اور مواضعات بسا دئے ہیں - ملازموں کے مکانات ہیں - افسروں کے بنگلے ہیں - ایک ہسپتال بلند مقام پر بنا ہوا ہے - میدان کُھلا ہوا ہے اور صاف ہوا چاروں طرف لطف دیتی ہے *

بوما سے کوئی ۹۰ میل کے فاصلے پر کانگو دریا کو ور یڈو کی شکل اختیار کر لیتا ہے - وہاں وہ بلند اور خشک چٹانوں میں ہو کر اور بہت سے آبشاروں میں ہو کر آگے کو بڑھتا اور بہتا ہے - اس مقام پر وہ اسباب جو دریا کے بالائی حصہ کی طرف روانہ کیا جاتا ہے منتقل کیا جاتا ہے - اس مقام پر اسٹینلی نے ایک نوآبادی بسانے کا ارادہ کیا - دریا کے دائیں کنارے

پر کوہ وٹی وی ہے - اُسکے نزدیک ایک ناہموار
حد بہ ہے جو دریا سے ۲۵۰ فیٹ کی بلندی پر ہے
اُس پر اسٹینلی نے اپنی پہلی نوآبادی قائم کی۔ حد بہ
کو ہموار بنایا اور اُس سے جو پتھر حاصل ہوئے انہیں
مکانات کی بنیادوں میں لگایا۔ یورپین اور دیسیوں
دونوں ہی کے لئے مکانات بنائے گئے۔ مزید براں ایک
عمدہ باغ لگوایا جسکے لئے مٹی دریا کی وادی میں سے
منگائی گئی۔ اسٹینلی نے خود ناہموار جگہ کو ہموار بنانے
کے کام میں حصہ لیا۔ اس سے اُس کا نام دریائے
کونگو کے ساحل کے فرقوں میں پتھر شکن پڑ گیا +

نوآبادی کا کام تین ماہ میں ختم ہوا۔ ایک امریکن
نائب کو اُسکی نگرانی کا کام سپرد کرکے اسٹینلی مہم کو آگے
لے گیا۔ وٹی وی سے ایکر اسان گیدہ تک راستہ بہت
ناہموار تھا۔ اس لئے وہاں تک سڑک بنانا پڑی اُس
سے آگے بڑھکر دریا بہت کشادہ تھا اور اُس میں جہاز
اور کشتیاں آسانی کے ساتھ چل سکتی تھیں۔ راستہ ایک
سال کامل میں بڑی محنت کے ساتھ بن سکا۔ محنت
اور موسم کی خرابی کے باعث بہت سے لوگ بیمار پڑ گئے
یہاں تک کہ خود اسٹینلی بھی علیل ہو گیا۔ بیماروں میں
سے بہت لوگ فوت ہو گئے جن میں ۶ یورپین بھی تھے

یکم مئی کو ۵۰ ٹن سامان وٹی وی سے مان نیگہ
پہنچا دیا گیا جو ۱۴۰ میل کے فاصلے پر تھا۔ اسٹینلی نے
اس مقام کے لوگوں سے ایک نوآبادی قائم کرنے
کے لئے اجازت حاصل کی۔ لیکن اتنے ہی میں وہ سخت
گرمی کے باعث بخار کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا جس
سے وہ بمشکل جانبر ہو سکا۔ صحت یابی کے بعد اُسے
معلوم ہوا کہ مان نیگہ کی طرف ایک بڑی تعداد زنگباریوں
کی آ رہی ہے۔ اس سے اُسے نوآبادی قائم کرنے میں
آسانی ہوئی +

مہم آگے بڑھتے بڑھتے اسٹینلی پول کے نزدیک
جا پہنچی۔ اس مقام تک باشندوں نے کوئی اعتراض
نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اس بات کے خلاف تھے کہ اُنکے
ملک میں گورے لوگوں کی نوآبادی قائم ہونے سے اُنکے
ملک کی اندرونی تجارت میں کوئی خلل آئیگا۔ شاہ نٹومہ
کو ۲۰۰ پونڈ کا لالچ دیکر راضی کیا گیا۔ مگر چند ہفتہ بعد
وہ بھی فرنٹ ہو گیا۔ البتہ وامبندھو کے فرمانروا ماکوکو
نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ شاہ نٹومہ کو بھی راضی
کر لیا۔ اس پر شاہ نٹومہ نے اُسے اپنے ملک میں
داخل ہونے دیا۔ اس ملک میں مقام کنٹامو بڑی
صحت بخش جگہ ہے۔ اسٹینلی وہاں ایک نوآبادی قائم
کرنا چاہتا تھا۔ پس دریا کے جنوبی کنارے پر اور
اسٹینلی پول کے نزدیک لیوپولڈ وِل نامی نوآبادی
قائم کی گئی۔ ایک [illegible] یورپین کے لئے مکانات اور
جائے پناہ اور مورچے بنائے گئے۔ اور دوسری طرف
دیسی باشندوں کے لئے ایک گاؤں بسایا گیا۔ جس
میں ۵۰۰ آدمی رہ سکتے تھے۔ مزید براں ایک باغ بھی
بنوایا گیا +

لیوپولڈ وِل کا کام ماہ اپریل ۱۸۸۲ء میں ختم
ہو گیا۔ اس کے بعد اسٹینلی نے جھیل کی سیر کی اور
بہت سی باتوں کا مشاہدہ کرکے اُن کے متعلق نوٹس
لکھے۔ یہاں سے وہ ایک بڑی کشتی میں سوار ہو کر آگے
بڑھا۔ راستہ میں باشندوں نے بہت مخالفت کی لیکن
وہ ایک جھیل میں پہنچ گیا۔ اور اُسکا دورہ کرکے اُسکا نام
لیوپولڈ رکھا۔ اس جگہ وہ بخار میں مبتلا ہو کر صاحب فراش

ہوگیا۔ لوگ اُسے لیوپولڈ وائل لے آئے۔ جہاں اُسے صحت ہوگئی۔ اور وہ یورپ کو تین سال کے بعد بطور سیر کے چلا گیا +

اسٹینلی کی اس مہم کے ذریعے تین نوآبادیاں لب دریا قائم ہوگئیں۔ ایک سڑک تیار ہوگئی۔ بوما سے اسٹینلی پول تک اور وہاں سے کواہ اور دریائے کونگو کے مقامات تک رسل و رسائل کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ اور ۴۰۰ میل کے درمیان یورپین کے لئے کوئی خطرہ نہیں رہا۔ اگرچہ ابتدائی کام تو مکمل ہوچکا تھا۔ لیکن اصلی کام جو یہ تھا کہ نوآبادیوں کے اثر کا حلقہ زیادہ وسیع ہوجائے ابھی باقی تھا۔ اور جب تک یہ بات حاصل نہ ہوتی تب تک ایسوسی ایشن کا اثر بھی کچھ نہ رہتا۔ ایسوسی ایشن کے لئے ملکی حقوق ملنے لازمی تھے۔ تاکہ وہ اُن مقامات میں جو نوآبادیوں کے نواح میں تھے اپنے مقاصد کی اشاعت اور تکمیل آسانی کے ساتھ کرسکے۔

جب اسٹینلی یورپ کو چلا گیا۔ تو ایسوسی ایشن نے یہ تجویز کیا کہ باقی کام کے انجام دینے کے لئے بھی اسٹینلی ہی کو مامور کیا جائے۔ اسٹینلی نے اس خدمت کو بھی قبول کرلیا۔ مگر چند شرائط کے ساتھ جنہیں وہ خدمت کی تکمیل کے لئے نہایت ضروری سمجھتا تھا۔ وہ ماہ نومبر ۱۸۸۲ء میں اپنی اس نئی خدمت کے فرائض انجام دینے کے لئے کونگو کو روانہ ہوگیا +

دریائے کونگو تین ہزار میل لمبا ہے۔ اُس کے دو حصے کر دئے گئے ہیں۔ کونگو زیریں جو لیوپولڈ وائل سے لیکر سمندر تک ہے ۳۵۰ میل طول رکھتا ہے۔ جس میں سے سمندر سے لیکر وی وی تک ۱۱۰ میل میں جہاز رانی آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ پھر آسان گیلہ تک ۵۰ میل میں جہاز رانی نہیں ہوسکتی۔ پھر آسان گیلہ سے لیکر مانیانگہ تک ۹۰ میل میں کشتیاں چل سکتی ہیں؟ کونگو بالائی اسٹینلی پول سے شروع ہوتا ہے اور اسٹینلی فالز تک اسکی لمبائی ۱۰۰۰ میل ہے۔ اُس میں جہاز رانی کے ذریعے قلب افریقہ تک خوب تجارت ہوسکتی ہے۔ فالز سے لیکر بنیانگوئی تک ۴۰۰ میل کا فاصلہ ہے۔ وہاں سے جھیل موئرو تک ۴۰۰ میل کا اور وہاں سے بھی ہیمبہ تک ۲۲۰ میل کا۔ اور وہاں سے چمبیسی تک ۴۰۰ میل کا۔ کونگو کا حصہ جو فالز سے لیکر جھیل تیوپیرو تک ہے اُس کا نام لونگسٹن نے ڈیب لوالابہ رکھا تھا +

دریائے کونگو کے باجگزار دریا بھی ہیں۔ جنوب کی طرف سے اُس میں دریائے کوا گرتا ہے۔ پھر دریا رُکی آتا ہے۔ شمال کی جانب سے دریائے نوبانگی گرتا ہے جو ایک بڑا دریا ہے۔ سب سے بڑا دریا جو کونگو میں گرتا ہے وہ ایلیمبیری ہے۔ اور اسٹینلی فالز سے ۵۰ میل نیچے کو اس میں دریائے اَرُووِمی گرتا ہے +

اسٹینلی نے دریائے کونگو کے طاس کی آبادی ۴ کروڑ ۳۰ لاکھ قائم کی تھی۔ دیگر سیاح بھی اس ملک کو گنجانی کے ساتھ آباد بتلاتے ہیں۔ وسامن لکھتا ہے کہ بعض بعض گاؤں اس قدر لمبے ہیں کہ اُن میں ۶-۴ میل تک سڑک چلی گئی ہے۔ ٹیبوٹپ نے اسٹینلی سے کہا کہ مجھے ایک گاؤں میں گزرتے وقت دو گھنٹے لگے تھے۔ جرمن سیاح ڈاکٹر شوین فرتھ لکھتے ہیں کہ ملک کے ایک حصہ میں تو جھونپڑیوں کی قطار مسلسل چلی گئی ہے۔ اگرچہ اس ملک کے باشندے وحشی اور جاہل ہیں۔ لیکن تاجر اُن کے پاس بلاخوف وخطر کے جاسکتے ہیں۔ وہ تاجروں سے چیزیں بجبر لینے کی کوشش کرتے

سیلاس مارنر

مارنر کی چوری (۲)

مسٹر میکی "کچھ شک نہیں کہ تمہاری اشرفیاں چوری گئیں"۔

حکیم "تمہاری تھیلیوں میں کس قدر روپیہ تھا"؟

مارنر "۲۷۰ پونڈ۔ ۱۲ شلنگ۔ ۶ پنس۔ جب کل شام کو میں نے شمار کیا تو اتنے ہی تھے"۔ یہ کہہ کر مارنر کراہتا ہوا بیٹھ گیا۔

حکیم۔ اس قدر اشرفیوں میں تو کچھ بھی وزن نہیں۔ انہیں تو ایک شخص آسانی کے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ مکان میں کسی کا نقش قدم نہیں ہے اور وہ جگہ بھی بالکل درست تھی جہاں تمہاری اشرفیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سو ممکن ہے کہ تمہاری آنکھوں نے دھوکہ کھایا ہو۔ میری رائے تو یہ ہے کہ ہم ماسٹر کینچ کے پاس چلیں جو اس گاؤں میں کنسٹبل ہیں۔ وہ بیمار ہیں مگر مجھے یا کسی اور شخص کو اپنا نائب بنا سکتے ہیں۔ اگر مجھے بنائینگے تو میں تمہارے مکان پر تمہارے ساتھ چلونگا۔ اگر میں کسی کو گنہگار سمجھونگا تو تمہیں اس کا نام بتا دونگا"۔

حکیم صاحب نے اپنی اس تقریر سے اپنے کو ایک قابل شخص ثابت کرنا چاہا۔ اور اس انتظار میں تھے کہ ان کو ایک سمجھدار شخص بتایا جائیگا۔ لیکن زمیندار صاحب جو یہ سمجھتے تھے کہ اس معاملہ سے ان کو بھی تعلق ہونا چاہئے کہنے لگے کہ "ذرا دیکھو تو رات کیسی خوفناک اور بھیانک ہے۔ موسلا دھار مینہ پڑ رہا ہے"۔ ان کی غرض یہ تھی کہ حکیم صاحب کے سر مارنر کی ہمدردی کا سہرہ نہ رہے بلکہ خود انکے اپنے سر۔

حکیم "میں ڈرنے والا آدمی نہیں ہوں۔ بارش میرا کیا کر سکتی ہے۔ جب جسٹس ملالم کو یہ بات معلوم ہوگی کہ ہم سے معزز لوگوں کو اس چوری کی خبر مل چکی تھی اور یہ کہ ہم نے کوئی کارروائی نہیں کی تو کس قدر برا ہوگا"۔

زمیندار صاحب نے اس بات کو قبول کر لیا۔ تو حکیم نے کینچ صاحب کے پاس جانے کی تکلیف اپنے ذمہ لے لی۔ اتنے ہی میں مسٹر میکی نے حکیم صاحب پر نکتہ مارا کہ قانون اجازت نہیں دیتا کہ کوئی ڈاکٹر کانسٹبل بنایا جاوے۔ اور حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر "آپ تو ڈاکٹر ہیں۔ گو جانوروں کے ڈاکٹر سہی۔ مگر ہیں تو آخر کار ڈاکٹر ہی"۔

مسٹر میکی کی بات سن کر ڈاکٹر صاحب بہت برہم ہوئے۔ انہوں نے ڈاکٹر ہونے سے انکار نہیں کیا۔ مزید براں وہ یہ بھی اصرار کرتے رہے کہ ڈاکٹر بھی کانسٹبل ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ پسند کرے۔ الغرض یہ کہ دونوں صاحبوں میں خوب چہ میگوئیاں ہوئیں اور دیر تک مباحثہ گرم رہا۔

حکیم "میں کانسٹبل تو بننا نہیں چاہتا۔ لیکن ایک خدمت ضرور انجام دینا چاہتا ہوں۔ اگر اس کا کسی کو رشک ہے تو وہ کینچ صاحب کے پاس چلا جائے"۔

اس بحث کا خاتمہ زمیندار صاحب کی مداخلت سے ہو گیا۔ اور مسٹر ڈوڈراس مع حکیم صاحب کے اور مارنر کے کینچ صاحب کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

گوڈفرے کا گھوڑا مر گیا

جب گوڈفرے کاس مسز اوسگڈ کے جلسہ سے فارغ

ہوکر گھر واپس آیا تو یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی کہ اُس کا بھائی ڈنسٹن واپس نہیں آیا - اُسکے دل میں خیال گزرا کہ شائد گھوڑا فروخت نہ ہوا ہوگا - اور وہ بارش کے باعث کسی جگہ ٹھیر گیا ہوگا - اُس وقت گوڈفرے کے دماغ میں تو کچھ اور ہی نقشہ کھنچا ہوا تھا - اُسے نینسی لامیٹر کی آنکھوں اور زلفوں کا دھیان تھا - اُس کی ادائیں اُسکے پیش نظر تھیں - اُس کا حسن و جمال اُسکے دل پر قابو کئے ہوئے تھا - اس لئے اُس نے دیگر خیالات کو دل میں جگہ دینا مناسب نہ سمجھا - اور اپنے دل پسند خیالات میں محو ہو کر بستر راحت پر پڑ رہے ؛

صبح اُٹھا تو دیکھا کہ سارے گاؤں میں ایک ہل چل سی ہے - دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ غریب بنکر لُٹ گیا - کوئی اُس کی اشرفیاں اُٹھا لے گیا - گوڈفرے بذات خود نیک دل تھا - اس لئے اُسے غریب جولاہے کی مصیبت پر بڑا ہی ترس آیا - اُس نے بھی اپنے طور پر چوری کا کھوج لگانا شروع کر دیا - بارش کے باعث چور کے قدموں کے نشان مٹ گئے تھے - اور جہاں اشرفیاں نکالی گئی تھیں وہاں بھی کسی قسم کا کوئی نشان نہ تھا - اس لئے چور کا پتہ لگنا دشوار معلوم ہوتا تھا - البتہ گاؤں کی خندق میں ایک صندوقچہ ضرور پڑا تھا - اگرچہ اُس کا چوری سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا - لیکن لوگوں نے خیالی یہ رائے قائم کی کہ اُس صندوقچہ کا چوری سے کوئی تعلق ضرور تھا ؛

مسٹر میکی (مسٹر ٹوکی ڈپٹی کانسٹبل سے) "بظاہر کسی کوئی علامت نظر نہیں آتی کہ چور کا پتہ لگ سکے - بھلا جسٹس اور کانسٹبل صاحبان اس معاملہ میں کیا کر سکتے ہیں ؟"

مسٹر ٹوکی "آپ بھی عجیب شے ہیں - بات کچھ ہے اور آپ کہتے کچھ اور ہی ہیں - میں نے تو اس وقت صرف اس صندوقچہ کے متعلق کچھ کہا تھا نہ کہ جسٹس اور کانسٹبل صاحبان کے متعلق" ؛

جس وقت گاؤں کے باہر لوگوں میں اس قسم کی بحث ہو رہی تھی خود گاؤں کے اندر بھی ایک مجلس میں جسکے پریسیڈنٹ مسٹر کرکین تھوریپ تھے - اور جس میں گاؤں کے پادری کاس صاحب حاکم اور دیگر معزز لوگ شریک تھے چوری کے متعلق صلاح و مشورہ ہو رہا تھا - اُس وقت مسٹر اسنیل کو جو ایک زمیندار اور ڈپٹی کانسٹبل تھے اُس صندوقچہ کی نسبت یاد آگیا کہ اُسے ایک بساطی ایکبار گاؤں میں آیا تھا - اُس نے جولاہے کے ہاں حقہ پانی پیا تھا - شائد اُس بساطی کے ذریعے کوئی سراغ لگ سکے - اس خیال کو انہوں نے اہل مجلس کے روبرو پیش کر دیا ؛

مسٹر کرکین تھوریپ "کیا اُس بساطی کے کانوں میں بالیاں بھی تھیں" ؟

مسٹر ٹوکی (سوچ کر) "مجھے یہ تو یاد ہے کہ اُسکے صندوقچہ میں بالیاں تھیں لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کانوں میں بھی تھیں - ممکن ہے کہ گاؤں کے لوگوں نے بالیاں اُسکے کانوں میں دیکھی ہوں لیکن مجھے یہ ٹھیک طور پر یاد نہیں ہے" ؛

گاؤں میں اس بات کی تحقیقات کی گئی تو کئی آدمیوں نے کہا کہ بساطی کے کانوں میں بالیاں تھیں - اور ایک عورت نے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتی تھی کہا کہ بساطی کانوں میں بالیاں پہنے ہوئے تھا - اس کی تصدیق ایک اور عورت نے بھی کی ؛

اُسکے بعد اُن چیزوں کو فراہم کیا گیا جو بساطی سے

گاؤں والوں نے خریدی تھیں اور یہ رائے قائم کی گئی
کہ عورتوں کو بھی وہاں چل کر شہادت دینی چاہئیے جہاں
صندوقچہ پڑا ہوا تھا - اس میں کسی کو کسی قسم کا عذر نہیں
ہونا چاہئیے - کیونکہ یہ ایک نہایت ضروری اور اہم معاملہ تھا ؛
الغرض کہ گاؤں کے لوگوں کو ہر طرح پر یقین ہو گیا
کہ بساطی ہی نے مارنر کی چوری کی - لیکن جب مارنر سے
دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ بساطی اُسکے گھر آیا تو
ضرور تھا - لیکن باہر ہی رہا - اور جب میں نے یہ کہا کہ مجھے کسی
چیز کی ضرورت نہیں تو وہ باہر سے باہر ہی چلا گیا - لوگ جنہوں نے
اپنے خیال میں بساطی کو قطعی مجرم سمجھ لیا تھا اُنکو مارنر کے
بیان سے بڑی ہی مایوسی ہوئی - اور بعض تو اُسے احمق
اور گدھا کہنے لگے - اور بعض نے کہا کہ اچھا ہوتا کہ وہ مارنر
کو قتل کر دیتا - کیونکہ اُن ایام میں کانوں میں بالیاں پہننے
والے مرد نہ صرف مجرم ہی خیال کئے جاتے تھے - بلکہ
قاتل بھی - اس خیال کو اس لئے اور تقویت ہو گئی تھی
کہ کچھ ہی دن پہلے ایک بالیاں پہننے والے شخص کو ایک
قتل کے جرم میں پھانسی دی گئی تھی ﴿

اگرچہ گاؤں میں کل آدمیوں کی رائے یہی تھی کہ مارنر
کی چوری بساطی کر لے گیا - لیکن گوڈفرے اسکے خلاف
تھا - اُس نے کہا کہ خود میں نے اُس سے ایک قلم خریدا
وہ بے ضرر آدمی معلوم دیتا تھا - مزید براں کوئی نصف
درجن لوگ ایسے تھے جو اُن شہادتوں سے بہتر شہادت
جسٹس مالم کے آگے دینے کے لئے موجود تھے جو زمیندار و
اور گاؤں کے معزز لوگوں نے بہم پہنچائی تھیں - لوگوں
کو اُمید تھی کہ گوڈفرے صاحب جسٹس مالم کے پاس جاکر
کہہ دینگے کہ مسٹر اسنیل کی باتوں پر خیال نہ کریں اور وارنٹ
روک لیں - لوگوں کو گوڈفرے کی طرف سے اس قسم کا
شُبہ تھا کہ دوسرے دن دوپہر کے قریب گوڈفرے گھوڑے
پر سوار ہو کر ٹارلی کی طرف چل دیا ﴿

اگرچہ گوڈفرے مارنر کی چوری میں ایک خاص دلچسپی
رکھتا تھا - لیکن اُس وقت وہ ٹارلی کو نہیں جا رہا تھا -
بلکہ بتھرلی کو اور ڈنسٹن کی تلاش میں - اُس کے دل
سے اُس وقت چوری - چور اور دیگر باتوں کے متعلق
خیالات بالکل دور تھے - اگر کوئی خیال تھا تو اُس کے
اپنے گھوڑے اور ڈنسٹن کی بابت تھا - اور یہ خیال
اُسکے دل پر قبضہ کئے ہوئے تھا کہ کہیں ڈنسٹن اُسکے
گھوڑے کو فروخت کر کے قیمت جوئے میں نہ ہار گیا ہو -
راستہ میں اُسے دُور سے ایک سوار نظر آیا - وہ سمجھا کہ
شائد ڈنسٹن ہے اور اُسی کے گھوڑے پر سوار - لیکن
نزدیک پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ برائس تھا - اُس نے ٹوپی
اُٹھا کر سلام کیا اور کہنے لگا کہ :-

برائس ”گوڈفرے تمہارا بھائی ڈنسٹن تو بڑا ہی
خوش نصیب ہے - کیا نہیں ہے“؟

گوڈفرے ”اس سے تمہاری مراد کیا ہے“؟

برائس ”کیا ابھی وہ گھر نہیں پہنچا“؟

گوڈفرے ”گھر؟ نہیں - کیا ہوا - جلد بتاؤ - اُس نے
گھوڑے کا کیا کیا“؟

برائس ”میں تو سمجھ گیا تھا کہ گھوڑا تمہارا ہے - لیکن
اُس نے تو اُسے اپنا بتایا“

گوڈفرے ”کیا اُس نے گھوڑے کو کوئی نقصان تو نہیں
پہنچایا“؟

برائس ”نقصان کیسا - اُس نے تو اُسے مار ڈالا“
یہ کہہ کر اُس نے سارا قصہ سنا دیا ﴿

گوڈفرے ”بُرا ہوا - مگر ڈنسٹن ابھی تک گھر نہیں پہنچا -

میں پہلے ہی جانتا تھا کہ گھوڑے کا یہی حشر ہوگا"۔
براؤن "میں اس وقت فلیٹن کو جا رہا تھا۔ مجھے
یقین تھا کہ تم راستہ میں ملو گے۔ سو تم مل گئے۔ اور میں
تم سے سارا واقعہ بیان کر چکا۔ میرے خیال سے ڈنسٹن
اُس وقت تک نہیں آئیگا۔ جب تک کہ تمہیں اِس واقعہ کی
خبر نہ ہو جائے۔ میرے خیال سے تو وہ ٹھری کراؤن کو
چلا گیا"۔
گوڈفرے "شائد چلا گیا ہو۔ مگر اُس کا حال تو جلد
معلوم ہو جائیگا"۔
براؤن "میں تو اس موڑ پر سے رخصت ہوتا ہوں
اللہ حافظ"۔

گوڈفرے گھر کی طرف لوٹ دیا۔ اُس نے ارادہ
کر لیا کہ وہ سارا ماجرا باپ سے بیان کر دے۔ اور
کہہ دے کہ جو کچھ روپیہ تھا وہ میں نے خود ہی خرچ کر ڈالا۔
اور اُس سے اپنے اس قصور کی معافی مانگ لے۔
لیکن اُس کے دل کو بار بار یہ خیال ستاتا تھا کہ اُس
نے روپیہ ڈنسٹن کو دیکر امانت میں خیانت کی ہے
اور اپنے دل سے "میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں نیک
ہوں۔ لیکن شریر بھی نہیں ہوں۔ خیر میں کچھ عرصہ
اَور کہیں رہونگا۔ اور جو کچھ ہوگا اُسے بھگتونگا۔ بہ نسبت
اسکے کہ اپنے کردار کا یقین دلاؤں۔ روپیہ تو میں نے
اپنی مسرت کے لئے نہیں خرچ کیا بلکہ وہ مجھ سے بجبر چھین
لیا گیا ہے"۔

گوڈفرے نے ارادہ کر لیا کہ باپ سے گھوڑے کا واقعہ
بیان نہ کرے۔ بلکہ صرف روپیہ کا اور وہ بھی ایک اچھے
اور اثر ڈالنے والے طریقہ میں۔ وہ ڈنسٹن کا نام ہی
نہ لے۔ ممکن ہے کہ ڈنسٹن اُس عورت کو بہکا کر باپ
کے پاس بھیج دے۔ اس سے تو اور زیادہ مصیبت کا
اندیشہ ہے۔ باپ بڑا ہی تندخو تھا اور غصہ کی حالت
میں جو ارادہ کر لیتا تھا اُس سے اُس وقت تک باز
نہیں آتا تھا جب تک کہ اُس کا غصہ رفع نہیں ہو جاتا
تھا۔ گوڈفرے اپنے باپ کا غصہ بارہا دیکھ چکا تھا۔
اور اُس کی عادت سے خوب واقف تھا۔ لیکن اُس نے
اُس کے غصہ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ اپنی
شادی کو باپ سے ایک ایسے پیرایہ میں بیان کرے
کہ باپ کو ترس آجائے اور وہ معاملہ کو شہرت دینے
کی نسبت اُسے چھپانے کے لئے کوشش کرے۔

گوڈفرے دل میں مصمم ارادہ کر کے سویا تھا کہ صبح
کو باپ کے آگے اقرار کر دے۔ لیکن جب وہ صبح کو
بیدار ہوا تو اُسے معلوم ہوا کہ ساری دلائل اور ارادہ
اُسکے دل سے محو ہو گیا تھا۔ اُسے کامیابی کی جگہ محض
اپنے اقرار کے بدنتائج نظر آنے لگے۔ کیونکہ شادی کا
اقرار کر دینے سے اُس کے اور نینسی کے درمیان مایوسی
کی ایک دیوار حائل ہو جاتی تھی۔ گزشتہ شام کو تو اُس کا
دل ڈنسٹن کی طرف سے بدگمان تھا اور غصہ میں بھرا
ہوا۔ اور اُس وقت اُس نے جو کچھ ارادہ کیا تھا وہ
اس خیال سے کہ اُس میں اور ڈنسٹن میں کوئی تعلق
قائم نہ رہے۔ لیکن اب اُس پر آشکارا ہو گیا کہ ایسا کرنا
سراسر حماقت اور نقصان کا موجب تھا۔ پس اُس نے
معاملہ کو بدستور سابق رہنے دینے کا ارادہ کر لیا اور خیال
کیا کہ اگر ڈنسٹن چند دن نہ آیا تو سمجھ لو کہ اُسکے پاس
اس قدر روپیہ تھا کہ جسکے بھروسہ پر وہ گھر سے دور
رہے اور گزر کر سکے۔ اور اس سے معاملہ کی حقیقت
از خود آشکارا ہو جائیگی۔ اور اُس پر (گوڈفرے) پر کوئی

تاریخ یورپ

جرمنی

آسٹریہ کی مانند جرمنی بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی
جداگانہ ریاستوں سے مرکب ہے۔ لیکن جرمنی اور
آسٹریہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ آسٹریہ کی ریاستیں
مختلف اقوام سے آباد ہیں جو مختلف زبانیں بولتے
ہیں۔ لیکن جرمنی کی ساری ریاستوں میں قدرے
اختلاف کے ساتھ بالکل جرمنی زبان بولنے والی
اقوام آباد ہیں ٭

جرمنی اپنی موجودہ صورت میں یورپ کی ساری
سلطنتوں سے کم عمر ہے۔ حتٰے کہ وہ اٹلی سے بھی
عمر میں کم ہے۔ تاہم جن ریاستوں کا وہ مجموعہ ہے
وہ قدیم تر ہیں۔ اور اُن میں جو خاص خاص اور بڑے
بڑے شہر ہیں وہ بھی قدیم تر ہیں ٭

جس قدر ملک اس وقت جرمن زبان بولنے
والوں کے قبضہ میں ہے اُس پر رومیوں کا قبضہ
بہت ہی کم رہا۔ البتہ فرانس اور اسپین پر بہت
زیادہ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جرمنی کا ساحل شمال
کی طرف ہے اور وہ رومی جہازوں کی دسترس سے
باہر رہا۔ خشکی کے راستہ سے اہل روم کو جرمنی میں
داخل ہونے میں بڑی دقتیں پیش آئیں۔ کیونکہ
درمیان میں کوہستان سوئٹزرلینڈ حائل تھا۔ اور
اگرچہ رومی۔ سڑکوں۔ پُلوں اور مسلح کیمپوں کے
بنانے میں ید طولے رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی جرمنی
کی ریاستوں پر اُن کا قبضہ تھوڑے ہی عرصہ رہا۔ پس
روم اور رومی حکومت کے زوال کے بعد ان لوگوں نے
مثل رومیوں کے کوئی ترقی نہیں کی ٭

جرمنی کی مختلف ریاستوں کی ابتدا بہت قدیم نہیں
کہ اُن کا پتہ نہ لگ سکے۔ اُن میں سے اکثر کی ابتدا تو چھوٹے
چھوٹے سرداروں نے کی تھی۔ قدیم زمانہ میں یہ دستور
تھا کہ چھوٹے چھوٹے سردار اور اُن کے ماتحت لوگ دوسرے
سرداروں اور اُن کے لوگوں سے میل کر لیا کرتے تھے۔
یا تو کسی خطرناک ہمسایہ فرمانروا کے مقابلہ میں محفوظ رہنے
کے لئے اور یا بیرونی حملہ آور کے مقابلہ میں سلامت
رہنے کے لئے۔ اس طریقہ میں بہت سی اور بے شمار
سپاہ وجود میں آگئی۔ اور بہت سے طاقتور فرمانروا بن گئے۔
جیسے کہ ترک یا مور ٭

ایسے فرمانروا اپنے رشتہ داروں یا مددگار ماتحتوں
کو کچھ ملک دیتے تھے۔ جس پر کہ وہ حکمرانی کرنے لگتے
تھے اور اس طرح فتوحات کے نئے مرکز پیدا ہو جاتے
تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ چھوٹے چھوٹے فرمانروا یا تو جنگ
کے ذریعے اور یا ملک کے تبادلہ کے ذریعے مصنوعی
یا قدرتی حدود کو نیست و نابود کر ڈالتے تھے۔ اور اسی
طریقہ میں وسطی یورپ کی موجودہ سلطنتوں کا ظہور ہوا
ہے۔ جن میں سے ایک جرمنی بھی ہے ٭

رومیوں کی سلطنت کا زوال ہونے کے بعد ایک
نیا دَور شروع ہوا۔ اُس زمانہ کا ایک نہایت زبردست
فرمانروا شارلیمین یا چارلس اعظم تھا۔ وہ فرانس۔

موجودہ جرمنی اور شمالی اٹلی کا فرمانروا تھا۔ وہ روم گیا اور وہاں اُس نے اپنے کو روم کا فرمانروا مشہور کیا۔ جس قدر ملک پر اس کی حکومت تھی اُسے وہ "مقدس رومی سلطنت" کے نام سے یاد کیا کرتا تھا۔ لیکن اس سلطنت میں نہ تو کوئی تقدس کی علامت پائی جاتی تھی اور نہ رومی پن کا کوئی نشان پایا جاتا تھا کیونکہ اُس سلطنت کا پایہ تخت شمال میں تھا۔ بعض اوقات پیرس میں اور بعض اوقات ایکس لا شپل میں۔ خود شارلیمین فرانسیسی نسل سے تھا۔ وہ چارلس شہید کے بعد جس نے مُوروں کو فرانس سے نکالا تھا تخت نشین ہوا تھا۔ شارلیمین اور اُسکے جانشین مقدس رومی سلطنت پر نپولین بونا پارٹ کے زمانہ تک حکومت کرتے رہے۔ مگر اس سلطنت میں وقتاً فوقتاً کمی بیشی ہوتی رہی ایک زمانہ میں اس سلطنت میں۔ فرانس۔ اسپین۔ شمالی اٹلی۔ مغربی و جنوبی جرمنی۔ ہالینڈ۔ بلجیم اور دیگر سلطنتیں شامل تھیں۔ ۱۲۷۳ء میں کاونٹ روڈلف سالکن ہیپسبرگ اس سلطنت کا فرمانروا مقرر کیا گیا۔ وہ اور اُس کے جانشین موجودہ آسٹریہ کے فرمانروا تھے۔ اُن ہی کے ذریعے آسٹریہ موجودہ جرمنی میں شامل کیا گیا +

جب نپولین بونا پارٹ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو اُس نے یورپین سلطنتوں کی پہلی ترتیب میں ایک ترمیم کر دی۔ وہ ایک سپاہی تھا اور جنگ و جدل میں اُسے خاص مسرت حاصل ہوتی تھی۔ فرانس کا فرمانروا بننے کے بعد اُس نے تمام یورپین سلطنتوں سے ایک ایک کر کے جنگ کی اور اُس میں اول اول اُسے کامیابی رہی۔ جو تبدیلیاں اُس نے کیں اگرچہ وہ دیرپا نہیں تھیں تاہم وہ اور اور تبدیلیوں کا موجب ہوئیں +

جب مقدس رومی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو فرانسس جو اس وقت قیصر تھا اپنے کو آسٹریہ کا قیصر کہنے لگا۔ اُس وقت نپولین نے ایک اتحادی سلطنت قائم کی جس میں جرمنی کی مغربی ریاستیں بھی شامل تھیں۔ مگر مشرقی ریاستیں اپنے حال پر چھوڑ دی گئی تھیں مگر اس اتحادی سلطنت کا خاتمہ بھی نپولین کے زوال کے ساتھ ہی ہو گیا۔ اُس کی ۳۸ ریاستوں سے ایک کا نام آہلیب کی نوابی تھا اور وہ ڈنمارک کے قبضہ میں تھی۔ دوسری کا نام لکسمبرگ کی نوابی تھا۔ اور وہ ہالینڈ کی ملکیت تھی +

مگر جس اتحادی سلطنت کی بنیاد جرمنی میں ڈالی گئی تھی اُس میں زیادہ اتحاد نہیں تھا۔ لیکن اُسکی ۳۸ ریاستیں زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔ تاہم جرمنی کے لئے یہ وہ وقت تھا کہ اُسے متحد ہو جانا چاہیے تھا تاکہ اُن پر کوئی زبردست ہمسایہ سلطنت زورکشی نہ کر سکے۔ لیکن اسکے خلاف وہ آپس میں مصروف جنگ رہتی تھیں اور ایک کے خلاف دوسری ریاست کی امداد کرتی تھیں +

ایک ہی قوم میں بیس بادشاہتیں رکھنا جن میں سے ہر ایک کی فوج اور قانون وغیرہ جداگانہ تھے نہایت حماقت تھی۔ اس لئے اُن کا جدا جدا رہ کر قائم رہنا بھی دشوار تھا۔ ان سب کا متحد کرنا اُس سے زیادہ دشوار تھا جس قدر کہ انگلستان کی سات بادشاہتوں کا متحد کرنا۔ یا اٹلی کی آٹھ ریاستوں کا +

جرمن ریاستوں کو متحد کرنے کا خیال سب سے پہلے بقول ایسمبلیو کیسٹلر کے فرانک فرٹ کے ایک جرمن کو سوجھا جو اخبار جرنیل آف فرینکفرٹ کے ذریعے ظاہر کیا گیا۔ اسکے بعد سے مدبروں شاعروں

اور فلسفیوں نے بھی یہی رائے قائم کی - اس اتحاد کا
بانی مبانی نیپولین بوناپارٹ تھا - کیونکہ جب اُس نے
جرمن ریاستوں کے ساتھ جنگ چھیڑی تو ایک ایک
کرکے آسٹریہ - پروشیہ - بویریہ - اور ہانوور کے لوگوں
کو شکست دی - جسکے باعث جرمن ریاستوں کو یہ
خیال ہوگیا کہ جب تک اُن میں اتحاد نہ ہوگا تب تک
وہ حملہ آوروں کا شکار رہینگے - اس لئے جرمن
ریاستوں کا اتحاد ایک ضروری بات ہوگیا - لیکن چونکہ
۳۸ ریاستوں میں سے جو بڑی بڑی تھیں اُن میں سے
ہر ایک سب کا فرمانروا بننا چاہتی تھی - مزید براں آسٹریہ
جو اگرچہ جرمنی میں شامل نہ تھا - لیکن "جرمنی کی اتحادی
سلطنت" میں شریک تھا وہ جرمنی کی ۳۸ ریاستوں
کی برابر تھا - اُس سے علیحدہ رہ کر اتحاد کرنا ذرا دشوار
کام تھا - اُسکے قبضہ میں جرمن زبان بولنے والے صوبے
بھی تھے - اور اب بھی ہیں - اُس وقت آسٹریہ کی سپاہ
پروشیہ کی سپاہ کے ساتھ جرمنی کے مستحکم مقامات میں
متعین تھی - حالانکہ پروشیہ کی سپاہ کا آسٹریہ کے کسی
مستحکم مقام پر قبضہ نہیں تھا +

ان ایام میں ایک شخص بسمارک نامی جو پروشیہ
کے ایک کسان کا لڑکا تھا اُٹھا - وہ بڑا مشہور اور
عقلمند شخص ہوا ہے - لیکن اگر اُس میں اعتدال کا مادہ
ہوتا تو یورپ اور جرمنی کو بہت سی آفات سے نجات
مل جاتی - جس طرح اٹلی میں تین مشہور لوگ یعنی کیوور
میزینی اور جیرابالڈی اتحاد کے حامی تھے - اُسی
طرح جرمنی میں بھی تین شخص یعنی بسمارک - مولٹک اور
رون اتحاد کے خواہاں تھے - بسمارک تجاویز سوچتا
تھا - مولٹک فوج کا سپہ سالار تھا اور اُن تجاویز کو
عمل میں لاتا تھا - اور رون فوج کو ترتیب دیتا تھا +

بسمارک سرکاری ملازمت میں داخل ہوکر اور ترقی
کرتے کرتے پروشیہ کے بادشاہ ولیم اوّل کا وزیر اعظم
ہوگیا - اُس وقت اُس نے جرمنی کے اتحاد کو عملی لباس
پہنانا چاہا - وہ چاہتا تھا کہ عمدہ فوج پروشیہ میں ہو جس
میں باجہ والوں سے لیکر سپہ سالار تک سب ہی اپنا
اپنا کام بخوبی انجام دے سکیں - ایسی فوج اُس وقت
جرمنی میں موجود تھی +

جب نیپولین نے اہل پروشیہ کو شکست دی تو
اُن پر یہ قید لگائی کہ وہ تھوڑی فوج رکھیں - یہ قید اس
خیال سے لگائی گئی تھی کہ وہ پھر اُس کا مقابلہ نہ کرسکے -
اُس وقت فوج میں ہر سپاہی کو ۲۰ سال خدمت کرنی
پڑتی تھی - اور جب کوئی سپاہی پنشن لیتا یا فوت ہوتا
تب اُس کی جگہ دوسرا سپاہی مقرر کیا جاتا تھا - اُس وقت
اسٹین اور ہارڈنبرگ دو عقلمند وزیر پروشیہ میں تھے -
اُنہوں نے سپاہی کی مدت ملازمت تین سال قرار دی - جسکے
ذریعے ملک کا ہر نوجوان سپاہ میں تین سال کام کرتا - اور
باری باری سے پُرانے سپاہی کئی کئی بار کام دینے لگے -
اور سارا ملک سپاہی بن گیا - جب بسمارک وزیر ہوا تو کل ملک ہی سپاہی تھا +

بسمارک نے اُن دو صوبوں کو جو بحیرۂ بالٹک اور بحیرۂ
شمالی پر تھے اور دراصل جرمنی کے تھے فتح کرنا چاہا - اُس
نے ڈنمارک کو نوٹس دیا کہ وہ جرمنی کے ہیں اس لئے اُسکے
حوالے کردئے جائیں - لیکن جب ڈنمارک نے انکار کیا تو
بسمارک نے آسٹریہ کی مدد سے فوجکشی کرکے دونوں کو فتح
کرلیا - صوبہ اسلیوگ تو پروشیہ نے لے لیا - اور صوبہ ہولسٹین
آسٹریہ نے - اس کے بعد پروشیہ نے آسٹریہ سے ریاست
لوینبرگ خریدلی - اسکے بعد بسمارک نے یہ اعلان کیا کہ

جرمنی اتحاد کو ۵۰ سال گزر چکے۔ اس لئے اب وہ ٹوٹ گیا اسکے
ذریعے آسٹریہ کو ہولسٹین سے نکالنے کی فکر کی گئی تھی ✦

اس پر دو بڑی ریاستوں سیکزنی اور ہانوور نے
آسٹریہ کی اور شمالی ریاستوں نے پروشیہ کی طرفداری کی۔
بسمارک نے سیکزنی اور ہانوور کو پیغام جنگ دیدیا اور دوہی
دن بعد آسٹریہ کو بھی۔ اور ساتھ ہی شاہ اٹلی کو اکسادیا کہ وائنہ
جو اٹلی کا حصہ تھا اور اس وقت آسٹریہ کے قبضہ میں۔ اگر
اٹلی پروشیہ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائے تو وائنہ اُسے
دیدیا جائیگا ✦

اگرچہ اُس وقت آسٹریہ کی سپاہ دُنیا بھر کی سپاہ سے زیادہ
اچھی تھی لیکن سپہ سالار بوڑھے تھے۔ پروشیہ کی فوج نے اس
پھرتی کے ساتھ یورش کی کہ جنگ سات ہفتوں میں ختم ہو گئی
اور آسٹریہ اور اُسکی مددگار سلطنتوں کو شکست بھی ہو گئی۔
اس کا انجام یہ ہوا کہ "آسٹریہ نے "جرمنی کے اتحاد" کا شکست
ہونا تسلیم کر لیا اور ہولسٹین جرمنی کو دیدیا۔ اور وائنہ اٹلی
کے حوالہ کر دیا۔ ساتھ ہی جرمنی کی مختلف ریاستوں نے بسمارک
کی رائے پر عمل کرنا چاہا۔ ہانوور اور جرمنی کی دو اور ریاستیں
مع شہر فرینکفرٹ کے پروشیہ میں شامل کر لی گئیں ✦

اسکے بعد جملہ شمالی جرمن ریاستوں کو ایک اتحاد موسوم
"شمالی جرمن اتحاد" کے ذریعے پروشیہ میں ملایا گیا۔ اور اسی
طرح جنوبی ریاستوں کو جنوبی اتحاد کے ذریعے۔ شمالی ریاستیں
پروشیہ کے تابع ہو گئیں اور جنوبی بویریہ کے تابع۔ اسکے بعد
کچھ عرصہ بسمارک خاموش رہا۔ اس عرصہ بھر وہ جنوبی جرمن
ریاستوں کی فوج کو ایک فتح کے لئے تیار کرتا رہا۔ اُس وقت
پروشیہ کی فوج روس اور فرانس کی سپاہ کے ہم پلہ تھی ✦

پروشیہ اور فرانس میں قدیم دشمنی تھی۔ فرانس نے
پروشیہ کو نپولین کے وقت میں بھاری شکست دی تھی
اور چونکہ فرانس کا فرمانروا نپولین کا بھتیجا تھا جسکے طرفدار
یورپ کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ پس اُس نے اوّل فرانس کا زور
گھٹانا چاہا۔ کیونکہ اسکے بغیر جرمن ریاستوں کا اتحاد ناممکن تھا۔
بسمارک نے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر لیا کہ فرانس کی سپاہ
کمزور اور توپیں ناکمل تھیں۔ افسر نالائق تھے اور ریزرو فوج
بہت کم تھی۔ پس بسمارک نے جنگ کے لئے ایک حیلہ نکال کھڑا
کیا۔ اور جنگ کا اعلان ۱۵ / جولائی ۱۸۷۰ء کو کر دیا گیا۔
جنگ میں جرمن ریاستوں نے پروشیہ کا ساتھ دیا۔ الغرض کہ
۶ ماہ کی لڑائی میں فرانس کو شکست ہوئی۔ اور شاہ فرانس
لوئی نپولین قید کر کے جرمنی روانہ کر دیا گیا۔ پیرس کا محاصرہ
کیا گیا۔ فرانس کے گاؤں جلا دئے گئے۔ شہروں پر ٹیکس
لگایا گیا۔ اُن کا اسباب تباہ کیا گیا۔ مجبوراً فرانس نے جرمنی
سے صلح کر لی اور دو صوبے السیک اور لورین جرمنی کو دیدیے
اور تاوان جنگ بھی دیا۔ یہ پانچواں کام اتحاد جرمنی کے متعلق تھا ✦

چھٹی کارروائی جو جرمن اتحاد کے متعلق کی گئی یہ تھی
کہ جملہ جرمن ریاستیں اور صوبے جو ڈنمارک اور فرانس سے
حاصل کئے گئے تھے وہ سب متحد کر دئے گئے اور پروشیہ کا
بادشاہ ولیم جرمنی کا قیصر بنا دیا گیا۔ اُسوقت سے جرمنی متحد ہے ✦

اب جرمنی کی یہ حالت ہے کہ آسٹرین صوبے بالائی وزیرین
آسٹریہ کبھی ناخوش ہو کر ایک جُداگانہ جنوبی جرمن حکومت قائم
کرینگے جن کا پایہ تخت وائنہ ہوگا۔ جنگ کے بعد فرانس نے
ترقی کی اور طاقت پکڑ گیا۔ بسمارک نے خوف کھا کر روس اور
آسٹریہ کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ مگر روس تھوڑے ہی عرصہ بعد اس
اتحاد سے علیحدہ ہو گیا۔ پھر اُس نے اٹلی کو ملا کر اتحاد ثلاثہ کر لیا تاکہ
فرانس پر بھاری رہے۔ مگر فرانس نے روس سے میل کر لیا ✦
اب جرمنی روس اور فرانس کے بیچ میں ہے۔ اگر وہ حملہ کریں تو
دونوں کا ایک ساتھ مقابلہ ناممکن ہوگا۔ مزید براں حملہ ہوتے ہی

کامیابی کے اُصول

دماغی حالت (۲)

زندہ دل رہنا۔ کڑھتے اور جلتے نہ رہو نہ اپنے لئے اور نہ اَوروں کے لئے۔ کیونکہ صحت کے لئے یہ سب سے زیادہ مضر ہے۔ دل و دماغ اور روح کو خوش رکھو۔ خود بھی زندہ دل رہو اور دوسروں کو بھی بشاش رکھو۔ اس سے تمہاری صحت کو بھی نفع ہوگا اور دل بھی خوش رہیگا۔ تمہارے اطوار اور صورت دونوں ہی سے آفتاب کی سی روشنی اور رونق نمایاں ہو۔ نہ کہ غم والم اور اُداسی ٭

گھبراؤ نہیں۔ اگر تم میں گھبراہٹ کی عادت ہے تو تم اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودتے ہو۔ اگر یہ عادت نوجوانی میں پڑ جائے تو تمہارے دل و دماغ کو تباہ کردیگی۔ ہم تمہیں ایسی صلاح دے رہے ہیں جس پر عمل کرنا خود ہماری رائے میں دشوار ہے۔ اور خاص کر خاص قسم کی طبائع کے لئے۔ خود پہلے یہ دقت محسوس ہوئی ہے لیکن جوں جوں میری عمر ترقی کرتی ہے توں توں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنی عادت اور زندگی دونوں ہی کو تبدیل کردوں۔ بشرطیکہ میں اسکے لئے سخت محنت کرسکوں حتے الامکان زیادہ محنت کرنی اور اُسکے نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔ نہ گھبراؤ اور نہ پریشان ہو۔ ورنہ تم اپنے کو کسی شئے کے برداشت کرنے کے لئے زیادہ ناقابل بنادوگے۔ کسی نے اس قول میں بہت زیادہ فلسفیانہ خیالات کوٹ کوٹ کر بھر دئے ہیں کہ "پریشانی کا علاج بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ اگر علاج ہے تو اُس کی آزمائش کرو۔ اگر نہیں تو اُس کی فکر نہ کرو" ٭

قناعت اختیار کرو۔ اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ دُنیوی باتوں سے بے تعلق رہو۔ یا بے حوصلہ ہوجاؤ۔ یا زندگی اور اُسکے نتائج سے بے اعتنائی برتو۔ ایسا ہرگز نہ کرو۔ حوصلہ رکھو۔ اعلےٰ حوصلہ۔ قاعدہ کی پابندی کرو۔ اور قابو رکھو۔ اپنے کو ہلاک نہ کرو۔ ورنہ تم کو آگے چل کر افسوس کرنا پڑیگا۔ غالباً تمہیں دولت صحت اور زندگی کا نقصان برداشت کرنا پڑیگا ٭

جس چیز پر بس نہ چلے اُسکی فکر بیکار ہے

اگر کسی شخص کا دودھ زمین پر بکھر جائے تو اُس کا ماتم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو بات اپنے بس کی یا قابو کی نہیں ہے اُس کا افسوس کرنا ہی بیکار ہے۔ اگر تم اپنا کام کرچکے ہو تو اچھا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ تو فرشتے بھی نہیں کرسکتے۔ ایسا شخص بہت ہی مبارک ہے جو اس قسم کی تسکین کا عادی ہو۔ جب تک کہ تم کسی کام میں مصروف رہو اور نیز اُسکے ختم کرنے کے بعد بھی تو تم اپنی ذمہ داری اور زندگی کو خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھوں میں سونپ دو۔ کیونکہ خدا ہمارا پیدا کرنے اور بنانے والا ہے نہ کہ ہم اُسکے پیدا کرنے والے ہیں۔ اس بات کو سمجھو کہ تم کسی کام کو کرچکے ہو۔ یا کرسکتے ہو۔ یا کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اور وہ بھی ایسے کام کے کرنے میں جس کے لئے تم نے لگاتار کوشش کی ٭

محنت کرنے کے بعد انسان کو صبر کرنا چاہئے اور

انتظار بھی - تم کو زندگی میں دشواریاں پیش آئینگی -
اُسکے مطالب اگرچہ پورے طور پر نہیں تاہم کسی نہ کسی قدر
ضرور حل ہوجائینگے - اور نہیں اُن مشکلات کی جگہ ایک
خاص مُدعا دکھائی دیگا - مگر تم ہر بات میں خدا کی مرضی
پر چلو اور اُسکی اطاعت کرو *

مستقبل کی بہت زیادہ فکر نہ کرو - بالکل
فکر نہ کرو - اُس اعلےٰ تعلیم اور ہدایت کے قبول کرنے
اور اُس پر عمل کرنے کے لئے تیار رہو جو انسان کی ضروریات
کے لئے اُس پاک و برتر ہستی کی طرف سے دی جاتی
ہے جو کہ انسان کی حقیقت سے خوب واقف ہے دیروز
یا فردا کے متعلق حد سے زیادہ فکر مند اور مغموم نہ رہو -
اگر ایسا کروگے تو آج کا دن تمہارے قابو سے نکل جائیگا -
اور تم اُسے بھی ضائع کردوگے - گزرے ایام کو یاد کرکے
نامناسب طور پر رنج و فکر نہ کرو - اور نہ آنیوالے ایام کی
نسبت فکر کے ساتھ منصوبے باندھو - بلکہ صرف آج کا دن
جو تمہیں ملتا ہے اُسے محنت اور دانائی کے ساتھ کام میں
لاؤ - بہت سی محنت پسند اور صادق طبائع میں یہ میلان
پایا جاتا ہے - بعض اوقات دماغی تفکرات جسمانی قوٰے
کو نقصان پہنچاتے ہیں - میری رائے میں تو تم گزرے
ہوئے اور آنے والے ایام کی فکر خدا کی حکیمانہ عقل پر
چھوڑ دو *

موجودہ زمانہ کی فکر میں مصروف رہو - حال کو
قابو میں کرو - جو وقت تمہارے سامنے ہے اُسے
حتیّ الامکان کارآمد بنانے کی فکر اور کوشش کرو ہمیشہ
حال یا موجودہ وقت پر قابو یافتہ ہونے کے لئے فکر
کرو - کیونکہ موجودہ وقت کو صحیح طریقہ میں صرف کرنے
سے تم گزشتہ ایام کی تلافی کر سکتے ہو اور آئندہ ایام کے
مقابلہ کے لئے آمادہ ہو سکتے ہو *

صرف ایک دن کی فکر کرو - یہ زندگی کا راز
ہے کہ ایک ہی دن کی جو تمہارے پیش نظر ہو فکر کرو -
بہترین کام - بہترین خدمت - اور مکمل ترین آرام و
راحت - سب سے بڑی مسرت اور سچی خوشی کا راز
یہ ہے کہ تم صرف آج کے دن کی فکر کرو - تم حضرت مسیح
کے اس قول پر عمل کرو کہ "ہماری آج کی روٹی ہمیں دے"
"آج" کا الٰہی خیال نہایت درست ہے - تم اطمینان
کے ساتھ زندگی بسر کرو - اُسکے لئے خدا کا شکر ادا کرو -
اُسکی جناب میں دعا کرو - لالچوں سے دست بردار رہو -
غم و الم کو برداشت کرو - خوشی سے مسرور رہو - مگر جملہ
باتوں کو فرض سمجھکر ادا کرو *

جب تم میں یہ عادت پڑ جائیگی - جسے تم ہر وقت اور
ہر ضرورت میں محسوس کر سکو - تو تم زندگی کی مشکلات پر
غالب آسکتے ہو - اور اُس وقت تم زندگی کے کاروبار
اور تعلقات کو پورا کر سکتے ہو - اور فکر تمہارے پاس
نہیں آسکتی - تمہاری زندگی خوشتر ہوگی - اور تمہاری
موت خوشگوار - الغرض یہ کہ تم زندگی کے اصل راز سے
ماہر ہو جاؤگے اور مدت کی تربیت اور تعلیم کے بعد زندگی
کے اُتار چڑھاؤ اور مشکلات کو بس میں کر سکوگے تو تم
اس زندگی کی جنگ کو لڑنے کے قابل ہو سکوگے *

عجلت اور پریشانی سے بچو - آجکل لوگوں
میں یہ مادّہ پیدا ہو گیا ہے کہ کسی کام کو عجلت کے ساتھ
انجام دینے اور اُسکے لئے بہت پریشان اور فکرمند
رہتے ہیں - لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے - تم کبھی پریشانی
کو پاس تک بھی نہ آنے دو - بلکہ اُس کے پنجہ سے
نکلنے کے لئے فکر کرو - چاہے کسی اور طریقہ میں اپنے

کام کو انجام دو - لیکن گھبراہٹ کے ساتھ نہیں ورنہ تم میں عجلت شعاری پیدا ہو جائیگی اور تم کو زندگی کا کاروبار ایک بار گراں معلوم دیگا - اس سے تمہارے دل و دماغ اور جسم کو نقصان پہنچیگا - اور صحت خراب ہو جائیگی - جس قدر زیادہ تمہارے دماغی قوئے میں تحریک کام کرینگی اُسی قدر تمہارا جسم کمزور ہوگا اور تھکیگا +

ایک مثل مشہور ہے کہ " تیز رفتاری ہلاکت کا باعث ہوتی ہے " یہ مثل اُن عجلت شعار مردوں اور عورتوں کی زندگی پر صادق آتی ہے جو کام کو گھبراہٹ کے ساتھ انجام دیتے ہیں - اُس سے صحت کو نقصان ہوتا ہے - اور انسان کی زندگی خراب ہو جاتی ہے - یہاں تک کہ موت جلد تر اُسکے بلانے کے لئے آجاتی ہے - ڈاکٹر - واعظ - مدبر اور لٹریری لوگ کہتے ہیں اور بالکل درست کہتے ہیں کہ عجلت اور گھبراہٹ سے اعصاب کمزور ہو جاتے اور دماغ خراب ہو جاتا ہے - کیونکہ اُن پر حد سے زیادہ زور اور حد سے بار پڑتا ہے - اور اُن کی حالت کچھ عجیب قسم کی ہو جاتی ہے - اُنکو ہل جوتنے والے کی سی محنت معلوم نہیں ہوتی - بلکہ اُس شخص کی سی مشقت جسے ہل کھینچنا ہو +

ایسے لوگوں کی مثال اُن گھوڑوں کی سی ہے جو ہر دم گاڑی میں جُتے اور دوڑتے رہتے ہیں - جن کو ایک گھڑی چین نہیں ملتا - اسی لئے ایسے لوگوں کے اعصاب اور ہر قسم کے قوئے قبل از وقت جواب دے جاتے ہیں - بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت دن بھر عجلت میں مصروف رہے - کھانا کھانے میں تعجیل - کام کرنے میں عجلت - چلنے میں گھبراہٹ - عبادت میں عجلت *

جہاں تک مدبروں کی رائے ہے عجلت کمزور صحت کی علامت ہے - کیونکہ وہی شخص کسی کام میں جلدی کرتا ہے جسے اپنی طاقت وصحت پر پورا بھروسہ نہیں ہوتا - برعکس اسکے جس شخص کو اپنی طاقت اور صحت پر اعتماد ہوتا ہے وہ کسی کام کو دھیرج اور اطمینان کے ساتھ کرتا ہے - عجلت ہی کے باعث فی زمانہ بہت سے لوگوں کو اُن کے جسمانی اور دماغی قوئے جواب دے چکے ہیں - بعض اوقات عجلت شعاری کے ہاتھوں انسان کی زندگی جوانی ہی میں دوبھر ہو جاتی ہے +

دیکھنے میں آیا ہے کہ شفاخانوں - اسپتالوں اور صحت بخش مقامات میں ایسے لوگوں کی کثرت رہتی ہے جن کا نظام جسمانی جوانی ہی میں بگڑ جاتا ہے اور جو اُس کی درستی کے لئے فکرمند ہوتے ہیں - عجلت سے ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان کا ہاضمہ بالکل کمزور ہو جاتا ہے - قوئے مضمحل ہو جاتے ہیں - اعصاب سُست پڑ جاتے ہیں - اور بعض بعض کو تو دیوانگی کی شکایت ہو جاتی ہے +

جس شخص کے اعصاب اور اعضا میں اضمحلال واقع ہو جاتا ہے وہ نہ تو کام ہی کر سکتا ہے اور نہ آرام ہی وہ نہ تو قدرت کے قانون سے نفع اُٹھا سکتا ہے اور نہ انسانی ایجاد سے - ایسے لوگوں کو نہ تو ادویہ سے - نہ ورزش سے - اور نہ محرک چیزوں کے استعمال سے نفع ہوتا ہے - یہاں تک کہ وہ اور اُن کے معالج دونوں ہی کو یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ اُنکی صحت خواب وخیال اور اُن کی شکایت دور ہونی ناممکن +

ایسے لوگوں کی صحت اگر پھر درست ہوسکتی ہے
تو آرام کرنے اور دوا کھانے سے اور ساتھ ہی عجلت
کی عادت ترک کر دینے سے ۔ صحت کا نعم البدل اس
دُنیا کی کوئی شے نہیں ہوسکتی ۔ اگر تمہاری صحت کسی وجہ
سے خراب ہو جائے تو معقول طریقہ میں علاج کراؤ ۔
آرام کرو ۔ گھبراہٹ و پریشانی کو پاس بھی نہ پھٹکنے دو ۔

گھبراہٹ اور عجلت سے جن لوگوں کے قوئے
خراب ہو جاتے ہیں اُن کو سب سے پیشتر بدخوابی ستاتی
ہے ۔ راتوں کو نیند یا تو بالکل ہی نہیں آتی ۔ اور اگر آتی
ہے تو سوتے سوتے آنکھ کھُل جاتی ہے ۔ یا نیند بہت
دیر میں آتی ہے ۔ آجکل مردوں اور عورتوں دونوں
ہی کو یہ شکایت پیدا ہوگئی ہے ۔ اور اس لئے لوگ خواب آور
اور مسکن چیزوں کا استعمال کرتے ہیں ۔ نرم بستر استعمال
کرتے ہیں ۔ اور مختلف ترکیبوں سے کام لیتے ہیں ۔
بعض لوگ ساحل سمندر کا قیام اختیار کرتے ہیں ۔

بعض لوگوں کو بدقت تمام اور رفتہ رفتہ اور
بڑی ترکیبوں اور حکمتوں سے صحت حاصل ہو جاتی ہے
لیکن جب کچھ عرصہ بعد وہ پھر کاروبار میں ہاتھ لگاتے ہیں
تو صحت پھر جواب دے جاتی ہے ۔ پس جن لوگوں کی
صحت بالکل خراب ہو جائے اُنہیں فرحت بخش ہوا میں
رہنا چاہئے ۔ دھوپ میں ۔ سمندر کے کنارے ۔ اور
مرغزاروں میں ۔ کیونکہ یہ قدرتی باتیں جسم کو آرام طبیعت
کو سکون اور دل کو سرور عطا کرتی ہیں ۔

لوگوں کو جملہ کاروبار زندگی میں صرف اس اصول
کو مد نظر رکھنا چاہئے کہ "جو کوئی اپنی طاقت سے حد سے
زیادہ کام لیتا ہے وہ نقصان اُٹھاتا ہے ۔ خواہ وہ
مذہبی خدمت انجام دیتا ہو اور خواہ کوئی اور کام کرتا ہو"
ایسے لوگوں کو جو عجلت شعار ہیں یا حد سے زیادہ محنتی
ہیں ڈنکے کی چوٹ کہے دیتا ہوں کہ "اُسے صحت کی دوبارہ
رونمائی نہیں ہوسکتی" ۔

جو لوگ احتیاط سے کام نہیں لیتے ۔ جو دوراندیش
نہیں ہوتے ۔ جو ہفتہ کا کام ایک ہی دن میں ختم کرنا
چاہتے ۔ اور جو ہتیلی پر سرسوں جماتے ہیں اُن کو یاد رکھنا
چاہئے کہ اُن کی یہ کوشش اُن کے حق میں زہر قاتل
سے بڑھکر ثابت ہوگی ۔ اور اُن کو اپنی موجودہ حماقت
اور نادانی کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا ۔

ایک اور خرابی جو اِس زمانہ میں روزافزوں ترقی
کر رہی ہے یہ ہے کہ ڈاکٹر اور طبیب اُن چیزوں کا
استعمال روا رکھتے ہیں جن سے تھوڑے عرصہ کے
لئے نفع ہوتا ہے ۔ اور جس قدر نفع ہوتا ہے اُس سے
زیادہ نقصان ۔ کیونکہ وہ محرک چیزیں استعمال کراتے
ہیں جو نفع کم اور نقصان زیادہ کرتی ہیں ۔ کچھ تو لوگوں کی
اپنی نادانی سے اور کچھ ڈاکٹروں کی عنایت سے پاگل خانوں
میں دیوانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے ۔ اور اگر یہی حالت
رہی تو پاگل خانوں میں جگہ ہی نہ رہیگی ۔

جن لوگوں کو عصبی شکایت ہو ۔ جنکے قوئے پر کام کا
زیادہ بار پڑتا ہو ۔ اور جو لوگ عجلت شعار ہوں اُنکو احتیاط
کرنی چاہئے ۔ اور اُن عادات کو ترک کر دینا چاہئے جو
اور زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں ۔

گھبراہٹ اور عجلت ۔ بے آرامی ۔ بے چینی وغیرہ
کا بہترین علاج یہ ہے کہ اُن باتوں سے کام لیا جائے
جو واقعی نفع بخش ہیں ۔ اور جنکے ذریعے جسمانی راحت
نصیب ہوتی ۔ دماغی سکون ملتا اور قلبی مسرت حاصل ہوتی ہے
اور جسکا ذکر "دماغی حالت" کے عنوان کے تلے مفصل طور پر کیا جائیگا ۔

خبر رسانی کی پچاس سالہ تاریخ

۱۸۵۳ء میں خبر رسانی کا وہ آلہ رائج تھا جسے مسٹر کک اور مسٹر وہیٹسن نے ایجاد کیا تھا۔ اور جو دو سوئیوں کے ذریعے کام دیتا تھا۔ اُسکی بیٹری گندھک کے تیزاب اور ریت سے بنائی جاتی تھی مگر بعض ریلوے لائنوں پر ایک اور ہی قسم کا آلہ رائج تھا +

الیکٹرک ٹیلیگراف کمپنی جو ۱۸۴۶ء میں قائم کی گئی تھی اُس کا نام بعد میں الیکٹرک اینڈ انٹرنیشنل ٹیلیگراف کمپنی رکھا گیا۔ اس کمپنی نے خبر رسانی کا کام صرف ریلوے لائنوں تک محدود رکھا۔ اُس کے دفاتر اکثر اسٹیشنوں پر تار گھروں میں ہوتے تھے۔ محصول خبر فاصلہ کے لحاظ سے لیا جاتا تھا۔ چنانچہ لنڈن سے ایڈنبرا تک خبر کا محصول ۱۰ یا ۱۲ شلنگ تھا۔ اور یہ خبر درمیان میں کئی جگہ روک کر آگے روانہ کی جاتی تھی۔ اس کمپنی کے آلۂ خبر رسانی میں دو تاروں سے کام لیا جاتا تھا۔ مگر آجکل تو ایک ہی تار پر دو طرف دو دو یعنی چار خبریں ایک ہی ساتھ روانہ کی جاتی ہیں +

اب سے ۵۰ سال پیشتر تار جن کے ذریعے خبر روانہ کی جاتی ہے بہت ہی خراب بنائے جاتے تھے۔ اور تار سے بجلی علیحدہ کرنے کا طریقہ بہت ہی ناقص تھا۔ اس لئے خبریں بہت آہستہ اور بڑی دیر میں پہنچتی تھیں اگر تار میں کوئی سوراخ ہوجاتا تو چند میل کے فاصلے پر بھی خبر روانہ کرنا دشوار ہوجاتا تھا۔ اُس زمانہ میں تار لوہے کے بنائے جاتے تھے اور پھر اُن میں بجلی کے قبول کرنے کی خاصیت پیدا کی جاتی تھی۔ اور جب کبھی طوفان آجاتا تھا تو تار کام نہیں دیتے تھے۔ مگر آجکل تو کبھی کبھی وہ تار کام دینے سے رُک جاتے ہیں جو زمین کے اندر ہوکر لگائے جاتے ہیں +

کک اور وہیٹسن کے آلات کے علاوہ اور کئی آلات خبر رسانی بھی رائج تھے۔ ایک آلہ جس کا نام ہینلیز میگنیٹک نیڈل تھا اُسے میگنیٹک ٹیلیگراف کمپنی استعمال کرتی تھی۔ دوسرے آلہ کا نام ہینلیز سنگل نیڈل تھا۔ اُسے برٹش ٹیلیگراف کمپنی استعمال کرتی تھی۔ یہ آخری آلہ بڑا ہی تکلیف دہ تھا۔ اور اُس سے خبر کو درمیان میں روک کر آگے روانہ کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ اور نیز خبر کے پڑھنے میں۔ آخرکار یہ دونوں کمپنیاں مل کر ایک ہوگئیں اور اُن کا مشترکہ نام برٹش اینڈ آئرش میگنیٹک ٹیلیگراف کمپنی رکھا گیا۔ اور سوئی دار آلات کا رواج اُٹھا دیا گیا۔ اُس وقت ایک نیا آلہ جسے برائٹس بیل کہتے تھے اور جس کا موجد سر چارلس برائٹ تھا رائج کیا گیا۔ یہ ایک عجیب و غریب آلہ تھا۔ کیونکہ اُس میں ایک کل میں دو گھنٹے مختلف آواز دینے والے لگے ہوئے تھے۔ یہ آلہ دو تالیوں کے ذریعے کام دیتا تھا۔ اُس میں جس قدر تیزی کے ساتھ کام کیا جاتا تھا اُس قدر تیزی کے ساتھ کسی اور ہاتھ سے کام دینے والے آلہ سے نہیں ہوسکا۔ کام کرنیوالا شخص دونوں گھنٹوں کے بیچ میں اپنا سر رکھ کر دونوں کان گھنٹوں کے پاس لگاتا اور خبر حاصل کرتا تھا +

چونکہ اِس آلہ کا لگانا اور اُس سے کام لینا ذرا دقت طلب تھا۔ کیونکہ آلہ بڑا پیچیدہ تھا۔ اس لئے

اُسے ڈاک خانہ کے تار گھروں نے ۱۸۷۰ء تک استعمال کیا۔ الیکٹرک کمپنی نے جاری ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک کیمیکل ٹیلیگراف (آلہ تار برقی جو کیمیائی ترکیب سے کام دیتا ہے) جاری کیا۔ جسے ایڈنبرا کے ایک گھڑی ساز الگزنڈر بیین نے ایجاد کیا تھا۔ اس آلہ میں دو باتوں کا اضافہ کیا گیا تھا۔ ایک وہیٹسٹن کے اصول کو ترقی دی گئی تھی جس کے ذریعے آلہ خود بخود آواز دیکر پیغام کو بتاتا ہے۔ دوسرے کام کرنے کے طریقہ میں تیز رفتاری پیدا کر دی گئی تھی۔ یہ نہایت سادہ آلہ تھا۔ ایک کاغذ جو کیمیائی ترکیب سے بنایا جاتا تھا وہ ایک بیلن پر سے خود بخود کھنچا جاتا تھا۔ یہ بیلن ایک گھڑی اور ایک وزن کے ذریعے حرکت کرتا تھا۔ ایک سوئی یا قلم بیلن کے اوپر ایک ڈھلوان رُخ پر لگا ہوتا تھا۔ اور جب کنجی یا کمانی کے ذریعے دوسرے اسٹیشن کی بیٹری سے لگا ہوا تار کھول دیا جاتا تھا تو کاغذ کے ٹکڑے پر بجلی کی لہروں کے ذریعے نیلگوں نشان نمودار ہوتے تھے۔ جن میں سے بعض فوراً ہی دیر تک قائم رہتے تھے اور بعض زیادہ دیر تک +

اس کے بعد مورس صاحب نے ایک اور آلہ خبر رسانی بنایا۔ ابتدا میں وہ ایک بھدا آلہ تھا اور ایک گھڑی کی مانند ایک کمانی کے ذریعے کام دیتا تھا۔ اُس میں بھی کاغذ لگا ہوتا تھا جو ایک سوئی کے ذریعے ٹھیرا یا رُکا رہتا تھا اور جب بجلی کی لہریں اُس تک پہنچتی تھیں تو اس پر مورس صاحب کی ایجاد کی ہوئی حروف تہجی کے نشانات نمودار ہوتے تھے۔ اس ہی راستے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آواز جو آلہ میں سے نمودار ہوتی ہے اُسکے ذریعے خبر رسانی کا کام انجام دیا جائے +

اس آلہ میں ایک جگہ حرکات جاکر جذب ہو جاتی تھیں اور ایک سیاہی بھرے ہوئے برتن میں ہو کر ایک جگہ گردش کرتا تھا جسکے باعث حرکات کے نشانات کاغذ پر نقش ہو جاتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد آلہ نشانات کی جگہ آواز دینے والا آلہ لگایا گیا۔ یہ ایک عظیم انقلاب تھا۔ کیونکہ اُس کی ایجاد سے آلہ خبر رسانی میں سے وہ کل جو گھڑی کی مانند تھی دُور کر دی گئی۔ اور اُسکی جگہ ایک لکڑی پر جو ۶ انچ لمبی اور ۳ انچ چوڑی تھی ایک سلاخ اور دو پتھیاں تار کی لگائی گئیں۔ اس ترمیم کے بعد آلہ آواز دینے لگا +

اس کے بعد وہیٹسٹن صاحب کا ایجاد کردہ آواز دینے والا ایجاد جاری کیا گیا۔ اُس میں خبر علامات کی صورت میں ایک کاغذ پر نقش ہو جاتی ہے۔ جو ایک آلہ میں جسے ٹرانسمیٹر کہتے ہیں رکھ دیا جاتا ہے۔ اور یہ آلہ ایک منٹ میں ۴۰ سے لے کر ۲۰۰ تک الفاظ روانہ کرتا ہے۔ نشانات آواز کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر اس طریقہ میں زیادہ تر خبریں اخباروں کو روانہ کی جاتی ہیں کیونکہ یہ خبریں طول طویل ہوتی ہیں۔ اور اسی آلہ کے ذریعے آسانی کے ساتھ روانہ ہو سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ اس آلہ میں پہلے خبر کے الفاظ نشانات کی صورت میں ایک کاغذ پر نقش کئے جاتے ہیں اور پھر آوازوں کی شکل میں منتقل کئے جاتے ہیں۔ اس لئے خبر کے روانہ کرنے میں دیر ہو جاتی ہے اور اسی لئے اس آلہ کو سرکاری خبروں کے روانہ کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے +

وہیٹسٹن کا آلہ نہایت خوبصورت اور نازک تھا۔ اُس میں بہت سی ترمیمات کے بعد اُسے ڈاک خانہ کے تار گھروں میں رواج دیا گیا۔ اب وہ نہایت مکمل آلہ ہے۔ اور آجکل لندن اور طہران کے درمیان اُن

خبروں کے روانہ کرنے کے لئے رائج ہے جو براہ راست ان دونوں مقامات میں آتی جاتی ہیں۔ ان دونوں مقامات میں ۴ ہزار میل کا فاصلہ ہے اس لئے یہ تار برقی کا سلسلہ سب سے لمبا سلسلہ ہے ٭

اس کے بعد یونائیٹڈ کنگڈم ٹیلیگراف کمپنی نے ٹائپ پرنٹنگ آلہ خبررسانی کے لئے رائج کیا۔ جسے پروفیسر ڈیوڈ ہیوجز نے جاری کیا تھا۔ جب ٹائپ کا پہیہ اپنی اصلی جگہ ہوتا ہے تو یہ آلہ ایک چھوٹی سی بجلی کی لہر خارج کرتا ہے۔ اور اسی سے ایک حرف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات خاص خاص حالت کے لحاظ سے ایک ہی لہر سے پانچ پانچ حروف پیدا ہو جاتے ہیں۔ حروف رومی حروف کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور تار کے دوسرے سرے پر خواہ وہ دور ہو یا نزدیک نمودار ہو جاتے ہیں۔ اس آلہ میں یہ ایک خاص بات ہے۔ مگر اس آلہ میں ایک نقص تھا کہ وہ ایک بھاری وزن کے ذریعے چلتا تھا مگر اب تو اس میں ایک موٹر (حرکت دینے والا پرزہ) لگا دیا گیا ہے۔ مزید براں اور ترمیمات بھی کر دی گئی ہیں۔ ابتدا میں یہ آلہ ڈاک خانوں میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ بحری خبررسانی کی کمپنیوں میں ٭

جب براعظم یورپ کی سلطنتوں نے بحری خبررسانی کے سلسلہ کو ترک کر دیا اور اسکی جگہ ڈاک خانہ کے تارگھروں کو رائج کیا گیا تو ہیوجز کے آلہ کو جاری رکھا۔ ہیوجز کا آلہ دہری خبریں بھی روانہ کر سکتا ہے۔ اور اس طرح ایک گھنٹے کے عرصہ میں۔ ۱۵۰ خبریں بحری خبررسانی کے سلسلہ میں روانہ کی جا سکتی ہیں۔ اور کام کی یہ تعداد بحری سلسلہ کے لحاظ سے نہایت حیرت انگیز ہے۔ اس آلہ کے ذریعے وائنہ اور بڈاپیسٹ تک خبریں براہ راست روانہ کی جاتی ہیں ٭

تار خبر کے لحاظ سے ڈاک خانوں میں بھی بڑا انقلاب ہو گیا ہے۔ اب سے ۵۰ سال پہلے ان میں دو آلات ہوتے تھے۔ مگر اب تو بعض بعض ڈاک خانوں میں تیس تیس سے زیادہ آلات ہیں۔ یہ آلات بیش قیمت ہوتے ہیں۔ انگلستان کا سنٹرل ٹیلیگراف آفس واقع سینٹ مارٹنز گرانڈ میں ایک بڑا تار گھر ہے۔ جو ایک کارخانہ سے کسی طرح کمتر نہیں۔ اور علاوہ خبررسانی کے آلات کے اور بہت سے آلات جن کے ذریعے بجلی کی لہریں معلوم کی اور آلات درست کئے جاتے ہیں۔ مزید براں کرانومر جسے انگلستان کا ٹائم کیپر کہنا بیجا نہ ہوگا۔ وہ دس بجے دن کے اور ایک بجے رات کے گرینوچ کا وقت برطانیہ کے ہر حصہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اسے کرامول فلیٹ وڈ وارلے نے جو علم برق کا ایک زبردست موجد تھا بنایا تھا اور جس اصول پر کہ وہ ایجاد کیا گیا تھا اسی پر اب تک کام دے رہا ہے۔ اسکے ذریعے ایڈنبرا کیسل پر ایک توپ چلتی ہے اور ٹھیک وقت بتا دیتی ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات بڑی مشکل سے آتی ہے کہ اس آلہ کے ذریعے ایک توپ جو اسقدر بلندی پر رکھی ہوئی ہے کس طرح چل سکتی ہے ٭

بہت لوگ صرف زمانہ حال کے لیے محنت کرتے ہیں اور بعض صرف مستقبل کے لئے۔ لیکن عقلمند حال اور مستقبل دونوں کے لئے ٭
بے محنت کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ٭

شادی کے متعلق توہمات

یورپ میں بیاہ شادی کے متعلق توہمات اس روشنی کے زمانہ میں بھی رائج ہیں جن میں بعض تو بہت پرانے ہیں چنانچہ اووڈ شاعر لکھتا ہے کہ شادی کے لئے مئی کا مہینہ اہل روم منحوس سمجھتے تھے ۔ اور اُن کا عقیدہ تھا کہ جو عورت اس مہینہ میں شادی کرتی ہے یا تو اُسکے اولاد پیدا ہی نہیں ہوتی ۔ یا پہلا بچہ پاگل یا کسی سخت مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے ۔ اور یا میاں بیوی میں اَن بن رہتی ہے ۔ خود اووڈ نے جب اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہی تو اس وہم میں مبتلا تھا کہ "کون سے ایام نحس ہیں اور کون سا چاند سعید" یورپ میں عام خیال ہے کہ "اگر ماہ مئی میں شادی کروگے تو کف افسوس ملوگے" آجکل یورپ کی مسیحی کلیسیا میں یہ وہم رائج ہے کہ روگیشن ہفتہ (وہ ہفتہ جس میں روزے رکھے جائیں) اور وہٹ سنڈے کے درمیان شادی نحس ہوتی ہے ۔

اسی طرح ایام صیام (روزہ) بھی شادی کے لئے منحوس خیال کئے جاتے ہیں جیساکہ اس مثل سے ثابت ہوتا ہے کہ "اگر روزوں میں شادی کروگے تو پچھتاؤگے"

گزشتہ زمانہ میں اہل لندن اتوار کے دن شادی کیا کرتے تھے ۔ یہ رسم سارے برطانیہ عظمے میں پھیل گئی ۔ ملکہ الزبتھ کے زمانہ کے ناٹکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شادیاں ہفتہ کے پہلے دن ہوا کرتی تھیں ۔ پیٹروخیو نے اپنی معشوقہ کیتھرن سے شادی کے بارہ میں کہا تھا کہ "ہم دونوں نے اتوار کے دن شادی کرنے کا ارادہ کرلیا ہے" اور رخصت ہوتے وقت خود کیتھرن سے کہا کہ "آؤ پیاری مجھے بوسہ دو ۔ اتوار کو ہماری شادی ہوجائیگی"

پرتھ شائر میں اگر شادی کا اعلان ایک سہ ماہی کے اخیر میں کیا جائے اور شادی دوسری سہ ماہی کے شروع میں کی جائے تو منحوس خیال کی جاتی ہے ۔ ورسسٹر میں ایک عورت اپنی شادی کا اعلان اس وہم کے باعث سننے نہیں گئی کہ اگر وہ اعلان سُنیگی تو اُسکی اولاد گونگی ہوگی ۔ جب لوگوں نے نہ جانے کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگی کہ اُسکی ایک سہیلی جس نے اپنی شادی کی پکار سُنی تھی اُسکے چھ بچے گونگے اور بہرے پیدا ہوئے تھے"

شادی کی انگوٹھی کا گم ہونا یا ٹوٹ جانا یا تو کسی مصیبت یا خاوند یا بیوی کی موت کی علامت سمجھا جاتا ہے ۔ چنانچہ [illegible] کی ایک عورت اپنے خاوند کی وفات پر ایک رشتہ دار کو لکھتی ہے کہ ابھی حال میں میری شادی کی انگوٹھی ٹوٹ گئی تھی ۔ میرے خاوند کی وفات کا یہی باعث ہے ۔ میری بہن کا خاوند بھی اُسکی شادی کی انگوٹھی گم ہوجانے کے بعد ہی فوت ہوگیا تھا ۔ اگر شادی کی انگوٹھی غلطی سے یا کسی حادثہ سے اُتر آئے تو بھی میاں یا بیوی کی موت کی علامت ہے ۔ چنانچہ ایک عورت جو جزیرۂ جمیکا میں دریا میں نہانے گئی اُسکی انگوٹھی ڈھیلی ہونے کے باعث دریا میں گر پڑی ۔ اور تلاش کرنے پر بھی نہ ملی ۔ اس سے کل خاندان کو خوف ہوگیا کہ جلد تر کوئی موت واقع ہوگی ۔ اس لئے بازار سے نئی انگوٹھی لاکر بیوی کو پہنائی گئی ۔ اُس وقت خوف دُور ہوا ۔ شادی کی انگوٹھی کا گھِس کر ٹوٹنے کے قریب ہوجانا بھی میاں یا بیوی کی موت کی نشانی خیال کی جاتی ہے ۔ اسی لئے آجکل شادی کی انگوٹھی گزشتہ زمانہ کی نسبت زیادہ موٹی بنوائی جاتی ہے ۔ لوگوں میں یہ وہم بھی پایا جاتا ہے کہ شادی کی انگوٹھی کو گوہیری پر لگانے سے سخت ہوجاتی ہے ۔ اگر انگوٹھی نہ ہو

تو جس انگلی میں وہ پہنی جاتی ہے اُس سے گوہیری کو گھس دینے سے صحت ہو جاتی ہے۔ سمرسٹ شائر کے لوگوں کا یقین ہے کہ شادی کی انگوٹھی والی انگلی کو زخم پر لگانے سے زخم اچھا ہو جاتا ہے۔ آئرلینڈ میں شادی کی سنہری انگوٹھی مبارک خیال کیجاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو سنہری انگوٹھی بنوانے کی توفیق نہیں ہوتی وہ کسی اور سے انگوٹھی مانگ لیتے ہیں جو رسم شادی ادا ہونے کے بعد واپس کردی جاتی ہے۔ بقول مسٹر وڈ آئرلینڈ کے بعض گرجوں میں تو پادری کے پاس ایک سنہری انگوٹھی رکھی رہتی ہے جس سے غریبوں کی شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے*

شروپ شائر میں یہ رسم ہے کہ جوان لڑکے اور لڑکیاں آدھی رات کو قبرستان سے اینٹ لا کر اور تکیہ کے نیچے رکھکر سو جاتے ہیں۔ رات کو خواب میں انکا آئندہ بیوی یا خاوند انکو دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح سینٹ اگنس کیٹس کے تہوار کے دن لڑکے اور لڑکیاں آدھی رات کو فراہم ہوتے اور کسی کھیت میں باری باری سے جاکر بیج پھینکتے اور یہ کہتے ہیں "اے اگنس زاہدہ مجھے میرا خاوند یا بیوی دکھا دے" گھر جاکر وہ آئنہ دیکھتے ہیں اُس میں خاوند یا بیوی کی شکل نظر آجاتی ہے۔ اگر اُس روز شکل نظر نہ آئے تو سینٹ مرقس کے تہوار کی آدھی رات کو ضرور دکھائی دے جاتی ہے*

مڈسمر ایو (وہ روز جو گرمی کا وسط ہو اُسکی شام سے مراد ہے) کو لڑکیاں آدھی رات کو اپنے مکان کا دروازہ جو سڑک کی جانب ہو کھلا رکھتی ہیں اور ایک میز پر روٹی۔ پنیر اور شراب رکھکر اُسکے پاس بیٹھ جاتی ہیں۔ جو شخص جس لڑکی کا آئندہ خاوند ہوتا ہے وہ آتا ہے اور شراب گلاس میں بھر کر لڑکی کا جام صحت نوش کرتا اور اُسے جھک کر سلام کرتا ہے۔ پھر دوسرا گلاس بھر کر اور میز پر رکھکر چلا جاتا ہے*

ڈورسٹ شائر میں لڑکیاں اسی رات کو اپنے دونوں جوتے ایک دوسرے پر اس طرح رکھ دیتی ہیں کہ حرف ٹی T کی شکل بن جاتی ہے۔ اس سے رات کو انکو خواب میں انکا خاوند نظر آتا ہے۔ بعض مقامات میں کنواری لڑکیاں ایک کمرے میں بیٹھ جاتی ہیں۔ مگر آپس میں باتیں نہیں کرتیں۔ اور ہر لڑکی جتنی عمر اسکی ہوتی ہے اتنے ہی بال اپنے سر سے توڑتی ہے اور انہیں ایک پھول کے ساتھ جسکا نام عشق پیچاں ہے ایک کپڑے میں باندھتی ہے۔ جب رات کو ایک بجتا ہے تو وہ بالوں کو ایک ایک کرکے جلاتی ہے۔ اور یہ کہتی جاتی ہے کہ "اے میرے آئندہ پیارے خاوند میں تجھے یہ نذر چڑھاتی ہوں۔ آ۔ اسی وقت مجھے دیدار دکھا" فی الفور خاوند کا سایہ نظر آتا ہے۔ مگر ہر لڑکی کو اپنے ہی خاوند کا سایہ۔

مڈسمر ایو کے دن لڑکیاں ہمپ سن کے تخم بوتی ہیں۔ جسکے بوتے وقت یہ کہتی جاتی ہیں کہ "میں یہ بیج بوتی ہوں کہ جو کوئی میرا خاوند ہو وہ آکر اسے کاٹے" اُسوقت انکو خاوند نظر آجاتے ہیں۔ مزید براں بعض مقامات میں دو لڑکیاں ایک روٹی پکاتی ہیں جسکے پکاتے وقت بالکل خاموش رہتی ہیں۔ اسی لئے اس روٹی کو گونگی روٹی کہتے ہیں۔ دو اُسے بناتی۔ دو پکاتی اور دو ہی توڑتی ہیں۔ اور تیسری لڑکی اُس کا ایک ایک ٹکڑہ ہر لڑکی کے تکیہ رکھ دیتی ہے۔ خواب میں انکو خاوند دکھائی دیتا ہے۔ ڈیون شائر میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اسی دن گلاب کا پھول توڑ کر کہیں رکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی انکو پھول توڑتے وقت نہ دیکھے تو پھول بڑے دن تک جیسے کا تیسا ہی رہتا ہے۔ اس پھول کو بڑے دن کے دن پوشاک میں لگا کر گرجہ جاتے ہیں۔ جو کوئی اُس پھول کو لے لیتا ہے وہی پھول لگانے والے کا یا تو خاوند یا بیوی بنتا ہے۔ کیمبرج شائر میں اسی دن جوان لڑکی اور لڑکا اپنے جوتہ میں ایک لونگ رکھ کر

سیر کو نکلتا ہے۔ راستہ میں جو پہلا شخص ملتا ہے وہی یا کم از کم
اُس کا ہم نام اُس کا بیوی یا خاوند ہوتا ہے +
گزشتہ زمانہ میں شادی کے دن روزمیری (ایک قسم
کا پھول) ہاتھوں میں شادی کی رسم ادا کئے جانے کے وقت
رکھتے تھے۔ ایک اور وہم یہ ہے کہ دُلھن گرجہ جانے کے لئے
شادی کے دن لباس زیب بدن کرنے کے بعد آئینہ نہیں
دیکھتی۔ بلکہ اُس دن آئینہ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر
گرجہ جاتے وقت راستہ میں بارش ہو تو دُلھن کی بدقسمتی کی
علامت ہے۔ لیکن اگر دھوپ کھلی رہے تو خوش نصیبی کا نشان
ہے۔ جیسا کہ ہیرک شاعر لکھتا ہے کہ "وہ دُلھن مبارک ہے
جس پر دھوپ چمکتی رہے" +
اگر راستہ میں دُلھن کو مینڈک یا مکڑی دکھائی دے تو
سعید ہے۔ لیکن اگر کُتا۔ بلی۔ خرگوش۔ چھپکلی یا سانپ نظر
آئے تو منحوس۔ اور اکثر دُلھنیں ان میں سے کسی کو دیکھ کر
خوف کے مارے غش کھا جاتی ہیں۔ یہ وہم قدیم تر ہے۔ پلاٹس
نے سرکوس (ایک قسم کا پالتو باز) کو علامت سعید قرار دیا ہے +
پھلوں میں سیب سعید ہے۔ اگر اُسے اس طرح چھیلا
جائے کہ چھلکا نہ ٹوٹنے پائے اور چھلکا اُلٹے شانے پر سے
پھینکا جائے تو اُسکے گرنے سے جس حرف کی شکل بنیگی وہی
لڑکی کے خاوند کے نام کا پہلا حرف ہوگا۔ اگر لڑکی بال کاٹتے
وقت آئینہ کے سامنے ایک ہاتھ میں سیب لیکر کھاتی جائے
تو اُلٹے شانہ پر اُسکا خاوند جھانکتا ہوا شیشہ میں نظر آئیگا۔ ایسکس
میں چند نوجوان لڑکے یا لڑکیاں ایک تار میں ایک سیب جس وہ
اپنا نام لکھ دیتے ہیں لگا کر آگ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔
جسکا سیب پہلے گرتا ہے اُسکی شادی پہلے ہوتی ہے جسکا سیب
اخیر میں گرتا ہے وہ عمر بھر مجرد رہتا ہے۔ لنکا شائر میں سیب
کے ذریعے خاوند کا مکان معلوم کیا جاتا ہے۔ لڑکی جو اپنے
خاوند کا گھر معلوم کرنا چاہتی ہے وہ ایک سیب کو لیکر ایک کمرے میں
دوڑنے اور ایک حلقہ بنانے لگتی ہے اور ساتھ سیب کی گٹھلی کو
سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور اُنگلی سے دباتی ہے۔ جس طرف
کو گٹھلی چٹکی سے نکل کر جا پڑتی ہے اُسی طرف خاوند کا مکان
سمجھا جاتا ہے۔ گٹھلی دباتے وقت لڑکیاں یہ کہتی ہیں کہ "گٹھلی
گٹھلی مجھے بتا۔ کس جا ہے رہتا میرا پیا" ہالیول صاحب
لکھتے ہیں کہ اُنکے زمانہ میں لڑکیاں اُس پیاز کو جسے "سینٹ ٹامس
کی پیاز" کہتے ہیں ایک کپڑہ میں باندھکر اور سرہانے رکھکر یہ کہتی
ہیں کہ "اے سینٹ ٹامس مجھے آج شب کو میرے خاوند کا
دیدار کرا دے تاکہ میں اُس سے بغلگیر ہوں" +
برک شائر میں گیاہ کے دو پھولے ہوئے خوشے لیکر ایک کو
مرد اور دوسرے کو عورت قرار دیا جاتا ہے۔ پھول توڑ کر خوشوں کو
پتھر کے نیچے دبا دیتے ہیں۔ اگر صبح اُن میں پھول نکل آئیں تو اس
بات کی علامت ہے کہ میاں بیوی میں محبت قائم رہیگی۔ ڈیون شائر
میں جو پتیا لونگ اور ایک پتیا تمباکو کی کونپل لیکر ایک جگہ رکھی
جاتی ہے۔ جب ان ختم ہو جاتا ہے تو خاوند نظر آتا ہے +
انگلستان میں اکثر جگہ لوگ اپنے ساتھ ایک پھول جسے
کنواروں کا بٹن کہتے ہیں جیب میں رکھکر معشوقہ کے پاس جاتے
ہیں۔ اگر وہ کھل جائے تو معشوق اُن کا ہو جائیگا۔ اگر نہ کھلے تو
نہیں ہوگا۔ شکسپیر نے اسکا ذکر "میری وائیف آف ونڈسر"
میں کیا ہے +
اگر دُلھن کی کنواری بہنیں ہوں تو جب دُلہا دُلھن سیر کو
جائیں دروازہ پر گرم پانی ڈال دیا جاتا ہے۔ اُسکے خشک ہونے
سے پیشتر کسی دوسری بہن کی شادی کا انتظام ہو جاتا ہے۔
یارک شائر کے محلہ ایسٹ رائڈنگ میں جب دُلھن گرجہ سے
آکر باپ کے گھر پر اُترتی ہے تو وہ کیک کے ٹکڑوں سے لدی
ہوتی ہے۔ جو لوگ سڑک پر کھڑے ہوں اُن پر کھڑکیوں سے کیک

حکمت کے موتی

(مشرق سے)

سات مرتبہ گرو اور آٹھ مرتبہ اُٹھو۔ (جاپانی)

گر گر کر اُٹھو۔ پڑے نہ رہو۔ "

بھونکنے والا کُتّا شکار نہیں پکڑتا (تامل)

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں (اُردو)

جو کوئی دلدل میں خاموش کھڑا رہتا ہے اُسی میں سما جاتا ہے (افغانی)

خدا ہماری پناہ ہے۔ (بائبل)

دُنیوی خواہشوں کا فاقہ کرنا بہترین روزہ ہے۔ (عربی)

خدا کا خوف دانش کی ابتدا ہے (بائبل)

خدا کی مرضی پر چلنے کے لئے تیندوئے کی مانند مضبوط۔ عقاب کی مانند سبک پرواز۔ ہرن کی مانند بادپا اور شیر کی مانند بہادر رہو۔ (تالمد)

کیا تکیہ بدلنے سے دردِ سر رفع ہو جاتا ہے۔ (تامل)

سر اور ڈاڑھی کو کیوں صاف کراتے ہو۔ جبکہ تمہارا سینہ خار دار حماقتوں اور گناہوں سے پُر ہے۔ اوّل باطن میں نشتر لگاؤ۔ اور ظاہر کی کچھ پرواہ نہ کرو کہ وہ کس قدر بُرا ہے۔ غیظ و غضب اور غرور بھرے ہوئے دل کی صفائی کرو۔ اُس وقت تم پاک و پوتر ہو سکتے ہو۔ (مرچکنگ ناتک ہندی)

چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتی باں (جس کسی کی کشتی کا ملاح نوح ہو اُسے سمندر کی لہروں سے کیا ڈر۔ (فارسی)

تم پانی کا سا مزاج نہ رکھو جس کو ہر رنگ اپنا سا کر لیتا ہے (شامی)

نہ تو نفس سی کوئی آگ ہے۔ نہ نفرت سی کوئی چنگاری۔ نہ

بیوقوفی سا کوئی جال ہے اور نہ حرص سا کوئی ظالم (بدھ گھوسہ)

جو کوئی نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا وہ حیوان ہے (عربی)

اگرچہ برگد کا بیج بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے لیکن اُس کا درخت ہزاروں آدمیوں کو سایہ دیتا ہے۔ (تامل)

پتھر میں نباتات نہیں اُگتی۔ اس میں بارش کی خطا نہیں (فارسی)

جو سیر ہے اُسے بھوکے کی قدر کیا معلوم؟ (افغانی)

راستباز سپاہی ضرور فتحمند ہوتا ہے۔ (بائبل)

روپیہ انسان کا چور ہے۔ (تامل)

دولت بغیر عقل ایسی ہی ہے جیسے کھانا بغیر نمک کے (تالمد)

دولت انسان کے حق میں وہی تاثیر رکھتی ہے جو شبنم نباتات کے حق میں۔ (چینی)

ایمان قلعہ کی مانند مستحکم ہوتا ہے۔ (فارسی)

کانٹا ذرا سا ہوتا ہے۔ مگر جسکے چبھتا ہے وہی اُسکی حقیقت جانتا ہے۔ (اطالین)

دُنیوی خواہشیں اُس شبنم کی مانند ہیں جو کنول کے پھول پر ہوتی ہے۔ جہاں آفتاب چمکا اور وہ کافور ہوگئی (تیلیگو)

سب سے بہتر جنگ وہ ہے جو اپنی ذات (نفس) سے لڑی جا (عربی)

دُنیا ایک چکّی ہے۔ بعض وقت وہ آٹا پیستی ہے۔ مگر کبھی ہمیں پیسیگی۔ (ترکی)

اگر تم بھیڑئے کی صحبت اختیار کرو تو ساتھ کُتا بھی رکھو (کُردی)

موت سے ایک دن پہلے تو ضرور توبہ کر لو۔ (تالمد)

صبح کا نکلنا مرغ کی بانگ پر منحصر نہیں۔ (افغانی)

جہاں مرغ نہیں ہوتا۔ کیا وہاں صبح نہیں ہوتی۔ (اُردو)

معاملہ کے اشعار

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما ۔ کام گر رُک گیا روانہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ۔ بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ۔ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
مریضِ عشق پر رحمت خدا کی ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے
صیاد کی نگاہ سوئے آشیاں نہیں

عقل من پروانہ گشت و ہم ندید ۔ چوں تو شمعے در ہزاراں انجمن
تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے ۔ کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے!

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے (ذوق)

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آئے ۔ اس طرح کے جینے کو کہاں سے جگر آئے

تری تقلید سے کبکِ دری نے ٹھوکریں کھائیں
چلا جب جانور انساں کی چال اُس کا چلن بگڑا (آتش)

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ۔ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

کیا نزاکت ہے جو توڑا شاخِ گل سے کوئی پھول
آتشِ گل ست پڑے چھالے تمہارے ہاتھ میں

وا کردہ چشم دل صفتِ نقشِ پا ہوں میں
ہر رہگذر میں راہ تری دیکھتا ہوں میں

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں ۔ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

شبے تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفاں خیز
گسستہ لنگرِ کشتی و ناخدا خفت است

زمانہ عہد میں اُسکے ہے محوِ آرائش ۔ بنینگے اور ستارے اب آسماں کے لئے

کیفیّتِ چشم اُس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانہ میں

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے ۔ آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

بھلا کل تُو تو ہنستا ہے ہماری بے ثباتی پر
بھلا روتی ہے کس کی ہستیِ موہوم پر شبنم

اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمیں
اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو

بہتر تو ہے یہی کہ دُنیا سے دل لگے ۔ پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے
احسان ناخدا کا اُٹھائے مری بلا ۔ کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگا یا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے
تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے (شیفتہ)

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

چال ہے مجھ ناتواں کی مرغِ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہے یقیں یاں رہ گیا واں رہ گیا

یہ جو چشمِ پر آب ہیں دونو ۔ ایک خانہ خراب ہیں دونو
ایک سب آگ ایک سب پانی ۔ دیدہ و دل عذاب ہیں دونو

اُصول تجارت

ہنڈی کے متعلق مزید باتیں

ہتک شدہ ہنڈی کا خرچہ۔ ہتک شدہ ہنڈی کا قابض علاوہ سود کے اور اخراجات بھی دہندہ ہنڈی سے وصول کرسکتا ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) قانونی اخراجات اُس مُدت کے جو ہنڈی کی میعاد سے زائد ہو ٭

(۲) وکیل کی فیس ٭

(۳) اگر ہنڈی مکرّر جاری کی جائے اور وہ غیر ملک کی ہنڈی ہو تو مکرّر مبادلہ اور دلّالی کی رقم ٭

اگر ہنڈی کا دوبارہ مبادلہ کیا جائے تو جس قدر قیمت ہنڈی کی ہوتی ہے اُس کے مطابق دوبارہ مطالبہ کے دن اور پہلے مطالبہ کے دن میں جو فرق شرح اسٹاک اور مبادلہ میں ہوگا اُسکے برابر مبادلہ کی رقم لی جاتی ہے۔ ان سب باتوں کی ایک تفصیل مکرّر اجرا کے ساتھ روانہ کی جاتی ہے ٭

اعلان کے اوپر سکارہ۔ اگر ہنڈی کے ادا کئے جانے کی تاریخ سے پیشتر ہی سکارنے والا دیوالیہ ہوجائے تو قانوناً ہنڈی کے قابض کو ہنڈی جاری کرنے یا دینے والے سے روپیہ نہیں مل سکتا اس لئے ہنڈی کا قابض ہنڈی جاری کرنے یا دینے والے سے عمدہ ضمانت یا کفالت لے لیتا ہے۔ یہ ضمانت ایک وکیل کی معرفت لی جاتی ہے اور اگر جاری کرنے والا ضمانت دینے سے انکار کرے تو اُسکے حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ کارروائی کی جاتی ہے۔ لیکن یہ کارروائی قانونی نہیں ہوتی۔ کیونکہ قابض کو اُس وقت تک روپیہ کا انتظار کرنا چاہئے جبتک ہنڈی کے پٹنے کی تاریخ نہ آجائے۔ اُس وقت وہ کسی فریق پر روپیہ کے لئے دعوے کرسکتا ہے۔ اس حالت میں وہ یا تو سکارہ کے لئے نوٹس دیتا ہے اور یا اعلان کے لئے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہنڈی پھر پھرائی جاتی ہے۔ اگر ہنڈی کی ہتک محض عدم سکارہ کے باعث ہوئی ہو تو نوٹس سکارہ یا اعلان کے لئے جاری کیا جاتا ہے۔ اور نیز ضمانت کے اعلان کے لئے بھی۔ کیونکہ قانون اس بات کو روا نہیں رکھتا کہ ایک ہی ہنڈی کا سکارہ دوبارہ کیا جائے البتہ اگر اعلان کے لئے کارروائی ہوچکی ہو تو دوبارہ سکارہ ہوجاتا ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں سکارہ کے وقت ہنڈی کی میعاد نہ گذرچکی ہو۔ کوئی ہنڈی اعلان کے ذریعے کوئی شخص فریقین کی ہتک مٹانے کے لئے قبول کرسکتا ہے۔ لیکن ایسا شخص ہنڈی جاری کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ جس شخص کی ساکھ قائم رکھنے کے لئے ہنڈی تسلیم کی جائے یا سکاری جائے اُس کا نام فارم سکارہ میں ضرور درج کیا جاتا ہے۔ اور ان الفاظ میں "فلاں شخص کی ساکھ کے لئے سکاری گئی"۔ جو شخص کہ کسی کی ساکھ کے لئے ہنڈی کو سکارتا یا ادا کرتا ہے وہ اُس شخص کی جملہ ذمہ واریوں کو اپنے سر پر لے لیتا ہے۔ مگر ایسے شخص سے روپیہ کسی حالت میں وصول کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ ہنڈی ابتدا میں دہندہ کے سامنے میعاد پر پیش کی جاچکی ہو یا یہ اُسکی ادائیگی کے لئے اعلان ہوچکا ہو ٭

ہنڈی دست گرداں - یہ وہ ہنڈی ہے جو ایک شخص دوسرے شخص سے وصول کر لیتا ہے اور جسکا روپیہ ادا کرنے والا محض ذمہ وار ادا کرنے والے کی سہولیت کے لئے ادا کر دیتا ہے۔ وہ ایسا اس لئے نہیں کرتا کہ اُسکے پاس ہنڈی کا روپیہ اصل ادا کرنیوالے سے آگیا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اُس کی طرف سے روپیہ فراہم کرکے دیدیتا ہے +

اس قسم کی ہنڈی کا منشا صرف یہ ہوتا ہے کہ کس سوداگر کو ضرورت کے وقت مدد دی جائے۔ اور اس بات کا سمجھوتہ ہو جانے پر کہ روپیہ دہندہ جسکی خاطر سے یا جسکی طرف سے روپیہ ادا کیا گیا ہے وہ دست گرداں ہنڈی کو قبول کرنے یا سکارنے یا ادا کرنے والے کو اس قدر روپیہ فراہم کرا دیگا جس قدر کہ ہنڈی کا مطالبہ ہوگا +

مگر اس طریقہ نے اب مصنوعی صورت اختیار کر لی ہے جسکے ذریعے وہ لوگ جن کی ساکھ اُٹھ جاتی ہے ایک عرصہ تک اپنا کاروبار چلا سکتے ہیں اور اس سے بہت سے لوگوں کی ساکھ بالکل جاتی رہی اور نیز اُنکے مددگاروں کی ساکھ بازاری زبان میں دست گرداں ہنڈی کو پتنگ یا بادہوائی شے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے +

پرامیسری نوٹ - ہنڈی اور پرامیسری نوٹ میں جسے نوٹ آف ہینڈ یعنی رقعہ دستخطی بھی کہتے ہیں فرق ہے۔ کیونکہ ہنڈی میں تو ایک حکم ہوتا ہے جسکے ذریعے ایک شخص دوسرے کو روپیہ ادا کرتا ہے۔ لیکن پرامیسری نوٹ میں ایک شخص براہ راست دوسرے کو روپیہ ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور وہ روپیہ ادا کرتا ہے جسے جو وہ قرض لیتا ہے۔ اس لئے اُس میں صرف دو اشخاص کا تعلق ہوتا ہے ایک تو نوٹ کا لکھنے والا۔ اور ایک روپیہ دینے والا۔ پرامیسری نوٹ کا سکارہ نہیں ہوتا۔ مگر مثل ہنڈی کے اُسکی بھی اقسام ہوتی ہیں۔ ایک ملکی۔ ایک غیر ملکی۔ حکمیہ۔ خاص جسکا حال کسی دوسرے شخص کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ معرفتی۔ مطالبی۔ درشنی۔ میعادی +

پرامیسری نوٹ کی عبارت وغیرہ کا خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

لندن

۱۰ اپریل ۱۹۱۰ع — مبلغ ۵۰ پونڈ

عندالطلب { یا (دنوں کے بعد / مہینوں کے بعد) یا فلاں تاریخ پر } میں ہنری ڈورمن صاحب کو یا اُن کے حکم کو مبلغ ۵۰ پونڈ ادا کر دونگا - راقم ٹامس مور

ہنڈی کے متعلق جسقدر باتیں اور شرائط ہیں وہ سب پرامیسری نوٹ پر بھی عائد آتی ہیں۔ سوائے سکارہ کے اور یا بندہ کے۔ کیونکہ اُس میں یابندہ تو ہوتے ہی نہیں +

چک - یہ ایک قسم کا حکم ہوتا ہے جسکے ذریعے ایک شخص کچھ روپیہ چک لے جانے والے کو اُس رقم میں سے دلواتا ہے جو کسی ساہوکار کے پاس یا بنک میں اُسکی طرف سے جمع ہوتی ہے۔ چک کو دیکھتے ہی ساہوکار اُسقدر روپیہ چک لے جانے والے کو ادا کر دیتا ہے جس قدر کہ چک میں درج ہوتا ہے۔ اس لئے چک بھی ایک قسم کی ہنڈی سمجھو۔ مگر ان دونوں میں صرف اسقدر فرق ہے کہ ہنڈی تو ایک شخص کی جگہ دوسرے سے بھی وصول کر لی جاتی ہے۔ لیکن چک صرف ساہوکار ہی سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اُس حالت میں جبکہ چک کے فریسندہ کا روپیہ ساہوکار کے پاس جمع ہو۔ ورنہ چک کا روپیہ کسی طرح پر بھی وصول نہیں ہو سکتا۔ چک میں اُس شخص کا نام درج کیا جاتا ہے جسے روپیہ دلوایا جاتا ہے اور کبھی اُسکے نام کے ساتھ یہ الفاظ بھی درج کر دیے جاتے ہیں کہ "اُسکے حکم پر" روپیہ دیدیا جاوے۔ ایسی حالت میں وہ کسی دوسرے شخص سے روپیہ منگا لیتا ہے +

چیونٹیوں کے حالات

چیونٹیوں کی جسمانی بناوٹ

اب ہم مرمیکا اسکیبر نیوڈس چیونٹیوں میں کام کرنے والی چیونٹی کے اعضا کا ذکر کرتے ہیں۔ اس چیونٹی کے ایک کشادہ منہ ہوتا ہے۔ ایک گوشت دار زبان ہوتی ہے اور ایک نیچے کا ہونٹھ جس میں دو سینگ ہوتے ہیں۔ اس ہونٹھ سے یہ چیونٹی اپنا کھانا کھاتی ہے۔ دو اور سینگ ہوتے ہیں جو نیچے کے جھلی دار جبڑے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور ہونٹھ والے سینگوں سے زیادہ لمبے۔ ان سینگوں کے ذریعے چیونٹی یہ معلوم کر لیتی ہے کہ اسکی غذا کس قسم کی ہے۔ ان ہی سینگوں کے ذریعے چیونٹی اپنی بھوک کا سامان کرتی اور نیز بچوں کی بھوک کا سامان۔ ان سینگوں کو مددگار سینگ کہتے ہیں۔ اسکے منہ کے دونوں جانب دو سینگ سے ہوتے ہیں۔ یہ اگرچہ منہ کے باہر ہوتے ہیں۔ لیکن جبڑوں کا کام دیتے ہیں۔ ان میں مضبوط دانت بھی ہوتے ہیں۔ مزید براں وہ ہتھیار کا کام بھی دیتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے چیونٹی اپنے کھانے کی چیزیں لے جاکر یا تو دایہ خانوں میں رکھتی ہیں اور یا گوداموں میں۔ ان ہی کے ذریعے بچوں کو ایک کوٹھری سے دوسری کوٹھری میں لے جاتی ہیں۔ اور ان ہی کے ذریعے مردہ چیونٹیوں کو باہر نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ ان جبڑوں ہی سے وہ آرہ کا کام بھی لیتی ہیں۔ اور جن چیزوں کے ذریعے وہ اپنا مکان بناتی ہیں ان کو جبڑوں کے ذریعے تراشتی خراشتی اور مکان میں لگنے کے قابل بناتی ہیں اور ان ہی کے ذریعے وہ زمین کے اندر اور مکان کی نچلی منزلوں سے اوپر کی منزلوں اور بالاخانوں تک راستہ بناتی ہیں۔ کام کرنے والی چیونٹی کے جسم کے تین حصے ہوتے ہیں۔ سر۔ صدر اور معدہ۔ سر اور سینہ کھردرے اور لکیروں دار ہوتے ہیں۔ سینہ کے تین حصے ہوتے ہیں۔ یعنی اگلا۔ پچھلا اور بچلا۔ پچھلے حصہ میں ریڑھ شامل ہے۔ لیکن اس چیونٹی میں جسے مرمیکا رگینوڈس کہتے ہیں ریڑھ ذرا لمبی ہوتی ہے۔ مرمیکا لیونیوڈس میں چھوٹی۔ اور سر اور صدر کی بالائی تہ بہت نازک ہوتی ہے۔ بعض قسم کی چیونٹیوں میں ریڑھ ہوتی ہی نہیں۔ مثلاً ان چیونٹیوں میں جو گھروں میں پائی جاتی ہیں۔ صدر کے تینوں حصوں میں دو دو پاؤں ہوتے ہیں۔ اور ہر ٹانگ میں ایک کولھہ۔ ران۔ اور پانچ جوڑ کی ٹانگ ہوتی ہے۔ ٹانگ میں انگوٹھے اور پنجے ہوتے ہیں۔ اور جب چیونٹی کسی انسان کے جسم پر چلتی ہے تو ان ہی پنجوں کے ذریعے ایک سنسنی سی معلوم دیتی ہے۔ ٹانگ ہی میں ساق یا پنڈلی کے اوپر ایک مہمیز ہوتی ہے۔ اگلی ٹانگ میں یہ مہمیز بہت نمایاں ہوتی ہے۔ اور ایک کنگھی کی شکل کی۔ اس سے چیونٹی سیدھی کھڑی ہوکر اپنا جسم جھاڑتی اور صاف کرتی ہے۔ معدہ صاف۔ چکنا اور بیضوی ہوتا ہے۔ اور اس میں کئی حلقے ہوتے ہیں۔ صدر اور معدہ کے درمیان ایک نہایت پتلی کمر بھی ہوتی ہے۔ جسے انگریزی اصطلاح میں پیٹیول کہتے ہیں۔ اس کمر پر دو گلٹیاں ہوتی ہیں۔ ان کے لحاظ سے مختلف قسم کی چیونٹیوں کو تمیز کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بعض قسم کی

چیونٹیوں کی گلٹیاں ایک قسم کی ہوتی ہیں تو بعض کی دوسری قسم کی - اور علےٰ ہٰذا ۔

علاوہ اُن اعضا کے جو جسمانی حفاظت کے لئے ضروری اور کافی ہیں - چیونٹی کے جسم میں ایک تھیلی بھی ہوتی ہے جس میں ایک تیزابی عرق بھرا ہوتا ہے اور جب کوئی مخلوق چیونٹیوں کے مکان پر حملہ کرتا ہے تو چیونٹیاں اُس عرق کو اُس کے اوپر اُگل دیتی ہیں اس عرق میں ایک قسم کی بو ہوتی ہے اور اگر فورمیکا رُوفہ چیونٹیوں کے اُس مسکن کو جس پر کسی مخلوق نے حملہ کیا ہو سونگھا جائے تو اُس میں سے ایک قسم کی بدبو آتی ہے - اس عرق کو کلوروفارم کے بنانے میں کام میں لایا جاتا ہے - وہ کلوروفارم کا قایم مقام ہے ۔

مشہور سیاح ڈاکٹر لونگسٹن نے افریقہ کی سیاہ چیونٹیوں کے سفید چیونٹیوں پر حملہ آور ہونے کا حال یوں لکھا ہے کہ "جب سیاہ چیونٹیاں سفید چیونٹیوں کے مکان پر حملہ کرتی ہیں تو سفید چیونٹیاں بڑی پریشانی کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتی ہیں - سیاہ چیونٹیاں سفید چیونٹیوں کو اپنے جبڑوں سے پکڑ لیتی ہیں اور ایک ڈنک لگاتی ہیں جن کے ذریعے ایک عرق نکلتا ہے - اس عرق کے اثر سے سفید چیونٹیاں مرتی تو نہیں بلکہ بیہوش ہوجاتی ہیں - تاہم وہ اپنی اگلی ٹانگوں کو حرکت دیتی رہتی ہیں ۔

یہ عرق بعض اوقات انسان کو بڑا ہی دُکھ دیتا ہے - جیسا کہ ایک سیاح کو ملک ناروے کا سفر کرتے وقت تجربہ ہوا تھا - وہ بیچارا دن بھر کے سفر سے تھک کر ایک مزرعہ میں آرام کرنے کے لئے گیا - جہاں اُس نے سوجانے کے لئے فکر کی - لیکن خواب اُسکی آنکھوں سے دوچار ہی نہ ہوا - کیونکہ چیونٹیوں نے اُس پر حملہ شروع کردیا - اُن کے ڈنکوں کے ذریعے جو عرق خارج ہوا اُس نے اُسے اس قدر تکلیف دی جس قدر تیر کے زخم بھی نہیں دیتے ۔

یہ عرق جس طرح انسان کے لئے تکلیف دہ ہے اُسی طرح مفید بھی - کیونکہ اُس میں محرک صفت موجود ہے اور بعض بیماریوں میں اُسے استعمال کرنے سے انسان کو سکون حاصل ہوجاتا ہے - ایک مشنری جو ایک ملک میں سخت علیل ہوگیا - اُس کے جسم پر بہت سے پھوڑے نکل آئے - وہ اپنے جھولے دار بستر پر لاچار و مجبور پڑا ہوا تھا کہ اُس پر خوفناک قسم کی چیونٹیوں نے حملہ کردیا - وہ اُس کے سارے جسم پر چڑھ گئیں - اور اُنہوں نے اُس کے جسم پر بہت سا عرق ڈال دیا - جس کے باعث اُسے صحت حاصل ہوگئی - اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں کام کرنے کے قابل ہوگیا ۔

جس قسم کی چیونٹیوں کا اس مضمون میں ہم ذکر کررہے ہیں اُن میں اُسی قسم کا ایک ڈنک ہوتا ہے جیسا کہ شہد کی مکھیوں کا ڈنک - اس ڈنک کے ذریعے چیونٹی اُس مخلوق کے جسم میں جس پر وہ حملہ آور ہوتی ہے ایک سوراخ کردیتی ہے - اور اپنے جسم کے اندر کا ایک عرق نکال کر اُس سوراخ میں بھر دیتی ہے - جس کے باعث سخت درد اور جلن محسوس ہوتی ہے - اس کا تجربہ مسٹر واٹ کو جو چیونٹیوں کے عادات وغیرہ کے ایک مشہور ماہر ہیں بونر ماؤتھ کے مقام پر ہوا تھا ۔

مختلف ملکوں کا نظام حکومت

شاہی فرامین اور قانونی معاہدے جرمنی سے متعلق

قانونی معاہدے۔ کسی نظام ملکی کے قائم کرنے کا کام لازم و ملزوم قسم کا ہے۔ یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے دو فریقوں کا۔ جن میں سے ہر فریق کچھ حاصل بھی کرتا ہے اور کچھ دیتا بھی ہے۔ نظام ملکی کی کلوبر نے جو سنہ ۱۸۰۷–۱۸۳۷ء تک یعنی تیس سال امور مملکت کا سب سے زبردست ماہر سمجھا گیا ہے خوب تعریف کی ہے۔ وہ پرنس ہارڈنبرگ کا دوست اور معتمد۔ جرمنی کے اُن قائم مقاموں کا مشیر جو وائنہ کی کانگریس میں گئے تھے۔ مدبر ملک اور ایک عالم تھا۔ اوّل تو اُس نے اُس ملکی اتحاد کے سرکاری قانون کا مطالعہ کیا جسے راین کا نفیڈریشن کہتے ہیں۔ اور پھر جرمن کانفیڈریشن کا۔ اس لئے وہ اپنے زمانہ اور اپنے ملک کے نظام حکومت پر ایک صحیح رائے قائم کر سکتا تھا۔

جو ممالک ان اتحادوں میں شریک تھے اُن کے نظام حکومت جرمنی کی بہت سی ریاستوں میں ابتک قانون ملنے جاتے ہیں۔ اور اُس فرمان کے ساتھ مل کر جس کا لوئی فلپ نے سنہ ۱۸۳۰ء میں حلف اُٹھایا تھا۔ کم و بیش جملہ موجودہ دول یورپ کے نئے نظام حکومت کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔

جب انقلاب کے زمانہ میں کلوبر نے اپنی تعریف جو نظام حکومت کے بارہ میں قائم کی تھی ظاہر کی تو لوگوں کو بڑی ہی حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ اُس تعریف سے بالکل ناواقف تھے۔ یہ تعریف اُس قسم کے نظام حکومت کی جو جرمن اتحاد میں ظہور پذیر ہوا تھا نہایت مکمل تعریف ہے۔

جب فرمانرواؤں کو تحریری نظام حکومت کی ضرورت ایک دفعہ محسوس ہوگئی تو اُنہوں نے اُسے اپنے اختیار کی رو سے لوگوں کو عطا کرنا چاہا۔ اس میں اُنہوں نے شاہ لوئی ہشت دہم کی تقلید کی۔ پس اُنہوں نے فرامین مرتب کرنے شروع کر دئے۔ لیکن بعض نے فرامین رعایا کی رائے سے مرتب نہیں کئے۔ ایسے فرمانرواؤں سے دوسرے فرمانرواؤں کو ایک خاص سبق حاصل ہوا۔ رعایا گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں بہت سی باتوں کا تجربہ کر چکی تھی۔ پس جن باتوں کو وہ اپنے حقوق و فرائض خیال کرتی تھی اُن کی وقعت کرانا چاہتی تھی۔ جن فرامین میں کھلم کھلا شاہی انکسار کے علامات پائے جاتے ہیں اُنکو مندرجہ ذیل ریاستوں نے نامنظور کر دیا۔ ریاست والڈیک نے سنہ ۱۸۱۴ء میں۔ ورٹمبرگ نے سنہ ۱۸۱۵–۱۸۱۹ء میں۔ ہیسی نے سنہ ۱۸۱۵–۱۸۱۶ء میں۔ لیپ ڈیمولڈ نے سنہ ۱۸۱۹ء میں اور ہانوور نے سنہ ۱۸۳۳ء میں۔

اس وقت ایک بڑی دقت کا سامنا ہوا کہ جو لوگ برسر حکومت تھے وہ کسی حالت میں رعایا کا مقرر کردہ نظام حکومت منظور نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ جو لوگ نہایت روشن خیال تھے وہ بھی اس قسم کی تجویز سے متفق نہیں تھے۔ لوگ یہ چاہتے تھے کہ فرمانروا اور ریاستوں کی مجالس

ہیں کانسٹی ٹیوشن کے مسودہ کے مطابق ایک عہد بندھنا چاہئے
کیونکہ جاگیرداری بعوض خدمات جنگی نے کئی فرمانروا
خاندانوں میں اس قسم کی مثال پیش کردی تھی۔ اس لئے
لوگ واقعات کے لحاظ سے اُسکی طرف مائل تھے +

جرمنی کے موجودہ قانون داں جب کبھی حکومت
کا ذکر کرتے ہیں تو اُس سے اُن کی مراد نہ تو رعایا کی
حکومت ہوتی ہے اور نہ بادشاہ کی - بلکہ سلطنت یا
ملک کی - کیونکہ اُس میں دونوں ہی شامل ہیں - اُن کی
مراد یہ نہیں ہوتی کہ حکومت کا حامل کون ہے بلکہ یہ کہ
حکومت کا مخرج کون ہے ؟ یا یہ مراد ہوتی ہے کہ حکومت
سے مراد طاقت ہے - جسے وہ بادشاہ کی طرف منسوب
کرتے ہیں - اور جن خاندانوں کو ملک کے لئے قوانین
بنانے کا کام کرنا پڑتا ہے اُن کو ایسی مجالس تصور
نہیں کرتے جن کو لوگوں نے قوانین سازی کا کام سپرد
کردیا ہو - بلکہ صرف مشیر جانتے ہیں جن کو فرمانروا نے
اپنے ساتھ محض اپنے حقوق فرائض کے انجام دینے
کی خاطر سے شامل کرلیا ہے +

جو مسائل اور اصول نظام حکومت کے متعلق
ایسی مسلّمہ عقل اور علم کے ذریعے قائم کئے گئے ہیں
اُن کی حمایت قانونی اور فلسفیانہ نکتۂ خیال سے ممکن
ہے - مگر یہ بھی بالکل صاف اور واضح ہے کہ یہ حمایت
تاریخی پہلو سے ناممکن ہے - اور اُس ملک میں بھی
جہاں کہ یہ مسائل وغیرہ ظہور میں آئے ہیں - اس کی
سبب سے عمدہ شہادت کلوبر کی رائے ہے جو دیگر
لوگوں کی نسبت اس بات کو زیادہ عمدگی سے جانتا
تھا کہ ریاستہائے جرمنی اپنی موجودہ شکل و صورت
اور نظام حکومت تک کس طرح پہنچیں - کلوبر کسی معاہدے
کی نوعیت کو خود معاہدے کے قانون یا مسودہ کے
اعتبار سے مکمل خیال کرتا ہے - نیدر لینڈز (۱۸۱۶ء)
کا قانونی فرمان - گرانڈ ڈچی سیکس ویمر ایشناخ -
والڈیک اور فرینکفرٹ (۱۸۱۶ء) کے فرامین -
سیکس ہلڈ برگ ہوسین (۱۸۱۸ء) کا فرمان سدرتمبرگ
(۱۸۱۹ء) کا فرمان - برنزوک (۱۸۲۰-۱۸۳۲ء) کا فرمان
سیکس سینسنجین (۱۸۲۹ء) کا فرمان - ہیسی اور
سیکس التنبرگ کا فرمان - سلطنت سیکزنی (۱۸۲۹ء)
کا فرمان - ہوہن زولرن سگ میرنزین (۱۸۳۳ء)
کا فرمان - اور ہیسی (۱۸۳۶ء) کا فرمان +

یہ بات قابل تسلیم ہے کہ چونکہ سلطنت ایک
اتحاد ہے اس لئے نظام حکومت سب سے بہتر
قوانین ہیں جو متحدہ حکومت سے مستخرج یا ظاہر
ہوتے ہیں - اور یہ کہ اس قسم کے معاہدے
فرمانرواؤں اور رعایا میں نہیں ہونے چاہئیں
لیکن اس سے بھی کسی حالت میں انکار نہیں
ہوسکتا کہ اس قسم کے معاہدے کئے ضرور گئے -
ایسے معاہدوں کے ذریعے صرف پرانے قوانین
ہیں جن کو لوگ ترک کرنا نہیں چاہتے تھے -
اور موجودہ قوانین ہیں جن کو لوگ قبول کرنے اور
جن پر عمل کرنے کے خواہشمند تھے صرف ایک
قسم کی مصالحت پیدا ہوسکی - اس ہی معاہدے
سے یورپ کی بہت سی اُن حکومتوں کا ظہور یا
پیدائش ہوئی جن میں قانونی نظام حکومت
جاری ہے +

ترقی

ایک تاریخی۔ علمی۔ اخلاقی ماہوار رسالہ

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنے مع محصول ڈاک پیشگی یا بذریعہ ویلیو ایبل

جلد ۶ | لاہور۔ جون سنہ ۱۹۰۷ء | نمبر ۶

فہرست مضامین

ترقی

ترقی کی اشاعت بڑھانے کے خیال سے جنوری ۱۹۰۷ء سے علمی اور مذہبی حصوں کو الگ الگ شائع کیا جاتا ہے تاکہ جو احباب جس حصے کو پسند کریں اُسے لیکر اُس سے نفع اٹھا سکیں اور جو صاحب باوجود اُسکے قدردان ہونے کے محض مذہبی خیال کی بنا پر اُسکی امداد کرنے سے ابتک باز رہتے تھے اُنکے راستے میں کوئی روک باقی نہ رہے ✦

ترقی یا علمی حصہ

ایک علمی۔ اخلاقی اور تمدنی ماہوار رسالہ

حجم ۴۴ صفحے علاوہ سرورق۔ قیمت مع محصولڈاک دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل ✦

ترقی کا پروگرام سنہ ۱۹۰۷ء کے لئے

مضامین مسلسل :- تاریخ قدیمہ۔ ایران۔ بابل۔ ساتویں صدی کے چینی سیاح ہونگ شیانگ کا سفرنامہ ✦ تاریخ جدید یورپ۔ جس میں تمام موجودہ یورپین سلطنتوں کے وجود میں آنے کا حال درج ہوگا ✦ علمی مضامین۔ چیونٹی کے حالات۔ روئی کے پودے کی تاریخ اور اُسکے متعلق اختراعات۔ نئی نئی علمی خبریں۔ دریافتیں اور ایجادیں۔ یورپ و امریکہ کے کارخانوں کے حالات ✦ پولیٹیکل و سوشل مضامین۔ غلامی کی تاریخ اور اُسکا انسداد۔ مختلف ملکوں کے نظام حکومت کے اصول ✦ تجارت و صنعت و حرفت۔ ایجاد و محنت مصنفہ اسمائلز صاحب۔ موجدوں کی سوانح عمریاں۔ اصول تجارت۔ دولت پیدا کرنیکی تدبیریں [illegible] مصنفہ جارج ایلیٹ۔ پاپی کی رہائی مصنفہ لارڈ لٹن ✦ لٹریچر [illegible] سیر گلستان مصنفہ [illegible] انگلستان۔ لائڈ بیکن کا نیو اٹلانٹس یعنی ایک خیالی ملک کے اصول قوانین اوضاع و اطوار ✦ علم اخلاق۔ صحت و کفایت شعاری مصنفہ اسمائلز صاحب۔ کامیابی کے اصول ✦ حفظ صحت۔ جسمانی صحت کے اصول اور اُسکی حفاظت ✦ سوانح عمری جارج اسٹیفن موجد ریلوے انجن۔ اسٹینلی سیاح افریقہ ✦ منظوم اخلاقی نیچرل و نتیجہ خیز ✦ علمی چٹکلے و معمے ✦

مضامین متفرق۔ یہ تعداد و نوعیت میں بدستور سابق ہونگے

تجلی یا مذہبی حصہ

اس میں مذہب و فلسفہ مذہب پر بحث کی جاتی ہے۔ حجم ۴۸ صفحہ علاوہ سرورق قیمت سالانہ مع محصولڈاک ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل ✦

تجلی کا پروگرام سنہ ۱۹۰۷ء کے لئے

اس سال تجلی میں مفصلۂ ذیل مضامین سلسلہ وار نکلینگے اور اُنکے علاوہ بہت سے دیگر مفید علمی و فلسفی آرٹیکل بھی حسب ضرورت نکلتے رہینگے :-

اُپنشدوں کی تعلیم کے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ مستند علما کی تصنیفات کی بنا پر۔ وجود باری تعالیٰ کے یقین کے خلاف جو مختلف مذاہب رائج ہیں شلاً دہریہ۔ ویدانتی وغیرہ وغیرہ اُنکی دلائل پر پورے طور پر بحث کرکے اُنکی تردید کی جائیگی۔ یہ رسالہ گویا خدا کی ہستی کے اثبات کا دوسرا حصہ ہوگا۔ تعلیم کفارہ کی حقیقت پر مفصل بحث کی جائیگی۔ اسکے علاوہ مختلف مباحث بائبل پر مفصل آرٹیکل لکھے جائینگے۔ زمانۂ حال و قدیم کے مختلف بانیان مذاہب و فرقہ جات کی زندگی و تعلیم کا حال حسب سابق درج ہوتا رہیگا۔ چراغ دین کا سلسلہ بھی جاری رہیگا۔ اور ایک نہایت دلچسپ ناول بھی ماہ بماہ شائع ہوتا رہیگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح انگریزی اخبار یعنی مختلف امور پر سوال و جواب شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تجلی میں بھی ہوا کریں۔ اس لئے اگر ہمارے ناظرین اس قسم کے سوالات ہمیں بھیجا کرینگے تو ہم اُنکو مع جوابات کے شائع کر دیا کرینگے مگر [illegible]

نوٹ۔ مندرجہ بالا دونوں رسالوں کے خریداروں کو دونوں رسالے تین روپیہ آٹھ آنہ سالانہ میں دئے جائینگے۔ جو صاحب علاوہ اپنے چار خریدار پیدا کرینگے انکو ایک سال رسالہ مفت

المشتہر مینیجر رسالہ ترقی - انارکلی متصل مارکیٹ لاہور

ترقّی

لاہور - بابت جون ۱۹۰۷ء

ایڈیٹوریل نوٹس

آجکل ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک شکر رنجی اور باہمی بدگمانی اور مناقشت ترقی کر رہی ہے جسے بعض کوتاہ اندیش لوگ اور اخبارات اور زیادہ ترقی دینا چاہتے ہیں۔ یہ پالیسی نہایت نقصان دہ اور قابلِ نفرین ہے۔ دونوں فریق کو یاد رکھنا چاہیے کہ اُن کی موت زیست۔ ترقی و تنزل ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ مسلمان اپنے ہندو بھائیوں کو اسقدر مغلوب کر سکیں کہ ہندو پھر سنبھل ہی نہ سکیں اور یہ کہ مسلمان اُن پر ہمیشہ حاوی رہیں۔ اسی طرح ہندو بھی مسلمانوں کو اس ملک سے نہ تو خارج کر سکتے ہیں اور نہ بالکل مغلوب۔ چاہے اسکے لئے وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں +

اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ ہندوستانی خواہ مسلمان ہوں۔ خواہ عیسائی اور خواہ ہندو اور خواہ سکھ لیکن ہیں آخرکار ہندوستانی۔ اگر یہ لوگ میل ملاپ دوستی اور اتحاد سے نہیں رہینگے تو سمجھ لیں کہ اُنہیں اُنکے ملکی مقاصد میں کبھی بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوسکیگی کیونکہ ایک فریق کے نقصان میں حصہ رسدی طور پر دوسرے فریق کا بھی نقصان ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگ مذہبی اختلافات کے باعث باہمی اتحاد کی قدر نہیں کرتے تو یہ اُن کی سب سے بڑی نادانی ہے۔ کیونکہ مذہبی اختلافات باہمی محبت اور اتحاد کے مانع نہیں ہوسکتے۔ ہندوستان کے باشندوں کی بہ لحاظ مذہب اور قومیت کے ایک مشترکہ غرض ضرور ہوسکتی ہے۔ اور بشرطیکہ وہ چاہیں یہ غرض بوجوہ احسن درجۂ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔ الغرض یہ کہ اگر اہل ہند دیگر تعلیم یافتہ - ترقی یافتہ - شائستہ اور خوش حال اقوام کی مجلس میں شریک ہونا اور اُنکے ہم پلہ بننا چاہتے ہیں تو اُن کو باہمی محبت کے ساتھ رہنا - ایک دوسرے کی مدد کرنا - ایک دوسرے کے مقاصد میں پشت پناہ ہونا اور مل جُل کر اُن باتوں کو انجام دینا چاہیئے جو اُنہیں ترقی تہذیب اور دولتمندی کے بام پر پہنچا سکتی ہیں +

گزشتہ چند سالوں میں اہل ہند میں یہ خواہش پیدا ہوگئی ہے کہ وہ دیگر تعلیم و ترقی یافتہ مہذب و دولتمند اقوام کی فہرست میں داخل ہوجائیں - اور اسکے لئے وہ نہایت بے چینی اور بے صبری کے ساتھ طرح طرح کی تدابیر عمل میں لاتی رہی ہے لیکن اُن تدابیر میں سے زیادہ تر نفع بخش نہیں تھیں۔ یہ بات تو جب ہی حاصل ہوسکتی ہے کہ ملک میں تعلیم عام ہوجائے علوم و فنون کے حاصل کرنے کی ایک زبردست خواہش پیدا ہوجائے لوگ تجارت اور صنعت و حرفت کے دلدادہ ہوجائیں۔ اور اعلےٰ باتوں اور کاموں کی استعداد اور قابلیت پیدا کریں اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ آپس میں شیر و شکر ہو کر رہیں اور

اپنے ذاتی نفع کو اپنے بھائیوں اور اہل ملک کے نفع کے لئے قربان کردیں ۔تاکہ اُن کی کوششیں جلد تر اور خوبتر بارآور ہوسکیں ۔ترقی یافتہ اور مہذب اقوام کا ہم پلہ ہونے کے لئے کوئی دو چار یا دس بیس سال درکار نہیں ہیں ۔بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ اور ایک ان تھک کوشش لازمی ہے ۔اگر یہ باتیں نہیں تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا +

ہم نے رسالہ ترقی کو اور زیادہ دلچسپ بنانے کے لئے یہ تجویز کیا ہے کہ باہر کے لائق اصحاب کے مضامین اور نتیجہ خیز نیچرل نظمیں بھی شائع کیا کریں ۔مضامین علمی یا تاریخی ہوں ۔لیکن اعلےٰ درجہ کے اور مکمل ۔اور ترقی کے ۴ صفحہ سے زیادہ کے نہ ہوں ۔نظم قدرتی مناظر ۔اور عمدہ صفات وغیرہ کے متعلق ہوں ۔مگر رعایات شاعری سے گری ہوئی نہ ہوں ۔زبان صاف شستہ اور انداز دلکش ہو ۔جو صاحب ایسے مضامین یا نظمیں مرحمت فرمائیں ہم نہ صرف اُن کا شکریہ ہی ادا کرینگے ۔بلکہ اُن کے نام نامی کے ساتھ شائع کردینگے ۔ماہ جولائی کے پرچے کے لئے مضامین اور نظمیں ۱۵ جولائی تک آجائیں +

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کی بہت سی مطبوعات جن میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں رسالہ ترقی کے مضامین کو کتابی لباس پہنایا گیا ہے عنقریب اور غالباً ماہ جولائی کے اخیر یا ماہ اگست کے شروع میں ضرور چھپ کر تیار ہوجائینگی ۔اُن میں اکثر کتابیں علمی اور نہایت مفید ہیں ۔مثلاً علوم طبعیہ کی تاریخ ۔علم الارض ۔طلسم ۔مرقع پارلیمنٹ ۔قدماکی حکمت ۔مشرق کی نابود شدہ تہذیب ۔جن اصحاب کو ان کتابوں کی خریداری منظور ہو وہ اپنی درخواست جلد تر روانہ کردیں ۔کیونکہ ان کتابوں کے لئے خریداروں کی درخواست کثرت سے چلی آرہی ہیں +

تحفۂ احسن ۔ایک چھوٹا سا منظوم رسالہ ہے جس میں حاجی حافظ سید علی احسن صاحب احسن مارہروی نے اُردو زبان کی مشہور ۔اور کارآمد مثلوں اور کہاوتوں کو دلچسپ اور مفید نصیحتوں کے ساتھ لڑکوں اور لڑکیوں کے فائدے کے لئے نظم کیا ہے ۔اُمید ہے کہ اس رسالہ کے پڑھنے سے بچوں کو فی الواقع بہت نفع پہنچیگا ۔فی زمانہ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اخلاقی ۔تاریخی ۔عقلی اور کارآمد باتوں کو نظم کیا جائے ۔کیونکہ فطرتی طور پر انسانی طبائع نثر کی نسبت نظم سے زیادہ میلان رکھتی ہیں ۔اور اُسکے ذریعے جو نصیحت مقصود ہوتی ہے نہایت خوبی کے ساتھ بچوں کے دلوں میں نقش ہوجاتی ہے ۔حاجی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں اصول کو مدنظر رکھا ہے ۔تقطیع $\frac{20 \times 26}{16}$ حجم علاوہ سرورق رنگین ۸۰ صفحہ ۔لکھائی چھپائی وغیرہ اچھی ہے ۔مگر قیمت ۴ر زیادہ ہے ۔رسالہ کرم الدین صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور سے مل سکتا ہے +

ویدک میگزین اور گُروکل سماچار ۔اس انگریزی رسالہ کا پہلا نمبر ہمارے دفتر میں بغرض ریویو موصول ہوا ہے ۔رسالہ زیر ایڈیٹری مہاشے رام دیو صاحب بی ۔اے گُروکل کانگڑی ضلع سہارنپور سے شائع ہوتا ہے اور منیجر صاحب ویدک میگزین بیرون بھاٹی دروازہ لاہور سے درخواست کرنے پر مل سکتا ہے ۔قیمت ہندوستان کے لئے سالانہ تین روپیہ فی کاپی ۵ر ۔ممالک غیر کے لئے پانچ روپیہ ۔تقطیع $\frac{20 \times 26}{16}$ حجم [illegible] علاوہ سرورق رنگین [illegible] رسالہ میں جیسا کہ اُسکے نام [illegible]

دلچسپ علمی خبریں اور ایجادیں

پروفیسر ڈبلیو۔ ایچ۔ پکرنگ کی جو زبردست ہیئت داں ہیں رائے ہے کہ دراصل چاند کی پیدائش زمین سے ہوئی ہے۔ وہ زمین کا ایک حصہ ہے جو زمین کے اندر کی مدافعہ قوت اور حرارت کے ذریعے زمین سے علیحدہ ہوگیا اور اُڑکر عالم بالا پر خلا میں جا پہنچا۔ زمین کی بالائی سطح کا ایک حصہ جزیرۂ نیوزیلینڈ کے قریب زمین کے اندر کی مدافعہ قوت اور حرارت کے باعث اُبھرنے لگا اور پھٹ کر دو حصے ہوگیا۔ اور ایک حصہ جو زمین کی بالائی سطح کا ۳/۱ تھا علیحدہ ہوکر اوپر چلا گیا اور چاند بن گیا۔ اور اُس سے خالی جگہ میں بحرِ اوقیانوس نمودار ہوگیا +

ڈنمارک میں ڈاکٹروں نے نشیلی چیزوں کے استعمال کو ترک کرنے کے لئے اشتہار جاری کئے ہیں جو سارے ملک میں ریلوے اسٹیشنوں پر لگائے گئے ہیں اُن پر ذیل کی عبارت درج ہے :-

الکحال بیوقوف اور کم عقل بنانے والا زہر ہے +

الکحال بہت سے دماغی امراض اور جرائم کا باعث ہے +

الکحال ہی کے اثر سے ڈنمارک میں ہر سات آدمیوں میں سے ایک فوت ہوتا ہے +

پرہیزگار رہنے یعنی نشوں کو ترک کرنے کے لئے نشوں کا ترک کرنا ہی سب سے عمدہ ترکیب ہے +

اگر تم چاہتے ہو کہ تم لوگ زیادہ مسرور۔ زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ تندرست رہو۔ مکانوں کو آراستہ رکھو۔ ملک میں بہبودی ہو۔ لوگوں کی جسمانی۔ اخلاقی اور دماغی حالت درست رہے تو نشوں کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ +

پاسٹیور کے لائق شاگرد میچنیکوف نے کچھ عرصہ گزرا یہ رائے قائم کی تھی کہ انسان کے جسم میں خون کی سفید کوٹھڑیاں اُن اجرام کو ہلاک کرکے جو ہوا۔ پانی اور غذا کے ذریعے جسم کے اندر داخل ہوجاتے ہیں انسان کی صحت کو قائم رکھتی ہیں۔ کیونکہ کوٹھڑیوں کے اجرام کو ہلاک کردینے سے انسان کو وبائی امراض نہیں ہوسکتے اور اُس کی صحت قائم رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ زمانہ میں لوگوں میں وبائی امراض کم نمودار ہوتے تھے۔ مگر آجکل زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اب سفید کوٹھڑیاں اجرام کو ہلاک نہیں کرتیں۔ جسم انسانی میں ایک قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے انگریزی زبان کی طبی اصطلاح میں اوپسونن کہتے ہیں۔ اس مادہ کو اجرام جذب کرلیتے ہیں اور جب تک کہ وہ اُسے جذب نہیں کرتے تب تک کوٹھڑیاں اُن کو ہلاک نہیں کرتیں۔ اور اجرام جسم میں بڑھکر وبائی امراض پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ مادہ محض نشیلی چیزوں کے استعمال سے جسم انسانی میں کم ہوجاتا ہے +

ڈاکٹر ایچ۔ او۔ ویک کی رائے ہے کہ سکتہ کا مرض بعض اوقات آنکھ میں کسی قسم کا نقص اور خصوصاً مرڈر پیدا ہوجانے سے بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے چار مریضوں کو اسی نقص کے باعث سکتہ میں مبتلا پایا۔ اور جب اُن کا نقص دُور کردیا گیا تو مرض بھی چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے ہے کہ اگر طبیعت میں سکتہ کا مرض قبول کرنے کا مادہ پیشتر سے نہ ہو تو آنکھ کا نقص

دُور کر دینے سے اس مرض سے نجات حاصل ہو جاتی ہے +

ڈاکٹر ایم۔اور اور ڈاکٹر آر۔او۔ نیومان نے تجربات کے ذریعے رائے قائم کی ہے کہ مچھروں اور دیگر آزار دہ حشرات کو دُور کرنے کے لئے لونگ کا تیل بہت مفید ہے۔اگر کسی قسم کا تیل اور لونگ کا تیل دس اور ایک بوند کے حساب سے ملا کر اُسے جسم پر ملا جائے تو مچھر وغیرہ انسان کو نہیں ستاتے +

اب عام طور پر ڈاکٹروں کی یہ رائے ہے کہ جن شہروں کے نزدیک ساکن مگر گندہ پانی کے تالاب ہوں یا جن مقامات کا پانی گندہ ہو وہاں سرطان کے اجرام بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور وہاں کے لوگ مرض سرطان میں زیادہ مبتلا رہتے ہیں +

بکریوں کا مرض۔جزیرہ مالٹا کی بکریوں میں ایک مرض پیدا ہو جاتا ہے۔اور جو لوگ اُن بکریوں کا دودھ یا گوشت کھاتے ہیں اُن کو بخار کا مرض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب انگریزی فوج متعینہ مالٹا بخار میں مبتلا ہو گئی اور جب کسی طرح بھی اُسے صحت حاصل نہ ہو سکی تو اُس سے بکریوں کا گوشت اور دودھ ترک کرایا گیا۔اور فی صدی نوے سپاہی تندرست ہو گئے +

آجکل اطبا اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مریض نمونیا کو ٹھنڈی صاف اور تازہ ہوا میں رکھنے سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔بلکہ وہ تندرست ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں بہت سے ڈاکٹر متفق ہیں۔بعض کی رائے ہے کہ ہوا زور کی نہ ہو۔لیکن گندی ہوا کے مقابلے میں زور کی ہوا مریض کو نفع دیتی ہے۔ ٹھنڈے پانی سے غسل دینا بھی مفید ہے +

تجربات کے ذریعے معلوم کر لیا گیا ہے کہ پانچ فیٹ بلند آدمی جس کا وزن ۱۲۵ پونڈ کا ہو وہ ۱۵۶ پونڈ کا وزن ۸ انچ تک آڑہ آڑہ اُٹھا سکتا ہے۔اور ۲۱۷ پونڈ وزن ۲ ۱ ۱ انچ بلندی تک۔ ۶ ۱ ۱ انچ بلند قد کا انسان ۱۸۳ پونڈ وزن والا ۱۵۶ پونڈ وزن ۱۳ انچ آڑہ آڑہ اُٹھا سکتا ہے یا ۲۱۷ پونڈ ۶ انچ بلندی تک۔ ۶ فیٹ ۳ انچ قد کا انسان ۱۸۸ پونڈ وزن والا ۱۵۶ پونڈ وزن آڑہ آڑہ ۱۶ انچ تک اور ۲۱۷ پونڈ وزن ۹ انچ بلندی تک +

ایک زود نویس شخص ایک منٹ میں ۳۰ لفظ لکھ سکتا ہے۔اور اس تحریر میں اُس کا قلم ۱۶½ فیٹ کی مسافت طے کر جاتا ہے۔ ۴۰ منٹ میں اُس کا قلم ایک فرلانگ طے کرتا ہے۔اور ۵ گھنٹے میں ½ میل۔ایک لفظ کے لکھنے میں قلم سولہ بار مُڑتا ہے۔اور ۳۰ الفاظ کے لکھنے میں ۴۸۰ بار۔ایک گھنٹہ میں ۲۸۸۰۰ بار۔ایک سال میں ۲۸۸۰۰۰۰۰ بار +

اگرچہ معمولی مکڑیاں جو مکان کے اندر پائی جاتی ہیں بے ضرر معلوم دیتی ہیں۔لیکن اُن کا زہر بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔تاہم ممالک معتدلہ میں مکڑیاں دیگر زہریلے جانوروں کی مانند مہلک ہوتی ہیں۔اور جسامت میں بھی بہت بڑی۔ سیلون اور ہندوستان میں ایک قسم کی مکڑی ہوتی ہے جو چڑیوں کو پکڑ لیتی ہے اگر وہ انسان کو کاٹ کھائے تو اُس کے زہر سے گزیدہ انسان جانبر نہیں ہو سکتا +

ایک مریض جو سات سال سے درد ہڈہ میں مبتلا تھا اُسے مختلف قسم کے علاجوں سے کوئی نفع نہیں ہوا۔ البتہ ایکس ریز (ایک قسم کی شعاعیں) کے استعمال سے تھوڑے ہی عرصہ میں کامل شفا حاصل ہوگئی۔اور پھر کبھی درد کی شکایت پیدا ہی نہیں ہوئی +

جس طرح آنکھ۔ناک۔کان۔گردن۔رخسارہ بھویں پیشانی سر کی بناوٹ۔ ہاتھوں کی لکیروں سے انسان کا چال چلن معلوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی کھوپڑی کی بناوٹ سے بھی +

کامیابی کے اُصول

قانون کی خلاف ورزی نہ کرو

اگر تم قانون کی خلاف ورزی کرو گے تو دیر سویر تمہیں
اُس کا نتیجہ مل جائیگا۔ کیونکہ تم غلطی کی پاداش سے نہیں
بچ سکتے۔ خواہ قانون تمہاری جسمانی قوت سے متعلق ہو۔
خواہ دماغی قوت سے۔ اور خواہ ملکی حالت سے خواہ اخلاق سے
لیکن اُس کے خلاف چلنے کا نتیجہ بُرا نکلتا ہے۔ اگر تم
کسی قسم کے قانون کے خلاف چلو گے تو وہ تمہارا پیچھا
کریگا۔ اور تمہیں اُس کا مزہ چکھا کر دم لیگا۔ تمہیں اپنے کئے
کا پھل بھگتنا پڑیگا۔ یا تو تمہیں جسمانی تکلیف ہوگی۔ یا دماغی
یا روپیہ کی۔ الغرض یہ کہ تم تکلیف یعنی سزا سے نہیں بچ
سکو گے۔ اس لئے حفظ ماتقدم سب سے بہتر شے ہے اور
اگر تم قانون کی پیروی کی عادت ڈالنی چاہتے ہو تو اُسکی
ابتدا ابتدائی عمر ہی سے کردو۔ جو لڑکا یا لڑکی اپنے باپ
یا ماں کی خواہشوں کا لحاظ کرتا ہے وہ نہ تو خانگی قانون کو
توڑیگا اور نہ ملکی قانون کو۔ انسان کو لازم ہے کہ وہ قانون
کی پیروی اور پابندی ضرور کرے +

اخلاقی باتوں کے نتیجہ پر یقین رکھو

ہر سمجھدار اور غور کرنے والے مرد اور عورت کی زندگی
میں ایسے موقعے بھی آتے ہیں جن میں اُنہیں سخت مایوسی
یا افسوس کا سامنا ہوتا ہے۔ جب کہ اُن کو شکوک گھیر لیتے
ہیں کہ کیا انصاف کا بھی کوئی انجام ہے۔ راستبازی کا
بھی کوئی اجر ہے۔ غلطی کی بھی کوئی سزا ہے۔ یا اخلاقی
نتیجہ کا بھی کوئی یقینی ٹھکانا ہے۔ ہر شخص کی بیرونی زندگی
بھی ایک عجیب اُلجھی ہوئی زندگی معلوم دیتی ہے نہایت پریشان
اور گڑبڑ۔ اُس میں نہ کوئی ترتیب پائی جاتی ہے اور نہ کوئی
ترکیب۔ اُس میں ظلم رانی حکومت کرتی ہے اور حق مغلوب
نظر آتا ہے۔ ہمیں اس سے زیادہ بات نظر نہیں آتی۔
لیکن ہر شخص کو کافی مشاہدہ اور تجربہ کے لئے ایک طویل
زندگی درکار ہے۔ تاکہ اُسے یہ یقین ہو جائے کہ آفتاب
کے طلوع یا غروب ہونے کی نسبت اخلاقی امور زیادہ
صحیح ہیں۔ انسان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جھوٹ جھوٹ
ہے۔ اور سچ سچ۔ غلطی غلطی ہی ہے۔ اور حقیقت حقیقت
ہی ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا پھل بھی انسان کو
ضرور ملتا ہے +

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان جیسا بیج بوتا ہے
ویسا ہی پھل پاتا ہے۔ خواہ یہ پھل اُسے جلد ملے یا
دیر میں۔ اس دُنیا میں یا کسی دوسری دُنیا میں۔ راستبازی
کو تم خواہ کسی نظر سے دیکھو۔ مادی نگاہ سے۔ علمی نگاہ سے
خواہ اُس کا محرک خدا کو سمجھو۔ خواہ نیچر کو۔ خواہ قانون کو۔
اور خواہ کسی سبب کو۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ راستبازی
کے اختیار کرنے سے انسان کو نہایت اعلیٰ درجے
کی کامیابی حاصل ہوتی ہے +

نفس پرستی اور گناہ کا ترک کرنا

بعض لوگ ایک بیہودہ قسم کی عیش وعشرت کے
دلدادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً بہت کھانے پینے۔ زیادہ حقہ

پینے یا آرام طلبی ۔ یا اسی قسم کی دوسری باتیں جنہیں وہ مسرت کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ لیکن یہ باتیں بھی عیش وعشرت میں داخل ہیں ۔ لیکن اگر کوئی شخص سخت کام یا محنت کرتا ہے تو اُسے صحت قائم رکھنے کے لئے کھیلنا ضروری ہے ۔ اُس وقت بھی سوتے رہنا جبکہ کوئی ضروری کام ہو یا کام کا وقت ۔ یا کام کے وقت کسی تفریح میں مصروف رہنا یا کسی ایسے شغل میں لگے رہنا جو کام کاج سے دُور رکھتا ہو ۔ یہ باتیں بھی عیش وعشرت میں داخل ہیں اور اُن سے انسان کو ضرور پرہیز کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ انسان کو بگاڑنے والی ہیں +

جو عورت یا مرد مخرب اخلاق ناولوں کے پڑھنے میں اور خصوصاً ایسے وقت جبکہ وہ خانگی کاموں کو کرسکتا ہے ۔ یا خاندان کے کسی شخص کی مدد کرسکتا ہے یا اپنے عقلی ذہنی اور اخلاقی قوے کو ترقی دے سکتا ہے مصروف ومشغول رہتا ہے وہ بھی عیش وعشرت کا پابند ہے ۔ اور وقت کو ضائع کرتا ہے ۔ اسی طرح جو جوان مرد بستر پر پڑے پڑے ہی سُستی دُور کرنے کے لئے چاہ یا قہوہ کا ایک پیالہ اپنی ماں یا بہن یا خادمہ سے چاہتے ہیں وہ بھی عیش پرست ہیں ۔ ایسے لوگ اگر سولہ یا بیس سال کی عمر میں چاہ یا قہوہ کی خواہش رکھتے ہیں تو تیس سال کی عمر کو پہنچ کر رم یا برانڈی مانگینگے +

یہ یقینی اور قدرتی بات ہے کہ انسان کی طبیعت ہمیشہ کسی خاص طرف میلان رکھتی ہے ۔ اس قسم کے نوجوان جلد تر خود غرض ہوجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ عیش پسند اور اُن لوگوں سے جن کے ساتھ وہ رہتے سہتے ہیں اپنی خدمت کراتے ہیں اور جوں جوں عمر میں ترقی کرتے ہیں توں توں زیادہ عیش پسند ہوتے جاتے ہیں ۔ اور آخرکار وہ یا تو بیوی یا کسی اور رشتہ دار کے غلام اور دست نگر بن کر رہتے ہیں ۔ بعض لوگ ذرا ذرا سی تکلیف کے باعث کام بند کردیتے ہیں ۔ اُنگلی کا درد ۔ سردرد ۔ پیٹ کا درد وغیرہ ایسی شکایات ہیں جن کے لئے کام کو بند کرنا درست نہیں +

تجربات سے ثابت ہوچکا ہے کہ اسکاٹ لینڈ یا ویلس کے لوگ شہری زندگی میں زیادہ ترقی کرجاتے اور انگریزوں سے ہر طرح پر سبقت لے جاتے ہیں ۔ اس کا اصل اور خاص سبب یہ ہے کہ اُن کی پرورش زیادہ سختی کے ساتھ کی جاتی ہے ۔ جس میں اُنہیں عیش وعشرت سے قطعی واسطہ نہیں پڑتا ۔ بلکہ والدین اُنہیں قاعدہ ۔ دستور ۔ اور محنت کا عادی بناتے ہیں +

چونکہ عیش پرستی سے انسان کے اخلاق اور جسمانی طاقت اور نیز قوت ارادی کو بہت کچھ نقصان پہنچتا ہے اور خصلت بالکل ناکارہ اور کمزور ہوجاتی ہے ۔ اور نہ تو قوت برداشت باقی رہتی اور نہ ہمت واستقلال اس لئے اُن کو رفیق بنانا بہت نقصان دہ ہوتا ہے ۔ پس عیش وعشرت سے ہمیں دور بھاگنا چاہیئے ۔ کیونکہ بنی انسان کے سب سے زبردست دشمنوں میں سے ہے

نوجوانوں کو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو بگاڑیں نہیں بلکہ بنائیں ۔ اور نزاکت ۔ آرام طلبی ۔ بد اخلاقی اور عیش پرستی میں نہ پڑجائیں ۔ مردوں اور عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی خاص مدعا قرار دیں ۔ وہ بیجان گڑیوں اور گڈوں کی مانند نہ رہیں بلکہ چلتے پھرتے اور جاندار انسانوں کی مانند ۔ کسی نے خوب کہا کہ کچھ بنو ۔ کچھ کرو ۔ اپنی ہستی کے مقصد کو پورا کرو ۔ اور جملہ اقسام کی عیش پرستی سے دُور رہو +

ملکۂ پرستان

شاہ اعظم کا شہر

تقدس کا مکان چھوڑنے کے بعد صلیبی سورما اور اُس کا رہبر رحمت ایک اسپتال میں پہنچے - جہاں کچھ ایسے لوگ رہتے تھے جنہوں نے عمر بھر "بہشت کے بادشاہ" کی خدمتگزاری کا عہد کر لیا - یہ لوگ شب و روز نیکی کے کاموں میں مصروف رہتے تھے - اور بہشت کے دروازے تھکے ماندے مسافروں کو آرام دینے کے لئے کھلے رکھتے تھے - ان لوگوں میں سے ایک شخص بیٹھا ہوا اُن غریبوں اور حاجتمندوں کو بلاتا رہتا تھا - ہر شخص کو جدا جدا خدمت سپرد کی گئی تھی جسے وہ بوجہ احسن انجام دیتا رہتا تھا - ایک مسافروں کے کھانے پینے کا سامان کرتا تھا - دوسرا حاجتمندوں کے اکل و شرب کا انتظام - تیسرا ننگوں کو کپڑے دیتا تھا - چوتھا قیدیوں کو رہائی - پانچواں مریضوں اور لب دم لوگوں کو تسکین - چھٹا مردوں کو پھولوں سے آراستہ کرتا تھا - اور ساتواں بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری - ان ساتوں کی رحمت دلی دوست تھی - اور محبت ان کی مقرر کرنے والی +

سورما جب تک اسپتال میں رہا تب تک اُسے نیک کاموں کی تعلیم ملتی رہی - چونکہ وہ بڑا ذہین اور سمجھدار تھا - اس لئے اُس نے بلدنہ تمام باتوں کو عمدگی کے ساتھ حاصل کر لیا - اسپتال سے رخصت ہو کر سورما ایک ڈھلوان اور بلند پہاڑی پر پہنچا - جسکی چوٹی پر ایک گرجہ اور اُسکے پاس ہی ایک چھوٹا سا راہب خانہ بھی تھا - اس راہب خانہ میں ایک بڈھا آدمی رہتا تھا جس کا نام تفکر تھا - وہ ہر دم تسبیح و تحلیل - مراقبہ - اوراد اور بندگی میں مصروف رہتا تھا - وہ دُنیوی باتوں کا خیال تک بھی دل میں نہیں لاتا تھا - جب اُس نے سورما وغیرہ کو آتے ہوئے دیکھا تو دل میں ذرا ناخوش ہوا - کیونکہ اُس نے یہ خیال کیا کہ وہ اُسے دُنیوی باتوں میں لگا دینگے - لیکن جب اُس نے رحمت کو بھی اُنکے ہمراہ دیکھا جسکے ساتھ وہ محبت و تعظیم سے پیش آتا تھا تو اُس نے اُنہیں خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی کے ساتھ سلام کیا - اور دریافت کرنے لگا کہ آپنے یہانتک آنے کی تکلیف کیوں گوارا کی +

رحمت :- اُسی غرض کے لئے جو ہر شخص کو ہوتی ہے - یعنی بہشت میں داخل ہونے کی غرض سے - کیا اُس مبارک اور مسرت بخش مقام کو یہاں سے راہ نہیں جاتی - ایمان نے اُسکی کنجیاں آپکے سپرد کی تھیں اور کہا تھا کہ جو کوئی وہاں جانے کی خواہش کرے آپ اُسے راستہ بتا دیں" +

پس تفکر نے صلیبی سورما کو اپنے پاس رکھ لیا اُس سے روزے رکھوائے اور عبادت کرائی - اسکے بعد اُسے پہاڑی کی سب سے بلند چوٹی پر لے گیا - وہاں سے اُس نے سورما کو ایک تنگ ڈھلوان اور طویل راستہ دکھا دیا - جو ایک اچھے شہر کو جاتا تھا - اس شہر کی شہر پناہ اور مینارین بہت بلند تھیں اور ہیرے - موتی اور دیگر مشہور اور بیش قیمت جواہرات سے جن کا ذکر بیان سے باہر تھا بنی ہوئی تھیں - اس شہر کا نام " شاہ اعظم کا شہر" تھا - اور وہاں دامی مسرت اور امن و امان کی حکومت تھی +

جب سورما پہاڑی پر سے اُس شہر کی طرف دیکھ رہا تھا

تو اُس نے نورانی اور مبارک فرشتوں کو آسمان سے اُترتے ہوئے اور شہر کے گلی کوچوں میں اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے دیکھا ۔ اس نظارہ سے اُسے بڑی ہی حیرت ہوئی ۔ اور اُس نے تفکّر سے دریافت کیا کہ وہ بلند عمارت کون سی ہے ۔ اور یہ کہ وہاں کون سی قوم رہتی ہے ؛

رحمت :۔ "اے بہادر سورما ۔ اس کا نام یروشلم ہے ۔ یہ نیا یروشلم ہے ۔ اور خدا نے اُسے اُن لوگوں کی سکونت کے لئے بنایا ہے جو اُسکے برگزیدہ ہیں ۔ اور جن کو مسیح گناہ سے پاک کر دیتا ہے ۔ کیونکہ اُس نے کُل دنیا کے گنہگاروں کو پاک کرنے کے لئے موت کا تلخ پیالہ پیا" ؛

صلیبی سورما :۔ "اب تک تو مجھے یہی خیال تھا کہ ملکہ گلوریانہ کا شہر جہاں سے میں آیا ہوں تمام شہروں سے زیادہ خوشنما ہے ۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ شہر اُس پر بھی فوق رکھتا ہے" ؛

رحمت :۔ "بالکل درست ہے ۔ تاہم دُنیوی شہروں میں ملکہ گلوریانہ کی سلطنت سب سے زیادہ دلفریب ہے ۔ اور جب تم ایک مشہور فتح حاصل کر لو تو تم اپنے ہتھیار ٹانگ دو اور دُنیوی باتوں کی طرف سے ہاتھ اُٹھا لو ۔ کیونکہ کشت و خون سے رنج و غم پیدا ہوتے ہیں ۔ تم اُس راستہ پر چلنے کی کوشش کرو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں ۔ کیونکہ آخر کار وہ تمہیں بہشت میں پہنچا دیگا ۔ امن و امان سے "شاہ اعظم کے شہر" کی زیارت کے لئے چلے جاؤ ۔ کیونکہ تمہارا انجام بخیر ہوگا ۔ تم مقدسوں میں شمار و شریک کئے جاؤ گے ۔ اور اپنی ہی قوم کے دوست اور سرپرست بنو گے ۔ اور تم سینٹ جارج کہلاؤ گے ۔ کیونکہ تمہارا نام "مسرور انگلستان کے سینٹ جارج اور فتح کی علامت" مشہور ہوگا" ؛

صلیبی سورما :۔ "اے مقدس بزرگ تم نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے میں اُس کا عوض اور شکریہ کس طرح ادا کر سکتا ہوں" ؛

ان کلمات کے بعد ہی اُس کی آنکھوں میں ایک قسم کا نور برسنے لگا ۔ یہاں تک کہ اُس نور کی روشنی میں اُسے وہ راستہ دکھائی دینے سے رہ گیا جسکے ذریعے کہ وہ لوٹ کر جانے والا تھا ۔ صلیبی سورما نے رحمت کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور شاہزادی اُنا کے پاس واپس چلا گیا ۔ شاہزادی اُسے دیکھتے ہی باغ باغ ہوگئی ۔ اور جب سورما آرام کر چکا تو شاہزادی نے اُسے یاد دلایا کہ اُسے کس کام کے لئے جانا ہے ۔ پس اُنہوں نے اپنے میزبانوں سے رخصت طلب کی اور اپنے سفر کا راستہ لیا ؛

آخری جنگ

آخر کار صلیبی سورما اور شاہزادی اُنا چلا چل شاہزادی کے باپ کے شہر میں پہنچ گئے ۔ اژدہے نے سارا ملک تباہ کر دیا تھا ۔ اور جب سورما کا سفر ختم ہونے آیا تو شاہزادی نے سورما کی ہمت کو بڑھانا شروع کیا ؛

شاہزادی اُنا :۔ "اے پیارے سورما ۔ تو نے میری خاطر اس قدر مصائب جھیلی ہیں ۔ خدا تجھے اس کا نیک اجر دے ۔ اب تو میرے ملک میں آگیا ہے ۔ اور وہ مقام سامنے ہے جہاں ملک کی مصیبت کا باعث رہتا ہے ۔ اُس خوفناک اور خونخوار اژدہے کا مسکن وہ سامنے رہا ۔ اس لئے ہوشیار ہو جا اور اُس کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہو ۔ جرأت باندھو ۔ اور ہمت سے کام لو ۔ اس میں فتح حاصل کرنے سے تمہارا نام جگ میں روشن ہو جائیگا" ؛

ابھی شاہزادی یہ باتیں کر ہی رہی تھی کہ سورما نے ایک مہیب گرج کی آواز سُنی ۔ جس سے ہوا گونج اُٹھی ۔ اور زمین دہلنے لگی ۔ اور جوں ہی کہ اُسکی نگاہ سورما کے

جگمگاتے ہوئے اسلحہ پر پڑی۔ وہ فی الفور سنبھل کر اُٹھا۔ اور سورما پر حملہ آور ہونے کے لئے بعجلت تمام سورما کی طرف بڑے غیظ و غضب کے ساتھ لپکا +

صلیبی سورما نے شاہزادی کو حکم دیا کہ وہ سامنے والی پہاڑی پر چلی جائے اور وہاں بیٹھ کر وہ لڑائی دیکھے۔ ابھی وہ سورما کی تعمیل ارشاد میں بہت دُور نہ جانے پائی تھی کہ اژدہا سورما کے نزدیک آن پہنچا۔ وہ بڑا مہیب مخلوق تھا۔ اور اسکے جسم پر پیتل کے سنے تھے جو شکل میں ڈھال کی مانند تھے۔ اُسکی شکل دیکھتے ہی ہیبت طاری ہوتی تھی۔ اُسکے دو بڑے بڑے بازو تھے اسکی دُم کے اوپر دو تیز ڈنک تھے۔ اُسکے پنجے بڑے تیز اور مضبوط تھے جو ہر شے کو پھاڑ ڈالتے تھے +

سورما اور اژدہے میں سارے دن جنگ ہوتی رہی۔ قریب شام سورما بالکل چور چور ہوگیا۔ اور تکان کے مارے لڑنے کے قابل نہ رہا۔ میدان جنگ کے نزدیک ہی ایک کنواں موسومہ "چاہ حیات" تھا جس کا پانی نہایت صحت بخش تھا۔ اژدہے نے سورما کو پسپا کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کنوئیں میں گر پڑا۔ یہ دیکھکر اژدہا اس خیال سے بازو پھڑپھڑانے لگا کہ وہ فتحمند ہوگیا ہے۔ لیکن اُس کنوئیں کے پانی کی خاصیت اور تاثیر سے سورما تازہ دم ہوکر اٹھا۔ اور قیام گاہ پر پہنچ کر سوگیا۔ صبح ہوتے ہی وہ پھر اژدہے سے مقابل ہوا۔ دوسرے دن لڑائی شام تک رہی۔ اس روز بھی سورما ہی ہارنے کے قریب ہوگیا۔ شام کو دونو نبرد آزما علیحدہ ہوگئے۔ رات کو سورما ایک پھلدار درخت کے سایہ تلے سویا۔ جس کا نام "شجر حیات" تھا۔ اس درخت میں سے خوشبو کا ایک چشمہ بہتا تھا۔ جو ہر شکایت کو دُور کر سکتا تھا۔ اور جو کوئی اس درخت کا پھل کھالیتا تھا۔ اُسے حیات ابدی حاصل ہوجاتی تھی۔ سورما صرف اپنی جسمانی طاقت ہی کے ذریعے اُس خونخوار و منحوس اژدہے پر جس کا نام "اژدر گناہ" تھا کامل فتح حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن "چاہ حیات" اور "شجر حیات" کے پانی اور پھل نے اُسے وہ طاقت عطا کر دی جس کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی تھی۔ تیسرے دن صبح ہوتے ہی پھر لڑائی شروع ہوئی جس میں اژدہے کو سورما نے مغلوب کرکے ہلاک کر ڈالا +

جنگ کے بعد آرام

ابھی آفتاب اچھی طرح جلوہ گر نہ ہونے پایا تھا کہ شہر پناہ پر سے چوکیداروں نے اژدہے کی نعش کو دیکھ لیا۔ انہوں نے فی الفور اس کی اطلاع دوڑ کر بادشاہ کو دی۔ بادشاہ اور ملکہ شہر سے باہر نکلے اور اُنہوں نے اژدہے کو مرا ہوا دیکھکر شہر کے اندر اعلان کرا دیا کہ اژدہا ہلاک کر دیا گیا اور رعایا کو خوب جشن منانا چاہئے +

اس خبر فرحت اثر کو سنتے ہی لوگوں نے تریاں بجانی شروع کردیں اور خوشی کے نعرے بلند کرکے خدا کا شکریہ ادا کرنے لگے جس نے کہ اُنہیں غلامی کے بند سے رہائی دلائی تھی۔ بادشاہ اور ملکہ رعایا کو شاداں و فرحاں دیکھ کر بیحد خوش ہوئے اور ایک جلوس کے ساتھ شہر کے باہر آگئے۔ جلوس کے آگے آگے ایک جماعت خوبرو نوجوانوں کی تھی۔ جو بہادر اور شہ زور تھے۔ وہ سب بڑھتے ہوئے صلیبی سورما کے پاس پہنچ گئے اور اُسکے قدموں پر گر کر اُس کی شان میں فاتح اور رہائی دہندہ"

کے نعرے بلند کرنے لگے ✦

جلوس کے پیچھے خوبصورت کنواریاں - جن کے ہاتھوں میں پھولوں اور پتیوں کے ہار تھے - وہ جوش مسرت میں شکرگزاری کے ترانے گا رہی تھیں اُنکے آگے پیچھے کودتے پھاندتے اور رقص کرتے ہوئے اور خوش الحانی سے راگ گاتے جا رہے تھے - یہ سب شاہزادی اُنا کے پاس پہنچ کر کھڑے اور سرنگوں ہو گئے ✦

بادشاہ نے اپنے صلیبی سورما کو بیش قیمت تحائف نذر دئے - اور اُس کا ہزاروں ہزار شکریہ ادا کیا - اور سورما اور شاہزادی کو بڑی فتحمندی اور فخر و خوشی کے ساتھ محل میں لے گیا - اُنکے آگے آگے لوگ تُریاں بجاتے اور خوشی کے راگ گاتے تھے - محل میں بڑی آرائش کی گئی تھی - اور ایک بڑی بھاری دعوت اور جشن کا سامان مہیا کیا گیا تھا ✦

بادشاہ اور ملکہ نے سورما سے کہا کہ تم اُن مصائب اور جان جوکھوں کے اُن کاموں کا ذکر کرو جو تمہیں سفر میں پیش آئے ہیں بیان کرو - چنانچہ سورما نے بادشاہ اور ملکہ کی اس درخواست کو بدل قبول کر کے بڑے شوق کے ساتھ اپنے مصائب سفر کے حالات بیان کئے - داستان ختم ہونے پر بادشاہ نے کہا کہ :-

"اے نوجوان تو نے بہت بڑی مصائب جھیلی ہیں - میری زبان میں اتنی طاقت کہاں کہ میں تیری ہمت اور قوت برداشت کی تعریف کروں - میرے خیال سے تو کسی ذی روح مخلوق کو بھی اسقدر مصائب پیش نہیں آئی ہونگی - لیکن شکر کہ تو اب آفات کے تلاطم خیز سمندر کے ساحل پر آ پہنچا - اس لئے اب ہمیں دائمی راحت و آرام کا خیال کرنا چاہیئے" ✦

صلیبی سورما:- "اے شاہ اعظم - ابھی میں راحت و آرام کی فکر و پرواہ نہیں کرتا - کیونکہ جس وقت میں نے یہاں آنے کا ارادہ کیا تھا تو میں نے یہ بھی عہد کر لیا تھا کہ اپنی مہم کو سر کر کے ملکہ گلوریانہ کے پاس واپس چلا جاؤنگا - اور چھ سال تک جنگ و جدل میں اُسکی مدد کرتا رہونگا" ✦

جب بادشاہ نے سورما کی زبان سے اس کا عذر سن لیا تو اُسے بڑا ہی افسوس ہوا - کیونکہ اُسے سورما کی باتوں اور انداز سے یہ پتہ لگ گیا تھا کہ سورما اپنا عہد ضرور قائم رکھیگا ✦

بادشاہ - خیر جیسی تمہاری مرضی - مگر کیا تم چھ سال بعد واپس آکر میری بیٹی شاہزادی اُنا کے ساتھ شادی کرو گے؟ کیونکہ میں اپنی سلطنت میں یہ اعلان کر چکا ہوں کہ جو کوئی اژدہے کو ہلاک کریگا وہی میرا داماد اور وارث ہوگا - چونکہ اس مہم کو تم نے فتح کیا ہے - اس لئے تم کو میری یہ خواہش پوری کرنی پڑیگی" ✦

یہ سنکر شاہزادی اُنا بڑے دلربا ناز و انداز کے ساتھ سورما کی طرف بڑھی - اُس وقت اُس کا حسن گلوسوز بہار پر تھا - اور کچھ اس قسم کی شان دلربائی تھی جو پتھر کو بھی موم کر سکتی تھی - اُسکے حسن کی تسخیر سے سورما مغلوب ہو گیا - اور اُسی وقت اُنکی نسبت قرار پا گئی - اور سارے شہر میں ایک جشن منایا جانے لگا - سورما کی نگاہوں میں اُنا کھب گئی یہاں تک وہ اُسے سراپا حسن و ناز کی موہنی مورت معلوم دینے لگی - اور اُسکا دل اُسکی طرف خود بخود کھنچنے لگا ✦

سورما کو اُنا کے ساتھ محبت پیدا ہو گئی - لیکن اُس نے اُس حالت میں بھی ملکہ گلوریانہ کی خدمت کا خیال دل سے نہیں بھلایا - اور جب وقت آ گیا تو وہ بادشاہ - ملکہ اور شاہزادی سے با دل ناخواستہ رخصت ہو کر ملکہ گلوریانہ کے وطن کی طرف کوچ کر دیا ✦

تاریخ ایران

خاندان کیانیان (۲)

کیخسرو کو تلاش کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کی گئی - اور گیبو جو ایرانیوں کا ایک بہت مشہور نبرد آزما اور دلاور شخص تھا اُس نے ملک چین کا سفر کیا - سارے چین کو چھان مارا بہت سی فوجوں کو شکست دی - اور اپنی مہم کی تکمیل تک بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے - اور آخر کار جب کیخسرو کا پتہ لگا کر اُسے اُسکے نانا کے پاس لایا گیا تو نانا کو بیحد مسرت حاصل ہوئی - اُس نے فی الفور تاج و تخت کیخسرو کے سپرد کر دیا اور اراکین سلطنت سے کہا کہ اب تم اُسکی اطاعت کرو - سوائے طوس کے باقی سبھوں نے بڈھے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی - طوس نے کیکاؤس کے بیٹے فریبرز کو مخاطب کر کے کہا کہ "میں سوائے تیرے اور کسی کے روبرو سر تسلیم خم نہیں کرونگا - کیونکہ تیرے باپ کے بعد تاج و تخت تیرا ہے - نہ کہ نواسے کا - جس کی رگوں میں افراسیاب کا خون ہے - اور جو دوغلہ ہے"+

اس گفتگو پر طوس اور گیو کے باپ گودرز میں باہم ردوبدل ہونے لگی - لیکن کیکاؤس نے اس بحث کا خاتمہ یہ کہہ کر کر دیا کہ میں نے اپنے بیٹے اور نواسے کو ساحروں اور دیوؤں کے خلاف جنگ برپا کرنے کے لئے آمادہ کر لیا ہے - اور میں نواسے کو وارث تاج و تخت اس لئے بناتا ہوں کہ اُس نے اپنے کارہائے نمایاں سے اپنے کو اس قابل ثابت کر دیا ہے - یہ تجویز کیخسرو کے حق میں مفید پڑی - کیونکہ جنگ و جدل میں وہ کامیاب رہا[لہ] - اور فریبرز ناکام اس لئے میدان جنگ سے واپس آنے پر کیخسرو بادشاہ بنا دیا گیا +

کیخسرو نے بادشاہ ہو کر بھی بڈھے بادشاہ کی بڑی توقیر کی وہ یہی سمجھتا رہا کہ اُس کا نانا ہی بادشاہ ہے - اُسکے اس سلوک سے رعایا بہت خوش ہوئی - یہاں تک کہ زال اور رستم جو سیستان چلے گئے تھے مع تحائف کے حاضر ہوئے - کیخسرو اُن کے ساتھ بحسن سلوک پیش آیا - اور اُس نے اُن کی شرکت اور رائے سے فی الفور ایک سپاہ افراسیاب پر فوجکشی کرنے اور اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے فراہم کی +

اگرچہ اس جنگ میں کیخسرو بذات خود شریک تھا - لیکن اُس نے فوج کی کمان رستم کے سپرد کر دی تھی - اور ہراول کا کمانیر طوس کو بنایا تھا - اور اُسے یہ ہدایت کر دی تھی کہ وہ فیرود کے ملک میں کوئی زیادتی نہ کرے - یہ فیرود کیخسرو کا بھائی تھا - کیونکہ وہ سیاؤس کا بیٹا اور پیراں دیسہ کی دختر کے بطن سے تولد ہوا تھا - وہ ملک خراسان کا فرمانروا تھا - اُس کا پایہ تخت قلات تھا جو فی زمانہ قلات نادری کے نام سے مشہور اور مشہد سے ۳۰ میل شمال و مشرق کو واقع ہے +

جب طوس فیرود کے پایہ تخت کے نزدیک پہنچا تو فیرود کو خیال ہوا کہ وہ فوجکشی کے لئے آتا ہے - پس اُس نے طوس کا

لہ فردوسی اپنے شاہنامہ میں لکھتا ہے کہ دیوؤں کا قلعہ ہوا میں معلق تھا - فریبرز اُس پر اس لئے حملہ آور نہیں ہو سکا کہ وہ دسترس سے باہر تھا - لیکن کیخسرو نے ایک تیر مار کر جس پر خدائے قادر مطلق کا نام لکھا ہوا تھا اُس سحر کو توڑ دیا جس کے باعث قلعہ ہوا میں معلق تھا - تیر لگتے ہی دیو زمین پر آ گئے اور پھر اُنکو آسانی کے ساتھ تہ تیغ کر دیا گیا +

مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں کیں۔ اس پر طوس نے اپنے بیٹے اور بھتیجے کی معرفت فیرود کو یہ پیغام روانہ کیا کہ وہ وہاں حاضر ہو۔ فیرود اس پیغام کو سنتے ہی غصہ کے مارے بیتاب ہوگیا۔ حالت غیظ و غضب میں اس نے دونوں قاصدوں کو ہلاک کرادیا۔

طوس نے جب یہ ماجرا سنا تو اس نے پایہ تخت پر دھاوا بول کر فیرود کو قتل کرادیا۔ اسکے بعد ایرانی فوج آگے بڑھی۔ مگر اسے پیراں دسہ کی تاتاری فوج نے گھیر لیا۔ جس کے ہاتھوں ایرانی سپاہ ایک بڑی تعداد میں ہلاک کی گئی۔ اور تاب مقابلہ نہ لاکر میدان جنگ سے بھاگ نکلی۔ کیخسرو نے طوس کو عدول حکمی پر معزول کرکے برائے چندے قید خانے میں بھیج دیا۔

طوس کے فوجی دستہ کے عقب میں فریبرز کا دستہ تھا۔ پیراں دسہ نے اسے بھی مغلوب کردیا۔ افراسیاب کو اس کامیابی پر بے انتہا مسرت ہوئی۔ اور اس کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اس لئے اس نے اس کثیر التعداد سپاہ پر حملہ آور ہونے کی نیت باندھی جو کیخسرو اور رستم کے زیر کمان تھی۔ جب کیخسرو کو افراسیاب کے اس ارادہ کی خبر ہوئی تو اس نے طوس کو رہا کرکے پھر ایک فوج کے ساتھ پیراں دسہ کے مقابلہ کے لئے روانہ کردیا۔ طوس اور پیراں دسہ میں سات دن تک مقابلہ رہا جس میں طوس کو ناکامی رہی اور وہ کوہستان کی طرف چلا گیا۔ جہاں اسے افراسیاب کی فوج نے محصور کرلیا۔ رستم اس کی مدد کو گیا۔ اور اس نے کئی معرکے فتح کرنے کے بعد اسے دشمنوں کے بیچ میں سے نکالا۔ اور پیراں دسہ وغیرہ کی سپاہ پر غلبہ حاصل کرکے افراسیاب کے خاص دوست اور مددگار یعنی شہنشاہ چین کو گرفتار کرلیا۔

فغفور چین کی گرفتاری پر چینی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی۔ افراسیاب بھی گھبرا کر اپنے پایہ تخت کو بھاگ گیا۔ رستم جو تعاقب میں لگا چلا گیا وہ پایہ تخت پر پہنچتے ہی قابض ہو جاتا۔ مگر شاہ ختن جس کا نام پولادوند تھا وہ افراسیاب کی امداد کو آگیا۔ پولادوند بڑی بہادری کے ساتھ لڑا۔ اس نے کئی مشہور ایرانی سورماؤں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ مگر آخر کار رستم کے ہاتھوں سے ہلاک کیا گیا۔ جب افراسیاب کا کوئی مددگار نہ رہا تو وہ بھاگ گیا۔ رستم نے اسکے ملک پر قبضہ کرکے حصے بخرے کر ڈالے اور ایرانی فوج کے سپہ سالاروں میں تقسیم کردیا۔ اور خود کیخسرو کی بارگاہ کو چلا گیا۔

افراسیاب اس شکست کے بعد بھی ہمت نہ ہارا۔ بلکہ اس نے کوشش کرکے اپنی سلطنت پھر حاصل کرلی۔ جسکے بعد ہی ایک بار پھر افراسیاب اور رستم میں مقابلہ ہوا جس میں رستم کو گیو کے فرزند بیژن[1] کی رہائی کے لئے سخت کوشش کرنی پڑی۔ بیژن جسے سوروں کی ہلاکت کے لئے مامور کیا گیا تھا وہ اپنا کام کرتے کرتے گرگین کے بہکانے سے اور اپنی جوانی کی خواہش کے ہاتھوں منیژہ دختر افراسیاب کو حاصل کرنے کے لئے چلا گیا جہاں وہ قید کرلیا گیا۔ اور اپنی بری خواہش کی پاداش میں ایڑیوں کے بل اوندھا ایک

[1] ایک دن کیخسرو سے چند کسانوں نے آکر کہا کہ سؤر ہمارے کھیتوں کو تباہ کئے ڈالتے ہیں۔ اسکا کوئی انتظام ہونا چاہئے۔ اس وقت بیژن نے کہا کہ میں شکار کرکے انکو ہلاک کرسکتا ہوں۔ چنانچہ اسے اور مشہور پہلوان گرگین کو اس کام کے لئے مامور کیا گیا۔ گرگین نے سوروں کے زیادہ دانت حاصل کرنے کی نیت سے بیژن کو دام بلا میں پھنسانا چاہا۔ بیژن کی اس بات کو سنکر کہ میں سوروں کے دانتوں کو سونے میں منڈھوا کر اپنے گھوڑے کی گردن میں بطور نشان مہم کے ڈالونگا۔ گرگین کے دل میں آتش حسد بھڑک اٹھی اور اس نے بیژن کو سیر میں ڈالنے کے لئے کہا کہ نزدیک ہی ایک گھاٹی ہے۔ وہاں ایک خوشنما باغ اور محل میں افراسیاب کی بیٹی منیژہ رہتی ہے۔ آؤ چلو۔ اسے وہاں سے اڑا لائیں۔ بیژن اس کی باتوں میں آکر وہاں جا پہنچا اور قید کرلیا گیا۔

گڑھے میں لٹکا دیا گیا۔ مگر رستم نے اُسے رہائی دلوانے کی فکر کی۔ وہ افراسیاب کے پاس ایک تاجر کے بھیس میں گیا۔ اور بیجن کو وہاں سے نکال کر چل دیا۔ افراسیاب کی فوج نے اُس کا تعاقب کیا۔ مگر رستم نے فوج کو شکست فاش دی ♦

اس مہم کے بعد رستم کو اپنے پوتے برزو کے ساتھ معرکہ آرائیاں کرنی پڑیں۔ جو افراسیاب کی فوج میں سپہ سالار تھا۔ رستم کو اُسکا حال بھی معلوم نہیں تھا۔ مگر درحقیقت وہ سہراب کا فرزند جری تھا۔ جس طرح دھوکہ میں رستم کے ہاتھ سے اُس کا بیٹا سہراب مارا گیا تھا اُسی طرح برزو بھی مارا جاتا۔ مگر ایک کلمہ سے رستم کو معلوم ہو گیا کہ برزو اُسکے لخت جگر سہراب کا فرزند ہے۔ اُس وقت سے برزو اور رستم میں رشتۂ الفت قائم ہو گیا۔ چونکہ برزو ایک بڑا قابل سپہ سالار اور تاتار میں مشہور اور بینظیر سورما تھا۔ اس لئے افراسیاب کو اُسکے رستم سے مل جانے پر بڑی ہی مایوسی کا سامنا ہوا۔ اس پر اُس نے ایک رقاصہ کے ذریعے رستم کو دام فریب میں پھانس کر شرمندہ کرنا چاہا۔ افراسیاب کو اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ رقص و سرود تو درکنار رہا دونوں فوجوں میں معرکہ ڈٹ گیا۔ اس معرکہ میں بھی فتح کا سہرہ ایرانیوں ہی کے سر رہا۔ اُس وقت پیران دسہ نے یہ رائے دی کہ افراسیاب پایہ تخت کو واپس چلا جائے لیکن اُس نے اس رائے کو قبول نہ کیا۔ بلکہ برعکس اسکے کیخسرو کے پاس یہ پیغام روانہ کیا کہ آؤ ہم تم تنہا اور دست بدست لڑکر فیصلہ کرلیں کہ فتح کس کی ہے اور شکست کس کی۔ کیخسرو اس پیغام کو سُنکر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اُس نے افراسیاب کی درخواست منظور کرلی ہوتی۔ لیکن اُسکے وزیروں اور سپہ سالاروں نے اُسے ایسا کرنے سے بمشکل تمام روکا ♦

جب برزو افراسیاب کی حضوری میں حاضر ہوا تھا تو اُس نے اُسے طعنہ دیا کہ تو تو میرے دشمنوں سے جا ملا۔ برزو نے چونکہ ایسا نہیں کیا تھا۔ اس لئے اُسکے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اُس نے تلوار پکڑی اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان معرکہ میں جا اُترا۔ مگر دونوں فوجوں نے اُسے روک لیا۔ اور افراسیاب کی فوج واپس چلی گئی ♦

چونکہ یہ جنگ سرزمین سیستان میں ہوئی تھی۔ جہاں رستم کا محل اور صوبہ تھا۔ اس لئے رستم نے کیخسرو سے عرض کی کہ وہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے اُسکے غریب خانہ کی عزت افزائی کرے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو بدل منظور کیا۔ اور ایک ہفتہ تک رستم کے ہاں مہمان رہا۔ رستم نے بھی خوب ہی تواضع کی۔ بادشاہ خوش ہوا اُس وقت رستم نے عرض کی کہ اب میں بہت بڈھا ہو چکا ہوں۔ اس لئے باقی ایام زندگی کو خلوت اور گوشہ نشینی میں آرام سے بسر کرنا چاہتا ہوں اور میری جگہ میرا فرزند فرامرز اور پوتہ برزو جنگی خدمات انجام دیگا۔ رستم کی اس درخواست کو بادشاہ نے منظور کر لیا۔ اور برزو کو غور اور ہری (ہرات) کے صوبوں کا حاکم بنا دیا۔ اور فرامرز کو ایک جنگی مہم کا سپہ سالار بنا کر ہندوستان کے فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ جب ملک ہندوستان فتح کر لیا جائے تو فرامرز اُس مہم میں جا کر شریک ہو جائے جو تاتار کی فتح کے لئے بسر کردگی گدرز کے تیار کی جا رہی ہے ♦

اس فوجی مہم میں گدرز کا مقابلہ پیران دسہ نے کیا تھا۔ چند خفیف معرکوں کے بعد پیران دسہ نے گدرز کے پاس یہ پیغام روانہ کیا کہ کیا سیاوش جسکی موت کا عوض لینے کے لئے اسقدر خون بہایا جا رہا ہے وہ ایسا کرنے سے دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔ آؤ ہم اس جدال و قتال کا فیصلہ صرف چند بہادروں کی شکست و فتح کے ذریعے کر لیں اور مزید خونریزی سے ہاتھ اُٹھا لیں۔ پیران دسہ کی یہ درخواست

نظور کی گئی اور جانبین سے دس دس بہادر جن میں دونوں سپہ سالار بھی شامل تھے چُنے گئے۔ بقول ایرانی مورّخوں کے اس معرکہ میں بھی فتح ایرانیوں ہی کو رہی۔ گدرز اور پیران دسہ میں سخت معرکہ ڈٹا۔ دونوں نے دلاوری کے جوہر جی کھول کھول کر دکھائے۔ اور فن حرب کی خوب ہی داد دی آخرکار پیران دسہ کا گھوڑا مارا گیا۔ جسکے گرنے سے پیران دسہ کا سیدھا بازو ٹوٹ گیا۔ اور بہادر سپہ سالار جنگ کے قابل نہ رہا +

پیران دسہ نے مجبوراً میدان جنگ سے پاس والے کوہستان میں بھاگ جانا چاہا۔ لیکن گدرز نے اُسکا تعاقب کیا اور اُسے جالیا۔ اور کہنے لگا کہ اطاعت قبول کرلے۔ اُس نے جواب میں کہا کہ "اب چند گھنٹوں کی زندگی باقی رہ گئی ہے سو اسے میں بدنامی اور ذلت کے ساتھ نہیں گزارنا چاہتا"۔ یہ کہکر وہ لوٹ پڑا اور اُس نے بائیں ہاتھ سے گدرز پر نیزہ کا وار کیا۔ جس سے خفیف سا زخم لگا۔ گدرز نے اپنی برچھی سنبھالی اور تاک کر پیران دسہ کے قلب پر ماری جو اُسکا سینہ توڑتی ہوئی نکل گئی۔ اور اس طرح بڈھے نبرد آزما کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا +

جب برچھی کے پار ہوجانے سے پیران دسہ کے جسم سے خون کا فوارہ رواں ہوا تو گدرز نے اُسے اپنے منہ میں لے لیا اور پی گیا۔ یہ حرکت اُس نے سیاوُش کے قتل اور اپنے بیٹوں اور پوتوں کے قتل کا عوض سمجھکر کی تھی۔ اسکے بعد اُس نے پیران دسہ کے خون سے اپنا چہرہ رنگا اور تلوار اُٹھا کر اُسکا سر قلم کرنا چاہا۔ لیکن اس خیال سے باز رہا کہ گرے ہوئے پر دست درازی واجب نہیں ہے +

جب گدرز میدان کارزار میں واپس پہنچا تو اُسے دیکھتے ہی لوگوں نے تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے۔ اور کہا کہ سارے ایرانی سورما فتح مند ہوئے۔ اور تورانی ہلاک۔ گدرز کو اس بات سے بڑی ہی خوشی حاصل ہوئی۔ اسکے بعد اُس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ پیران دسہ کی نعش کو اُٹھا لائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور نعش کیخسرو کی خدمت میں پیش کی گئی۔ جس نے بجائے اسکے کہ نعش کی بے عزّتی کرتا اُس میں مصالح لگوایا تاکہ وہ گلنے اور سڑنے سے مبرا رہے اور اپنی بارگاہ میں ایک الماری کے اندر مع تلوار۔ نیزہ۔ گرز۔ خود اور زرہ کے رکھوا دیا +

اس معرکہ کے بعد کیخسرو نے دریائے سیحون کو عبور کیا اور ایک بڑی فوج کے ذریعے یورش کرکے سمرقند اور بخارا کو فتح کرلیا۔ اُس وقت افراسیاب نے صلح کرنی چاہی اور اس کام کے لئے اپنے بیٹے کو پیغام لیکر کیخسرو کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن اس نوجوان نے پیغام نہایت پُرغرور الفاظ اور انداز میں بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ کیخسرو کو اگر حوصلہ ہے تو مجھ سے مقابلہ کرے۔ کیخسرو غصہ کو ضبط نہ کرسکا۔ مقابلہ ہوا۔ کیخسرو نے دشمن کو ہلاک کردیا۔ اس خبر کو سنتے ہی افراسیاب نے پھر ایک بار میدان جنگ میں کیخسرو کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھاکر بھاگا۔ تاہم چند ہی دن بعد گرفتار کرکے لایا گیا۔ کیخسرو نے حکم دیا کہ اُسے اُسی طریقہ میں ہلاک کیا جائے جس طریقہ میں کہ سیاوُش ہلاک کیا گیا تھا +

اس معرکہ کے بعد کیخسرو نے ارادہ کرلیا کہ باقی زندگی یاد خدا میں اور گوشہ نشینی میں صرف کرے۔ پس اُس نے کابل۔ زابلستان اور نیمروز رستم کو بطور موروثی میراث کے دیدئے۔ اور تخت و تاج اور سلطنت لہراسپ کے حوالہ کردی جو کیکاؤس کا داماد اور کیخسرو کا متبنّے تھا۔ طوس کو خراسان دیدیا۔ اور اُسے اور فریبرز کو فہمائش کی کہ وہ لہراسپ کے وفادار جاں نثار بنے رہیں +

ان باتوں کے انجام دینے کے بعد وہ چند امرا کے ساتھ ایک چشمہ پر گیا جو اُسکی قیام گاہ قرار دی گئی تھی۔ اور وہاں پہنچ کر غائب یعنی الوپ ہوگیا۔ امرا واپس چلے آئے۔ مگر راستہ میں ایک طوفان نے اُنکی زندگی کا بھی خاتمہ کردیا۔ کیخسرو ۹۰ سال زندہ رہا۔ اُس نے

لہ خواہ یہ بات صحیح ہو خواہ غیر صحیح۔ لیکن اس قسم کی موت ظاہر کرتی ہے کہ کیخسرو کے زمانہ میں ایرانیوں کا عقیدہ اسی قسم کا تھا جیسا کہ ہندوؤں کا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں میں جو لوگ دُنیا کی باتوں سے دست بردار ہوکر کسی جاترا یعنی حج یا زیارت کے لئے جاتے ہیں وہ چشمہ یا پہاڑ پر جاتے اور وہیں زندگی کے باقی ماندہ انفاس کو گزار دیتے ہیں کیونکہ ہندو چشمہ یا دریا کو متبرک سمجھتے اور اُسکے ساحل پر عبادت و ریاضت کرنا افضل خیال کرتے ہیں +

خصلت

فرض (۲)

فرض اور راستبازی کا مرقع ایک اور فوجی افسر بلوچر نامی کی خصلت ہو سکتی ہے۔ جب وہ اپنی فوج کو خراب اور ناہموار راستہ سے ولینگٹن کی امداد کے لیئے لے جا رہا تھا تو فوج کی ہمت بار بار ان الفاظ سے بڑھاتا جاتا تھا "بڑھے چلو - فرزندو بڑھے چلو" مگر فوج ہر بار یہی جواب دیتی تھی کہ "یہ تو ناممکن ہے - یہ تو ہو ہی نہیں سکتا" آخر کار اُس نے کہا کہ "فرزندو ہمیں ضرور آگے بڑھنا چاہیئے - تم کہتے ہو کہ یہ ناممکن ہے - لیکن یہ ہونا ضرور چاہیئے - میں ولینگٹن سے وعدہ کر چکا ہوں - کیا تم سنتے ہو کہ میں وعدہ کر چکا ہوں؟ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ تم مجھ سے وعدہ خلافی نہ کراؤ گے" چونکہ بلوچر کی التجا میں فرض اور صداقت شعاری ملو تھی - اس لیئے اُس سے فوج بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور انجام یہ ہوا کہ وہ وقت پر ولینگٹن کی کمک کے لئے جا پہنچی *

جملہ کمینہ بُرائیوں میں سب سے بڑھکر جھوٹ ہے - تاہم بہت لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے - اور وہ نہ صرف آپ ہی جھوٹ بولتے ہیں - بلکہ دوسروں اور خاصکر اپنے نوکروں اور ماتحتوں سے جھوٹ بلواتے ہیں - انکو اُس وقت بھی حیرت نہیں ہوتی جبکہ وہ نوکروں کو خود اُن کی خاطر جھوٹ بولتے دیکھتے ہیں - جھوٹ بہت سی صورتوں [illegible] مثلاً [illegible]

[illegible]

پایا جاتا ہے - مسٹر جارج ہربرٹ کا قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "اگرچہ جھوٹ کتنا ہی چھپایا جائے یعنی تالوں میں بند کر دیا - عمدہ ترین لباس سے ملبس کر دیا جائے - لیکن وہ آشکارا ہوئے بغیر نہیں رہتا" سفید جھوٹ ہی آشکارا ہونے کے قابل نہیں ہے - بلکہ ادنٰے جھوٹ بھی بد جھوٹ بے شمار صورتوں میں جلوہ گر ہوتا ہے - مثلاً سچ بولنے کے موقع پر سچ بولنے سے حذر کرنا - ایسے وعدے کرنے میں جن کے وعدہ کرنے کی نیت نہ ہو - مبالغہ میں کسی بات کا اخفا کرنے میں - ایسی روش یا انداز اختیار کرنے میں جو حقیقت نما ہو مگر حقیقت سے دُور - قول و فعل میں مطابقت نہ ہونے میں - گندم نما جو فروش بننے میں ایسا بننے میں جیسے کہ درحقیقت نہ ہوں - نمائش دکھانے میں لیکن ایک راستباز انسان ہمیشہ باحیا - شرمیلا - منکسر اور نمائش سے خالی ہوتا ہے - جب مسٹر پٹ وزیر اعظم انگلستان آخری بار بیمار ہوئے اور بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے تو اُن کے کانوں تک ولینگٹن کے اُن کارہائے نمایاں کی خبر پہنچی جو انہوں نے ہندوستان میں انجام دیئے تھے - جن کا حال سُن کر مسٹر پٹ کو بہت ہی افسوس ہوا - اور وہ فرمانے لگے کہ "میں ولینگٹن کے کارہائے نمایاں کا جس قدر زیادہ حال سُنتا ہوں اُسی قدر زیادہ اُسکی انکساری کا ثناخوان ہوتا ہوں - وہ اُن تعریفوں کو جو اُسکے کارہائے نمایاں کی بابت کی جاتی ہیں بڑے عجز و انکسار کے ساتھ سُنتا اور قبول کرتا ہے - جہانتک مجھے علم ہے صرف وہی ایک ایسا شخص ہے جو اپنے کارہائے نمایاں اور خدمات پر فخر [illegible]

حالانکہ اُسکے پاس فخر کرنے کے کافی وجوہات موجود ہیں"۔
یہی حال پروفیسر فیر بڈے صاحب کا تھا۔ کیونکہ
ریاکاری خواہ وہ اُسکی زندگی سے متعلق ہوتی تھی اور خواہ
اُسکے علم سے اُس سے اُسے سخت اور طبعی نفرت تھی"۔
ڈاکٹر مارشل ہال بھی اسی قسم کا شخص تھا۔ بہادر۔ راستباز۔
پابند فرائض اور نڈر۔ اُسکے ایک دوست نے اُسکے بارے
میں یہ رائے قائم کی ہے کہ جب کبھی اُسے کسی ناراستبازی
یا ریاکاری سے واسطہ پڑتا تو وہ کھول کر یہ کہہ دیتا تھا کہ
"میں کسی جھوٹ کو نہ تو قبول کرنا چاہتا ہوں اور نہ کر سکتا ہوں"
اور جب وہ "جھوٹ یا سچ" کے سوال کو ایک بار بھی اپنے
دل میں طے کر لیتا تھا تو سچ کی پابندی کرتا تھا۔ چاہے اس
میں اُسے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اُٹھانا پڑتا۔ اُس پر
نہ تو ضرورت اور نہ خواہش ایک ذرہ بھر بھی اثر کر سکتی تھی۔
ڈاکٹر آرنلڈ کسی بات کو طلبا کے دل پر اس قدر
کوشش سے نقش نہیں کرتا تھا جس قدر کہ راستبازی کو
جو انسانی صفات میں سب سے افضل و برتر تھی۔ کیونکہ راستبازی
کو وہ "اخلاقی آئینہ یا جوہر" تصور کرتا تھا۔ اور اُسکی سب
باتوں سے زیادہ قدر کرتا تھا۔ جب اُس پر کسی کا جھوٹ
آشکارا ہو جاتا تھا تو اُسے وہ سب سے بڑا اخلاقی جرم خیال
کرتا تھا۔ جب کوئی طالب علم جھوٹ کا اقرار کر لیتا تھا تو اُسکو
وہ دل سے یقین بھی کر لیتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ "اگر تم ایسا
کہتے ہو کہ یہی بات کافی اور درست ہے تو میں درحقیقت اُس پر
یقین لے آؤنگا"۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنے چلن اور روش سے
نوجوانوں کو راستبازی۔ حق پسندی اور صداقت شعاری کی
خوب ہی تعلیم دی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکے ایک دوسرے سے
کہنے لگے کہ "ڈاکٹر آرنلڈ کے سامنے جھوٹ بولنا شرم کی بات
ہے۔ کیونکہ وہ ہر لڑکے کی بات کو سچ مان لیتا ہے"۔

ایک نہایت پُرتاثیر مثال جو ایک پابند فرائض راستباز
محنتی شخص کی خصلت سے متعلق ہو اُسکا مرقع پروفیسر جارج
ولسن متعلقہ ایڈنبرا یونیورسٹی کی زندگی تھی۔ پروفیسر ولسن
بڑا ہی خوش مزاج اور جفاکش شخص تھا۔ وہ روحانی طاقت
کے ذریعے جسمانی تکالیف کا مقابلہ کرتا اور اُس پر غالب
آجاتا تھا۔

لڑکپن میں ولسن نازک بدن اور زندہ دل لڑکا تھا۔
ابھی اُس کا عنفوان شباب شروع نہ ہوا تھا کہ اُسے امراض
نے گھیر لیا۔ سترہ سال کی عمر میں اُسکی طبیعت بہت نڈھال
رہنے اور بدخوابی ستانے لگی۔ اُس وقت اُس نے اپنے
ایک دوست سے کہا کہ "میں خیال کرتا ہوں کہ میں زیادہ
دن زندہ نہ رہونگا۔ مگر میری روح تو ضرور زندہ رہیگی۔ وہ
کام کریگی۔ اور جب وہ اس دُنیا سے کوچ کر جائیگی تو جسم
بھی غارت ہو جائیگا"۔ ولسن کی خدمت دماغی خدمت تھی
اور مطالعہ سے متعلق۔ اُس نے ورزش کے ذریعے اپنی
صحت کو درست کرنا چاہا۔ مگر وہ اَور زیادہ بگڑ گئی۔ اور
ہائلینڈز میں سیر و تفریح کرنے سے بہت تھک گیا اور
درماندہ ہو گیا۔ ایک دن سیر کرتے میں اُسکی ٹانگ میں چوٹ
آگئی جسکے باعث اُسکے ٹخنہ میں ایک پھوڑا نکل آیا۔ اس
لئے اُسکا ایک پاؤں کاٹ ڈالا گیا۔ اس پر بھی وہ مثل
سابق کے اپنا کام کرتا رہا۔ وہ تصانیف کرتا۔ لیکچر دیتا
اور کیمسٹری کی تعلیم دیتا رہا۔ پھر اُسے وجع مفاصل کا
مرض ہو گیا اور ساتھ ہی آنکھوں میں ورم بھی۔ ان تکالیف
کے باعث وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہو گیا۔ مگر اس پر
اُس نے اپنا کام نہ چھوڑا۔ وہ اپنی بہن سے لیکچروں کو
لکھواتا۔ اگرچہ اُسکی تکلیف دن بدن بڑھتی گئی۔ اور رات
دن اُسے سخت تکلیف میں مبتلا رکھنے لگی اور شب کو نیند

خواب آور ادویہ کے ذریعے آتی تھی۔ لیکن وہ اپنے فرض سے
لگا رہا۔ اسی حالت میں اُسے امراضِ شُشش (پھیپھڑہ) نے
ستانا شروع کر دیا۔ مگر وہ ہفتہ وار لیکچروں کو دیتا رہا ٭

۷۲ سال کی عمر میں وِلسن ہر ہفتہ دس۔ گیارہ۔ بلکہ
اس سے بھی زیادہ گھنٹے لیکچروں کے دینے میں صرف
کرتا تھا۔ اُس وقت اُسکے سینے پر پٹیاں اور بند بندھے
رہتے تھے۔ اُس حالت میں موت ہر وقت اُسکے روبرو کھڑی
رہتی تھی۔ اور اُسے خیال ہوتا تھا کہ اُس کا آخری وقت
آگیا۔ اُس نے اس زار حالت میں اپنے ایک دوست کو
خط میں لکھا کہ ”اگر کسی دن صبح اُٹھکر تمہیں یہ خبر ملے کہ
میں فوت ہوگیا تو تم تعجب نہ کرنا“۔ اس مایوسی کی حالت
میں بھی وہ خوش مزاجی اور اُمید کے ساتھ کام کرتا رہا۔
ایک موقع پر جبکہ وہ امراض کے حملوں سے عاجز ہوگیا تھا
اُس نے کہا کہ ”زندگی کسی کو بھی اس قدر پیاری نہیں ہے
جس قدر کہ اُن لوگوں کو جن کو موت کا کوئی خوف ہی نہیں ہا“٭

بعض اوقات وِلسن خون کے ضائع ہو جانے سے
بہت کمزور ہو جاتا۔ اور اُس حالت میں وہ اپنی خدمت پر حاضر
نہ ہو سکتا۔ لیکن جوں ہی کہ آرام۔ تبدیل آب و ہوا اور
دوا دارو کے ذریعے اُس کی طبیعت سنبھلتی وہ پھر اپنے
فرض کو ادا کرنے لگتا۔ اور کہتا کہ ”اب کنوئیں (زندگی کے
کنوئیں) میں پھر پانی چڑھنے لگا ہے“٭

اگرچہ مرض سے پھیپھڑے بالکل کمزور ہو چکے تھے۔
اور کھانسی ہر دم بے چین رکھتی تھی۔ لیکن اس پر بھی وہ
لیکچر دیتا رہا۔ ایک دن جب وہ گھر کو واپس آرہا تھا تو
لنگڑے پن کے باعث اُس نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔
اس سے اُس کے ایک بازو کی ہڈی شانہ کے قریب سے
ٹوٹ گئی۔ لیکن فضل خدا سے اُسے اس تکلیف سے چند ہی
دن کے اندر صحت حاصل ہوگئی۔ اُس کی گویا وہی مثل ہوئی
کہ ”آندھی کے جھونکے سے نرکل جھک گئے۔ مگر ٹوٹی نہیں
اور طوفان ختم ہوتے ہی پھر سیدھی کھڑی ہوگئی“٭

اس صدمہ کے ایام میں بھی وہ خوش مزاج۔ بشاش
بشّاس۔ صابر اور مستقل مزاج رہا۔ اور روز اپنے کام
پر جاتا۔ گھر پر وہ اپنی حالت کو گھر والوں سے چھپائے
رکھتا۔ اس خیال سے کہ اُسکے اظہار سے اُنکو سخت صدمہ
ہوگا۔ اس مجبوری کی حالت میں بھی وہ زراعتی انجمن۔
اور صنعتی مدرسہ میں لیکچر دیا کیا۔ اسی اثنا میں ایک دن
اُسے قے کے ذریعے بہت سا خون گیا۔ اور اگرچہ اُسے
یقین ہوگیا کہ پیغام اجل آن پہنچا۔ لیکن اُس نے اس کا
اظہار نہ ہونے دیا۔ اور گھر میں دو دفعہ کھانے پر حاضر ہوتا۔
اور دن میں دو دفعہ لیکچر دیتا۔ اس محنت کے باعث زیادہ
خون جانے لگا۔ اور وہ ایسا سخت بیمار ہوگیا کہ گھر والوں
نے یہ خیال کیا کہ صرف رات بھر کا مہمان ہے۔ مگر اب بھی
اُسے موت نہ آئی ٭

اسی حالت میں وہ اسکاٹش انڈسٹریل میوزیم کا
ڈاکٹر بنا دیا گیا۔ اس کام میں اُسے علاوہ لیکچر دینے کے
اور بہت سا کام دینا پڑتا تھا۔ مگر اُس نے اس خدمت کو
نہایت محنت و قابلیت کے ساتھ انجام دیا۔ اور اُسکے
دوران ہی میں وہ رگڈ اسکول۔ رگڈ کرک اور میڈیکل مشنر
سوسائٹیوں میں بھی لیکچر دیتا رہا۔ اُسے نہ تو دماغی آرام
ملتا تھا اور نہ جسمانی راحت۔ اس پر بھی وہ محنت کرتا تھا۔
اُس کا قول تھا کہ ”محنت کرتے ہوئے مرنا بہت اچھا ہے“٭

محنت کے اثر سے وہ آخرکار کام کرنے کے قابل
ہی نہ رہا۔ یہاں تک کہ اُسے ایک خط لکھنا بھی بارگراں
ہوگیا۔ اور یہ معلوم دینے لگا کہ ”پڑے اور سوتے رہنا ہی

ایک اچھا کام ہے"۔ اسکے کچھ ہی عرصہ بعد اُس نے ایک سنڈے اسکول کے لئے پانچ لیکچر موسومہ "پانچ دروازے" تیار کیا۔ اور پھر اُس میں قدرے طاقت آگئی ۔جس کے اثر سے اُس نے استقطاب النور کے مسئلہ پر ایک لیکچر دیا۔

اب تو اُس کی حالت نہایت زار ہوگئی۔ یہاں تک کہ رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ درد کے مارے تڑپتا رہتا تھا اور خون تھوکتا رہتا۔ اس حالت میں اُس نے "ایڈورڈ فوربس کی سوانح عمری"۔ نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی اور ساتھ ہی لیکچر بھی دیتا رہا۔ اسی اثنا میں اُس نے "مدرسوں کی انجمن" میں ایک لیکچر تعلیمی امور پر دیا جو نہایت اعلےٰ درجے کا تھا۔ اس لیکچر کے بعد سامعین نے درخواست کی کہ ایک اور لیکچر کوئی نصف گھنٹے کا دیجئے۔ اُس نے یہ لیکچر بھی دیا۔ لوگوں نے اُس کی بہت تعریف کی۔ اُس نے جواب میں کہا کہ میں تعریف نہیں چاہتا۔ بلکہ کسی بات کا مستحق بننا چاہتا ہوں۔ فرض میرے نزدیک سب سے افضل خدمت ہے۔

اس کے کوئی چار ماہ بعد وہ اس دُنیا سے اُٹھ گیا۔ مدّت سے پیشتر اُس کے خون کثرت سے جانے لگا۔ اُس وقت لوگوں نے اُسے کام کرنے سے روک دیا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ کیونکہ کام ہی تو اُس کی زندگی کا مدّعا تھا۔ ایک دن ۱۸۵۹ء کے موسم خزاں میں وہ ایڈنبرا یونیورسٹی سے لیکچر دیکر واپس آرہا تھا تو اُس کے پہلو میں سخت درد اُٹھا۔ جس کے اثر سے وہ زینے پر سرک سرک کر بمشکل چڑھ سکا۔ اُس وقت ڈاکٹروں کو بُلایا گیا۔ جنہوں نے یہ رائے دی کہ اُس کے پھیپھڑوں میں درد اور ورم ہوگیا۔ اس بھاری تکلیف کو اُس کا جسم ناتوان برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے وہ صاحب فراش ہوگیا۔ اور جانبر نہ ہوسکا۔

پروفیسر جارج ولسن کی زندگی فرائض کی پابندی اور خدمت کی انجام دہی کا ایک زندہ مرقع ہے۔ اُس نے اپنی راحت و آرام صحت اور جان کے مقابلہ میں اپنے فرض کو زیادہ افضل سمجھا۔ اُس نے اپنی علالت کے زمانہ میں اپنے ایک دوست ڈاکٹر جان ریڈ کی تعریف میں جو اُسی کی مانند تھا چند اشعار لکھے تھے جن کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"تم تو سبق آموز ہو۔ جرأت۔ ہمت۔ امید اور ایمان کے سکھانے والے ہو۔ ہم تیری سی زندگی پر حسرت کرتے ہیں اور تیری سی موت پر رشک۔

تم ایسے حلیم و منکسر مزاج اور با ادب ہو۔ تمہارا قوت ارادی اس قدر مضبوط ہے۔ تم ایسے بہادر ہو کہ بڑی سے بڑی مشکل پر غالب آسکتے ہو۔ اس پر بھی تم خاموش۔ سنجیدہ اور مطمئن ہو"۔

جن اشعار کا یہ ترجمہ ہے وہ خود پروفیسر جارج ولسن کی زندگی کا مرقع ہیں۔ اور اُن کا لفظ لفظ اُن کی زندگی پر حاوی اور صادق آتا ہے۔

ہچکی کا بہترین علاج بقول دو فرانسیسی ڈاکٹروں کے یہ ہے کہ شکر یا مصری کے ایک ٹکڑے کو سرکہ میں تر کرکے جلدی جلدی چبایا اور نگل لیا جائے۔ اس سے ہچکیاں فی الفور بند ہو جاتی ہیں۔

غلامی کی تاریخ

باربروسہ اور غلامی

بحر روم میں مدتوں تک بحری ڈاکوؤں کا زور شور رہا۔ سواحل اٹلی پر انہوں نے بہت کچھ تباہی پھیلائی۔ لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا۔ شہروں کو غارت کر دیا۔ جنوآ کے تجارتی جہاز ان کی دستبرد سے غیر محفوظ تھے۔ اور غلاموں کی تجارت خوب ترقی پر رہی۔ قرون اوسط میں فلورنس میں مسلمان غلام بکثرت پائے جاتے تھے۔ اسی طرح وسطی یورپ میں غلامی کا بڑا رواج تھا۔ جاگیرداری بعوض جنگی خدمات کا طریقہ جب عروج پر تھا تو لوگوں میں باہمی جنگ و جدل کا زور رہا۔ اور جو لوگ دوران جنگ میں گرفتار کئے گئے اُن کو غلام بنا کر رکھا گیا۔ اگرچہ شاہ شارلیمین نے ان قباحتوں اور خرابیوں کا قلع قمع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن اُسکی کوشش رائگاں گئی۔ مسیحی کلیسیا نے بھی غلامی کے خلاف جدوجہد دکھایا۔ مگر نفع نہ ہوا۔ باوجود ان تمام انسدادی تدابیر کے جرمنی کے نواب اور چھوٹے چھوٹے فرمانروا مع اپنی سپاہ کے حملہ آور ہو کر لوٹ مار کرتے اور لوگوں کو غلام بنا کر لے جاتے تھے۔ کوئی مسافر محفوظ نہ تھا۔ جو لوگ گرفتاری کے بعد تاوان ادا کر دیتے تھے اُنکو غلامی سے رہائی مل جاتی تھی۔ رہزنوں اور بحری ڈاکوؤں نے بہت سے مشہور لوگوں کو گرفتار کر کے تاوان لیا۔ اُن میں سے ایک جرمنی کا مشہور مصلح لوتھر بھی تھا۔ جسے وارٹ برگ میں غلامی میں قید رہنا پڑا +

ابھی لوتھر زندہ تھا کہ شاہ چارلس پنجم نے ایک مہم استیصال غلامی کے لئے طیونس کو باربروسہ کے خلاف روانہ کی۔ اس مہم کے حالات سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ شمالی افریقہ میں غلامی کا رواج کس قدر زیادہ تھا۔ تسبیہ کے دو کمہار اپنے گھر سے نکل کر بحری ڈاکوؤں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے اپنی محنت و کوشش سے بہت جلد ایک جہاز حاصل کر لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں علاوہ بہت سے چھوٹے جہازوں کے ایک بیڑہ بارہ بڑے جہازوں کا فراہم کر لیا۔ وہ اپنے کو سمندر کا دوست اور اُس پر سفر کرنے والوں کا دشمن کہنے لگے +

بڑا بھائی جس کا نام ہورق تھا اور جو باربروسہ (سرخ ڈاڑھی والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ اُس سے شاہ الجیریہ نے اسپین کے ایک بندرگاہ پر قبضہ کرانے میں مدد مانگی۔ وہ الجیریہ گیا۔ اُس نے خفیہ طور پر بادشاہ کو قتل کر کے خود اُسکے تاج و تخت پر قبضہ کر لیا۔ اور علاوہ اُسکے ملک کے نواحی ملک پر بھی تسلط جما لیا۔ جب وہ ایک معرکہ جانکاہ میں مارا گیا تو اُس کا ہیبفرادین (جو بھی باربرو کے لقب سے ملقب تھا) اسکا قائم مقام ہوا۔ اُسکے کارہائے نمایاں سے خوش ہو کر ٹرکی کے سلطان سلیمان نے اُسے قسطنطنیہ بلایا۔ اور ترکی بیڑے کی کمان اُسکے سپرد کر دی۔ قسطنطنیہ میں اُس نے طیونس کے ایک شاہزادہ کو اپنا گرویدہ بنا کر اُسکے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور دو سو جنگی جہازوں کا ایک بیڑہ لیکر بحر روم میں داخل ہوا۔ سواحل اٹلی کو برباد کر کے آسانی کے ساتھ طیونس پر تسلط جما لیا +

شاہ چارلس پنجم نے طیونس کے جلاوطن کئے ہوئے بادشاہ کی امداد کا بیڑہ اٹھایا۔ اور ایک بڑی فوج لے کر باربروسہ اصغر کے مقابلہ اور سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ ہر موقع پر اور ہر معرکہ میں اُسے کامیابی حاصل ہوئی۔ وہ طیونس کے قلعہ پر جسکے اندر دس ہزار عیسائی غلامی میں قید تھے پاس جا پہنچا۔ اور اُس نے باربروسہ سے کہا کہ اُنکو رہا کردے۔ لیکن جب اُس نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور چارلس کی فوج آگے بڑھی تو عیسائی غلاموں نے قلعہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور باہر نکل آئے۔ اور اُنہوں نے ترکی فوج کو مغلوب کردیا۔ اور جب چارلس قلعہ کے اندر داخل ہوا تو قیدی اُسکے ممنون ہوئے۔ اور اُسے اپنا رہائی دہندہ کہنے لگے۔ ان قیدیوں میں بہت سے معزز لوگ بھی تھے۔ چارلس نے باربروسہ کے ساتھ عہدنامہ کیا جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جملہ عیسائی جو باربروسہ کی سلطنت میں غلام ہوں خواہ وہ کسی قوم اور ملک کے ہوں انکو بلا تاوان رہا کردیا جائے۔ اور یہ کہ چارلس کی رعایا میں سے کوئی شخص بھی آئندہ غلام نہ بنایا جائے۔ اس شرط سے دو فائدے مقصود تھے۔ ایک یہ کہ جو غلام رہا کئے گئے وہ سب عیسائی تھے۔ اور چارلس کی رعایا۔ اس کے بعد چارلس نے بیس ہزار غلاموں کو جنگ وجدل اور عہدنامہ کے ذریعے آزادی دلواکر اور کپڑوں اور سامان سفر سے آراستہ کرکے اُن کے وطن کو واپس روانہ کردیا۔

چارلس پنجم ہی کے عہد میں شہر روم تباہ کیا گیا۔ اور کئی دن تک اس شہر پر اہل اسپین اور اہل جرمنی کا قبضہ رہا۔ جو لوٹ مار اور کشت وخون کرتے رہے۔ اس واقعہ سے چارلس کو بڑا ہی صدمہ ہوا۔ اسکے بعد جب سلطان سلیمان الملقب بہ "باشکوہ" نے قسطنطنیہ سے چل کر ہنگری پر فوجکشی کی تو واپسی میں اپنے ہمراہ ۲ لاکھ آدمیوں کو غلام بناکر لے گیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ ان بدنصیبوں میں سے کتنے ہلاک ہوئے اور کس کس مقام پر رکھے گئے لیکن بقول گبن صاحب جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی رسم مسیحی دین کے اثر سے تیرھویں صدی عیسوی میں بالکل اُٹھ گئی" تاہم اس کے بعد بھی جنگی قیدیوں کو غلام بنایا گیا۔

سسمونڈی صاحب مورخ لکھتے ہیں کہ "جب یورپ تہذیب کی مدامی ترقی پر فخر کرتی تھی۔ جب فلسفہ اور انصاف نے انسانوں کے حقوق کا بہتر تعین کردیا تھا۔ جب علوم وفنون اور لٹریچر اور شاعری نے خیالات وجذبات میں تحریک پیدا کردی۔ اور لوگوں میں تکالیف کا احساس پیدا کردیا تھا تب بھی جنگ وجدل نہایت وحشیانہ غیظ وغضب اور طریقوں کے ساتھ کی جاتی تھی۔ اور ایسے وحشیانہ پن کے ساتھ جو "عہد تاریک" کا خاصہ تھا۔ جن قصبوں یا شہروں پر دھاوا بول کر قبضہ کیا جاتا تھا اُسکے باشندوں کو تہ تیغ کردیا جاتا تھا۔ کل مغلوب سپاہ کو تلوار کے گھاٹ اُتارا جاتا تھا۔ فتح مند سپاہیوں کو جنگی قیدیوں کے حوالے کردیا جاتا تھا جو اُن بدنصیبوں پر بیحد سختیاں کرکے اُن سے پوشیدہ مال و دولت اور خزانہ کا اقرار کرواتے تھے۔ یہ ساری بدرسوم شاہان لوئی دوازدہم فرڈیننڈ اور میکسی میلن کے عہد میں اور اُن کی سپاہ میں زور شور سے رائج تھیں۔

مسلمانوں اور مشرقی ممالک میں غلامی

ابتدائی زمانہ کے جغرافیہ نویس اسٹرابو جس نے مسیحی سن کے شروع ہی میں دور دراز مقامات کا سفر کیا لکھتا ہے کہ اونیسی کریطس جو سکندر اعظم کے ہمراہ اُسکی مشرقی ممالک کی مہم کے ساتھ گیا تھا لکھا ہے کہ "ہندوستان کے ایک

حصہ میں اُس نے کوئی بھی غلام نہیں پایا۔ جو خدمات دوسرے ملکوں میں غلاموں سے لی جاتی تھیں اُن کو اس ملک میں چھوٹی عمر کے لوگ یعنی خورد انجام دیتے تھے اِس ملک میں ہر طرح امن و امان تھا اور یہ کہ غلامی کا نہ ہونا ایک نہایت عمدہ بات تھی"۔

ہیروڈوٹس نے اہل مصر کو سات ذاتوں یا طبقوں میں تقسیم کیا تھا۔ اسی طرح اسٹرابو نے اہل ہند کو سات ذاتوں میں۔ جب پرتگالی ہندوستان میں آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ محنت کے کام ایک ذیل میں رکھے گئے ہیں اور اُن کے متعلق ایسے پیچیدہ قواعد بنائے گئے ہیں جن کو دیکھ کر پرتگالیوں کو سخت حیرت ہوئی +

جب اہل یورپ منوجی کے قانون یعنی دھرم شاستر "منوسمرتی" کے اصول و قواعد سے واقف ہوئے جو مسیح سے ۹۰۰ سال پیشتر کا بنایا جاتا ہے تو اُنہیں معلوم ہوا کہ ہندوستان میں لوگ چار ذاتوں یا ورنوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ برہمن (پوجاری)۔ کشتری یا چھتری (سپاہی) ویش (تاجر)۔ شودر (خدمتگزار)۔ آخری فرقہ برہما کے پاؤں سے نکلا تھا۔ یہ لوگ غلام تو نہیں تھے۔ لیکن مال یا جائداد نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور اُنہیں ہر قسم کے کام غلاموں کے سے کرنے پڑتے تھے۔ جن کے نہ کرنے کی حالت میں اُن کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ انکے علاوہ ایک بڑی تعداد پارھیوں کی تھی جو اسپارٹہ کے ہیلوٹس کی مانند تھے۔ جو مفتوحہ قوم میں سے تھے۔ مزید برآں غلامی دیگر صورتوں میں بھی پائی جاتی تھی۔ مثلاً عورتوں کی اطاعت غلامی سے بدتر تھی۔ اور اُن کو سخت تکالیف اُٹھانی پڑتی تھیں +

مسٹر رہیس ڈیوڈز جو بُدھ مذہب کے زمانے کے ہندوستان کے حالات پر ایک مستند مصنف سمجھا جاتا ہے اُسکا بیان ہے کہ سوشل اختلاف محض تعلقات پر مبنی تھے۔ اور آریوں کے خیال سے جو اپنے سوشل معاملات پر بڑا فخر رکھتے ہیں سوسائٹی چار درجوں میں منقسم تھی اُن میں سے غلام بھی تھے۔ مگر ایسے لوگ زیادہ تر خانگی ملازم تھے اور اُن کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات اُنہیں اُن کی خدمات سے آزادی بھی دیدی جاتی تھی۔ ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ مورخ آریان نے ایک یونانی مورخ میگاستھنیز کی تاریخ میں سے جو سنہ ۳۰۰ قبل مسیح میں گزرا ہے ایک اقتباس شائع کیا ہے۔ جو یہ ہے کہ "جملہ اہل ہند آزاد ہیں اور اُن میں سے ایک بھی غلام نہیں ہے"۔ اسکے متعلق ڈیوڈ لکھتا ہے کہ غلامی کا رواج ضرور تھا۔ مگر اس طرح کا جو یونانیوں کے ہاں نہیں پایا جاتا تھا۔ اس کے بعد جب راجہ اشوک نے سنہ ۲۶۰ قبل مسیح میں شہرت حاصل کی اور جسے رینالڈز صاحب بُدھ مذہب کا قسطنطین تھیوڈوسئس اور شارلیمین بتاتے ہیں اور جسکی شہرت منگولیا سے لیکر لنکا تک تھی تو اُس نے پتھر کے ستون نصب کرائے جن میں سے بہت سے اب تک قائم ہیں۔ اُن میں سے ایک پر یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ غلاموں اور نوکروں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ جب بُدھ مذہب شمالی ممالک میں پھیلنے لگا تو اُسے قدم قدم پر غلامی کے قانون کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بُدھ مذہب کی ابتدا سے پیشتر ہی ہندوستان اور نواحی ممالک میں کسی نہ کسی قسم کی غلامی کا دستور تھا +

جب یورپ میں مسیحی دین کا قریب قریب تسلط ہو چکا تو عرب میں ایک نئے مذہب کا ظہور ہوا۔ اس مذہب کے

بانی حضرت محمد صاحب تھے۔ اُنہوں نے اسلام کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے غلاموں ہی میں سے لوگوں کو مسلمان بنایا۔ ایک موقع پر حضرت محمد صاحب نے کہا کہ "دیکھو لوگ تم اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور اُن کو وہی کپڑے پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ اگر اُن سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو جسے تم معاف نہ کرسکو تو اُن کو فروخت کر دو۔ کیونکہ وہ خداوند کے ملازم اور بندے ہیں۔ اور اُن پر سختی نہیں کرنی چاہئے"۔

قرآن میں غلامی کے بارہ میں یہ حکم آیا ہے کہ "تم اپنے ایسے غلاموں کو جن کو کہ تم نیک جانتے ہو بشرطیکہ وہ ایک رقم دیکر تم سے رہائی نامہ لکھانا چاہیں رہائی نامہ ضرور لکھدو۔ اور اُن کو خدا کی وہ برکات عطا کردو جو خدا نے تمہیں عطا کی ہیں"۔ لیکن حضرت محمد صاحب کے مقلدوں نے غلاموں کے ساتھ سختیاں کیں۔ اور خود حضرت محمد صاحب کا یہ حکم کہ تم لونڈیوں کو اپنے حرم میں داخل کرسکتے ہو مشرقی خاندانوں میں ایک بڑی بھاری قسم کی غلامی کو رواج دے دیا۔ ترکی اور آرمینیہ میں تو عورتوں کو غلامی میں فروخت کیا جاتا ہے"۔

جب کوئی غلام مسلمان ہو جاتا ہے تو آزاد سمجھا جاتا ہے اور جہادیوں میں سے جو غلام بعد جہاد زندہ آجاتا ہے وہ بھی آزاد کر دیا جاتا ہے۔ خود حضرت محمد صاحب نے اپنی امت سے کہا ہے کہ "تم سب بھائی بھائی ہو"۔ اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنی کلمہ کی اُنگلی ہر ایک کی انگلی پر رکھدی" گویا خدا نے بھی بتادیا کہ ہم سب برابر برابر اور بھائی بھائی ہیں۔ ان ہی باتوں کے اثر سے ہر جگہ غلاموں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کرلیا۔ شمالی افریقہ میں بہت لوگوں کو آزاد کیا گیا۔ مال غنیمت سب لوگ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیتے تھے۔ اسی طرح مفتوحہ ممالک بھی تقسیم کرلئے جاتے تھے۔ اس سے بھی اسلام میں غلامی کی ممانعت پائی جاتی ہے۔ لیکن اُس میں عالمگیر ممانعت نہیں تھی۔ بلکہ خصوصیت کے ساتھ ٭

جب ترک اپنے وطن سے فتوحات کے لئے باہر نکلے تو ایک غلام ہی نے افغانیوں کو اسلام کے جھنڈے تلے فراہم کیا تھا۔ اس غلام بادشاہ کا بیٹا محمود غزنوی تھا جس نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ سومنات کا مندر لوٹا۔ اور بت شکن کہلایا۔ دہلی میں بھی ایک شاہی خاندان غلاموں ہی کا تھا۔ اس خاندان کا پہلا فرمانروا ایک بڑا فاتح تھا۔ اُس نے کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ بہت سا مال غنیمت اور بے شمار غلام جمع کئے۔ مندروں کو برباد کیا اور مسجدیں بنوائیں۔ اس کا جانشین التمش بھی خود ایک غلام تھا جس نے اپنے آقا کے بعد تخت و تاج حاصل کرلیا۔ اُس نے چالیس سال حکومت کی۔ بیس سال وزیر کی حیثیت سے اور بیس سال بادشاہ کی۔ ہندوستان میں بھی غلاموں کے بازار لگتے تھے۔ اور فیروز شاہ کے زمانہ میں غلاموں کی کثرت تھی غلاموں کو دربار میں تعلیم تربیت دی جاتی تھی تاکہ وہ محل میں نوکری کرسکیں یا کوئی پیشہ سکھایا جاتا تھا۔ ۴۰ ہزار غلام محل کے محافظ تھے۔ ۱۲ ہزار دہلی میں کاریگر۔ ایک لاکھ ۸۰ ہزار غلاموں کی پرورش گورنمنٹ کے سر تھی۔ جب بادشاہ کہیں جاتا تو غلام بطور تیر اندازوں تلوار بازوں وغیرہ کے اُسکے جلو میں ہوتے تھے۔ جیسا کہ علاؤالدین بادشاہ کے ہاں ۵۰ ہزار ایسے غلام ملازم تھے ٭

جب تیمور نے ہندوستان پر یورش کی تو غلاموں کو اس خوف سے قتل کر دیا کہ وہ کہیں اُسکی فوجی نقل و حرکت میں حارج نہ ہوں سلطان مصر نے چنگیز خاں سے ۱۲ ہزار غلام خریدے تھے۔ اور اُن کی ایک فوج بنائی تھی جو بعد میں مملوکیوں کی فوج کہلائی اور بعد میں اسقدر زور پکڑ گئی کہ اُس نے اپنوں ہی میں سے ایک شخص کو اپنا بادشاہ منتخب کرلیا۔ ترکی کے سلطانوں نے غلاموں ہی کی ایک

سفرنامہ ہونگ شیانگ

ہونگ شیانگ نے اور کئی سو میل کا سفر طے کر کے اور جنوب مشرق کی طرف پہنچ کر دریائے گنگا کو عبور کیا۔ اور ملک اجودھیا میں داخل ہوا۔ اس ملک میں کوئی ایک سو معابد اور اُن میں کئی ہزار پوجاری ہیں جو بدھ مذہب کے دونوں قسم کے قوانین اور کتابوں کو پڑھتے ہیں +

راجدھانی میں ایک خانقاہ ہے۔ جس میں قیام کر کے بدھ ستو اور سو بندھو نے دونوں قسم کی کتابوں کے متعلق مستند رسائل لکھے تھے۔ اور لوگوں کو وعظ ونصائح کے ذریعے بھی بہت کچھ نفع پہنچایا تھا۔ راجدھانی کے شمال ومغرب میں اور برلب دریائے گنگ ایک بڑا معبد ہے اور اُس میں ایک مینارہ ہے۔ جو دو سو فیٹ بلند ہے۔ اسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ اور اُس مقام پر جہاں کبھی مہاتما بدھ نے تین ماہ تک اپنے عقیدے کی تلقین کی تھی۔ اسی خانقاہ کے پاس ایک مقام ہے جہاں گزشتہ زمانے میں چار بدھ ریاضت کیا کرتے تھے +

راجدھانی کے کوئی چند میل جنوب ومغرب کو ایک پرانی خانقاہ ہے جہاں اسانگہ بدھ ستوا نے بدھ مذہب کے اصول کی تعلیم دی تھی۔ یہ بدھ ستوا ایک رات آسمان پر گیا اور وہاں سے یوگ شاستر حاصل کر کے لایا اور تیز کئی اور شاستر۔ اور دوسرے ہی دن اُس نے بنی انسان کے نفع کے لئے ان شاستروں کو ظاہر کر دیا۔ یہ اسانگہ جسے ووبھی کہتے ہیں گندھارا (قندھار) کا رہنے والا تھا۔ اور بدھ کے نروان حاصل کرنے کے پانسو سال بعد پیدا ہوا تھا۔ اور مہی ساسکا کے مدرسہ میں جا کر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اُس نے بڑے قانون کی پیروی کرنے والوں کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ اسانگہ بڑا قابل عالم نکلا اور اس نے کئی شاستر لکھے۔ جو مطالب کے لحاظ سے نہایت اعلےٰ درجہ کے تھے +

اجودھیا سے روانہ ہو کر ہونگ شیانگ دریائے گنگا کے راستہ سے ایک جہاز میں سوار ہو کر مشرق کی طرف گیا۔ اور ملک ہیامکھ میں جانا چاہا۔ کوئی ۰۰ میل چل کر دریا کے دونوں جانب گھنا جنگل ملا۔ جس میں ڈاکوؤں کی دس کشتیاں چھپی ہوئی تھیں۔ یہ کشتیاں جہاز پر حملہ آور ہوئیں۔ بعض لوگ خوف کے مارے جہاز میں سے دریا میں کود پڑے۔ ڈاکوؤں نے جہاز کو پکڑ لیا اور گھسیٹ کر کنارے پر لے آئے۔ وہاں انہوں نے لوگوں کے کپڑوں کی تلاشی لی اور جو کچھ روپیہ پیسہ اور مال تھا اُتروا لیا۔ یہ ڈاکو درگا کی پرستش کرتے تھے۔ اور ہر سال موسم خزاں وہ ایک خوبصورت اور جوان شخص کی قربانی درگا کے نام پر گزرانتے تھے +

ان ڈاکوؤں نے یہ دیکھ کر کہ ہونگ شیانگ صورت شکل اور جسم کے لحاظ سے قربانی کے لائق تھا۔ پس وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص قربانی کے لئے نہایت موزوں ومناسب ہوگا۔ اُن کے ارادہ سے واقف ہو کر ہونگ شیانگ نے اُن سے کہا کہ "اگر میرا جسم قربانی کے لائق ہے تو تم اُسے قربانی کر دو۔ لیکن یاد رہے کہ

میں ایک دور دراز ملک سے بودھی اور گردھراکُٹا پہاڑ پر جلنے اور وہاں مذہبی کتب کا مطالعہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور میرا یہ ارادہ ابھی تک پُورا نہیں ہوا۔ اس لئے اگر تم مجھے قربانی کر دوگے تو تمہیں نفع کے بدلے نقصان پہنچیگا۔" یہ سُنتے ہی اور مسافروں نے ڈاکوؤں سے کہا کہ تم اُسے جانے دو۔ اور اُسکی جگہ ہمیں قتل کرڈالو۔ لیکن ڈاکو راضی نہ ہوئے ✦

ڈاکوؤں کے سردار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جاؤ اور ایک جگہ قربانی کے لئے تجویز کرو اور وہاں باقی چیزیں جمع کرو۔ جب سب سامان تیار ہوچکا تو ہونگ شیانگ پر خنجر اُٹھایا گیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ کسی قسم کا خوف ظاہر کرتا اور گھبراتا اُس کے چہرے پر شکن بھی نہ پڑی۔ اُس کی یہ حالت دیکھکر سارے ڈاکو دنگ رہ گئے۔ لیکن اُس کی قربانی چڑھانے کی نیت سے باز نہ آئے۔ تو ہونگ شیانگ نے کہا کہ ذرا دیر کے لئے تم میرے پاس سے دُور ہوجاؤ تاکہ میں موت کے لئے تیار ہوجاؤں"

ڈاکو دُور ہوگئے۔ اور ہونگ شیانگ نے طبیعت کو یکسو کرکے تُشیتا آسمان پر رہنے والے بدھ ستوا متیریہ کی بارگاہ میں یوں دُعا شروع کی کہ تو اس وقت اسی جگہ ظاہر ہوجا تاکہ میں تیرے درشن کرلوں اور تجھے نذر چڑھادوں اور تجھسے یوگ چاریہ بھُومی شاستر حاصل کروں۔ اور دھرم شاستر کی عمیق باتوں کو سُن لوں۔ اسکے بعد میں ان ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قربان ہوجاؤں مگر پھر اسی جگہ دوبارہ پیدا ہوکر ان ہی کو نیکی اور خدا پرستی کی تعلیم دوں۔ اور اُن سے بُرے کاموں کو ترک کراؤں اور اس طرح دُور دُور تک مذہبی باتوں کو پھیلادوں ✦

اس حالت میں جب ہونگ شیانگ آنکھیں بند کئے ہوئے دعا مانگ رہا تھا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ کوہ سُمیرو سے اُوپر چڑھ گیا اور عالم بالا پر پہنچ کر میتریہ کے حضور میں حاضر ہوگیا۔ اُس وقت اُس کا جسم اور اُس کی روح دونوں ہی خوشی سے لبریز تھے۔ اور اُسی وقت ایک کالی پیلی زور کی آندھی آئی۔ جس نے درختوں کو زمین پر لٹانا اور دریا کی موجوں کو اُوپر اُٹھانا شروع کیا۔ گرد و غبار سے سارا ملک اٹ گیا۔ اندھیرا ہوگیا۔ یہ حالت دیکھ کر ڈاکو بہت گھبرائے اور خائف ہوئے۔ اور اُنہوں نے دوسرے مسافروں سے دریافت کیا کہ یہ کون مہاتما ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ ملک چین سے آیا ہے۔ جاؤ۔ جلد اُس سے معافی مانگو۔ ورنہ ابھی تو طوفان ہی برپا ہوا۔ نہ معلوم آگے چل کر کیا واقع ہو۔ اور تم لوگوں پر کیا کیا مصیبت آئے ✦

ڈاکوؤں پر دہشت طاری ہوئی۔ اور اُنہوں نے ایک دوسرے کو معافی مانگنے پر آمادہ کیا۔ وہ سب ہونگ شیانگ کے پاس گئے اور اُسکے سامنے سربسجود ہوئے۔ اور ایک ڈاکو نے آہستہ سے اُسے چھُوا۔ ہاتھ لگتے ہی اُسکی آنکھ کھُل گئی اور اُس نے ڈاکو سے دریافت کیا کہ "کیا میرے قتل کا وقت آگیا"؟ مگر ڈاکو نے جواب میں صرف یہ کہا کہ اب ہم تمہیں قتل نہیں کرسکتے۔ اس کے لئے ہماری ہمت نہیں پڑتی۔ ہم اپنے فعل پر بہت نادم ہیں اور آپ سے دل سے معافی مانگتے ہیں۔ مہربانی فرما کر آپ ہمیں معافی دیں۔ اسکے بعد ہونگ شیانگ نے اُنہیں اَوِیچی (بدھ مذہب کی رو سے دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ) کے عذاب اور مصیبت کا حال سُنایا اور خوب وعظ و نصیحت کی۔ اور انسان کی قربانی اور ڈاکہ زنی کو سب سے بدتر گناہ بتایا۔ اور اُن سے توبہ کرائی ✦

ڈاکوؤں نے معافی کے بعد اقرار کیا کہ اگر اُن کا واسطہ ہونگ شیانگ سے نہ پڑتا تو ہم کبھی بھی توبہ نہ کرتے ہم اقرار کرتے ہیں کہ آج سے ہم جملہ بد اطوار کو چھوڑ دینگے اور اس کے لئے ہم ہونگ شیانگ کو گواہ بناتے ہیں اس کے بعد اُنہوں نے لوٹ مار کا مال اُس کے مالکوں کو واپس کر دیا۔ اور اپنے اُوپر بُدھ مذہب کے پانچ حکموں کی پابندی لازمی کر لی۔ ڈاکوؤں کے توبہ کرتے ہی آندھی پانی جاتا رہا۔ اور طوفان کے آثار ندارد ہوگئے۔ پس اُنہوں نے جناب باری میں سر جُھکایا اور اُسکی عبادت کی۔ ہونگ شیانگ کے اعجاز کو دیکھ کر اُس کے ہم سفر بھی متحیّر ہوئے +

اس مقام سے جانب مشرق ایک لمبا سفر کرکے اور دریائے گنگ کو شمالی ساحل پر سے عبور کرکے ملک ہیا لکھ آیا۔ اور وہاں سے آگے بڑھکر شہر پریاگ شہر کے جنوب و مغرب میں درختوں کے ایک کنج میں ایک مینار ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ اس مقام پر بُدھ نے بہت سے بے دینوں اور ملحدوں کو بُدھ مذہب کا معتقد بنایا تھا۔ مینار کے پاس ہی ایک خانقاہ ہے۔ جہاں دیو بدھ ستوا نے ساناشاستر میں اضافہ کیا۔ اور بُدھ مذہب کے قانون اکبر کے لوگوں پر مباحثہ میں فتح حاصل کی۔ قدیم زمانہ سے ہونگ شیانگ کے وقت تک مالدار اور صاحب حیثیت لوگ اس جگہ زیارت کے لئے آتے اور بیش قیمت تحائف نذر دیتے رہے۔ اس لئے اس مقام کا نام "میدان استغفار" پڑ گیا۔ ایک قدیم زمانہ کی رسم کے مطابق راجہ سلادیت نے پانچ سال کی فراہم کی ہوئی دولت کو ۷۵ دن میں لوگوں کو اسی مقام پر تقسیم کر دیا۔ اُس کی اس خیرات اور فیاضی میں ہر قسم کے لوگوں نے حصہ لیا +

اس مقام سے آگے بڑھکر جانب شمال و مغرب ایک گھنا جنگل آتا ہے۔ جس میں خونخوار درندے بکثرت رہتے تھے۔ یہاں سے آگے بڑھکر اور کئی سو میل کا سفر کرنے کے بعد شہر کونبی آتا ہے۔ اس مقام پر دس خانقاہیں ہیں جن میں ۳۰۰ پوجاری رہتے ہیں۔ شہر کے اندر ایک پُرانا محل ہے جس میں بدھ کی صندلی مورت ہے۔ اور اُسکے اوپر پتھر کا ایک چھتر ہے۔ جسے راجہ اُدایانہ نے بنوایا تھا +

قدیم زمانہ میں ٹاتھاگاٹھ ایک موسم بھر اُس آسمان پر مصروف راحت رہا جس کا نام ترایا ترمشاس ہے اور وہاں اپنی والدہ کو وعظ و نصیحت کرتا رہا۔ بادشاہ نے ٹاتھاگاٹھ کی محبت کے باعث مُوگلیایانہ سے درخواست کی کہ وہ اس آسمان پر ایک ہوشیار سنگتراش کو لے جائے۔ جو بُدھ کی صورت اور خط و خال کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔ اور وہاں سے واپسی پر صندل کو تراش خراش کرکے بُدھ کی ایک عمدہ مورت بنائے۔ جب بُدھ آسمان سے اُترا تو اسی صندلی مورت نے اُٹھ کر اُس کا استقبال کیا +

اس محل کے جنوب میں ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت ہے جس میں کبھی ایک امیرزادہ گوسیرا نامی رہتا تھا۔ شہر سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جانب جنوب ایک اور خانقاہ ہے جسے گوسیرا کے پوتے نے تعمیر کرایا تھا۔ اس میں ایک مینار ۲۰۰ فیٹ بلند ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے جنوب میں ایک دو منزلہ مینار ہے جہاں واسو بندھو نے

وریا مانزا سدھی شاستر تصنیف کیا تھا - پھر اس کے جنوب میں امرت کے درختوں کا ایک کنج ہے جس میں چند بنیادی پتھر ہیں - اس جگہ اسانگہ بدھ ستوا نے ایک شاستر تصنیف کیا تھا جس کا نام "پراکرن ایاواچا شاستر کریکا" تھا +

اس مقام سے چل کر بڑے فاصلے پر ملک وساکھا ہے - جس میں کئی خانقاہیں ہیں - جن میں ۳ ہزار پوجاری رہتے ہیں جو قانون اصغر کے اُس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کا نام سماتیہ ہے - اُس راستہ کے بائیں جانب جو جنوب و مشرق کو جاتا ہے ایک خانقاہ ہے - اس جگہ قدیم زمانے میں "رہبت دیواسرمن" نے "وجنانہ کایا پد شاستر" تصنیف کیا تھا - اور جس میں فنا فی الذات کے مسئلہ کی تعلیم دی گئی ہے - اسی مقام پر بدھ مذہب کے کئی اور مشہور فاضلوں نے کئی اور مشہور و مستند شاستر تصنیف کئے تھے - اور کئی کئی سال تک مذہبی مسائل کی تلقین بھی کی تھی +

اس مقام پر ۷ فیٹ بلند ایک درخت ہے - اس جگہ قدیم زمانہ میں بدھ نے اپنے دانت صاف کئے تھے اور داتون یعنی مسواک کو زمین کے اوپر پھینک دیا تھا - یہ داتون فی الفور جڑ پکڑ گئی - اور اُس سے یہ بڑا درخت پیدا ہوا تھا جو ہونگ شیانگ کے زمانے تک قائم تھا - بد اندیش ملحدانہ خیال کے ہوتے ہیں وہ اُس درخت کو بار بار کاٹ ڈالنے کے لئے حملہ کرتے ہیں - لیکن جوں ہی کہ وہ اُسے کاٹ چکتے ہیں دوں ہی وہ پھر کھڑا ہو جاتا ہے اور اُس کے پتے وغیرہ بدستور سابق ہرے بھرے رہتے ہیں +

اس مقام سے چل کر کئی سو میل کے فاصلے پر جانب شمال و مشرق ملک سراوستی آتا ہے جس میں ایک سو خانقاہیں ہیں اور کئی ہزار پوجاری - اُن سب کا تعلق سماتیہ فرقہ سے ہے - اس ملک کی راجدھانی میں راجہ پراسین جیت بدھ کی زندگی میں حکمران تھا - شہر اب بھی قائم ہے - اور اُس کے اندر راجہ کے محل کے کھنڈر موجود ہیں - اس شہر سے شمال کی جانب کو تھوڑے ہی فاصلے پر ایک مینار ہے - اس مقام پر کسی زمانے میں ایک بڑی سماج کی عمارت تھی جسے راجہ پراسین جیت نے بدھ کے فائدے کے لئے تعمیر کرایا تھا - اُس کے پاس ہی ایک بلند مینار ہے جہاں پرجاپتی بھکشنی جو بدھ کی حقیقی خالہ تھی رہتی تھی +

اس کے مشرق میں ایک مینار ہے - جو سوُدت کے مکان کے کھنڈرات پر بنائی گئی تھی - اُس کے پاس ہی ایک ستون ہے - جہاں قدیم زمانے میں انگولی مالیہ نے کفر و الحاد اور بدعت سے ہاتھ اٹھایا تھا - اس شہر سے چند میل جنوب کو وہ کنج ہے جو "لاوارثوں اور یتیموں کے احباب کا باغ" کہلاتا ہے - لیکن اب یہ کنج ویران پڑا ہے +

اس کنج کے دائیں جانب کو ۷۰ - ۷۰ فیٹ بلند مینار تھے - جن کو راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا - اُن میں سے ایک میں ایک سنہری مورت ہے - جسے راجہ پراسین جیت نے اُس وقت بنوایا تھا جب بدھ آسمان پر اپنی والدہ کو پرچار کرنے کے لئے گیا تھا +

اسٹینلی سیاح افریقہ

اسٹینلی حامیٔ سلطنت تھا (۲)

بالائی کونگو میں نباتات بہت کم پیدا نہیں ہوتی چنانچہ ناریل اور ربڑ کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ناریل کا تیل نکالا جاتا ہے اور اُس کی گری کی روٹی بنائی جاتی ہے۔ ربڑ کے گوند سے ربڑ تیار کی جاتی ہے اور مسٹر اسٹینلی نے ربڑ کے متعلق یہ رائے قائم کی تھی کہ ایک سال میں اُس کا اس قدر گوند جمع کیا جاسکتا ہے جس کی آمدنی سے ایک ریلوے لائن تیار ہوسکتی ہے۔ مزید براں ہاتھی دانت سے بھی کثیر آمدنی ہوتی ہے۔ اور ۲۵ سال تک جیسا کہ مسٹر اسٹینلی نے اندازہ لیا تھا ہر سال ۲ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ کا ہاتھی دانت ملک کانگو سے دستیاب ہوسکتا ہے۔ ترکاریاں پھل اور دیگر قسم کی نباتات بھی بافراط پیدا ہوتی ہے۔ آلو گوبھی پیاز انگلستان سے لے جاکر بوئی گئی تو کثرت سے پیدا ہوئی۔ کیلا بھی بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ باجرہ اور جوار کی بھی افراط ہے جس کی روٹی وہاں کے باشندے شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض بعض مقامات میں چاول گیہوں اور دیگر قسم کے غلے بھی خوب پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض یہ کہ لاکھوں میل مربع اراضی میں سبزی اور نباتات بڑی کثرت سے پیدا ہوتی ہے ◆

اسٹینلی افریقہ کو مع ۱۴۰ یورپین افسروں اور ۲۰۰ ٹن سامان کے واپس گیا۔ اور اس سامان سے اُس نے ملک کونگو کے لوگوں کی دولت کو فراہم کرنا شروع کردیا۔ وہ دریائے مینیانگا تک چلا گیا۔ جہاں سے اُس نے ایک افسر کو اُن دیسی باشندوں کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کے لئے روانہ کیا جو دریائے مینیانگہ اور لیوپولڈ وائل کے درمیان جنوبی ساحل پر آباد تھے۔ جابجا اسٹیشن بنوائے اور مینیانگہ اور اسٹینلی پول کے درمیان ایک سڑک بنائی گئی۔ جب اسٹینلی دریا کے کنارے کنارے اسٹیشن اور چوکیاں قائم کرتا ہوا اور لوگوں سے عہدنامے کرتا ہوا آگے کو جا رہا تھا تو اُسے یہ خبر ملی کہ لیوپولڈوائل میں یورپین اور دیسی بسر بیکار ہیں۔ اُن میں جنگ چھڑ گئی ہے اور غلّہ کی کمی ہے۔ اس لئے اُس نے بعجلت تمام لوگوں کے لئے سامان رسد روانہ کیا اور اُس راستہ سے جو دو سال پیشتر بنایا گیا تھا وہ لیوپولڈ وائل کی طرف بڑھا۔ جہاں وہ ۲۱ مارچ ۱۸۸۳ء کو پہنچ گیا ◆

اسٹینلی نے ایک جلسہ کیا جس میں بہت سے دیسی سرداروں اور فرمانرواؤں کو مدعو کیا۔ اور اُن کے ساتھ اس امر کے عہدنامے کئے کہ جملہ فرمانروا اور خود اسٹینلی اُن عہدناموں کے ذریعے اسٹینلی پول کے جنوب اور غرب میں امن قائم رکھینگے۔ ان جملہ عہدناموں میں جو اُن کے بعد کئے گئے یہ بات خاص طور پر تسلیم کی گئی تھی کہ ایسوسی ایشن جس کا قائم مقام مسٹر اسٹینلی تھا اُس کا ملک میں زیادہ اختیار رہیگا۔ اور اُسے بادشاہوں کی مانند امن۔ جنگ۔ صلح اور تجارت کے معاملات کو انجام دینے کا پورا پورا حق و اختیار حاصل رہیگا۔ ہر فرمانروا کو اپنے محل کے اوپر ایسوسی ایشن کا جھنڈا قائم کرنا پڑا۔ جوں ہی کہ فرمانروا

فرامبندو کے ساتھ عہدنامہ کرلیا نوں ہی اور اور فرمانروا
بھی آئے اور اُنہوں نے بخوشی عہدنامے کرلئے۔ اور
جب اسٹینلی بالائی کونگو سے رخصت ہوا ہے تو اُس وقت
تک ہر کام نہایت خوبی اور امن کے ساتھ چل رہا تھا +

اسٹینلی اپنی دوسری مہم پر ۱۹ مئی ۱۸۸۳ء کو روانہ
ہوا - اس وقت مہم کے ساتھ تین اسٹیمر اور ایک کشتی تھی -
کل کھیپ کا وزن ۹ ٹن اور مہم میں کل ۸۰ آدمی شریک
تھے - جو جو چیزیں ضروری سمجھی گئیں وہ مہم کے ساتھ رکھ لی
گئی تھیں - افریقہ کے باشندوں کو اسٹیمروں کی رفتار
اور جو طاقت کہ اُن کو چلاتی تھی اُسے دیکھ کر سخت حیرت
ہوتی تھی - جو زیادہ نادان تھے وہ تو یہ خیال کرتے تھے
کہ جہاز کے اندر کچھ لوگ چھپے ہوئے ہیں جو اُسے آگے
کو چلاتے ہیں - لیکن جو ذرا سمجھدار تھے وہ یہ کہتے تھے
کہ بوئلر میں وہ طاقت موجود ہے جو اُسے آگے کو بڑھاتی ہے
دریائے بڑو کی دہانہ حال کا رکی ۱ اور دریائے
کونگو کے سنگم پر اسٹینلی نے ایک اسٹیشن قائم کیا جس کا
نام ایکوئیٹر اسٹیشن تھا - مگر بعد میں نام بدل کر ایکوئیٹر ویل
رکھ دیا گیا کیونکہ وہ مقام خط استوا پر تھا - اس مقام پر لفٹنٹ
فان گیلی کو مامور کر کے اسٹینلی لیوپولڈ وائل واپس گیا
تاکہ وہاں سے اور سامان اور لوگوں کو لائے - راستہ میں
اُس نے لکانگہ دریا میں ہو کر سفر کیا اور جھیل مانٹمبہ کو
دریافت کیا - جس کا قدرتی منظر نہایت دلفریب تھا -
اور قطر ۱۵ میل اور آخر کار دو ماہ کی غیر حاضری کے
بعد وہ لیوپولڈ وائل پہنچ گیا +

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد کسی بات پر بوبو کے
نواح میں جنگ چھڑ گئی اور خوب ڈٹ کر معرکہ جدال و
قتال ہوا - اسٹینلی بعجلت تمام میدان کا رزار میں پہنچ گیا
مگر چار سال کے عرصہ میں اس دفعہ صرف پہلی ہی بار اُسکے
جہازی بیڑہ میں دیسیوں نے آگ لگائی - ایک کرپ توپ
دس دن تک دیسیوں پر گولے برساتی رہی اور اسٹینلی
اور اُس کے ساتھی دل کھول کر لڑے - تب کہیں امن
قائم ہو سکا - اس معرکہ میں اسٹینلی کو "جوانمرد" کا خطاب
دیسیوں کی طرف سے دیا گیا - اور دریائے کونگو کے
ساحل کے لوگوں نے مان لیا کہ وہ بڑا جنگجو ہے - اُس
وقت سے اُس کی ایسی دھاک بیٹھ گئی کہ بعد میں اکثر
موقعوں پر وہ دیسیوں کو باہم جنگ و جدل کرنے سے
کامیابی کے ساتھ روک سکا +

اس کے بعد اُس نے بنگالہ قوم کے ساتھ جو
بڑی ہی جنگجو ہے ایک معرکہ میں مقابلہ کیا اور اُنکو
شکست فاش دی - یہ قوم ابوبو میں بستی ہے جو بالائی
کونگو پر ایک زبردست مقام ہے - جب اسٹینلی مہم لے کر
دریا تک پہنچا اور گھنے جنگل میں در آیا - تو اُسے طوفان
نے گھیر لیا - اس طوفان سے بچ بچا کر اسٹینلی کا اسٹیمر
آگے کو بڑھا - اور ایک نہایت زرخیز حصہ میں جا پہنچا
اس سفر میں اُس نے دریائے کونگو کے بہت سے باجگزار
دریاؤں کا پتہ لگایا اور بہت سے دیسی فرمانرواؤں کے ساتھ
عہد و پیمان کئے - بڑھتے بڑھتے اسٹینلی اُس آبشار
پر جا پہنچا جو اُسکے نام پر ساتواں ہے - یہ مہم کی
منزل مقصود تھی - جو لوگ اس آبشار کے مغرب کو
بستے ہیں وہ قوم وینیا سے ہیں اور ماہی گیر - اس
جگہ اسٹینلی نے لوگوں سے خرید و فروخت کی اور مشکل
تمام ایک اسٹیشن قائم کیا اور قوم وینیا اور بکوما سے
میل کر کے عہدنامہ کو لیا +

اس مقام پر اسٹینلی نے ایک مضبوط مکان بنوایا

جس میں کافی سامان رسد۔ آلات۔ ہتھیار۔ گولی بارود۔ کپڑا۔ مونگہ۔ کوڑی وغیرہ وغیرہ رکھا اور ایک مضبوط دل شخص کو جو اسکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا اور جس کا نام ربنی تھا اُس کا نگران کر دیا۔ یہ شخص اگرچہ پستہ قد تھا۔ لیکن شیر دل اور نڈر۔ اسٹینلی نے اُس کے پاس ۳۱ مسلح سپاہی رکھے۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۳ء کو اسٹینلی وہاں سے واپس روانہ ہوا۔ مگر قلیل عرصہ ہی میں اُس نے اُس مقام کے دیسیوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اسٹینلی نے جابجا اسٹیشن قائم کئے اور دریائے کونگو پر یورپین تسلط جمالیا۔ ماہ اپریل ۱۸۸۴ء میں وہ وی وی واپس آگیا۔ اور لائق لوگوں کو جو یورپ سے روانہ کئے گئے تھے اپنے کام کا نگراں بنا کر یورپ واپس چلا آیا۔ اور اُس نے ۳ راگست ۱۸۸۴ء کو اپنی رپورٹ شاہ بلجیم کی خدمت میں پیش کی +

فری اسٹیٹ کی بنیاد

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کی مہم کا آخری مدعا یہ تھا کہ اُسے ملک افریقہ میں ملکی حقوق حاصل ہوجائیں یہ مدعا اُسے یا یوں کہو کہ دول یورپ کو افریقہ کے اُس حصہ میں جو خط استوا پر واقع ہے محض اسٹینلی کی قائم کی ہوئی باتوں کے ذریعے حاصل ہوسکتا تھا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ ایک آزاد و خودمختار یورپین سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی +

اسٹینلی نے ۴۵۰ خودمختار دیسی حکمرانوں سے عہدنامے کئے تھے۔ جن کے ذریعے ان حکمرانوں نے اپنی اراضیاں ایسوسی ایشن کے ہاتھ فروخت کردی تھیں۔ اور اپنے حقوق اُسے دیدئے تھے۔ ان عہدناموں کا لب لباب یہ تھا کہ فرمانروا اپنے حقوق ایسوسی ایشن کو دیتے ہیں۔ اور اُسکی مدد اپنی فوج سے بھی کرینگے۔ اگر غیر ملک کے لوگ ان اراضیوں میں دخل دیں یا اُن پر حملہ کریں تو دیسی فرمانروا اُن کا مقابلہ کرینگے اور جو کچھ مال غنیمت فرمانرواؤں کے ہاتھ لگیگا اُسے وہ ایسوسی ایشن کے حوالے کر دینگے۔ کانوں۔ جھیلوں کے ٹھیکا۔ اور جنگلات کی پیداوار پر بھی ایسوسی ایشن کو اختیار رہیگا۔ ایسوسی ایشن نے لوگوں کو ان باتوں کے لئے بہت روپیہ دیا اور یہ اقرار کرایا کہ وہ اُن کی مرضی سے ہر شے کو لے سکیگی۔ ایسوسی ایشن نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ملک کی بہبودی کا سامان مہیا کریگی۔ ملک میں امن و انصاف قائم رکھیگی اور جو لوگ نقص امن کے باعث ہونگے یا ملکی بہتری کے مخالف اُن کو سزائیں دیگی۔ ان تمام باتوں کے اعتبار سے دیسی فرمانروا ایسوسی ایشن کے ماتحت ہوگئے اور ایسوسی ایشن اُن کی حکمران۔ اور اس امر کے ثبوت میں اُنہوں نے ایسوسی ایشن کا جھنڈا اپنے مسکنوں پر لگا لیا۔ ان باتوں کی تکمیل ہوجانے سے اب ایسوسی ایشن کو ایک حکومت قائم کرنے کا کام باقی رہ گیا۔ جو آسانی کے ساتھ ہوسکتا تھا۔ پرنس بسمارک نے فرانس کے ایلچی کو یہ بات سمجھائی کہ دول یورپ ایک کانفرنس کونگو اور اُسکے آزاد اسٹیٹ کے بارہ میں منعقد کریں۔ چنانچہ ۱۵ نومبر ۱۸۸۴ء کو اس کانفرنس کا پہلا اجلاس برلن میں ہوا۔ اس میں برطانیہ عظمیٰ۔ ممالک متحدہ امریکہ۔ جرمنی۔ بلجیم۔ آسٹریہ۔ فرانس۔ پرتگال۔ اٹلی۔ ہالینڈ۔ اور روس کے قائم مقام شریک ہوئے +

اس کانفرنس میں تین باتیں قرار پائیں۔ اول

دریائے کونگو میں کل سلطنتوں کے جہاز آزادی کے
ساتھ جاسکیں اور تجارت کرسکیں۔ مگر ایک دوسرے
کو نقصان پہنچائے بغیر۔ دوم۔ جو ٹیکس کہ اصلی گورنمنٹ
کے خرچ کے لئے جسکے سپرد اُس ملک کا انتظام رہے
وہ کل سلطنتوں سے لیا جاوے۔ اور دریائے نائگر
میں جہازرانی کے ذرائع بہم پہنچائے جائیں۔ سوم۔ افریقہ
کی قوم کی ملکیت اور اُنکے ملک کا الحاق کرنے کے بارہ
میں قوانین مرتب کئے جائیں +

۱۸ دسمبر کو دریائے کونگو اور نائگر میں جہازرانی
اور تجارت کرنے کے متعلق تجاویز پاس ہوگئیں۔
اٹلی نے چاہا کہ اس ملک میں شراب کی تجارت بکثرت
نہ ہونے پائے۔ اگرچہ اُسے اس بارہ میں خاطر خواہ
کامیابی نہ ہوئی۔ تاہم کانفرنس نے اس بارہ میں چند
قیود لگادیں۔ ۷ جنوری ۱۸۸۵ء کو کانفرنس نے یہ قرار دیا
کہ جن سلطنتوں کا قبضہ دریائے کونگو کے ساحلی حصص پر
ہے وہ غلاموں کی تجارت کا انسداد کریں۔ ۵ فروری کو
ایسوسی ایشن اور فرانس کی درمیانی مشکلات رفع کی گئیں
اور فرانس کی آخری جنوبی حد مینیانگا کے نزدیک دریائے
چیلوآنگو سے لیکر موبانگی تک قرار دی گئی +

اس کے بعد ہی ایسوسی ایشن اور پرتگال کے
ملک کی درمیانی حد قرار دی گئی۔ اور پرتگال نے زیرین
کونگو کے جنوبی ساحل کو اپنی حد مان لیا۔ جو وی وی کے
نزدیک تھی۔ مزید پرتگال کو فرنچ آبادی اور دریائے
کونگو کے درمیان بھی ایک حصہ مل گیا۔ انٹرنیشنل
ایسوسی ایشن کی منظوری ایک یورپین کانفرنس نے
دی۔ اس کا ساحل ۲۲ میل لمبا تھا۔ اور بہت سا ملک
اُس کے قبضے میں آگیا۔ وہ جھیل ٹنگو یو سے لیکر
جھیل ٹنگنیکا تک تھی۔ اُس کی شمال و مشرقی حد
امین پاشا کے ملک سے ملتی تھی +

۲۶ فروری کو کانفرنس کا آخری اجلاس ہوا۔
اور کونگو فری اسٹیٹ کا ظہور ہوگیا۔ ان جملہ کارروائیوں
میں اسٹینلی نے اپنی پختہ رائے اور تجربہ کو معقول طریقہ
میں ظاہر کیا۔ اُس کی بڑی عزت کی گئی۔ دعوتوں میں
اُسے شریک کیا گیا۔ اور بسمارک نے اُسکی طرف خاص
توجہ کی۔ پھر تو عام شہر میں اُس کی عزت ہونے لگی +

فرانس کی مغربی افریقین سلطنت میں کانفرنس
کی رو سے ۲ لاکھ ۵۰ ہزار میل مربع ملک تھا۔ پرتگال
کی افریقی سلطنت میں ایک لاکھ میل۔ ایسوسی ایشن کی
کوشش سے افریقہ کا تاریک براعظم روشن ہوگیا اور
اُس میں دن بدن تہذیب و شائستگی ترقی کرنے لگی +

لیوپولڈ دوم شاہ بلجیم جو انٹرنیشنل ایسوسی ایشن
کا میر مجلس تھا تھوڑے ہی عرصہ بعد فری اسٹیٹ کا
بادشاہ منتخب کیا گیا۔ اس عزت کے صلہ میں شاہ
لیوپولڈ نے فری اسٹیٹ کے سرمایہ میں ۵ ہزار پونڈ نذر
دئے۔ اس سلطنت کے وزیروں اور انتظامیہ محکمہ
کے افسروں کا صدر مقام برسلز ہے +

فری اسٹیٹ میں بادشاہ کا قائم مقام ایک ایڈمنسٹریٹر
جنرل ہے۔ اُس کے نائب ڈویژنل ایڈمنسٹریٹر کہلاتے
ہیں۔ علاوہ ازیں ایک چیف جسٹس بھی ہے۔ اور
ایک افسر پولس۔ ایک پوسٹ ماسٹر جنرل۔ بہت سے
اور افسر ہیں اور ایک بیڑہ جہازوں کا
بھی ہے +

تاریخ یورپ

فرانس

یہ بھی ایک عجیب وغریب اور نہایت شاندار ملک ہے۔ اُس کا ایک ساحل بحر اوقیانوس میں ہے۔ ایک انگلش چینل میں۔ اور ایک بحر روم میں۔ اور اُس میں بہت سے بڑے بڑے دریا ہیں۔ جن میں کشتیاں اور چھوٹے چھوٹے جہاز چلائے جاسکتے ہیں۔ یہ ملک دُنیا بھر کے ساتھ تجارت اور بیوپار کرسکتا ہے۔ اُس میں عمدہ عمدہ بندرہیں۔ زمین زرخیز ہے اور موسم صرف معدودے چند گویا فرانس انتہا درجہ ترقی کرنے والا ملک ہے +

فرانس تین زراعتی حصوں میں منقسم ہے۔ شمالی حصّہ میں شمالی منطقہ کی جملہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وسطی حصّہ میں علاوہ ان چیزوں کے انگور اور جوار باجرہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ جنوبی حصّہ میں علاوہ دیگر منطقات کے بہت سی چیزوں کے زیتون۔ نارنگی۔ لیموں۔ تمباکو اور گرم ملکوں کی دیگر چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ فرانس کی خاص پیداواروں کے ذریعے ملک میں بے شمار دولت آتی ہے۔ اہل فرانس انگور کی چیزوں کے بنانے میں ساری دُنیا پر فوق رکھتے ہیں۔ مختلف قسم کی مشہور شرابیں انگور سے بناتے ہیں مثلاً شامپین۔ برگینڈی۔ بورڈو۔ رون۔ برانڈی۔ خشک پھلوں کی تجارت بھی فرانس میں زیادہ ہوتی ہے۔ عمدہ قسم کے پنیر۔ روغن زیتون۔ عمدہ عمدہ مٹھائیاں۔ میوے۔ پھول۔ عطریات۔ خوشبودار روغن۔ فرانس ہی میں بنائے جاتے ہیں۔ اہل فرانس کاشتکاری اور باغبانی میں وہ یدطولےٰ رکھتے ہیں کہ وہ ہر رنگ اور ہر قسم کے پھول اور ہر ذائقہ کے پھل حسب خواہش اُگا سکتے ہیں۔ پیوند اور قلم لگانے۔ کھاد وغیرہ اور زمین کے کمانے اور بنانے کو دُنیا کی کوئی قوم اس قدر اچھی طرح نہیں سمجھتی جس قدر کہ اہل فرانس۔ وہ صنعت وحرفت اور اعلےٰ قسم کی چیزوں کے بنانے اور تیار کرنے میں بڑے ماہر ہیں +

ریاضی اور سائنس کے آلات بھی اہل فرانس کے ہاں دُنیا میں سب سے عمدہ ہیں۔ کھلونے۔ برتن۔ فروش۔ ریشمی چیزیں۔ مصنوعی پھول یہ تو اہل فرانس کا حصّہ سمجھو۔ مچھلیوں کی تجارت سے فرانس کو بڑا نفع ہوتا ہے۔ صرف سارڈن مچھلی کی تجارت سے کثیر دولت آجاتی ہے۔ انڈے۔ مرغی اور مکھن کی تجارت بھی بہت وافر ہے +

سوانگ دکھلانے اور رقص وسرود میں بھی فرانس کا نمبر اوّل ہے۔ فرانس کے ناول نویس بلا کے لکھنے والے ہیں۔ اُن کی تحریریں دل ہلا دیتی ہیں۔ نقاش ومصوّر ید قدرت کا نمونہ دکھا دیتے ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا ریاضی داں پیسکل فرانس کا ہی باشندہ تھا۔ علم الٰہی کے مشہور عالم بوسوئیٹ۔ بورڈیلو۔ میسیلون اور فلیچر فرانسیسی ہی تھے۔ ایسے ناٹکوں کا لکھنے والا جن کا انجام خوشی ہو فرانسیسی ہی تھا۔ اُس کا نام مولیئر ہے۔ الغرض یہ کہ مشہور جہازران۔ سپہ سالار۔ سیاح۔ دُنیا کے

گردسفر کرنے والے۔ فلسفی۔ مطرب۔ مغنّی۔ شاعر۔ اور نثار فرانس سے بہتر اور کسی ملک میں پیدا نہیں ہوئے رولینڈ جس کا نام محب وطنوں میں ضرب المثل ہے فرانسیسی تھا۔ بیارڈ کا مشہور سورما اور پہلوان بھی سرزمین فرانس میں پیدا ہوا تھا ✤

فرانس اور اہل فرانس ایسے قابل ہوتے ہیں

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرانس اس رتبہ کو کس طرح پہنچ گیا۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ قدرتی طور پر اس رتبہ کے قابل تھا۔ جسے اُس نے ایک متحدہ ملک کی حیثیت سے حاصل کیا۔ لیکن قدیم زمانہ میں وہ مثل اپنے ہمسایہ ممالک کے بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا ✤

اُس بڑے انقلاب سے پہلے جو "انقلاب فرانس" کہلاتا ہے اور جسکے آگے فرانس ۳۰ ریاستوں میں منقسم تھا۔ اور ہر ریاست کا فرمانروا جدا تھا۔ اُن میں سے بعض تو رومی سلطنت کے تابع تھے۔ بعض اسپین کے اور بعض انگلستان بادشاہان انگلستان کے کسی گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے کہ موجودہ فرانس کا مرکز پیرس ہے۔ ہف کیوپٹ جو پیرس کا نواب تھا اُس کی زیر حکومت صرف تین صوبے تھے یعنی پکارڈی۔ نواح پیرس اور اورلینیز۔ اُس کے جانشینوں نے نواحی صوبے حاصل کر لئے۔ اور اپنی حدود حکومت کو وسعت دیتے رہے۔ اگرچہ ان علاقوں میں سے کبھی کوئی ایک اُن کے قبضے سے نکل جاتا تھا۔ لیکن اُسے پھر دوسرا نواب حاصل کر لیتا تھا۔ یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوئی کہ کیوپٹ کے جانشینوں میں سے کس نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ پہلا مشہور بادشاہ فلپ آگسٹ تھا۔ جو انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیردل کا ہمعصر تھا ✤

اگرچہ فرانس میں اور اور شہر بھی بڑے اور عالیشان تھے۔ لیکن اُن میں سب سے زبردست پیرس ہی تھا۔ اور ملک کے بیچوں بیچ۔ وہ ایک مکڑی کی مانند تھا جو اپنے جالے کے بیچوں بیچ بیٹھی ہو۔ باقی صوبے مکھیوں کی مانند تھے۔ مکڑی ایک طرف دھاوا کرکے ایک مکھی کو نگل جاتی۔ پھر دوسری طرف یورش کرکے دوسری مکھی کو۔ و علیٰ ہذا۔ اس طرح پیرس نواحی صوبوں پر قبضہ کرتا گیا ✤

شہر پیرس کی بنا رومیوں نے ڈالی تھی۔ رومیوں کا فرانس پر مدتوں قبضہ رہا۔ اُن ہی کے ذریعے اہل فرانس کو بہت سی باتیں حاصل ہوئیں۔ خود فرانسیسی زبان رومی یعنی لاطینی زبان کا بچہ ہے۔ رومیوں کے مقبوضات فرانس میں پیرس سب سے زبردست تھا۔ رومیوں کو اپنی آبادیوں کے لئے مقام منتخب کرنے میں ایک خاص اور قدرتی ملکہ حاصل تھا۔ اس لئے وہ ایسے مقامات پر بستیاں بساتے تھے جو زیادہ سود مند ہوتے تھے۔ پس اُنہوں نے شہر پیرس کو ایسے مقام پر بسایا جہاں سے وہ تین دریا یعنی سین۔ مارن اور اوئسی پر حکمرانی کر سکتے تھے ✤

جس قدر نفع روس کو شاہ پیٹر اعظم کی ذات سے پہنچا۔ اُسی قدر فرانس کو شاہ فلپ آگسٹ کی ذات سے اُسکے عہد میں اُسکے بزرگوں کی چھوڑی ہوئی حکومت بہت وسیع ہو گئی۔ اُسکے زمانے میں کل فرانس چار حصوں میں منقسم تھا۔ مقبوضات فلپ۔ رومی مقبوضات اسپینی مقبوضات۔ اور انگریزی مقبوضات

فلپ کو چھوڑ کر باقی مقبوضات بہت زبردست تھے۔
اور وہ چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم تھے ؛

شاہ شارلیمین کے بعد اور ہف کیوپٹ سے
کوئی ۷۰ سال پیشتر نارمن قوم نے دریائے سین کے
ساحل پر آکر بستی بسائی۔ جس طرح ہینجسٹ اور ہورسہ
نے برطانیہ میں اور رورک نے روس میں سکونت
اختیار کی۔ اُسی طرح اس نارمن (نارتھمین) قوم نے
فرانس میں۔ یہ لوگ ناروے۔ یا سویڈن یا ڈنمارک
کے رہنے والے تھے۔ چونکہ اُن کے ملک میں تین ماہ
موسم گرما رہتا ہے اور نو ماہ موسم سرما۔ اور ملک زرخیز نہیں
ہے۔ اس لئے وہاں پیداوار نہ تو عمدہ اور نہ زیادہ
ہوتی ہے۔ پس اس قوم کے لوگ کسی عمدہ اور زرخیز
مقام کی تلاش میں فرانس میں آن پہنچے۔ اس قوم کے
لوگ بڑے طاقتور اور بہادر تھے اور قدیم زمانہ میں
"شاہان بحر" کہلاتے تھے۔ اُنہوں نے فرانس پر حملہ آور
ہو کر وہاں کے لوگوں کو مغلوب کیا ؛

نارمن قوم کا سرغنہ ایک شخص رولو یا رولز الملقب
بہ "صاحب غول" تھا۔ وہ مع اپنی جماعت کے دریائے
سین کے نواحی ملک میں آباد ہوا جس کا نام اُس نے
نارمنڈی یعنی نارمنیوں کا ملک رکھا۔ فرانس کے یہ
نئے باشندے مثل روسیوں اور ترکوں کے سخت جان
اور بہادر تھے۔ اُن میں جنگ وجدل کی ایک قدرتی
قابلیت تھی۔ رولو ملک نارمنڈی کا سب سے پہلا نواب
یا حکمران تھا ؛

رولو کا ایک جانشین روبرٹ الملقب بہ شیطان
تھا۔ وہ بڑا اعراب اور خوفناک شخص تھا۔ اور اُس کا بیٹا
ولیم اُس سے بھی زیادہ خطرناک آدمی تھا۔ اس ولیم
نے دعوے کیا کہ انگلستان کی حکمرانی اُسے ملنی چاہئے۔
فرانس میں ایک بندرگاہ سینٹ والیری ہے جو ساحل
انگلستان کے عین مقابل ہے۔ اس بندرگاہ سے
شاہ ولیم ۱۰۶۶ء میں انگلستان کے فتح کرنے کے لئے
ایک جہازی بیڑہ لیکر روانہ ہوا۔ وہ انگلستان فتح کر کے
ولیم فاتح کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اس طرح وہ شاہ
انگلستان اور نواب نارمنڈی ہو گیا ؛

شاہان انگلستان بہ حیثیت نواب نارمنڈی کے
فرانس میں بھی حکومت رکھتے اور انگلستان و فرانس
کا درمیانی سمندر اُنکے قبضے میں تھا۔ مگر پیرس کے
نواب کے پاس بحری ساحل بالکل نہ تھا۔ نارمنڈی
کا نواب انگلستان کی کل فوج سے کام لے سکتا تھا۔
پس نارمنڈی کے نوابوں نے کل فرانس پر قبضہ
کرنا چاہا۔ مگر شاہان انگلستان جو نارمنڈی کے نواب
بھی تھے وہ کل فرانس پر قابض نہ ہو سکے۔ بلکہ اُنکی
نوابی فرانس سے اُٹھ گئی۔ فرانس تو ایک جداگانہ
سلطنت بننے کے قابل تھا ؛

پانسو سال تک انگلستان اور فرانس میں جنگ وجدل
جاری رہی۔ آخر کار انگریزوں کا قبضہ فرانس سے
اُٹھا دیا گیا۔ جسکے باعث نارمنڈی اور برٹینی کے
صوبے فرانس کے قبضے میں آگئے اور ساتھ ہی ساحل
سمندر بھی۔ اور بہت جلد فرانس کے پاس ایک
جہازی بیڑہ بھی ہو گیا۔ اس کے بعد فرانس کے
فرمانروا فرانس کے باقی صوبوں پر بھی قبضہ کرتے
گئے یہاں تک کہ پہلا فرنچ بادشاہ جس نے متحدہ
فرانس پر حکومت کی وہ ہنری چہارم تھا۔ اور جو عام طور
پر ہنری ساکن نواری کہلاتا تھا ؛

فرانس کے بہت سے حکمران خراب لوگ تھے۔ چنانچہ ہنری چہارم کے جانشین تو بہت ہی واہیات ثابت ہوئے۔ اُن کے عہد حکومت میں اہل فرانس کو تکالیف اور نیز نقصان اُٹھانا پڑا۔ کیونکہ بادشاہ سخت۔ ظالم و جابر ہوتے تھے۔ آخر کار شاہ لوئی سولھواں تخت نشین ہوا۔ وہ اپنے بزرگوں کی مانند خراب نہیں تھا۔ مگر اُسے اپنے بزرگوں کے افعال کا خمیازہ بُھگتنا پڑا۔ کیونکہ رعایا جو نہایت تنگ تھی اُس نے انقلاب برپا کر دیا۔ اس انقلاب کا اثر سارے یورپ میں پھیل گیا۔ وہ "فرانس کا انقلاب عظیم" کہلاتا ہے اور ۱۷۸۹ء میں شروع ہوا تھا۔ اُس کی ابتدا پیرس سے ہوئی تھی۔ وہ بادشاہ۔ ملکہ۔ اُن کی اولاد اور حامیوں اور ظالموں کے حق میں بُرا ثابت ہوا۔ اور بہت جلد سارے ملک میں پھیل گیا ؛

فرانس میں ایک شہر پیرس اور پرانا قلعہ اور جیل خانہ تھا۔ جو بیسٹائل کے نام سے مشہور تھا۔ بادشاہ یا اُنکے دوست اپنے دشمنوں کو اس قلعہ میں قید کر دیتے تھے۔ اُس میں امیر و غریب بوڑھا۔ جوان اور بچہ سب ہی سے یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا۔ وہاں جا کر کوئی شخص زندہ واپس نہیں آتا تھا۔ جب انقلاب کی ابتدا ہوئی تو حامیان انقلاب نے اس قلعہ کو توڑ کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ انقلاب سے پہلے ملکہ اور حاکم پیرس سے لوگوں نے کہا کہ رعایا قحط سے تنگ اور فاقہ کشی میں مبتلا ہے مگر اُنہوں نے پرواہ نہ کی۔ قحط زدوں نے حاکم شہر کو قتل کر دیا۔ اور پھر شاہی محل پر حملہ کر دیا۔ اور ملکہ اور بادشاہ کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور اُنکے ہاتھ کٹوا دئے۔ اہل فرانس جوش کے مارے دیوانہ ہو گئے تھے ؛

لوگوں نے ایک نظام حکومت قائم کیا جو دراصل نظام حکومت نہیں تھا۔ طرح طرح کی لغو تجاویز قرار دیں جمہوری سلطنت قائم کی۔ اور ایک کی جگہ تین پریسیڈنٹ منتخب کئے۔ اس ہل چل کے زمانہ میں غیر سلطنتوں نے فرانس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ کیونکہ دوسرے ملک کے لوگ جن میں بادشاہ اور ملکہ تھے نہیں چاہتے تھے کہ فرانس سے شاہی حکومت اُٹھ جائے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے خود اُن کے لئے خطرہ تھا اور اُن کی رعایا بھی اہل فرانس کی تقلید میں اُن کے ساتھ بدسلوکی کر سکتی تھی۔ پس سب سلطنتوں نے اہل فرانس سے جنگ چھیڑ دی ؛

فرانس کے ساتھ جنگ و جدل کا چھیڑنا دراصل اُس جنگ و جدل کا پیش خیمہ تھا جو نیپولین کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ اور جس نے کوئی بیس سال تک سارے یورپ کو پریشان و تباہ حال رکھا تھا۔ اہل فرانس سلطنتوں سے ڈرے نہیں بلکہ اُنہوں نے خوشی کے ساتھ اور بڑے جوش سے پیغام جنگ کو قبول کیا اور میدان جنگ میں جا پہنچے۔ جنگ کے نام ہی سے کل اہل فرانس ایک دل ہو گئے اور اُنہوں نے ایک پختہ اتحاد قائم کر لیا۔ اُن کے پاس کافی سے زیادہ سپاہ ہو گئی۔ اُن میں مشہور اور قابل جنرل پیدا ہو گئے۔ جیسا کہ نپولین نے بعد میں رائے قائم کی تھی کہ نئی سپاہ کی پشت پر ۹۰ ہزار بڈھے سپاہی تھے جو شاہی عہد میں فوج میں ملازم تھے۔ الغرض یہ کہ جنگ چھڑی اور خوب اچھی طرح چھڑی رہی ؛

سیلاس مارنر

صبح ہوتے ہی گوڈفرے بستر سے اُٹھا اُس نے سب سے پہلے ناشتہ کرلیا - اسکے بعد اُس کے چھوٹے بھائیوں نے بھی ناشتہ کیا اور چلتے بنے - بیزنگی رہی - دسترخوان بچھا رہا - کیونکہ حاکم صاحب یعنی گوڈفرے کے باپ ناشتہ دیر سے تناول کرتے تھے - اور اُس وقت جبکہ اُن کو بھوک بے چین کرنے لگتی تھی - اس روز وہ کوئی دو گھنٹہ دیر کرکے مع چند کسانوں کے آئے ۔

اسکوئر کاس دراز قامت - قوی الجثہ شخص تھا - حالانکہ اُس وقت اُسکی عمر کوئی ۶۰ سال کی ہو چکی تھی اسکی پیشانی پر ہر دم شکن پڑی رہتی تھی - اور نگاہوں سے سخت مزاجی مترشح ہوتی تھی - چہرے سے غفلت شعاری عیاں تھی - اور پوشاک بدتمیزوں کی سی تھی - تاہم آواز اور رفتار اور انداز سے وہ باقی لوگوں سے آسانی کے ساتھ تمیز کرلیا جاتا تھا - وہ اپنے گاؤں کی کلیسیا کے انتظام سے ایک خاص دلچسپی رکھتا تھا - اور سمجھتا تھا کہ اُس کا مکان - اُسکا خانگی انتظام اور ذاتی چیزیں سب اعلےٰ درجے کی تھیں - اور چونکہ وہ اپنے سے اعلےٰ درجہ کے کسی امیر کے ساتھ صحبت نہیں رکھتا تھا اس لئے اُس کی رائے مطلق العنان ہوتی تھی - کسی کو بھی اُس میں دخل دینے کے لئے جُرأت نہیں پڑتی تھی ۔

اسکوئر کاس (مکان میں قدم رکھتے ہی) "گوڈفرے کیا تم نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا" ؟

گوڈفرے - "جی میں ناشتہ تو کرچکا - میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا - اس لئے آپ کا منتظر بیٹھا تھا" ۔

اسکوئر کاس "بہت خوب" ! یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا - اور کھانسی کے سے زوردار لہجے میں باتیں کرنے لگا - اُس نے بیف کا ایک ٹکڑہ کاٹا اور شکاری کُتے کے آگے ڈال دیا - پھر گوڈفرے سے مخاطب ہوا - "گھنٹی بجاؤ تاکہ نوکر میرے لئے شراب لائے" ۔

اسکوئر عیش پسند تھا جیسے کہ خود اُس کا بیٹا گوڈفرے - اُسکے اور اُسکے رفیقوں کا یہ خیال و قول تھا کہ جوانی دیوانی اور بیہودگیوں کا زمانہ ہوتی ہے - گوڈفرے نے گھنٹی بجائی اور ذرا ہی دیر میں شراب آگئی - اسکے بعد دروازہ بند کردیا گیا - کُتا اتنی دیر میں گوشت کی کئی قاشیں کھا چکا تھا - اس لئے اسکوئر نے اُس کی طرف سے بے فکر ہوکر خود ناشتہ شروع کیا ۔

گوڈفرے "پرسوں میرے گھوڑے وائلڈ فائر پر تو آفت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا" ۔

اسکوئر کاس "کیا ؟ کیا اُسکی ٹانگ ٹوٹ گئی - میں تو سمجھتا ہوں کہ تم اچھے سوار ہو - میں نے زندگی بھر کسی گھوڑے کو ضرب نہیں آنے دی - اگر ایسا ہو بھی جاتا تو میں دوسرا گھوڑا اُسی وقت منگا لیتا - کیونکہ میرا باپ اس قسم کا آدمی ہے جو اتنے نقصان پر ہمت ہار جاتا - رہا میں سو ہمیشہ تنگدست ہی رہتا ہوں - بدمعاش کمبل آج ہی کہتا تھا کہ میرے قرضے کا ذکر اخباروں میں ہورہا ہے - اور شریر فاؤلر سے تو میں اب لین دین اور کوئی واسطہ ہی نہیں رکھونگا - آج

میں نے وِنتھروپ کاکس کے پاس آدمی بھیجا ہے۔ کاکس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ گزشتہ ماہ میں مجھے ایک سو پونڈ دیگا۔ مگر اُس نے ابتک وعدہ وفا نہیں کیا"

اسکوئر یہ باتیں لگاتار کہتا چلا گیا۔ یہانتک کہ بیچ میں اُس نے گوڈفرے کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اُسکی گفتگو سے گوڈفرے نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ گھوڑے کے نقصان پر اُسے کوئی مالی امداد نہیں دینا چاہتا۔

گوڈفرے "ٹانگ توڑنے سے بھی زیادہ آفت نازل ہوگئی۔ وہ تو مارڈالا گیا۔ میں نے جو آپ کو اس حادثہ کی اطلاع دی سو اس لئے نہیں کہ میں آپ سے دوسرے گھوڑے کے لئے روپیہ طلب کرنا چاہتا ہوں بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ میں آپ کو اُس گھوڑے کی قیمت دینا چاہتا تھا۔ لیکن اب میرے پاس اُس کے ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ ڈنسٹن پرسوں گھوڑے کو بیچنے کے لئے لے گیا۔ اُس نے ایک سو بیس پونڈ میں اُسکا سودا برائس کے ساتھ کرلیا۔ اس کے بعد وہ گھوڑے کو کُدانے اور دوڑانے لے گیا۔ گھوڑا گرا اور مرگیا۔ اگر یہ حادثہ نہ ہوجاتا تو میں کل صبح ہی آپ کو ایک سو پونڈ دے دیتا"

گوڈفرے کی اس تقریر کو سُنکر اسکوئر کھانا کھاتے کھاتے رُک گیا۔ اور گوڈفرے کی طرف کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ کیونکہ اُس کی سمجھ میں یہ بات جلد نہ آسکی کہ ایسی کون سی بات واقع ہوگئی جس نے ایک ایسا انقلاب باپ بیٹوں میں پیدا کردیا کہ گوڈفرے اُسے سو پونڈ دینے پر آمادہ ہوگیا۔

گوڈفرے (باپ کی حیرت دور کرنے کے لئے) - "جناب من۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھ سے آپ کی شان میں ایک قصور ہوگیا۔ وہ یہ ہے کہ فاؤلر نے وہ سو پونڈ جس کا آپ ذکر کرتے ہیں مجھے اُس روز دیدیئے تھے جس روز کہ میں اُس کے پاس گیا تھا۔ مگر یہ رقم مجھ سے ڈنسٹن چھین کر لے گیا۔ میں نے صبر کرلیا اور یہ ارادہ کیا کہ اپنا گھوڑا فروخت کرکے آپ کو خبر ہونے سے پیشتر ہی ادا کردونگا۔ لیکن بیچ میں یہ ناگہانی آفت ٹوٹ پڑی"

ابھی گوڈفرے اپنی تقریر ختم نہ کرنے پایا تھا کہ اسکوئر کا رنگ متغیر ہوکر سرخ ہوگیا۔ چہرہ تمتما گیا۔ آنکھیں شعلہ کی مانند لعل ہوگئیں۔ اور جسم کانپنے لگا۔

اسکوئر کاکس "روپیہ تم نے ڈنسٹن کو دیدیا۔ مگر کیا تم بھی ڈنسٹن کے ساتھ شیر و شکر ہوگئے۔ تم نے اُس سے اس قدر ربط و ضبط اور بے تکلفی کیوں پیدا کرلی کہ وہ تم سے روپیہ چھین کر لے گیا۔ کیا تم بھی بدمعاش اور بدرویہ ہوگئے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بُری روش اختیار کرو۔ اگر تم باز نہ آئے تو میں تم سبھوں کو گھر سے نکال دونگا۔ اور دوسری شادی کرلونگا۔ میری جائداد کے تم مالک نہیں ہوسکتے ہو۔ کیونکہ میرے دادے کے زمانے میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ خاندان کا مورث اعلےٰ اس جائداد کو فروخت کرسکتا ہے۔ پس میں اُس کا مالک مختار ہوں۔ اگر تم نے اپنا چلن بگاڑلیا تو تم کو ایک حبہ بھی نہیں ملیگا۔ تم نے ڈنسٹن کو روپیہ کیوں دیدیا؟ اس میں کوئی راز ہے۔ اور کوئی جھوٹ یا فریب اسکی تہ میں ضرور ہے"

گوڈفرے "اس بات میں نہ کوئی جھوٹ ہے اور نہ کوئی فریب۔ میں خود تو روپیہ کبھی خرچ نہیں کرتا۔ میں کیا کروں کہ ڈنسٹن نے مجھے بیوقوف بناکر مجھ سے لے لیا تاہم میرا ارادہ تھا کہ روپیہ آپ کو ادا کیا جاوے۔ میں نے

غبن نہیں کیا اور نہ ایسا کرنا چاہا - سارا اور اصل قصہ اتنا ہی ہے ‘‘۔

اسکوئر کاس - ڈنسٹن ہے کہاں ؟ کھڑے ہوئے باتیں کیوں بنا رہے ہو - جاؤ اُسے پکڑ لاؤ - وہ مجھے بتائیگا کہ اُس نے کس کام کے لئے روپیہ لیا - اُسے کو توبہ کرنی پڑیگی - ورنہ میں اُسے گھر سے نکال باہر کرونگا - ضرور نکال دونگا - بدمعاش ڈنسٹن - جاؤ اور اُسے جلد یہاں لاؤ ‘‘۔

گوڈفرے ’’جناب بندہ ڈنسٹن ابھی واپس ہی نہیں آیا‘‘۔

اسکوئر کاس - تو اُس کی بھی گردن ٹوٹ گئی ‘‘۔

گوڈفرے ’’نہیں - اُس کے تو کہیں خراش بھی نہیں آئی - وہ کہیں ڈر کے مارے چلا گیا ہوگا - اور چند دن بعد خود ہی واپس آجائیگا - مجھے معلوم بھی نہیں کہ وہ ہے کہاں‘‘ ؟

اسکوئر کاس - اور تم نے میرا روپیہ اُسے کس غرض کے لئے دیدیا‘‘ ؟

گوڈفرے ’’مجھے معلوم نہیں‘‘۔

اسکوئر کاس ’’معلوم نہیں - مجھ سے سُن لو تم نے کسی فریب کے لئے اُسے رشوت دی - تاکہ وہ تمہارا راز فاش نہ کردے‘‘ اس بات سے گوڈفرے کا دل دھڑکنے لگا اور خون خشک ہوگیا ۔

گوڈفرے ’’وہ تو ایک معمولی بات تھی اور میرے اور ڈنسٹن کے درمیان - اُس سے کسی اَور کو کیا واسطہ ؟ جوانوں کی بیہودگیوں میں دخل دینا اچھا نہیں - اگر گھوڑا نہ مرجاتا تو میں آپ کو روپیہ دیدیتا ۔

اسکوئر کاس - بیہودگیاں ! اس وقت تک تو تمہیں بیہودگیوں سے ہاتھ اُٹھا لینا چاہئے تھا - اب تو تم چل نکلے اور بگڑ چلے - میں نے تم لوگوں کے ساتھ ایک اور نیک باپ کا سا سلوک کیا ہے - مگر اب میں زیادہ برداشت نہیں کرسکتا - اب میں تم سے قطع تعلق کرونگا‘‘۔

گوڈفرے خاموش ہوگیا - کیونکہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ اُس کے باپ کی عیش پسندی مہربانی میں داخل نہیں تھی اُسے صرف یہ خواہش ضرور تھی کہ بیٹے اُسے اُسکی کمزوریوں سے باز رکھیں اور اُسکی امداد کریں - کاس نے کھانا جلدی ختم کیا اور شراب پی کر پھر گوڈفرے سے مخاطب ہوا ۔

اسکوئر کاس ’’تمہارے لئے بُرا ہوگا - تم کو میری مدد اور تمام سامان کے درست رکھنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے‘‘۔

گوڈفرے ’’جناب بندہ - میں نے تو کئی بار عرض کیا کہ انتظام میں زیادہ دخل دوں - لیکن آپ نے مجھے کبھی موقع ہی نہ دیا - اور آپ سمجھتے رہتے کہ میں آپکا رتبہ اور منصب چھیننا چاہتا ہوں‘‘۔

اسکوئر کاس ’’مجھے تو خبر نہیں کہ تم نے کبھی انتظام کرنا چاہا ہو - اور میں نے بُرا مانا - اور تمہیں روک دیا - لیکن اتنا مجھے ضرور یاد ہے کہ ایک دفعہ تم شادی کرنی چاہتے تھے اور میں نے تمہارے ارادے میں کوئی دقت پیدا نہیں کی - میں تمہیں لیمیٹر کی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے اُسی طرح اجازت دے دیتا جس طرح کہ کسی اور عورت سے - مگر تم ہی نے تو اپنا ارادہ بدل دیا - تم خود ہی ڈھل مُل یقین ہو - تم جانتے ہو کہ جب عورت کو ایک لائق مرد خاوند بنانے کے لئے مل جاتا ہے تو وہ کسی دوسرے کی پرواہ نہیں کرتی - کیا تم سے اُس لڑکی نے یہ نہیں کہا کہ وہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی‘‘ ۔

گوڈفرے ۔" نہیں۔ یہ نہیں کہا۔ لیکن میرے خیال سے وہ انکار نہیں کریگی"۔

اسکوئر کاس ۔" تو تم اُس سے کیوں نہیں دریافت کرتے۔ کیا تم اُس سے شادی کرنے کا اب بھی ارادہ رکھتے ہو"؟

گوڈفرے ۔" میں کسی دوسری عورت سے تو شادی کرنا بھی نہیں چاہتا"۔

اسکوئر کاس ۔" خیر اگر تمہاری جرأت نہیں پڑتی تو میں لیمیٹر صاحب سے اس بارہ میں دریافت کرونگا۔ میرے خیال سے وہ ہمارے خاندان کے ساتھ رشتہ کرنے میں نفرت تو نہیں کرتے۔ رہی لڑکی سو وہ اپنے چچازاد بھائی سے شادی نہیں کریگی۔ مزید براں اور کوئی ایسا شخص نہیں جو اُسے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے روک سکے"۔

گوڈفرے ۔" اس معاملہ کو جانے ہی دیجئے۔ میرے خیال سے مس لیمیٹر آجکل مجھ سے ذرا ناخوش ہے۔ میں اپنے بارہ میں اُس سے خود ہی کہہ سُن لونگا۔ کیونکہ یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے"۔

اسکوئر کاس ۔" اچھا تو تم خود ہی طے کرلو۔ کیونکہ یہی نہایت ضروری ہے"۔

گوڈفرے ۔" اسکے متعلق ایک بات ہے۔ آپ مجھے مزرعہ میں رہنے کے لئے اجازت نہیں دینگے۔ اور میرے خیال سے وہ اس گھر میں سب بھائیوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں کریگی۔ وہ تو ایک اَور ہی قسم کی زندگی کی عادی ہے"۔

اسکوئر کاس ۔" اس گھر میں رہنا پسند نہیں کریگی۔ مجھ سے یہ نہ کہو۔ تم اُس سے دریافت کرلو۔ اور بس"۔

گوڈفرے ۔" میں سردست تو خاموش ہوں۔ غالباً آپ بھی اس بارہ میں عجلت نہ کرینگے"۔

اسکوئر کاس ۔ میں مرضی کا مختار ہوں۔ جو جی میں آئیگا وہی کرونگا۔ ورنہ تم گھر سے نکل جاؤ۔ اور اپنے رہنے کے لئے گھر اور گزارہ کی صورت تلاش کرلو۔ اور جاؤ ونتھروپ سے کہدو کہ وہ کاکس کے پاس نہ جائے۔ بلکہ میرا انتظار کرے۔ اور تم ڈنسٹن کی گاڑی فروخت کرکے روپیہ لے آؤ۔ اور اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو اُسے گھر بلا لاؤ۔ اب اُسے گھر سے دُور رہنا اور اپنے گزارے کا انتظام آپ ہی کرنا چاہئے۔ اب وہ مجھے اور زیادہ نہ ستائے"۔

گوڈفرے ۔" مجھے اُس کا پتہ معلوم نہیں۔ میں اُس سے اپنی زبان سے تو یہ کہہ نہیں سکتا کہ وہ گھر میں قدم نہ رکھے"۔

اسکوئر کاس ۔" جاؤ۔ جاؤ۔ حجت نہ کرو۔ میرا گھوڑا کسواؤ"۔

گوڈفرے چلا گیا۔ اُسے یہ یقین نہ ہوا کہ اُس کی گفتگو سے کوئی نئی بات پیدا ہوئی یا نہیں۔ مگر نینسی لیمیٹر کے ساتھ شادی کرنے کی تجویز سے اُس کے لئے ایک نیا خطرہ پیدا ہوگیا۔ ممکن تھا کہ اُس کا باپ مسٹر لیمیٹر سے اس بارے میں ذکر کردے اور اُس کا راز فاش ہوجائے۔ پس باپ سے جُدا ہوکر اُس نے ارادہ کرلیا کہ معاملات کی درستی کرے۔ گوڈفرے اس خیال کا شخص تھا کہ جو مفید موقعے ہاتھ آتے ہیں وہ ہی انسان کے بنانے والے ہوتے ہیں۔ اور جو شخص کہ ان موقعوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ نقصان اُٹھاتا ہے۔

کفایت شعاری

کوتاہ اندیشی

جملہ حالتوں اور صورتوں میں خوشحالی اُن لوگوں کا حصہ ہوتی ہے جو اپنے اوپر قابو یافتہ ہوتے ہیں۔ (گرنی) +

جو شخص کوتاہ اندیش ہے۔ اور اپنی آمدنی اور اخراجات کا لحاظ نہیں رکھتا وہ ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔ (کارلائل) +

دنیا میں انگلستان نہایت دولتمند ملک ہے۔ کیونکہ اُس کے تاجر اُلوالعزم ہیں۔ اُسکے دستکار محنتی۔ اور مزدور جفاکش۔ فی زمانہ انگلستان میں اسقدر دولت ہے جس کی نظیر گزشتہ زمانے کی دولت نہیں دے سکتی۔ لنڈن بنک سونے سے پٹا پڑا ہے۔ اس سے پیشتر انگلستان میں کھانے پینے کی چیزوں کی اسقدر افراط نہیں تھی۔ اور نہ اس سے پہلے وہاں اسقدر کثیر دولت تھی۔ صنعت و حرفت کی چیزوں کی کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ دُخانی کلیں اُن کے بنانے سے کبھی تھکتی ہی نہیں۔ لیکن باوجود اسقدر مال و دولت کے وہاں پرلے درجہ کی مفلسی بھی پائی جاتی ہے۔ قوموں کی دولت کے ساتھ ساتھ قوموں کی مفلسی اور مصیبت بھی ہوتی ہے۔ وہ کیا؟ وہی عیش پسندی بو کمختی کی پشت پر سوار ہو کر قدم رنجہ فرماتی ہے +

پارلیمنٹ کی رپورٹوں سے بارہا واضح ہو چکا ہے کہ انگلستان میں فلاں فلاں پیشہ کے لوگ مفلسی کے ہاتھوں سخت تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ ان میں کارخانوں کوٹھیوں۔ کانوں۔ اینٹ کے بھٹوں اور نیز دیہات کے لوگ شامل ہیں۔ اگرچہ ان بدنصیبوں کی حالت سنوارنے کے لئے قوانین بنائے گئے۔ لیکن اُن کی مفلسی دور نہیں ہوسکی۔ بلکہ قوانین کا مضحکہ اُڑا رہی ہے مفلسوں کے لئے روزی مہیا کی جاتی ہے۔ بلکہ وہ اس پر بھی سیر نہیں ہوسکتے۔ روزی دینے والوں کے دل میں رحم نہیں اور پلنے والے ناشکرے ہیں۔ دونوں میں کوئی رشتہ باہمی ہمدردی کا نہیں۔ بلکہ دونوں میں سوشل امور کے اعتبار سے ایک بہت بڑا دریا حائل ہے +

وحشی اور غیر مہذب لوگوں میں مفلسی ایک ہی سی ہے۔ جب اُن کی بھوک کا سامان ہوجاتا ہے تو انہیں تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ جن ملکوں میں غلامی کا رواج ہے وہاں تنگدستی یا مفلسی معلوم بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ آقا غلام کو محنت کرسکنے کی قابل حالت میں رکھتا ہے۔ اس لئے اُسے غلاموں اور نوکروں کی صرف حیوانی خواہشوں کے مہیا کرنے کی فکر کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جب سوسائٹی مہذب اور آزاد ہوجاتی ہے تب کہیں تنگدستی کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس وقت تو انسان کو اپنے رقیبوں کے ساتھ ایک مقابلہ درپیش ہوتا ہے۔ اور اسی حالت میں اُس پر تنگدستی اور سوشل مصیبت ظاہر ہوتی ہے۔ انگلستان کی مانند جن لوگوں میں تہذیب اعلےٰ درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اور جن ملکوں میں دولت کثرت سے جمع ہوجاتی ہے۔ وہاں تنگدست اور مفلس فرقہ کے لوگوں کی مصیبت اُس راحت و آرام کے باعث جس سے اُن کا مقابلہ ہوتا اور واسطہ پڑتا ہے بہت

زیادہ معلوم دینے لگتی ہے ٭

موجودہ مصیبت کا زیادہ تر باعث خودغرضی ہے
اُسکا تعلق ایک طرف تو دولت کی فراہمی سے ہے اور
دوسری طرف کوتاہ اندیشی سے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو
دولت فراہم کرنے کا ایک شوق اور خبط ہوگیا ہے۔ اُن کا
موجودہ مُدّعا یہ ہے کہ قومیں دولتمند ہو جائیں۔ نہ کہ اُن کو
مسرّت ہی حاصل ہو۔ ہم علم سیاست مدن کا مطالعہ تو
کرتے ہیں۔ لیکن امور خانہ داری کی مطلق پرواہ نہیں کرتے ٭

انگلستان میں غریبوں کی حالت بُری ہے۔ اگرچہ
وہ ایک مسیحی اور مہذّب ملک میں رہتے ہیں۔ تاہم نہ مسیحی
ہیں نہ مہذب۔ اُن کی وہی حالت ہے جو اہل انگلستان
کی انگلستان میں جولیس سیزر کی آمد کے وقت تھی۔ لندن
کے پارکس میں تم دیکھو گے کہ دولت کی کس قدر پرستش
اور پرسش کی جاتی ہے۔ مگر لندن کے ایسٹ اینڈ
میں دیکھو گے کہ بنی انسان پر کس قدر مصیبتوں کی بھرمار ہے
اس حصہٴ شہر کے لوگ محنت کرتے۔ کھاتے پیتے
اور سو جاتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا ماحصل صرف اسی قدر
ہے۔ وہ جو کچھ کماتے ہیں، روز خرچ کر دیتے ہیں۔ اُنہیں
کل کے دن۔ آئندہ ہفتہ یا آئندہ سال کی کچھ پرواہ
نہیں ہوتی۔ وہ تو نفسانی خواہشوں کے تابع رہتے ہیں
اور آئندہ کے لئے کسی قسم کا سامان نہیں کرتے مصیبت
رنج و غم۔ بیماری۔ لاچاری اور مفلسی کا خیال تک بھی اُنکے
دل سے دوچار نہیں ہوتا۔ اس بارہ میں تو وحشی اقوام
سے مشابہ ہیں۔ امریکہ کے اصلی باشندوں کی مانند وہ
اُس بُرائی کے غلام ہیں جو تہذیب کے ہمراہ ہوتی ہے وہ
تہذیب سے کسی قسم کا نفع نہیں اُٹھاتے ٭

کپتان پیری صاحب نے قطب شمالی کے نزدیک
اسکیمو قوم کے ایسے لوگ بھی پائے جن کی حالت غاروں
میں رہنے والوں کی مانند تھی۔ وہ بالکل کوتاہ اندیش تھے
اور اُن کے پاس نہ کسی قسم کا سامان تھا اور نہ کسی قسم کا
سرمایہ۔ وہ کسی قسم کا پس انداز نہیں کرتے۔ یا تو وہ ہر وقت
کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں اور یا فاقہ کشی میں مبتلا۔
جب اُن کو وہیل مچھلی کی چربی بہ افراط مل جائے تو جس قدر کہ
اُن سے کھائی جائے اُس قدر وہ کھا لیتے ہیں اور باقی کو
چھپا دیتے ہیں۔ مگر اُن کی اس کوتاہ اندیشی سے اُنہیں کوئی
تکلیف نہیں ہوتی۔ کیونکہ فاقہ کی حالت میں بھی وہ ویسے ہی
زندہ اور خوش مزاج رہتے ہیں جیسے کہ کھانے پینے کی حالت
میں اُن کے دل میں یہ خیال کبھی بھی نہیں گزرتا کہ کل اُنکے لئے
خوراک کہاں سے آئیگی۔ آئندہ زمانہ کے لئے پس انداز کرنا
وحشیوں کے انتظام اور طرز معاشرت میں داخل ہی نہیں ٭

شائستہ اقوام کی رائے ہے کہ موسم سرما کفایت شعاری کی
ماں ہے۔ کیونکہ شمالی یورپ کے باشندے اپنی چیزوں کا ایک حصہ
اس سخت موسم کا مقابلہ کرنے کے لئے بچا رکھتے ہیں۔ موسم سرما
اُن سے موسم گرما میں گزارے کے لئے پس انداز کراتا ہے۔
اسی لئے جرمنی کے لوگ سسلی کے باشندوں کے مقابلے
میں زیادہ محنتی ہیں۔ اور اندلس کے مقابلے میں ہالینڈ اور بلجیم
اور شمالی امریکہ کنیڈا اور میکسیکو کی نسبت ٭

مسٹر ایڈورڈ ڈینیسن مرحوم جو نیوارک کی طرف سے
پارلیمنٹ کا ممبر تھا اُس نے ایسٹ اینڈ کے باشندوں کی
حالت سنوارنے کے لئے بہت کچھ کوشش کی۔ ایک دو منزلہ
گرجہ بنوایا جسکی نچلی منزل کتب خانہ۔ کلب اور طاش وغیرہ کھیلنے
کے لئے تھی اور اوپر کی منزل دعا و بندگی کے لئے۔ یہ سامان
سامان اُس نے اس لئے کیا کہ لوگوں کو شراب خوری کے لئے
فرصت نہ مل سکے۔ اس حصہ کے لوگوں کی حالت نہایت بُری

حفظِ صحت

صاف خون اور عمدہ صحت

معدہ میں پیپسن ہی ایک ایسی شے ہے جو عمل ہضم میں بہت کچھ مدد دیتی ہے۔ جب عمل ہضم مکمل ہو چکتا ہے تو اُس میں ایک قسم کا عرق جس سے خون بنتا ہے بلغمی جھلی میں ہو کر خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح خون کو وہ غذا مل جاتی ہے جو اُس نقصان کی تلافی کرتی ہے جو خون کو جسم کے عروق و شرائین اور لیفات کی درستی میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ لعاب معدہ کا کوئی اثر اُن نشاستوں پر نہیں ہوتا جو غذا میں شامل ہوتے ہیں اور نہ اُس کا کوئی اثر چکنائیوں پر ہوتا ہے۔ البتہ وہ چکنی اشیا کو پگھلا دیتا ہے۔ جس وقت عمل ہضم کا یہ درجہ ختم ہوتا ہے اُس وقت معدہ میں غذا کی شکل بدل کر گاڑھی اور پیلے رنگ کی ہو جاتی ہے۔ اس شکل میں آکر غذا کیموس کہلاتی ہے +

غذا کیموس کی حالت میں معدہ میں کتنی دیر رہتی ہے یہ بات اُس غذا یا اغذیہ پر منحصر ہے جو کھائی جاتی ہے بعض قسم کی غذا تو گھنٹے بھر میں ہضم ہو جاتی ہے بعض دو گھنٹہ میں اور بعض ۴ یا ۵ گھنٹہ میں۔ جب کیموس تیار ہو جاتا ہے تو چھوٹی انتڑیوں کا مُنہ کھل جاتا ہے اور کیموس اُسکے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اگر کیموس میں غذا غیر منہضم مل کر انتڑیوں میں داخل ہو جاتی ہے تو امراض کے پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ اس سے آنتوں میں کوئی نہ کوئی شکایت ضرور پیدا ہو جاتی ہے +

یہ انتڑی یا آنت تین حصوں میں منقسم ہے۔ جس کا پہلا حصہ صرف ایک فیٹ لمبا ہے جس وقت کیموس اس حصہ میں داخل ہوتا ہے اُس وقت تیزاب اور شکر جو غذا کے ہضم ہونے سے حاصل ہوتی ہے اُنہیں معدہ کی رگیں جذب کر لیتی ہیں۔ ان ہی رگوں میں سے خون دوسری رگوں میں ہوتا ہوا جگر تک پہنچ جاتا ہے۔

اس آنت میں چار تہ ہیں جیسی کہ معدے میں ہیں۔ اندرونی یا بلغمی تہ کے اوپر بے شمار ننھے ننھے بال کی مانند دانے ہیں۔ اُس کے اوپر والی تہ میں بہت سی ننھی ننھی کوٹھریاں خون کی ہیں۔ دانے تمام غذا کو جو آنتوں میں پہنچتی ہے نگل جاتے ہیں۔ اور غذا کے یہ ذرے جو دانوں کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں وہ خون کی نالیوں کی بلغمی دیواروں میں ہوتے ہوئے جسم کے حصوں میں سے دوران کرنے لگتے ہیں +

چھوٹی آنت میں جس قدر غذا باقی رہ جاتی ہے وہ بڑی آنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس آنت کے بھی تین ہی حصے ہیں۔ بقیہ غذا ان حصوں میں ہوتی ہوئی فضلہ کے طور پر جسم سے باہر نکل جاتی ہے +

خون جو معدہ اور چھوٹی آنت میں سے غذا حاصل کرتا ہے وہ جگر کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد خون میں ایک بڑی اور عجیب و غریب تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جگر میں بلغم بکثرت موجود رہتا ہے۔ جگر میں پہنچکر خون صاف ہوتا ہے اور پھر دوران کا کام شروع ہوتا ہے +

رنگائی کرنا مناسب ہے۔ اس امتحان کے ذریعے یہ بات بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ ایک ہی بونڈی میں روئی کا کون سا ریشہ پختہ ہوگیا ہے اور کون نیم پختہ ہے اور کون سا بالکل کچا ہے۔ اس امتحان کا مدّعا یہ ہے کہ اعلےٰ سے اعلےٰ درجے کی روئی حاصل ہوسکے نہ کہ بُری قسم کی۔

روئی کے ریشوں کی پیمائش کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ اُسے تو ایک لڑکا بھی ایک سادہ اور کم قیمت آلہ کے ذریعے انجام دے سکتا ہے۔ اور نہایت قابل اطمینان پیرایہ میں۔ یہ کام مندرجہ ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے لیا جاتا ہے:۔

(۱) آلہ کو اس طرح لگایا جائے کہ ذرا سی بھی جنبش خواہ بائیں جانب ہو۔ خواہ دائیں جانب ناپی جاسکتی ہے۔ اور عینک اس طریقے میں لگائی جائے کہ جب کوئی شے ناپی جائے تو اُس کی ایک سمت درمیانی خط کے مطابق ہو۔ اور شکنجہ بائیں دائیں جانب کو کام دیتا رہے۔ یہاں تک کہ اُس شے کی دوسری سمت درمیانی خط کے مطابق ہوجائے۔ اس وقت جنبش کی مقدار معلوم ہوسکتی ہے۔

(۲) خورد اشیا کے ناپنے کے آلہ اور تصویر اُتارنے کے آلہ کے ذریعے ریشوں کا ناپنا۔

(۳) خورد اشیا کے ناپنے کے دو آلات کے ذریعے ریشے کو ناپنا۔ جن میں سے ایک تو تپائی پر لگایا جائے اور دوسرا عینک کی جگہ۔

آخری طریقہ غالباً بہت ہی کم خرچ ہے۔ اور جملہ قسم کے عملی کاموں کے لئے نہایت مناسب و موزوں ہے۔ خصوصاً روئی کے ریشوں کی پیمائش کے لئے۔

جو آلہ خورد اشیا کی پیمائش کے لئے کام میں لایا جاتا ہے اُس میں شیشہ کا ایک ٹکڑہ ۳ × ۱ (انچ) کا لگا ہوتا ہے۔ اُس پر انچوں کے نشان لگے ہوتے ہیں جو ایک انچ کے $\frac{۱}{۱۰۰}$ اور $\frac{۱}{۱۰۰۰}$ حصہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان نشانوں کے اوپر شیشہ کا ایک ڈھکن چڑھا ہوتا ہے۔ اس آلہ میں دو عینک لگی ہوتی ہیں اور اُن کے ذریعے ریشوں کو دیکھ کر اُن کی پیمائش معلوم کرلی جاتی ہے۔ ان عینکوں کے ذریعے ریشوں کی تصویر لی جاتی اور پھر اُس پر نشان کا تطابق کیا جاتا ہے۔ جس سے صحیح پیمائش معلوم ہوجاتی ہے۔

یونہیں گھٹ گھٹ کے مر گیا آخر — عقدۂ دل کسی سے وا نہ ہوا (مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی)

خط آنے لگے شکوہ آمیز اُن کے — ملاپ اُن سے گویا ہوا چاہتا ہے (حالی)

بہت کام لینے تھے جس دل سے ہم کو — وہ صرف تمنّا ہوا چاہتا ہے (〃)

ہے لباس جسم تک مجھ پہ گراں — دُور جا پہنچی ہے عریانی مری (〃)

کون و مکاں سے ہے دل وحشی کنارہ گیر — اس خانماں خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہاں (〃)

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں — مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں (〃)

اُصولِ تجارت

ہنڈی کے مُتعلق اور مزید باتیں

چک کے فریقین بھی ویسے ہی اور وہی ہوتے ہیں جیسے کہ ہنڈی کے۔ شلاً فریسندہ۔ یا بندہ یا بندہ اور اُن کی ذمہ واریاں بھی اُسی قسم کی ہوتی ہیں جس قسم کی کہ ہنڈی کے فریقین کی ذمہ واریاں۔ ہنڈی کے سکارنے۔ وصول کرنے۔ اندراج۔ پیش کرنے۔ ادائگی نوٹس ہتک وغیرہ کے قوانین اور ضوابط کا عملدرآمد چک پر بھی ہوسکتا ہے۔ ہنڈی کی مانند چک بھی ملکی اور غیر ملکی ہوتے ہیں۔ اور ایک خاص وقت تک اُن کا روپیہ مل سکتا ہے۔ خواہ یابندہ کو خواہ اُس کے حکم کو اور خواہ چک کے حامل کو ۔

چک کا عام نمونہ یہ ہے کہ :-

لیڈز	بنام نیشنل بنک
۸ مارچ ۱۹۱ء	کلارک اسٹریٹ

مسٹر جے انڈرسن یا { حامل / حکم } کو دوسو بیس پونڈ دیدو

دستخط مارک ریلینڈ	۲۲۰ پونڈ

لیکن انگلستان میں ملکی چک میں ایک تحریر آڑی آڑی بھی ہوتی ہے۔ تاکہ کوئی شخص جعلی چک نہ بناسکے۔ یا چُرا نہ سکے یا چک ضائع نہ جاسکے۔ اس قسم کا چک انگلستان کے تجارتی قانون میں تسلیم کرلیا گیا ہے۔

چک میں یا تو اُس کے باہر یا اندر دو خط ترچھے یا آڑے کھینچ دئے جاتے ہیں۔ اُن کے اندر یا تو چک جاری کرنے والی کا نام چھپا ہوتا ہے۔ اس کو عام کراسنگ (آڑی تحریر) کہتے ہیں۔ اور یا اُن خطوں کے درمیان قلم سے روپیہ دینے والے بنک کا نام درج کردیا جاتا ہے اسے خاص کراسنگ کہتے ہیں۔ اس تحریر کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ایسے چک کا روپیہ یا بندہ کو صرف بنک کی معرفت حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر اُس پر خاص اندراج نہ ہو تو ہر بنک کی معرفت روپیہ مل سکتا ہے۔ لیکن جب خاص اندراج ہو تو خاص اور ایک ہی بنک کی معرفت۔ اس آڑی تحریر کے اندر بطور حفاظت کے الفاظ "ناقابل انتقال" بھی قلم سے درج کردئے جاتے ہیں۔

چک پر آڑا اندراج یا تو فریسندہ یا قابض کرسکتا ہے۔ اور قابض کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ عام اندراج کو خاص اندراج میں بدل دے۔ یا اُس میں الفاظ "ناقابل انتقال" اضافہ کردے۔ اور جس بنک کے نام اس قسم کے اندراج کا چک ہو وہ کسی دوسرے بنک کے نام اُس میں اسی قسم کا اندراج کرسکتا ہے۔

جو چک معرفتی ہو یعنی حامل جس کا روپیہ وصول کرسکتا ہو وہ آڑے اندراج کے باعث محفوظ ہوجاتا ہے اور اُس کا روپیہ دینے والا اپنا روپیہ وصول کرسکتا ہے اور اُسے دوسرا بنک جو فریقین سے واقف ہو اُسے روپیہ وصول کرنے کے لئے پیش کرسکتا ہے۔

ہنڈی کی مانند چک بھی وصولیابی کے لئے بنک میں پیش کیا جاتا ہے مگر چک ملنے کے دن ہی اور بنک کے کام کرنے کے وقت کے اندر اندر۔ بشرطیکہ ایسا چک

مقامی ہو - یعنی یہ کہ جس مقام سے جاری کیا گیا ہو وہیں
اُس کا روپیہ وصول ہو سکے اگر چیک کا روپیہ دوسرے
شہر میں وصول ہو سکے تو چیک ملنے کے ایک دن بعد
پیش کیا جائے - شہر کا فاصلہ - وہاں کا رواج - اور دیگر
باتوں پر بھی لحاظ کرنا چاہیئے +

آئی - او - یو - اس سے مراد یہ ہے کہ میں
تمہارا قرضدار ہوں - یہ دراصل مخفف ہے - یہ جملہ قرض
لینے والا اقرار کے طور پر لکھتا ہے - جس رقعہ میں یہ اقرار
ہوتا ہے وہ پرامیسری نوٹ نہیں ہوتا ہے - اور نہ اُس پر
تاریخ درج ہوتی ہے وہ ناقابل انتقال ہوتا ہے اور اُس میں
ہنڈی یا چک کا کوئی خاصہ نہیں ہوتا - اُسکے ذریعہ
قرضخواہ اپنے قرضدار سے اُس قدر روپیہ وصول
کر سکتا ہے جس قدر کہ اُس میں درج ہوتا ہے - ذیل
میں اس اقراری رقعہ کا نمونہ درج ہے :-

بنام فلاں صاحب لندن یکم جنوری ۱۸۹۱ء

میں تمہارا ایک سو پونڈ کا قرضدار ہوں

دستخط
سی - ڈی

اعتباری چٹھی - یہ ایک رقعہ ہوتا ہے جسکی
روسے ایک شخص جو دور دراز مقام پر رہتا ہو اُسے ہدایت
کی جاتی ہے کہ وہ ایک تیسرے فریق (حامل) کے
زیر اختیار اسقدر روپیہ فلاں وقت تک اپنی تحویل میں
رکھے - وہ حکم نہیں ہوتا بلکہ درخواست روپیہ ادا کرنے
کی بابت ہوتی ہے - اسی لئے اُس میں سکارہ کی ضرورت
نہیں پڑتی اور نہ وہ کسی اندراج کے ذریعے منتقل ہوسکتی
ہے - اور نہ اُسکی ادائگی کی بابت کوئی حجت ہوسکتی ہے +

اس قسم کی چٹھی ساہوکار اور تاجر مسافروں اور
گماشتوں کی آسانی کے لئے جاری کرتے ہیں تاکہ اُنکو
اپنی ضرورت یا تجارتی کام کے لئے دوسرے ملک میں اور
دوسرے مقام پر روپیہ مل سکے - اور مسافر یا گماشتہ روپیہ
ساتھ لے جانے کے خطرے سے بھی محفوظ رہ سکے ایسی
چٹھی بعض اوقات ایک ہی مقام میں کئی کئی لوگوں کے
لئے ہوتی ہے - اُسے گشتی اعتباری چٹھی کہتے ہیں -
ایسی چٹھی اُس وقت تک جاری نہیں کی جاسکتی جبتک
اس شخص یا ان اشخاص کے نام جن کے نام وہ جاری
کی جائے پہلے سے بذریعہ ڈاک ایک اطلاع نہ بھیج دی
جائے - ایسی چٹھی کے ایک کنارے پر بطور شناخت روپیہ
پانے والے کے دستخط کرا لئے جاتے ہیں - ایسی چٹھی
میں ذیل کی باتیں درج کی جاتی ہیں :-

۱- نام اُس شخص یا اُن اشخاص کا جن کو روپیہ دینے
کی ہدایت کی جائے +
۲- کتنی مدت کے اندر یا کس وقت روپیہ ادا کیا جائیگا
۳- کتنی مدت کے اندر روپیہ دینے والے کو روپیہ
واپس کر دیا جائیگا +

اعتباری چٹھی کا نمونہ ذیل میں درج ہے :-

بلیماؤتھ بنام میسرز ہارٹ اینڈ کمپنی
یکم فروری ۱۸۹۱ء برلن

حامل رقعہ ہذا مسٹر لوئی بک ساکن بلیماؤتھ کے زیر اختیار
جسکے دستخط اس چٹھی میں ثبت ہیں پانچ ہزار مارک تیار رکھو
اور اس اطلاع کے مطابق اُنکو ہمارے نام پر درج کر لو +

دستخط خاکسار
مسٹر لوئی بک
لوئی بک کارک برادرس

اعتباری چٹھی کے فوائد - یہ چٹھی یابندہ کو
دی جاتی ہے - جسے وہ دہندہ کے پاس اپنے ہمراہ لیجاتا
ہے - دہندہ یابندہ سے رسید لکھا کر روپیہ دیدیتا ہے اور

اُس کا اندراج کھاتہ میں حسب ہدایت کر لیتا ہے۔ لیکن اگر کسی کے پاس ایسی گشتی چھٹی ہو تو وہ ایک دہندہ سے یا تو کل روپیہ یا اُس کا صرف ایک حصّہ وصول کر سکتا ہے۔ یا کل روپیہ کئی دہندوں سے وصول کر سکتا ہے مگر اُسی قدر لے سکتا ہے جس قدر کہ چھٹی میں درج ہوتا ہے۔ لیکن پابندہ کو اس روپیہ پر کمیشن دینا پڑتا ہے۔

ہنڈیوں اور رقعوں کا ٹیکس اور قانون

سلطنت برطانیہ میں ہنڈیوں اور رقعوں پر خواہ وہ قابل انتقال ہوں یا ناقابل انتقال ٹیکس کے طور پر ایک ٹکٹ اُس قدر رقم کا لگایا جاتا ہے جس قدر کہ ٹیکس کی رقم ہوتی ہے۔ ہنڈیوں اور رقعوں پر قوانین اسٹامپ ۱۸۹۱ء کے مطابق مندرجۂ ذیل ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ مگر اُن میں سے جو درشنی ہوتے ہیں اُن پر صرف ایک آنہ کا ٹکٹ لگایا جاتا ہے :-

۵ پونڈ کے رقعہ یا ہنڈی پر ایک پنس
۱۰ پونڈ " " " " ۲ آنہ
۲۵ پونڈ کے رقعہ یا ہنڈی پر ۳ آنہ
۵۰ " " " " " ۶ آنہ
۷۵ " " " " " ۹ آنہ
۱۰۰ " " " " " ۱ شلنگ

اور اسکے بعد ہر سو پونڈ یا اُس کی کسر پر ایک شلنگ۔
اگر اعتباری چھٹی آئی۔ او۔ یو ہو تو اُس پر بشرطیکہ اُس میں اُسکی ادائگی کا وقت درج نہ ہو کوئی ٹکٹ نہیں لگتا۔ اگر وقت درج ہو تو اُس پر ضرور لگتا ہے۔ ہنڈیوں اور رقعوں کے متعلق قانونی عملدرآمد قوانین ہنڈی ۱۸۸۲ء کے مطابق کیا جاتا ہے ÷

جو ہنڈیاں ایک ملک سے جاری کی جائیں اور دوسرے میں اُن کا روپیہ ادا کیا جائے تجارتی اصول و قوانین اور رسوم کے مطابق اُن کا جواز متعلقہ اندراج۔ ادائگی۔ حجت۔ تصدیق وغیرہ اُس ملک کے قانون کی رو سے کیا جاتا ہے جس میں کہ روپیہ ادا کیا جاتا ہے ÷

فضولخرچی کا انجام

سرے پہ راہ کے بیٹھا تھا اک گدائے ظریف — جہاں سے ہو کے گزرتے تھے سب صغیر و کبیر
ہر اک سے ایک درم مانگتا تھا بے کم و بیش — سخی ہو اس میں کہ ممسک۔ غریب ہو کہ امیر
فضول خرچ تھا بستی میں ایک دولتمند — کہ جس کا تھا کوئی اسراف میں نہ شبہ و نظیر
ہوا جو ایک دن اس راہ سے گزر اُس کا — درم اک اُس نے بھی چاہا کہ کیجے نذرِ فقیر
کہا فقیر نے گو اپنی یہ نہیں عادت — کہ لیں درم سے زیادہ کسی سے ایک شعیر
پہ لونگا آپ سے میں پانچ کم سے کم دینار — کہ دولت آپ کی پاتا ہوں میں زوال پذیر
یہی للّے تللّے رہے تو آپ کو بھی — ہماری طرح سے ہونا ہے ایک روز فقیر
سو وقت ہے یہی لینے کا خود بدولت سے — دکھائے دیکھئے پھر اس کے بعد کیا تقدیر

حکمت کے موتی

نیکی تک پہنچنے کا راستہ ڈھلوان ہے - مگر بدی تک پہنچنے کی راہ ہموار ہے - (عربی)

آب حیات ظلمات میں ملتا ہے - لیکن تلاش سے (فارسی)

پہاڑ پر پتھر چڑھانا دشوار ہے مگر اُس سے پر لڑھکانا آسان (اپدیش مالا)

حق کے ذریعے زمین و آسمان قائم ہیں - اور آفتاب روشن -

حق بولنا سب سے اعلےٰ فرض ہے - ایک حق سو قربانیوں سے بہتر ہے - (مرکنڈا پوران)

ہاتھی کے دانت اور سورما کا قول اٹل ہیں - (بنگالی)

جھوٹ کے پر نہیں ہوتے - (تالمڈ)

سچ مثل پتھر کے پانی میں نہیں گھُل سکتا - (بنگالی)

کم ظرف کنوئیں کے مینڈک کی مانند ہے جسے سمندر کی خبر نہیں - (جاپانی)

اپنا گھر بہشت ہے نہ کہ غیر کا - (افغانی)

سونے کو چاہے کتنی ہی آنچ لگائی جائیں مگر اُس کا رنگ نہیں جاتا - (تامل)

جس طرح صندل کی لکڑی جلنے میں خوشبو دیتی ہے اُسی طرح نیک دل کی صحبت بھی - (کناری)

جب زنگ سے لوہا ملائم ہو جاتا ہے تو غم سے دل کیوں نہیں ہو سکتا (رگھونس)

علم جہالت پر غالب آتا ہے جیسے کہ روشنی تاریکی پر (نامعلوم)

جب کوئی مرتا ہے تو اُس کے ساتھ نہ ماں - نہ باپ - نہ دوست اور نہ رشتہ دار جاتے ہیں - بلکہ وہ تنہا جاتا ہے البتہ اُسکے اعمال اُسکی رفاقت ضرور کرتے ہیں - (مہابھارت)

اگر گھوڑے کی مانند کُتے کے بال تراشے جائیں تو وہ گھوڑا نہیں بن سکتا - (سنسکرت)

کوئل اپنے انڈے کوّے کے گھونسلے میں رکھ دیتی ہے کوّا اُن میں سے بچے نکالتا ہے - لیکن کوئل کے بچے کوّے کی عادات نہیں سیکھتے - اسی طرح جو لوگ نیک ہیں اُن کی نیکی پر کسی بات کا اثر نہیں پڑ سکتا - (بنگالی)

انسان کا کلام اُس کے دل کا آئینہ ہے - (چینی)

اگر مٹکے بھر شہد میں ایک چمچہ زہر ملا دو تو وہ کڑوا ہو جاتا ہے - (کردی) -

جس طرح دُور سے ستارے چھوٹے نظر آتے ہیں اُسی طرح انسان بھی - انسان کی حقیقت تو پاس سے اور ہاں ہم صحبت ہونے سے معلوم ہوتی ہے - (جاپانی)

ہر دن کی شام ہے - اسی طرح ہر کام کا انجام ہے - (ترکی)

انسان کی زندگی کا ایک ایک دن اُس کے حالات کا ایک ایک ورق ہوتا ہے - (عربی)

آگ کی چنگاری سے لکڑیوں کا انبار خاکستر ہو جاتا ہے اور ذرہ بھر بدی سے انسان تباہ - (عبرانی)

خدا کا خوف نورِ قلب ہے - (عربی)

اگر کسی کا دل ناپاک ہے تو اُسکے افعال بھی ناپاک ہیں - (سنسکرت)

کمینہ کی دوستی ریت کی دیوار ہے - (اُردو)

پاس کا دوست دور کے رشتہ دار سے بہتر ہے - (تلیگو)

دولت سونے سے نہیں ملتی - (فنش)

وقت دنیا بھر کی چیزوں سے زیادہ مضبوط ہے (سنسکرت)

انسان کی عمر بڑھتی نہیں - بلکہ دمبدم گھٹتی ہے - (افغانی)

جھوٹی دوستی ریت کے پشتہ کی مانند ہے - (بنگالی)

تجویز تو انسان سوچتا ہے - مگر اُسے پوری خدا کرتا ہے - (روسی)

معاملہ کے اشعار

فارسی اشعار

نرسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است (سعدی)

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن دوست
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسید (شفائی اصفہانی)

بوے یار من ازیں سمت وفا مے آید
گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم (نظیری)

سگ بدریاے ہفتگانہ بشوے
چونکہ تر شد پلید تر باشد (سعدی)

صبحدم مرغ چمن با گل نوخاستہ گفت
ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت (حافظ شیرازی)

گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولے
ہیچ عاشق سخن تلخ بمعشوق نہ گفت (")

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت
دردہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت (")

وقت عزیز رفت ـ بیا تا قضا کنیم
عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت (")

از ورطۂ ما خبر ندارد
آسودہ کہ بر کنار دریاست (سعدی)

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم (نامعلوم)

اُردو اشعار

دیکھ اے بلبل ذرا گلبن کو آنکھیں کھول کر
پھول ہیں گر آن ہے کانٹے میں بھی اک شان ہے (نامعلوم)

پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھ کر
نالۂ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم (")

نہ کہیں عیش تمہارا بھی منغص ہوجاے
دوستو درد کو محفل میں نہ تم یاد کرو (میر درد)

قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے
اُس کا پیام دل کے سوا کون لاسکے (")

اے گل صبا کی طرح پھرے اس چمن میں ہم
پائی نہ بُو وفا کی ترے پیرہن میں ہم (سودا)

شعلہ اُٹھا نہ دل سے ہمارے کبھی لے سوز
شمع کی طرح جل گئے کچھ من ہی من میں ہم (")

ہے جی میں اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دوں
آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دوں (ذوق)

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں (")

نہ تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشہ میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے (غالب)

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا (")

گوہر اشک سے لبریز ہے سارا دامن
آجکل دامن دولت ہے ہمارا دامن (نامعلوم)

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں (انشا)

رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے (غالب)

کل تم جو بزمِ غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے (مومن)

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو (ذوق)

شائد اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
ہے آگ سی جو سینے کے اندر لگی ہوئی (شیفتہ)

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے
کبھی گویا جہاں میں تھی ہی نہیں (نامعلوم)

دل کی اک حرف و حکایات ہے یہ بھی نہ سہی
آپ کے ہاتھ میں اک بات ہے یہ بھی نہ سہی (شعلہ)

جلوہ گاہ بتاں ہو گیا دل
جاگتے جاگتے سو گیا دل (ساغر اکبرآبادی ایڈیٹر ترقی)

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جامِ جم سے یہ مرا جامِ سفال اچھا ہے (غالب)

ان کے آنے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے (〃)

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا (〃)

تفاوت قامتِ یار و قیامت میں ہے کیا ممنوں
وہی فتنہ ہے لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے (میر ممنوں)

رہتے ہیں جمع کوچۂ جاناں میں خاص و عام
آباد ایک گھر ہے جہانِ خراب میں (مومن)

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیماں کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے (〃)

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا (میر تقی)

خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا
ہماری زندگی کیا اور ہم کیا (غالب)

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا (ذوق)

اب کے جنوں میں فاصلہ شائد نہ کچھ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں (میر)

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں (غالب)

ہر آن ہم کو تجھ بن اک برس ہوتی ہے
کیا آگیا زمانہ اے یار رفتہ رفتہ (میر تقی)

ظفر آدمی اسکو نہ جانئے گا گو ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا (ظفر)

دل لگی کر گئی یہ کہہ کے اجل
اور چندے ہمارا رستہ دیکھ (مومن عظیم آبادی)

ہاتھ رکھ رکھ کے کہاں تک کوئی دیگا تسکیں
ہمہ تن درد ہوں دل کی نہ جگر کی تخصیص (جلال)

کوئی یہ پوچھ لے دردِ نہاں سے
تجھے دل ڈھونڈ لایا ہے کہاں سے (〃)

باغِ عالم کی فضا سے دل لگائے کیا کوئی
موسمِ گل چند روزہ زندگی ناپائدار (نظر لکھنوی؟)

میرے آگے آئی نادانی مری
میرے سر آنکھوں پشیمانی مری (ساغر اکبرآبادی)

چارہ سازی ہو چکی بس چارہ گر
بڑھنے دے ظالم پریشانی مری (〃)

چیونٹیوں کے حالات

چیونٹیوں کے اطوار

گولڈ صاحب انگلستان کی چیونٹیوں کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک قسم کی چیونٹی کے ڈنک ہی نہیں معلوم ہوتا۔ وہ یا تو دہن سے کاٹتی ہیں یا جبڑوں سے اور پھر کچھ عرق اُس زخم پر اُگل دیتی ہیں۔ گولڈ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ سرزمین انگلستان میں صرف سُرخ چیونٹی ہی ایسی چیونٹی ہے جس کے ڈنک ہوتا ہے۔ لیکن چیونٹیوں کے متعلق جو رپورٹ ۱۸۷۱ء میں مسٹر ایف اسمتھ نے مرتب کرکے شائع کی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرزمین انگلستان میں ۱۸ قسم کی چیونٹیوں کے ڈنک ہوتا ہے۔

۱۸۵۸ء میں برٹش میوزیم نے انگلستان کی چیونٹیوں کے متعلق جو کتاب شائع کی تھی اُس میں میڈرٹیا چیونٹی کا نام نہیں تھا۔ ۱۸۶۱ء میں مسٹر واہٹ نے اُن کو بیٹرسی میں دیکھا۔ پھر شہر میں ایک نانبائی کی دوکان میں بھی پایا۔ پھر اسی دوکان میں ۱۸۷۷ء میں ان چیونٹیوں کو کثرت سے پایا۔ اس چیونٹی کا رنگ قدرے سُرخ ہوتا ہے۔ وہ ½ انچ لمبی ہوتی ہے۔ یہ چیونٹی دراصل ملک فرانس میں پیدا ہوتی ہے اور وہیں سے انگلستان میں آئی ہے۔

انگلستان میں ایک اور سرخی مائل رنگ والی چیونٹی ہے۔ اور بہت چھوٹی۔ اُس کا نام مرمیکا ڈومیسٹیکا ہے۔ وہ لندن۔ کیمپٹاؤن۔ برائٹن وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ وہ اسٹروڈ اور فوک اسٹون میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ بڑی ہی آزار دہ ہوتی ہے۔ اُس نے بہت سے لوگوں سے اُن کے گھر چھڑوا دئے۔ وہ کھانے کی چیزوں میں گھس جاتی ہے۔ اور شکر اور میٹھی چیزوں کی شائق ہوتی ہے۔ وہ گوشت کو بھی نہیں چھوڑتی اور چکنی چیزوں پر بھی ہاتھ صاف کرتی ہے۔ جاڑوں میں وہ باورچی خانہ میں رہتی ہے اور گرمیوں میں سارے مکان میں دخل کرلیتی ہے۔ اُن میں ایک ملکہ ہوتی ہے جو دوسری چیونٹیوں کے مقابلے میں پانچ گنی ہوتی ہے۔ ایک دفعہ مسٹر وایٹ نے لندن کے محلہ اسٹین ہوپ پیلیس میں ایک دعوت میں سے جہاں بہت سی اس قسم کی چیونٹیاں جمع ہوگئی تھیں کسی ملکہ چیونٹی کو پکڑ لیا۔ اور اُن کو اپنے مکان میں لاکر چیونٹی خانہ میں رکھا۔

ایک اور قسم کی چیونٹی انگلستان میں پائی جاتی ہے۔ اُسے لپتی پوشیان کہتے ہیں۔ یہ شہر لندن میں اکثر گھروں میں پائی جاتی ہے۔ وہ مچھلی کو بڑے شوق سے کھاتی ہے۔ گویا اُسکی دلدادہ ہے۔ اگر کسی برتن میں مچھلی رکھکر آگ کے پاس رکھ دی جاوے تو چندہی منٹ میں اُس میں بے شمار چیونٹیاں ہوجاتی ہیں۔ اسپنج کیک (ایک قسم کا قلچہ) بھی اس چیونٹی کو بیحد مرغوب ہوتا ہے۔ میں نے اس قلچہ میں اس قسم کی بہت سی چیونٹیوں کو رکھکر اُن کی عادات کا مشاہدہ کیا۔ وہ اُس میں رہکر بڑی ہی خوش معلوم دیتی

تھیں۔ میں نے اس قلعہ کے گرداگرد پانی بھر دیا۔ بہت سی چیونٹیاں اُس تک تیر کر پہنچ گئیں۔ میرے اس تجربے کی تصدیق جزیرہ سچیلیس کے ایک سرکاری چیپلین مسٹر بجارڈ بھی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ چیونٹیاں پانی میں تیر کر کے غذا تک پہنچ جاتی ہیں۔

اس قسم کی چیونٹیوں کو چکنی چیزیں اور مرے ہوئے گبریلے بیحد مرغوب ہوتے ہیں۔ بادام کو وہ بڑے شوق اور ذائقہ کے ساتھ کھاتے ہیں۔ ایک مرتبہ چھلے ہوئے بادام ایک رکابی میں بھر کر رکھدئے گئے۔ آدھ گھنٹہ بعد دیکھا تو اُن کا چھلکا نداردتھا۔ اور بہت سا حصّہ چیونٹیوں نے کھالیا تھا۔ یہ گودام اور باورچی خانہ پر دھاوا کرتی ہیں۔ اور کھانے کی چیزیں چاہے کیسے ہی احتیاط سے چھپا کر رکھی جائیں مگر اُن کو وہ بہت جلد تلاش کر لیتی ہیں اور جب سیر ہو کر بلوں کی طرف کو واپس آتی ہیں تو اپنے ساتھ اپنی جماعت کی اَور چیونٹیوں کے لئے بھی خوراک لاتی ہیں۔

لندن میں ایک اَور قسم کی چیونٹی بھی پائی جاتی ہے۔ وہ بھی فرانس کے شہر میڈریا کی رہنے والی ہے۔ اُس کا نام ٹوپینومہ گریسلیس سنی (Topinoma gracilescence) ہے۔ انگلستان کی چیونٹیوں کی چھپی ہوئی فہرست میں اُس کا نام تک بھی نہیں ملتا۔ البتّہ اُسکا نام برٹش میوزیم کی فہرست میں ضرور داخل ہے۔ وہ بوٹانیکل گارڈن واقع کیو میں پائی جاتی ہے جہاں اُسے کسی سائنس داں نے لے جاکر رکھا ہوگا۔ مسٹر وائٹ لکھتے ہیں کہ میں نے اس چیونٹی کو اب سے سالہاسال پیشتر اپنے بھائی کے مکان واقع لندن میں اوّل اوّل دیکھا تھا۔ میں نے اس قسم کی چیونٹی کی ملکہ کو اور کئی اَور چیونٹیوں کو ایک صندوق میں بند کرا کر اپنے بھائی کے پاس سے منگایا۔

اس قسم کی چیونٹیاں جیسا کہ مجھے مشاہدہ سے معلوم ہوا صرف موسم گرما میں باورچی خانہ پر یورش کرتی ہیں۔ اور صرف شکر کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ یہ سال بھر تک باہر نکلتی ہے۔ البتہ سخت سردی کے موسم میں بل کے اندر چھپی رہتی ہے۔ اس قسم کی چیونٹیوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ ٹانگیں بہت بڑی اور اسی طرح سینگ بھی بہت بڑا اور لمبا ہوتا ہے۔ وہ بہت تیز دوڑتی ہے۔ اس لئے اُس کا پکڑنا دشوار ہے۔ البتہ کسی چیز کے کھاتے وقت وہ ضرور پکڑی جاسکتی ہے۔ مسٹر وائٹ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اُن کے راستے میں شکر ڈال کر اُن کو گرفتار کیا تھا۔ وہ مردہ مکھیوں گبریلے اور جھینگوں کو بھی شوق سے کھاتی ہیں۔

سرکش بیوی لپٹی ہوئی چٹائی کی مانند بیکار ہے۔ (تامل)

صبر مسرّت کی کنجی ہے۔ (ترکی)

صبر مشکل کشا ہے۔ (عربی)

خدا کے گھر کی دربانی شرارت کے خیموں میں رہنے سے بہتر ہے۔ (زبور)

کیا ہی مبارک ہے وہ انسان جس نے دانائی کو پایا ہے۔ (امثال)

مختلف مُلکوں کا نظامِ حکومت

سیکس ویمر اور ورٹمبرگ کا نظامِ حکومت

اتحاد جرمنی میں جس قدر چھوٹی چھوٹی ریاستیں شریک تھیں اُن کے لئے سیکس ویمر کی نوابی کا وہ فرمان متعلقہ نظامِ حکومت جو ۵ مئی ۱۸۱۶ء کو جاری کیا گیا نمونہ تھا۔ کیونکہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے اپنے نظامِ حکومت کی بنیاد اُسی پر رکھی۔ اُسے چارلس آگسٹ نے جو گوئٹے اور شِلر کا دوست اور مربی تھا جاری کیا تھا۔ اس فرمان کے متعلق خود نواب چارلس آگسٹ نے کئی موقعوں پر فرمایا تھا کہ "یہ ایک ایسا نظامِ حکومت ہوگا جو اس بڑی نوابی کا بہترین قانون ہوگا اور نواب اور اُسکی رعایا کے درمیان ایک پختہ عہد و پیمان کا کام دیگا"۔

ریاست کے ارکان ایک سرکاری مجلس میں شریک ہوئے اور اُنہوں نے نظامِ حکومت کے قانون کا مسودہ تیار کیا۔ جسے نواب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ نواب نے اُسے قدرے ترمیم کے ساتھ منظور کر لیا۔ اور اُس کے نفاذ کے متعلق جو فرمان جاری کیا اُس میں یہ لکھا کہ "صرف ہماری ہی منظوری سے یہ قانون جائز ہوکر اس بڑی نوابی کا قانون نظامِ حکومت ہوسکتا ہے"۔

اس قانون کی دفعہ ۱۲۳ یہ تھی:۔

"سیکس ویمر ایسناخ کی نوابی کے قانون اور جو نظامِ حکومت اس قانون کی رو سے قائم کیا جائیگا اُس میں کوئی تبدیلی کسی طرح پر بھی خواہ بالواسطہ ہو یا غیر واسطہ، تنسیخ یا اضافہ کے ذریعے اس نوابی کے نواب کی منظوری بغیر نہیں ہوسکیگی"۔

معاہدہ کی نوعیت اس نظامِ حکومت اور اُس سے پیشتر کے فرامین میں بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کردی گئی ہے۔ لیکن اس میں جیسا کہ صاف ظاہر ہے کوئی شک نہیں کہ اس معاہدہ میں معاہدہ کرنے والے فریق کا رتبہ مساوی نہیں ہے۔ بلکہ فرمانروا کا اختیار زیادہ ہے۔

برعکس اس کے ورٹمبرگ کا نظامِ حکومت جو ۲۵ ستمبر ۱۸۱۹ء کو جاری ہوا اور اب تک جاری ہے وہ سیکس ویمر کے نظامِ حکومت سے بالکل مختلف تھا۔ سوابیا جس کا نظامِ حکومت ۱۸۰۵ء میں جاری ہوا وہ ایک سلطنت کا مرکز پیدائش سمجھو۔ اُسے قرون اوسط سے اوّل بہ حیثیت ایک قصبہ اور پھر بہ حیثیت ایک نوابی کے ایسی آزادی حاصل رہی تھی جسے انگلستان کا مشہور مدبر فاکس انگلستان کی آزادی سے مشابہ کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ اُس نے اس بارہ میں یہ کہا تھا کہ "یورپ میں صرف دو ایسے ملک ہیں جن کے پاس کامل نظامِ حکومت ہیں۔ وہ انگلستان اور ورٹمبرگ ہیں"۔ (دیکھو ایڈنبرا ریویو جلد ۸۰ صفحہ ۱۶۵ و ۱۶۸)

ورٹمبرگ میں آزادی پادریوں، شریفوں اور قصبوں کے قائم مقاموں کو اُن معاہدوں کی رو سے حاصل تھی جو نواب کے ساتھ کئے گئے تھے۔ لیکن جب پُرانی سلطنت کو زوال ہوا تو دس سال تک یہ آزادی

بڑی تحقیر کی حالت میں رہی۔ اور اُس کی جگہ سلطنت
نیپولین کے زیر سایہ قائم ہوتی۔ مگر نوابی کا بالکل قلع
قمع نہیں ہوسکا۔ اگرچہ شاہ فریڈرک نے خود انقلاب
کے ذریعے اس آزادی اور نظام حکومت کو مٹانا چاہا۔
لیکن کامیاب نہ ہوا۔ جب وائنا کی کانگریس سے وہ واپس
آیا تو اُس نے رعایا کو اپنی رائے کے مطابق ایک
نظام حکومت عطا کرنا چاہا۔ لیکن رعایا نے اُسکے
قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے رعایا اور بادشاہ
میں ایک نزاع واقع ہوا جو ۱۸۱۹ء تک جاری رہا۔
اور اُس کا خاتمہ صرف ایک معاہدہ کی تجویز سے ہوسکا
جس میں حاکم و محکوم کا درجہ مساوی ہو۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۱۹ء
کو جو قانون نظام حکومت کا فریقین نے تسلیم کیا
اُسے ایک کمیٹی نے بنایا جس میں چار قائم مقام ملکی
مجلس کے تھے اور تین بادشاہ کے۔ اور شاہ ولیم
اوّل نے جو کچھ ہی عرصہ پیشتر تخت نشین ہوا تھا اس
قانون کی منظوری مندرجہ ذیل رائے کے ساتھ دی کہ
"بادشاہت کا زبردست قانون ایک ایسی آزاد حکومت
کے ساتھ جاری ہوتا ہے جو اس نوابی کی ریاستوں
میں قائم کی گئی ہے۔ جو اتحاد بادشاہ اور رعایا میں پایا
جاتا ہے یہ قانون اُس کی بہترین یادگار ہے۔ اس
قانون پر میں نے اپنے دستخط ثبت کردئے ہیں۔ اور
ریاستوں کی مجلس کے ممبروں نے بھی جنھوں نے
کہ اس قانون کو مکمل کیا ہے۔ ریاستیں جو اسوقت
ایک واحد مجلس کی حیثیت سے یہاں موجود ہیں وہ ہمارے
اس سنجیدہ اور مضبوط وعدے کو سن رہی ہیں کہ ہم نظام
حکومت کے اس معاہدہ کو قائم و برقرار رکھینگے"۔
اس قانون میں کوئی ترمیمی جملہ درج نہیں ہے۔

ایک شاہی فرمان یا قانونی معاہدہ ایک ایسا معاہدہ ہے
جو مکمل ہے اور اس لئے منطقیانہ نکتۂ خیال سے وہ ترمیم
کی کسی شرط کو قرار نہیں دیتا۔ لوئی نام کے اٹھارھویں
بادشاہ اور لوئی فلپ کے فرامین اسی قسم کے تھے۔ اگر
بعد میں نظام حکومت کے اوّل قسم کے قوانین میں تبدیلی
کی ضرورت محسوس ہو تو خود بادشاہ اُسکے متعلق کارروائی
مناسب موقع کریگا۔ اور اگر دوم قسم کے قوانین میں ترمیم
کی ضرورت محسوس ہو تو معاہدہ کرنے والے فریقین ایک نئے
قانون نظام حکومت کو وضع کرینگے اور سابقہ قانون کو
منسوخ کردینگے۔

سیکس ویمر کے فرمان میں دفعہ ۱۲۳ میں یہ قرار پایا تھا کہ
"اس نوابی کے قانون میں کوئی ترمیم بلا منظوری نواب اور
ریاستوں کے نہیں ہوسکتی"۔ یہ شرط چھٹے باب اور آخری باب
کے شروع میں پائی جاتی ہے کہ "قانونی نظام حکومت کی
ذمہ داری پر"۔ اُسکی رو سے حکمران اور اراکین سلطنت اپنے
منصب کا کام اختیار کرنے سے پیشتر نظام حکومت کے قانون
کے اصول کی عزت کرنے کا عہد باندھیں اور اگر اُسکے توڑنے
کے لئے ظاہرا یا خفیہ کوشش کی جائے تو وہ داخل جرم ہوگی
اس دفعہ کی بہترین تشریح والڈیک پرمونٹ کی نوابی کا وہ فرمان
ہے جو ۱۹ اپریل ۱۸۱۶ء کو جاری کیا گیا اور جو یہ ہے کہ:-

" یہ قانونی معاہدہ جسے ہم کافی آزادی سے معمور سمجھتے
ہیں اور جس سے نہ تو ہم اور نہ ہمارے جانشین ذراسی بھی
روگردانی کرسکتے ہیں اور نہ کرنی چاہئے اور وہ بھی بغیر منظوری
اور مرضی ریاستوں کے جسے فریقین یعنی حاکم و محکوم دونوں
ہی نے باضابطہ طور پر منظور کر لیا۔ اور ہماری حکومت اُسکے
اجرا اور قیام کی حامل ہے"۔

اس دفعہ ۱۲۳ کا مدعا ہلڈبرگ ہوسین (۱۸۱۸ء)

سیکس کوبرگ (۱۸۲۱ء)۔ سیکس مینجن (۱۸۲۴ء-۱۸۲۹ء) اور سیکس آلٹن برگ (۱۸۳۱ء) قانونی نظام حکومت میں داخل کیا گیا۔ مگر ترمیم کے پیش خیمہ کے طور پر نہیں بلکہ اُس سے بچانے کے لئے اور صرف قانون کے مطابق ترمیم جائز قرار دینے کے لئے۔ اُسکی ترمیم تو خود بادشاہ بھی اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا تھا۔ اور دفعہ ۲۳ میں اسی بات کو بادشاہ کو یاد دلایا گیا تھا۔

لکسمبرگ۔ بویریہ وغیرہ کے نظاموں کی ترمیم

جو قانونی نظام حکومت لکسمبرگ میں اُس وقت رائج تھا جبکہ اُسے وائنا کی کانگریس نے اتحاد جرمنی میں داخل کیا اُس میں ایک باب قانون کی آئندہ ترمیم کے متعلق بھی تھا۔ اس قانونی نظام کا تعلق نیدر لینڈز سے تھا جسکے واضعان نے اگرچہ جمہوری اصول کو تو اختیار نہیں کیا تھا۔ تاہم اُنکے پیش نظر بٹیوبہ کی جمہوری سلطنت کے قانون کی نویں دفعہ ضرور تھی۔ اور جسکا منشا یہ تھا کہ "نظام حکومت کے متعلق رعایا کا پولیٹیکل طرز عمل"۔ اور "قانونی ترمیم کا طریقہ"۔

ہالینڈ کے فرمان مجریہ ۲۴ اگست ۱۸۱۵ء کے ۱۱ باب کا منشا یہ ہے کہ:۔

ترمیم و اضافہ۔ دفعہ ۲۲۹۔ اگر تجربہ سے قانون کی ترمیم کی ضرورت محسوس ہو تو ایک قانون کے ذریعے اس ضرورت کا اظہار کیا جائے اور ترمیمات کی تشریح بھی کردی جائے۔"

دفعہ ۲۳۰۔ "یہ قانون ریاستوں یا صوبوں کو روانہ کیا جائے جو اُسے ریاستوں کے مشترکہ وزیر کے پاس بھیج دیں۔ مگر وقت مقررہ کے اندر۔ اور ایک باقاعدہ انتخاب کے بعد جس میں غیر معمولی قائم مقام تعداد میں معمولی ممبروں کی برابر ہوں"۔

دفعہ ۲۴۲۔ مشترکہ وزیر کی مجلس کوئی فیصلہ ترمیم یا اضافہ کے متعلق نہیں کریگا۔ جبتک کہ اُسکی مجلس کے ۳/۴ ممبر موجود نہ ہونگے۔ اور کل حاضر ممبروں کی ۲/۳ کی کثرت رائے سے ترمیم وغیرہ کی جائیگی۔ ترمیم وغیرہ کے وقت قوانین سازی کے جملہ قواعد وضوابط کا لحاظ کیا جائیگا"۔

دفعہ ۲۴۳۔ "فرمانروا کے زمانہ نابالغیت میں یا ایک بادشاہ کے فوت و برطرف ہونے اور دوسرے کے تخت نشین ہونے کے درمیانی ایام میں کوئی ترمیم قانون میں نہیں ہوسکیگی"۔

دفعہ ۲۴۴۔ جملہ ترمیمات یا اضافے جو قانون میں کئے جائیں وہ بطور ضمیمہ کے اُس میں منسلک کئے جائیں اور اُن پر عملدرآمد کیا جائیگا"۔

ریاست آورینج ناسو کا نظام حکومت اپنے زمانے کا ایک نہایت آزاد نظام تھا۔ اُسے وزیر اعظم کی مجلس کو قانون سازی کا اختیار اور دفعات ۲۲۹ و ۲۳۰ کے مطابق قانونی ترمیم کا اختیار عطا کردیا تھا۔ یہ ترمیم ہر وقت ہوسکتی تھی اور اُسکے متعلق رائے قائم مقاموں کے ذریعے لی جاسکتی تھی۔ مجلس وزرا کے دوسرے درجہ میں ۳/۴ ممبروں کی حاضری سے کورم پورا ہو کر اور ۲/۳ ممبروں کی رائے کثرت رائے مانی جاکر ترمیم ہوسکتی تھی۔

ان شرائط کو بویریہ کی مجلس واضعان آئین نے ۱۸۱۸ء میں اختیار کیا اور اُس نے سیکس ویمر کے فرمان کو بھی اُن میں شامل کرکے یہ قاعدہ منظور کردیا کہ "قانونی نظام حکومت میں ترمیم یا اضافہ بلا منظوری ریاستوں کے نہیں ہوسکیگا"۔ اس فرمان کی شرائط کی ابتدا بادشاہ

سے ہوگی۔ اور جس وقت کہ ترمیم کا فرمان بادشاہ جاری کرے تو اُس پر ریاستیں کافی غور و خوض کر سکینگی۔ اِس کارروائی کے شروع کرنے کے لئے ۲/۳ ممبروں کی حاضری جس سے کورم پورا ہوتا ہے ضروری ہے۔ اور اُن میں ۲/۳ ممبروں کی رائے جس سے کثرت رائے پوری ہوتی ہے اس امر کا فیصلہ کر سکتی ہے کہ ترمیم یا اضافہ کیا جائے"۔ نویریہ کے قانون کی یہ ساتویں دفعہ ہے۔ اور شاہی فرمان میں اُس کا نام یہ ہے کہ "قانونی نظام حکومت کی ضمانت یا ذمہ داری جسکی رو سے آئندہ بے قاعدہ تبدیلیاں نہ ہو سکیں۔ اور نہ کسی قسم کی کوئی خرابی یا مشکل واقع ہو سکے"۔

اس طرح پر ایک قانونی نظام حکومت کی ظاہرا ترمیم کے بغیر نویریہ نے اُس راہ کو اختیار کر لیا جو انقلاب کے ذریعے کھل گئی تھی۔ اور ۱۸۴۸ء میں تو اُس نے اس بارہ میں بہت کچھ کر دکھایا۔ کیونکہ ہر جون کو قانون نظام حکومت کی ترمیم کے متعلق ایک ہدایت جاری کی گئی جس کے ذریعے انسانوں کے حقوق۔ پارلیمنٹ کے فرائض۔ جوڈیشل اختیارات وغیرہ کے متعلق بہت سی اصلاحیں عمل میں لائی گئیں۔

ان مذکورہ ترمیمات کو ۱۸۳۱ء میں سیکزنی کے نظام حکومت میں داخل کر دیا گیا۔ البتہ اُن میں اس قدر بات اور بڑھا دی گئی کہ فرمانروا کو معاہدہ میں ترمیمات کرنے کا جو حق حاصل ہے۔ اُس میں ریاستیں بھی شریک ہیں۔ اور ایسی ترمیمات پر دو بار دونوں ملکی مجالس میں بحث کی جائے۔

متعدد مجالس میں ترمیمات جو یورپ میں فرانس کے اوّل انقلاب کے ذریعے عمل میں آئی تھیں۔ اُنکو ۵ جنوری ۱۸۳۱ء کے فرمان کی رو سے ہیسی کی نوابی میں از سر نو داخل کیا گیا۔ وہ فرمان یہ تھا :۔

"ترمیمات کرنے کے لئے یا تو لینڈ ٹاگ کے اصلی ممبروں کی رائے پر انحصار کیا جائیگا۔ اور یا اُن رائیوں کے مجموعہ جو متعدد مجالس میں لی جائینگی"۔

اُس وقت تک جبکہ پروشیہ کو آخری بار وہ قانونی نظام حکومت عطا کیا گیا جسکے عطا کئے جانے کا اُس سے باربار وعدہ کیا گیا تھا۔ مگر بڑی مدت کے بعد عطا کیا گیا۔ جرمن اتحاد میں شرکت رکھنے والی اُن ریاستوں نے جو قوانین بنائی تھیں۔ اور وہ بھی فرمان متعلقہ نظام حکومت۔ مذکورہ بالا قوانین میں سے ایک یا دو کو رواج دیا۔

اس بات پر ملکی مجالس میں کبھی اعتراض یا سوال نہیں کیا گیا کہ قانونی نظام حکومت کے متعلق قوانین نوعیت کے اعتبار سے معاہدہ کی طرز کے تھے۔ لیکن ان قوانین میں ترمیم کا دغدغہ ضرور لگا رہتا تھا۔ جنکے ذریعے یہ فرامین جاری کئے جاتے تھے۔ مزید براں لوگوں کو یہ دغدغہ بھی لگا رہتا تھا کہ فرمانروا کہیں پھر خود مختار نہ ہو جائیں۔ اس لئے کھلے الفاظ میں یہ شرط قرار دی گئی کہ قوانین میں کوئی تبدیلی یا ترمیم ملک یا قوم کے قائم مقاموں کی مرضی اور رائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کو یہ بھی کھٹکا تھا کہ بادشاہ کی رائے کی مطابقت اُسکے اثر و رسوخ کے باعث ایک زیادہ اشخاص کر سکتے ہیں اس لئے اس قباحت کو بھی روکنے کے لئے خاص شرائط لگائی گئیں۔ مثلاً دو ملکی مجالس کا تقرر کیا جانا۔ غیر معمولی کورم کا تقرر کیا جانا۔ اور خاص خاص کثرت رائیوں کے سلسلہ کا شروع کیا جانا۔

یہ ساری باتیں جو ممالک متحدہ امریکہ اور فرانس میں پارلیمنٹ کی زیادتیوں اور اُنکے بیجا اختیارات کو روکنے کے لئے کی گئی تھیں اُنکو جرمنی کے لوگوں نے بادشاہ وقت کے پھر خود مختار ہو جانے یا مطلق العنان بنکر حکومت کرنے سے روکنے کے لئے بطور حفظ ماتقدم کے اختیار کیا تھا۔ الغرض جتنی ریاستیں اتحاد جرمنی میں شامل تھیں اُن میں یکے بعد دیگرے

عجیب و غریب سُراغرسانی

وسط افریقہ میں ایک قسم کے سراغرساں پائے جاتے ہیں جن کی وہاں بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ یہ لوگ قاتلوں اور زہر دیکر ہلاک کرنے والوں کا پتہ اور سراغ ایک نہایت عجیب و غریب طریقہ میں انجام دیتے ہیں۔ جب کبھی کہیں کوئی شخص قتل کیا جاتا یا زہر دیکر ہلاک کیا جاتا ہے تو ان جادوگر سراغرسانوں کو جو موقع واردات سے دور دراز فاصلے پر رہتے ہیں بُلایا جاتا ہے۔ یہ لوگ موقع پر پہنچ کر مکان کے دروازے جس میں نعش رکھی ہو بند کر لیتے ہیں اور سوائے اپنے کسی اور کو اُس میں گھُسنے نہیں دیتے۔ دروازے بند کرنے کے بعد وہ چند خفیہ رسوم کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ صرف کرتے ہیں۔ اسکے بعد وہ مرحوم کے وارثوں سے مرحوم کی ایک ٹوپی اور ایک جوڑہ کپڑا لے کر جنگل میں چلے جاتے ہیں۔ جہاں وہ نباتات کے پتوں۔ ڈالیوں وغیرہ سے ایک مورت مرحوم کی بناتے ہیں۔ اور اُسے مرحوم کے کپڑے وغیرہ پہنا دیتے ہیں۔ پھر وہ درختوں کی شاخوں سے ایک پالکی بناتے ہیں جس میں مورت کو رکھ دیتے ہیں۔ پھر اُس پالکی کو دو جادوگر اٹھا کر گاؤں کی طرف چل دیتے ہیں۔ باقی دو جادوگر بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیتے ہیں اور جب وہ گاؤں کے نزدیک پہنچتے ہیں تو ایک تُرہی بجا کر اپنی آمد کا اظہار کرتے ہیں۔ اور آگے بڑھکر گاؤں کے سرغنہ یا مکھیا کے مکان کے آگے اُس پالکی کو رکھ دیتے ہیں۔ گاؤں کے باشندے تُرہی کی آواز سُنکر مکھیا کے مکان پر جمع ہو جاتے ہیں +

پھر گاؤں کا سرغنہ اُٹھکر ایک تقریر کرتا ہے جس میں وہ گاؤں کے لوگوں کے فراہم ہونے کا مقصد۔ مرحوم کے قتل یا ہلاکت۔ اُسکی عمدہ صفات اور عادات وغیرہ کا ذکر کر کے اپنی تقریر کو ایک دُعا پر ختم کرتا ہے۔ اِس دعا میں وہ ذات باری سے یہ عرض کرتا ہے کہ وہ انکشاف و تحقیقات حق میں مدد دیکر اُن کی کوشش کو بار آور کرے۔ اور مقتول کے قاتل کا سراغ لگوا دے۔ پھر وہ جادوگروں کا استقبال کر کے جناب باری میں ایک بار اور دست بدعا ہوتا ہے کہ گاؤں کے انتظام و انصرام کے قائم رکھنے میں مدد دے اور قاتل یا ہلاک کرنے والے کو پکڑوا دے۔ پھر وہ جادوگروں سے کہتا ہے کہ آپ لوگ جس کام کے لئے آئے ہیں اُسے شروع کریں۔ اسکے بعد سردار جادوگر گاؤں کے ہوشیار لڑکوں میں سے دو لڑکوں کو چُنتا ہے اور پالکی کو اُن کے سروں پر رکھ دیتا ہے۔ اور سب کے سامنے وہ مورت سے اس طریقے میں التجا کرتا ہے جسے سب حاضرین سُن سکتے ہیں۔ لیکن اُسکے الفاظ کا مطلب صرف جادوگروں ہی کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس التجا میں بظاہر مرحوم کی مورت۔ لیکن در اصل اُسکی روح سے یہ التجا کی جاتی ہے کہ وہ گاؤں کے انتظام اور بہتری کی خاطر اپنے قاتل یا ہلاک کنندہ کو بتا دے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ روح جو زندہ لوگوں سے زیادہ فہیم اور قدرت والی ہے وہ مورت پر اثر ڈالیگی اور اپنا منشا ظاہری علامات کے ذریعے ظاہر کر کے قاتل یا ہلاک کنندہ کو بتا دیگی۔ چنانچہ روح جادوگر

کی التجا یا سوال کا جواب یا تو "ہاں" میں دیدیتی ہے یا
"نہیں" جس طرح کہ زندہ انسان اشاروں کے ذریعے
"اثبات" یا "نفی" میں جواب دیتا ہے - اور جوابی اشاروں
کے ساتھ ہی نہ صرف پالکی مع مورت کے حرکت کرنے لگتی
ہے بلکہ پالکی برداروں کے سر بھی بلا اُن کی مرضی کے -
یہ اشارے اگر پالکی وغیرہ کے تین بار آگے پیچھے کو حرکت
کرنے کے ذریعے ظاہر ہوں تو جواب "ہاں" میں ہوگا -
اور اگر وہ تین بار بائیں اور دائیں جانب کو حرکت کریے
تو جواب "نہیں" میں ہوگا +

جادوگر التجا شروع کرنے سے پیشتر گاؤں کے تین
آدمیوں کو چن لیتا ہے - اور اُن کو باری باری سے پالکی برداروں
کے روبرو کھڑا کر کے التجا کرتا ہے - جو شخص کہ اشاروں کے
ذریعے مجرم قرار دیا جاے تو اُس سے اقرار کرایا جاتا ہے -
اگر وہ اقرار کر دیتا ہے تو اُسے گاؤں کے مکھیا کے حوالے
کر دیا جاتا ہے جو اُسکے ساتھ گاؤں کے مکھیا کے حوالے
کر دیا جاتا ہے جو اُسکے ساتھ گاؤں کے مروجہ قانون کے
مطابق سلوک کرتا اور سزا دیتا ہے +

اگر مجرم اپنے جرم کا اقبال نہ کرے تو اُسے مجرم ثابت
کرنے کے لئے ایک اَور ترکیب کی جاتی ہے - اُسے پالکی برداروں
کے روبرو کھڑا کیا جاتا ہے - اور سردار جادوگر مورت کے
پاس کھڑا ہو کر اُس سے حسب دستور التجا اور سوال کرتا ہے -
اُس وقت پالکی برداروں کے سر - پالکی اور اُس میں کی مورت
خود بخود اور یکایک آگے پیچھے کو حرکت کرنے لگتے ہیں اور
یہ حرکت تین بار ظہور میں آتی ہے - حاضرین سخت متحیر
ہو جاتے ہیں اور مورت "اثبات" میں جواب دیتی ہے +

ابھی حاضرین کی حیرت دُور نہیں ہونے پاتی کہ سردار
جادوگر مورت سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ "ہم تیرے
اشارے تو دیکھ چکے - لیکن اب تو اپنے قاتل یا ہلاک کنندہ
کو پوری طرح مجرم ثابت کر دکھا - انکشاف حق میں ہماری امداد
کر - اور بجاے اشارے کے ایک ایسی صریح اور قطعی بات کر
دکھا کہ کسی کو تیرے آزار دینے والے کو مجرم گرداننے میں
کسی قسم کا شُبہ نہ ہو سکے" +

جادوگر کی التجا ختم نہیں ہونے پاتی کہ پالکی بردار وغیرہ
جن کا اُس سے پیشتر صرف اوپر کا جسم حرکت کرتا تھا اب
وہ خود بخود اور بلا اپنی مرضی کے گویا کسی دوسری طاقت کے
اثر سے متاثر ہو کر آگے کو دوڑتے ہیں اور مجرم کو گرا کر اُسکے
اوپر مع پالکی کے خود بھی گر پڑتے ہیں - اس سے مجرم کے مجرم
ہونے میں کسی کو بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا +

اُس وقت جادوگر آگے بڑھکر پالکی اور پالکی برداروں کو
اُٹھاتے - پالکی کو درست کرتے اور اُس میں مورت کو سنبھال کر
رکھتے ہیں - مجرم گاؤں کے سرغنہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو
اُسکے ساتھ مروجہ قانون کا سلوک کرتا ہے - جادوگر مع دونوں
نوجوانوں کے پالکی کو لیکر جنگل کی طرف چلے جاتے ہیں جہاں
وہ پالکی اور مورت کو برباد کر ڈالتے ہیں اور مرحوم کی ٹوپی اور
کپڑے لیکر گاؤں میں واپس آتے ہیں - گاؤں کے باشندے
دونوں نوجوانوں کا اسی قدر کھُلے دل اور تپاک سے استقبال
کرتے ہیں جس قدر کہ سورماؤں کا کیا جاتا ہے +

اسکے بعد جادوگروں کو مرحوم کے عزیز و اقارب یا دوست
آشنا اُنکے حق الخدمت کے طور پر بہت کچھ معاوضہ دیتے ہیں جسے
لیکر وہ اپنے گھروں کو سدھار جاتے ہیں اور مجرم کو قانونی شکنجہ
میں گرفتار چھوڑ جاتے ہیں - گاؤں کا سرغنہ مجرم سے پھر اقرار کراتا
ہے - جسے وہ من و عن بیان کر دیتا ہے - لیکن اگر وہ اب بھی
اقرار نہ کرے - بلکہ انکار پر مصر رہے تو کچھ پروا نہیں کی جاتی
اور اُس کا تدارک اقراری مجرم کی طرح کیا جاتا ہے - کہتے ہیں کہ یہ

وحشیوں کی ایجادیں

اگرچہ اس زمانہ میں اہل یورپ و امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک فخر کے ساتھ دعوے کرتے ہیں کہ انہوں نے بہت سی ایسی حیرت انگیز۔ اور مفید باتوں کو ایجاد کیا ہے جو قدیم زمانہ میں نہیں تھیں۔ گویا بعض ایجادوں کے ذریعے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔ لیکن جو تحقیقاتیں کہ "قدیم چیزوں کے علم" کے بارہ میں ہو رہی ہیں اُن سے دن بدن یہی ظاہر ہوتا جاتا ہے کہ جن ایجادوں پر اس زمانہ کے زبردست موجد فخر کرتے ہیں اُن میں سے زیادہ تر قدیم زمانہ کے اُن اقوام کی ایجاد کردہ ہیں جن کو اس روشنی کے زمانہ کے لوگ وحشی یا نیم وحشی کے لقب سے یاد کرتے ہیں +

قدیم زمانہ کے مصری کالر میں لگانے کے ہڈیوں کے بٹن اور بچوں کو دودھ پلانے کی بوتلیں اُسی شکل کی بناتے تھے جیسی کہ فی زمانہ رائج ہیں۔ قوم مور میں اب سے ایکہزار سال پیشتر اسی طرح کی ربڑ کی مہروں کا رواج تھا جس قسم کی کہ آجکل رائج ہیں۔ مزید براں اس وحشی قوم میں سلوگراف (آفتاب کی تصویر اُتارنے کا آلہ) کا اب سے بہت صدیوں پہلے رواج تھا +

بقول لیڈی ہوگرڈ کے افریقہ کے شہر ٹمبکٹو کے باشندوں کے ہاں ساتویں صدی میں اسی قسم کے باجے تھے جیسے کہ آجکل یورپ و امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ مزید براں وہ شطرنج کے کھیل سے بھی واقف تھے۔ اور اُنکے ہاں عمدہ کتب خانے بھی تھے۔ اور ۱۸۱۱ء میں ایک شخص مقام جینی سے ٹمبکٹو میں موتیا بند کے مرض میں مبتلا ہو کر اپنی آنکھ پر جراحی عمل کرانے کے لئے گیا تھا +

ولیم فاتح کے تخت انگلستان پر متمکن ہونے سے پیشتر ہندو طبیب امراض کے اجرام کی حقیقت و ماہیت اور اطوار وغیرہ سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور نریمبرگ کے عجائب خانہ میں ایک میگزین رائفل (ایک قسم کی بندوق) پندرھویں صدی کی بنی ہوئی موجود ہے۔ شہر پومپی آئی کے کھنڈرات میں سے سیفٹی پن (ایک قسم کے ہک) نکلتی ہیں۔ نینوا کے کھنڈرات میں سے ایک وہ شیشہ نکلا ہے جس کے ذریعے چھوٹی چھوٹی چیزیں بڑی بڑی دکھلائی دیتی ہیں۔ دمشق میں صلیبی جنگوں کے زمانہ میں بہترین قسم کا فولاد اور فولادی ہتیار بنائے جاتے تھے +

سب میں تیز رفتار بیڑہ وہ ہے جو بحر الکاہل میں وحشی اقوام استعمال کرتے ہیں۔ وہ زمانہ حال کی دوڑ کرنے والی کشتیوں۔ آسٹریلیا۔ امریکہ اور یورپ کی کشتیوں اور بہت سے دُخانی جہازوں کو دوڑ میں ہرا دیتی ہیں۔ کیونکہ وہ فی گھنٹہ ۲۰ نوٹ (جہازی میل) دوڑ سکتی ہیں۔ ہم نے اپنے جہازوں میں بہت سی باتوں کا اضافہ وحشی اقوام کی کشتیوں کو دیکھکر کیا ہے۔ انگلستان کے دریاؤں میں ایک قسم کی کشتی چلائی جاتی ہے۔ جسے کناڈا کی کشتی کہتے ہیں۔ یہ در اصل امریکہ ریڈ انڈین قوم کے وحشی لوگوں کی ایجاد ہے۔ وہ جملہ قسم کی کشتیوں سے ہر بات میں بہتر ہیں۔ کشتیوں کے چلانے کے پتوار بھی گوری اقوام کی ایجاد نہیں۔ بلکہ اسے بیشمار صدیوں پہلے وحشی قوم اپنی

کشتیوں کو پتوار سے چلاتی تھی ؎

بڑھئی کے اوزار بھی قریب قریب سب وحشیوں کی ایجاد ہے۔ ہتوڑا۔ چاقو۔ رینی کسی نہ کسی شکل میں اب سے صدیوں پہلے وحشی اقوام میں پائی جاتی ہے۔ آرہ بھی وحشی قوموں میں رائج تھا۔ جزائر پولی نیشیا کے ذہین وحشیوں نے لکڑی میں شارک مچھلی کے دانت لگا کر ایک قسم کا آرہ بنایا تھا۔ اسی طرح اور اور قوموں میں بھی پتھر اور لکڑی کے کاٹنے کے اوزار رائج تھے۔ خراد بھی وحشی اقوام میں موجود تھا۔ اور لکڑی کے دستہ میں سنگ موسے لگا کر تیار کیا جاتا تھا۔ جزائر سموآ کے وحشیوں اور نیز دیگر وحشیوں میں برمے پائے جاتے ہیں ؎

برف پر چلنے والی بغیر پہیے کی گاڑیاں امریکہ کی دریافت سے پہلے یورپ میں موجود تھیں۔ لیکن ایسکیمو قوم اور نیز اُن اقوام میں جو انتہائی شمالی جزائر میں رہتے ہیں۔ اس قسم کی برف پر چلانے والی گاڑیاں پائی جاتی ہیں جن کو شائستہ اقوام نے بھی اپنے ہاں رواج دیا۔ کناڈا اور یورپ میں جو جوتے برف پر چلنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی وحشیوں کی ایجاد ہیں۔ اور صدیوں پہلے اسکیمو قوم میں اُنکا رواج تھا ؎

برف میں کام دینے والے چشمے بھی اسکیمو قوم کی ایجاد ہیں کیونکہ یہ لوگ لکڑی کے اندھوٹے جن میں آڑے آڑے سوراخ ہوتے تھے برف کی چمک سے محفوظ رہنے کے لئے آنکھوں پر لگاتے تھے۔ یورپ کے جنگی بحری محکموں میں جو محفوظ غذا رواج ہے اور مہینوں تک گلنی سڑتی نہیں۔ اس کی ایجاد کا فخر بھی وحشی اقوام کو حاصل ہے۔ ساگو کی کھیر جو نہایت صحت بخش غذا ہے اُسے سیرام کے باشندوں نے یورپ میں رواج پانے سے صدیوں پہلے ایجاد کیا تھا ؎

جب کولمبس نے اپنا پہلا سفر کیا تو وحشیوں کو شکر قند اور اروی وغیرہ کاشت کرتے پایا۔ آلو بھی وحشیوں ہی نے ایک قسم کی نباتات سے پیدا کیا تھا۔ باجرہ بھی وحشیوں ہی نے مصنوعی ترکیب سے پیدا کیا ؎

نباتات میں تمباکو ایک نہایت ضروری شئے ہے وہ بھی وحشیوں ہی کا پیدا کردہ ہے۔ کیونکہ لفظ تمباکو لفظ تاباک سے نکلا ہے۔ تاباک اُس آلے کا نام ہے جس میں تمباکو کے پتے رکھکر جزائر ہند غربی کے باشندے دم لگایا کرتے تھے۔ سگار اور چرٹ بھی وحشیوں کی ایجاد ہے کیونکہ کولمبس نے اپنے سفر میں وحشیوں کو تمباکو کو جوار کے پتوں میں رکھکر پینے کے چرٹ بناتے دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ ٹھنڈی اور سبک اور قیمتی ٹوپی پناما ہیٹ ہے یہ ٹوپی دراصل پناما میں نہیں بنتی بلکہ ایکوئیڈر میں کیونکہ وہاں وہ گھاس پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ٹوپی بنائی جاتی ہے۔ گھاس کے چیرنے۔ تیار کرنے۔ صاف کرنے اور لچک دار بنانے میں وحشی ید طولے رکھتے ہیں اور اُن کے ہاتھ کی بنی ہوئی ٹوپیوں کا مقابلہ مشین کی بنی ہوئی ٹوپیاں نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ اس قسم کی سب سے عمدہ ٹوپی پر کی مانند ہلکی ہوتی ہے۔ اور ریشم کی مانند ملائم ؎

نیو میکسیکو کے دیسی باشندے جو زُنی کہلاتے

ہیں وہ دستکاری کے لحاظ سے ایسے کمبل بناتے ہیں جن میں ہوکر پانی نہیں گزر سکتا۔ رنگوں کے موجد بھی وحشی ہی ہیں۔ چنانچہ سب سے بہتر رنگ کوک نیل وحشیوں کا ایجاد کردہ ہے۔ ارغوانی رنگ ایک قسم کے کیڑے سے پیدا ہوتا ہے یہ رنگ اور جس نباتات پر یہ کیڑہ بسرا اوقات کرتا ہے وہ میکسیکو سے اہل اسپین یورپ میں لائے تھے +

کشمیر کے دوشالے جو نہایت گرم اور ملائم ہوتے ہیں دُنیا میں بہترین دوشالے مانے گئے ہیں۔ اگرچہ کشمیریوں کی تہذیب بعض باتوں میں انگلستان کی تہذیب سے قدیم تر ہے لیکن دوشالے کا رواج اس ملک میں بہت صدیوں پہلے بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ دوشالے ہاتھ سے بُنے جاتے ہیں۔ لیکن کل کے دوشالوں کو ہمیشہ مات دیتے رہے ہیں +

زمانۂ حال میں لوہے اور فولاد کے جو معلق پل یورپ اور امریکہ میں بنائے جاتے ہیں۔ وہ بانسوں کے اُن معلق پلوں کا نمونہ ہیں جو مشرق کے نیم شائستہ لوگ استعمال کیا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ملک کوریہ میں دریائے انجن پر سنہ ۱۵۹۲ء میں ایک معلق پل پایا گیا تھا۔ جو ۱۵۰ گز لمبا تھا اور جس پر ہوکر جاپانیوں کے مقابلے میں چین اور کوریہ کی ۱۲۰۰۰ فوج صحیح وسلامت دوسری طرف جا پہنچی تھی۔ قوم ڈیاک اور نیوگائنہ کے وحشی اُس وقت بھی جبکہ برازیل و ملک پیرو میں گیا تھا معلق پلوں سے کام لیتے تھے۔ ان پلوں پر ہوکر بھاری بھاری بوجھ اُتارے جاتے تھے +

علم الادویہ میں بھی بہت سی باتوں کا اضافہ اہل یورپ نے وحشی اقوام کے ذریعے کیا۔ اب سے دو یا تین صدی پیشتر وحشی اقوام علاج معالجہ میں شائستہ اقوام سے برتر تھیں۔ کونین یورپ میں ملک پیرو سے لائی گئی۔ اسی طرح سنکونا بھی جنوبی امریکہ میں باشندے صحت بخش ادویہ کی کاشت کرتے تھے جو بخار کا علاج جسم کے اندر دوا پچکاری کے ذریعے داخل کرکے کیا کرتے تھے۔ سانپ کے کاٹے کا علاج بھی وحشی اقوام میں اعلیٰ درجے کا تھا چنانچہ اس قسم کا بہترین علاج خلیج میکسیکو کے باشندے جانتے ہیں اور ایک قسم کا عرق جس میں مینڈک کا جزو بھی شامل ہوتا ہے اُس سے مارگزیدہ کو ٹیکہ لگاتے ہیں۔ برٹش ایسٹ افریقہ کی گالاس قوم میں ڈاکٹر جینر کے ایجاد کردہ چیچک کے ٹیکہ کی ایجاد سے پہلے ایک قسم کا ٹیکہ رائج تھا جو بازو میں نہیں بلکہ ناک میں لگایا جاتا تھا۔ اور جب انگلستان میں مریضوں کو ایسے کمروں میں رکھا جاتا تھا جن میں ہوا نہیں جانے پاتی تھی۔ تو زولو قوم کے لوگ اپنے مریضوں کو پہاڑ پر لے جاکر رکھتے تھے

مُسرف نہ ہیں اپنے حق میں کانٹے بوئیں
نعمت نہ خدا کی رائگاں یوں کھوئیں
گر بخل پہ لوگ اُن کے ہنسیں۔ بہتر ہے
اس سے کہ فضولیوں پہ اُن کی روئیں (حالی)

یاد رکھنے کے قابل بیس باتیں

یہ بیس کہاوتیں ہیں جن میں تھوڑے تھوڑے الفاظ میں ایسی سچی - تجربی - اور فلسفیانہ باتیں بیان کی گئی ہیں جو کام کرنے والوں کے لئے نہایت مفید اور ہمت و تحریک دلانے والی ہیں - اور جن پر عمل کرنے سے ہمیشہ درلوگ بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں - اس لئے کام کرنے والوں کو اُنکو نہ صرف یاد رکھنا چاہیئے بلکہ ہردم پیش نظر اور اُن پر ضرور عمل کرنا چاہیئے : -

۱ - کام ترقی کا صرف ذریعہ ہے اور خصلت اس کا انجام ÷

۲ - صداقت شعاری تمام ایسے کاموں کی بنیاد ہے جن کا تعلق دیانت سے ہے ÷

۳ - اپنے کام پر اپنا نشان لگاؤ ÷

۴ - اگر تم کامیاب ہونے کا مصمم اور مستقل ارادہ رکھتے ہو تو تمہیں کوئی بھی ناکامیاب نہیں بنا سکتا ÷

۵ - ہر شخص کسی نہ کسی مفید کام کے لئے پیدا ہوا ہے ÷

۶ - بغیر محنت و کوشش کے کوئی شخص بھی چاہے وہ کسی کام کو کرتا ہو کبھی کامیاب نہیں ہوتا ÷

۷ - زیادہ تر لوگ تمہیں تمہارا پہلا ہی نقش یا کام دیکھ کر تاڑ لینے اور تمہاری نسبت رائے قائم کرتے ہیں ÷

۸ - سخت کام تمہاری خصلت کا ایک بڑا جزو ہے ÷

۹ - تمہارے اعتبار یا تمہاری ساکھ قائم رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے قرضوں کو ادا کرتے رہو ÷

۱۰ - ادنےٰ کام کی نسبت اعلےٰ کام کرنا زیادہ آسان ہے ÷

۱۱ - جن کاموں کے کرنے میں زیادہ دشواری یا دقت ہوتی ہے وہی کام زیادہ مفید - زیادہ اُجرت دینے والے زیادہ نفیس اور زیادہ قیمتی ہوتے ہیں ÷

۱۲ - سمجھدار آقا یا کام کرانے والا تم کو ترقی کی طرف لے جانا چاہیگا نہ کہ تنزل کی طرف ÷

۱۳ - جس طرح عمدہ حکمرانی کے لئے آئین و قوانین ضروری ہیں اُسی طرح کام کے لئے بھی قواعد لازمی ہیں - کیونکہ کوئی کام قواعد بغیر انجام نہیں پا سکتا ÷

۱۵ - تم کسی کام کو ایک ہی دن میں نہیں سیکھ سکتے ÷

۱۶ - تمہارا باکار ہونا ہی اچھے اور اعلےٰ کام کی دلیل اور تمہاری کامیابی کا یقینی پیش خیمہ ہے ÷

۱۷ - صرف بزدل لوگ ہی محنت کے لئے جرأت کرنے یا اُلوالعزمی دکھلانے سے ڈرتے ہیں ÷

۱۸ - ہر نوکر یا کام کرنے والا یہی سمجھتا ہے کہ اگر وہ آقا ہوتا یا کام کرانے والا تو اُس کے بالکل خلاف عمل کرتا جیسا کہ اُس کا آقا یا اُس سے کام کرانے والا عمل کرتا ہے ÷

۱۹ - کام کرنے والوں کو بھی عمدہ لباس پہننا چاہیئے - کیونکہ اس سے اُنکو زیادہ تنخواہ ملتی ہے ÷

۲۰ - تمہارا آقا یا کام کرانے والا اکثر تمہارے کام کو پسند کرتا ہے - لیکن تم سے اُس کا ذکر کبھی نہیں کرتا - یا تو اُسے ذکر کرنے کے لئے وقت اور موقع نہیں ملتا اور یا وہ ایسا قصداً نہیں کرتا - لیکن اس میں تمہارا نفع ضرور ہے ÷

تیمور نے اک مور چہ زیر دیوار — دیکھا کہ چڑھا دانہ کو لیکر سو بار
آخر سر بام لیکے پہنچا تو کہا — مشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار

(حالی)

جان ہنٹر

جان ہنٹر علم تشریح یا علم الابدان کے زبردست
ماہرین میں سے تھا۔ بیس سال کی عمر تک وہ تعلیم سے
بالکل بے بہرہ رہا۔ وہ ملک اسکاٹ لینڈ میں ۱۷۲۸ء کو پیدا
ہوا تھا۔ اور دس بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اور چونکہ
وہ بڑھاپے کی اولاد تھا اس لئے لاڈ پیار میں بگڑ گیا جب
وہ دس سال کا ہوا تو اُسکے باپ کا سایہ اُسکے سر سے
اُٹھ گیا اُس وقت وہ اور بھی بے قابو ہو گیا۔ کیونکہ ماں
بیچاری جو خانگی امور سے فرصت نہیں پاتی تھی اُسکی
تربیت سے قاصر رہی۔ اور وہ اُسے بمشکل تمام تھوڑا
سا لکھنا پڑھنا سکھا سکی ۔

جب جان کی بیکاری اور آوارہ گردی نے گھر والوں
کو تنگ کیا اور گزر اوقات میں دقت واقع ہوئی تو اُسے
کسی کام میں لگانے کی فکر کی گئی۔ اُس کی ایک بہن کی
شادی گلاسگو میں ہوئی تھی۔ اُس کا بہنوئی گھر کی آرائش
کی چیزیں بنایا کرتا تھا۔ پس اُسے اُسی کے پاس بھیج دیا
گیا۔ جہاں وہ میز و کرسی وغیرہ کے بنانے کا کام سیکھتا رہا۔
اور اگر اُس کے بہنوئی کا دیوالہ نہ نکل جاتا تو وہ بھی عمر
بھر اسی کام میں لگا رہتا۔ اُس وقت اُسکی عمر کوئی بیس سال
کی ہو گئی تھی ۔

جان کا بڑا بھائی ولیم لندن میں ڈاکٹری کا پیشہ
کرتا تھا جہاں اُس نے طبی لیکچروں اور علم تشریح کے
تجربوں میں بہت کچھ شہرت حاصل کر لی تھی۔ جان نے
اُسے خط کے ذریعے اطلاع دی کہ میں بیکار ہوں اور
تمہارے پاس مریضوں کی مرہم پٹی کا کام کرنے کے لئے
آمادہ۔ اگر تم اس درخواست کو قبول نہ کرو گے تو میں فوج
میں بھرتی ہو جاؤنگا۔ ولیم نے اُسے اپنے پاس بُلا لیا۔
ایک دن اُس نے جان سے ایک شخص کے بازو کی چیر پھاڑ
کرائی۔ تاکہ وہ اُس کام سے واقفیت حاصل کر سکے اور
رگوں اور پٹھوں کو بھی جان جائے۔ جان نے اس کام
کو ایسے عمدہ طریقے میں انجام دیا کہ اُس کا بھائی دنگ رہ گیا۔
جان نے کئی بار چیر پھاڑ کا کام ایسی عمدگی کے ساتھ کیا
کہ ولیم اُس سے بہت خوش ہوا۔ اور اُسے یقین ہو گیا
کہ جان علم تشریح میں کسی دن بڑا نام پیدا کریگا ۔

جان نے ایک ہی سال کے عرصہ میں اپنے کام میں
وہ ملکہ پیدا کر لیا کہ ولیم نے اُسے اور لوگوں کو اس کام
کی تعلیم پر مامور کیا۔ اور اب وہ بہت سے لوگوں کو اس
کام کے سکھانے میں مصروف ہو گیا۔ بھائی کی سرپرستی
اور اپنی ذہانت اور قابلیت کے ذریعے جان نے تھوڑے
ہی عرصہ میں بڑا نام پیدا کر لیا اور آخر کار علم تشریح کے
ماہرین میں ایک زبردست شخص مانا جانے لگا ۔

علم تشریح کے متعلق جان نے تشریح حیوانات کا
کام پسند کیا۔ جسکے ذریعے ادنےٰ درجے کے حیوانات کے جسم
کی بناوٹ کو انسان کے جسم کی ترکیب سے مشابہ کیا جاتا ہے۔
اُس نے اس کام میں اپنا سارا وقت۔ محنت۔ توجہ اور آمدنی
صرف کرنا شروع کی۔ ابھی اُسکی آمدنی بہت زیادہ نہ ہونے
پائی تھی کہ اُس نے نواح لندن میں ایک قطعہ اراضی کا
خرید لیا۔ اور وہاں ایک مکان تعمیر کرا کر اُس میں ادنےٰ
درجہ کے حیوانات کا ایک مختصر عجائب خانہ بنا دیا۔ اس

عجائب خانہ کے گرد اُس نے ایک باغ بنوایا جس میں اُس نے
غیر ملک کے اُن حیوانات کو جمع کیا جو وہاں زندہ رہ سکتے
تھے۔ اور ہر روز اُن ایام میں بھی جبکہ اُسے اپنے پیشہ
سے بہت کم فرصت ملتی تھی وہ صبح سے لے کر ۸ بجے
دن تک اس عجائب خانہ میں رہتا تھا۔ علاوہ اپنے پیشہ
تحقیقاتی کاموں۔ لیکچروں وغیرہ کے وہ مدت تک سینٹ جارج
اسپتال میں سرجن اور فوج میں ڈپٹی سرجن کا کام بھی
کرتا رہا۔ مزید براں اپنے گھر پر علم تشریح کے ایک
چھوٹے سے مدرسے کا بھی کام انجام دیتا رہا۔ مگر باوجود
اس قدر کام کرنے کے وہ بہت سا وقت بہت سے
مضامین کے لکھنے اور قدرتی اشیا کے علم کی اشاعت
کرنے کے لئے بھی نکال لیتا تھا۔ وہ اس قدر محنتی تھا کہ
کھانے کے بعد ایک گھنٹہ اور پھر رات کو چار گھنٹے سوتا تھا +

علم تشریح کے متعلق اپنی تحقیقات کو وسیع کرنے
کے لئے جان ہنٹر صحرائی حیوانات کے محافظ سے جو لندن ٹاور
میں رہتے تھے اور نیز جانور خانوں کے مالکوں سے مردہ حیوانات
کی نعشیں منگا لیتا اور اُن کی چیر پھاڑ کرتا تھا۔ اور نعشوں
کے بدلہ میں وہ اُن لوگوں کو زندہ عجوبہ جانور دیدیا کرتا تھا۔
مگر اس شرط پر کہ جب وہ مر جائیں تو اُن کی نعشیں اُسے
واپس دیدی جائیں۔ اُسکے دوست اور پُرانے شاگرد
بھی اُسے دُنیا کے مختلف ملکوں سے عجوبہ حیوانات
تحقیقات کی غرض سے بھیج دیا کرتے تھے +

جان ہنٹر نے اپنے باغ اور عجائب خانہ میں اتنی قسم
کے اور اتنے حیوانات جمع کر لئے جو اُس کی دلچسپی کے
لئے کافی سے زیادہ تھے۔ اُسے اُنکے پاس ہو کر سیر اور
چہل قدمی کرنے اور اُنکے عادات و اطوار دیکھنے میں بڑا ہی
لطف آتا تھا۔ جس نے اپنے سارے حیوانات کو اس قدر
گرویدہ کر لیا تھا کہ اُن کے متعلق بہت سی باتوں کو بڑی
عمدگی اور آسانی سے معلوم کر لیتا تھا +

اُسکے عجائب خانہ میں بہت سے درندے بھی تھے۔ اُن
میں ایک قسم کا جنگلی بجار بھی تھا۔ جو اگرچہ جسامت کے
اعتبار سے بہت بڑا نہ تھا۔ لیکن خونخواری میں مشہور تھا۔
یہ اُسے ملکہ انگلستان نے تحفہ میں دیا تھا۔ جان ہنٹر اُسکے
ساتھ کشتی لڑتا اور کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن اس جانور نے
جان ہنٹر کو مار ڈالا ہوتا۔ مگر اُسکے ایک نوکر کی حکمت نے
اُس کی جان بچالی +

ایک دفعہ دو تیندوے زنجیریں تڑا کر عجائب خانہ میں
گھس گئے۔ اور اُنہوں نے کئی جانوروں کو ہلاک کر دیا۔
نواح کے لوگ بہت خوف زدہ ہوئے۔ شور سُن کر
جان ہنٹر موقع پر پہنچا۔ اُس نے دونوں کو پکڑ لیا اور
زنجیروں سے کس دیا +

جان ہنٹر نے چھیاسٹھ سال کی عمر میں ۱۷۹۳ء میں
انتقال کیا۔ اُسکی وفات کے بعد اُسکے عجائب خانہ کو
پارلیمنٹ لندن نے ۱۵ ہزار پونڈ میں خرید لیا۔ آجکل یہ
عجائب خانہ رائل کالج آف سرجنز کے متعلق ہے۔ اور
ایک غریب شخص کی محنت۔ لیاقت اور عالی حوصلگی کی
ایک عالی شان یادگار ہے +

جان ہنٹر غریب کا لڑکا تھا۔ سن بلوغ تک پہنچنے تک
اُسکی تعلیم نہیں ہوئی تھی۔ مگر اُس نے اپنی محنت و کوشش سے
نہ صرف تعلیم ہی حاصل کی بلکہ علم تشریح میں جو ایک دشوار
علم ہے نہایت شہرت بھی حاصل کر لی۔ اور دنیا پر ثابت کر
دکھایا کہ مفلسی۔ غریبی۔ عدیم الفرصتی اور کم علمی مانع ترقی
نہیں ہے اور نہ کسی کام میں اعلیٰ قابلیت اور ناموری حاصل
کرنے میں سدراہ ہو سکتی ہے۔ جان ہنٹر کی زندگی اس امر کی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

ترقی

ایک تاریخی۔ علمی۔ اخلاقی۔ ماہوار رسالہ

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل

جلد ۶	لاہور۔ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء	نمبر ۷

فہرست مضامین

ترقی

ترقی کی اشاعت بڑھانے کے خیال سے ماہ جنوری ۱۹۰۶ء سے علمی اور مذہبی حصوں کو الگ الگ شائع کیا جاتا ہے تاکہ جو صاحب جس حصے کو پسند کریں اُسے لیکر اُس سے نفع اٹھا سکیں اور جو صاحب باوجود اُسکے قدردان ہونے کے محض مذہبی خیال کی بنا پر اُسکی امداد کرنے سے اب تک باز رہتے تھے اُنکے راستے میں کوئی روک باقی نہ رہے +

ترقی یا علمی حصہ

ایک علمی - اخلاقی اور تمدنی ماہوار رسالہ

حجم ۴۸ صفحے علاوہ سرورق - قیمت مع محصولڈاک دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ پیشگی یا بذریعہ ویلیوپے ایبل پارسل +

ترقی کا پروگرام ۱۹۰۶ء کے لئے

مضامین مسلسل :- تاریخ قدیمہ - ایران - بابل ساتویں صدی کے چینی سیاح ہونگ شونگ کا سفرنامہ + تاریخ جدید یورپ - جس میں تمام موجودہ یورپین سلطنتوں کے وجود میں آنے کا حال درج ہوگا + علمی مضامین - چیونٹی کے حالات - روئی کے پودے کی تاریخ اور اُسکے متعلق اختراعات - نئی نئی علمی خبریں دریافتیں اور ایجادیں - یورپ و امریکہ کے کارخانوں کے حالات + پولیٹیکل و سوشل مضامین - غلامی کی تاریخ اور اُسکا انسداد مختلف ملکوں کے نظام حکومت کے اصول + تجارت و صنعت و حرفت (بیجا) مصنفہ اسمائلز صاحب - موجدوں کی سوانح عمریاں - اصول تجارت لٹریچر جدید - سیلاس مارنر مصنفہ جارج ایلیٹ - پامپیئی کی بربادی مصنفہ لارڈ لٹن + لٹریچر قدیم ملکہ پرستان مصنفہ اسپنسر ملک الشعرائے انگلستان - لارڈ بیکن کا نیو اٹلانٹس یعنی ایک خیالی ملک کے اصول و قوانین و اوضاع و اطوار + علم اخلاق خصلت کفایت شعاری مصنفہ اسمائلز صاحب - کامیابی کے اصول + حفظ صحت - جسمانی صحت کے اصول اور اُسکی حفاظت + سوانح عمری جارج اسٹیفن موجد ریلوے انجن - اسٹینلی سیاح افریقہ + نظم اخلاقی نیچرل و نتیجہ خیز - علمی چٹکلے و نسخے +

مضامین متفرق - یہ تعداد و نوعیت میں بدستور سابق ہونگے +

تجلی یا مذہبی حصہ

اس میں مذہب و فلسفہ مذہب پر بحث کی جاتی ہے - حجم ۴۸ صفحہ علاوہ سرورق قیمت سالانہ مع محصولڈاک ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل

تجلی کا پروگرام ۱۹۰۶ء کے لئے

اس سال تجلی میں مفصلہ ذیل مضامین سلسلہ وار نکلینگے اور اُنکے علاوہ بہت سے دیگر مفید علمی و فلسفی آرٹیکل بھی حسب ضرورت نکلتے رہینگے :-

اپنشدوں کی تعلیم کے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ مستند علما کی تصنیفات کی بنا پر - وجود باری تعالیٰ کے تعین کے خلاف جو مختلف مذاہب رائج ہیں مثلاً دہریہ - ویدانتی وغیرہ وغیرہ اُنکے دلائل پر پورے طور پر بحث کرکے اُنکی تردید کی جائیگی - یہ رسالہ خدا کی ہستی کے اثبات کا دوسرا حصہ ہوگا - تعلیم کفارہ کی حقیقت پر مفصل بحث کی جائیگی - اسکے علاوہ مختلف حصہ بائبل پر مفصل آرٹیکل لکھے جائینگے - زمانہ حال و قدیم کے مختلف بانیان مذاہب و فرقہ جات کی زندگی و تعلیم کا حال حسب سابق درج ہوتا رہیگا - چراغ دین کا سلسلہ بھی جاری رہیگا اور ایک نہایت دلچسپ ناول بھی ماہ بماہ شائع ہوتا رہیگا - ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح انگریزی اخبار و رسائل میں مختلف امور پر سوال و جواب شائع ہوتے رہتے ہیں تجلی میں بھی ہوا کریں اس لئے اگر ہمارے ناظرین اس قسم کے سوالات ہمیں بھیجا کرینگے تو ہم حتے الوسع اُن کو مع جوابات کے شائع کر دیا کرینگے - مگر ہر ایک امر میں تہذیب و تحقیق شرط ہے +

نوٹ - دونوں حصوں کے خریداروں کو دونوں رسالے تین روپیہ آٹھ آنہ سالانہ پر دئیے جائینگے - جو صاحب علاوہ اپنے چار خریدار پیدا کرینگے اُنکو رسالہ سال بھر مفت ملیگا +

المشتہر مینجر رسالہ ترقی - انارکلی متصل مارکیٹ - لاہور

ترقی

لاہور - بابت ماہ جولائی ۱۹۰۶ء

ایڈیٹوریل نوٹس

اس غرض کے لئے کہ سلطنت برطانیہ کے اراکین وزیر ہند کی کونسل اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو اہل ہند کی جائز شکایات بلحاظ ضروریات اور رسوم و رواج وغیرہ کا کافی علم حاصل ہوسکے - اور معاملات ہند پر ایک معقول رائے قائم کی جاسکے صاحب وزیر ہند کی کونسل میں دو ہندوستانی ممبر بھی شریک کئے جائینگے - اسکے لئے وزیر ہند نے عملی کارروائی بھی شروع کردی ہے - مگر ابھی تک ممبروں کو منتخب نہیں کیا گیا - لوگ اپنے اپنے خیال کے مطابق رائے دے رہے ہیں کہ فلاں اصحاب اس عزت افزائی کے قابل اور اہل ہند کے حق میں مفید ہوسکینگے - ہمارے خیال سے تو ایسے ہندوستانیوں کو یہ اعزاز بخشا جائے جن کی ذات - خیالات اور رائیوں کے ذریعے سے اہل ہند اور برٹش گورنمنٹ دونوں ہی کا نفع قائم رہ سکے جو لوگ سچی بات کے کہنے والے - پختہ اور معقول رائے دینے والے - کسی کے رعب میں نہ آنے والے اور رو رعایت سے بری ہوں اُن کا تقرر زیادہ مفید ہوگا *

افسوس کہ جو شکر رنجی ہندوستان کے ہندو مسلمانوں میں پیدا ہوگئی ہے وہ روز افزوں ترقی کر رہی ہے - اور جیسا کہ بالغ نظر اور دوربین اصحاب کی رائے ہے اس شکر رنجی کا انسداد نہ ہونے سے اہل ملک کو بیحد نقصان پہنچیگا - یہ نادانوں کی سی حرکات ہیں کہ ہر دو فریق ایک دوسرے کے مذہب - اور وفاداری گورنمنٹ پر حملے کر رہے ہیں - اور اُس مشترکہ غرض کو فراموش کر بیٹھے ہیں جسکے ساتھ دونوں فریق کی حقیقی بہبودی کا تعلق ہے - اس قسم کی باتوں کو سمجھدار لوگ افسردہ دلی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں - جبتک اہل ہند باہمی کدورتوں اور شکر رنجیوں کو بالائے طاق رکھ کر باہم ایک دوسرے کی خیرسگالی اور امداد کا طریقہ اختیار نہ کرینگے - جب تک دونوں مل کر کام نہ کرینگے تب تک ملکی ترقی کی راہوں پر چلنے کے قابل ہی نہ ہوسکینگے - اور اُن کے منصوبے ایک خواب سے زیادہ با وقعت ثابت نہ ہوسکینگے - اے کاش اب بھی اہل ہند مل جُل کر رہنا سیکھیں *

صوبہ سرحدی اور پنجاب کے بعض مقامات میں فتنہ انگیز اصحاب کی مہربانی سے یہ افواہ گرم ہو رہی ہے کہ سرکار کنوؤں میں زہریلی دوا ڈلوا کر طاعون کو پھیلاتی ہے - جاہل لوگ اس افواہ سے بیحد متاثر ہو رہے ہیں - یہاں تک کہ وہ شبہ میں بے گناہوں کو سرکار کی طرف سے زہر ڈالنے والا سمجھکر نہ صرف زد و کوب کرتے بلکہ لوٹ لیتے اور ہلاک بھی کر دیتے ہیں چنانچہ اس قسم کی متعدد وارداتیں ہو چکی ہیں - گورنمنٹ نے ایک ایسے شخص کو جو اس افواہ کو ترقی دینے والا تھا قرار واقعی سزا دیکر دو اور شخصوں پر مقدمہ چلانے کی اجازت دیدی ہے - یہ بات بعید از عقل ہے کہ برطانیہ جیسی روشن خیال سرکار رعایا کی ہلاکت کی تجویز اختیار کرسکے - جو لوگ اس قسم کی افواہیں پھیلاتے

ہیں جن سے حاکم و محکوم میں باہم مغائرت اور بدگمانی پھیلے اُن کو تو عبرت خیز سزائیں ملنی چاہئیں۔ لیکن اُن ہی کو جو اس کردار کے بانی ہیں ٭

تسخیر پنجاب - یہ ناول رسالہ ترقی ۱۹۰۵ء میں ایک مسلسل مضمون کی صورت میں شائع کیا گیا تھا۔ اس میں "انگریزوں اور سکھوں کی جنگ و جدل اور معرکہ آرائیاں سکھوں کی ہزیمت اور اُن کی حکومت کے زوال۔ پنجاب میں انگریزوں کی حکومت قائم ہونے اور الحاق پنجاب کے نہایت دلچسپ اور تاریخی حالات درج ہیں" ۱۹۰۶ء میں پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور نے اُسے کتاب کی صورت میں مناسب ترمیم و اضافہ کے بعد شائع کیا۔ یہ ایک نہایت دلچسپ ناول ہے۔ اور اُن مخرب اخلاق ناولوں کے مقابلہ میں جو اہل ملک کے مذاق سلیم۔ اخلاق اور حمیدہ صفات کو خراب کرتے ہیں بدرجہا بہتر اور اسی باعث نہایت مقبول عام ہے۔ چنانچہ ابھی حال ہی پنجاب یونیورسٹی کی ٹیکسٹ بک کمیٹی نے اُس کی دو سو جلدیں سرکاری مدارس کے طلبا کو بطور انعام تقسیم کرنے کے لئے خرید کی ہیں۔ ہم ناظرین اور دیگر اہل ملک کی توجہ ایسے ناولوں کی طرف منعطف کراتے اور اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ناول "تسخیر پنجاب" کو خرید کر ضرور فائدہ اُٹھائیں۔ یہ ناول بچوں کے لئے نہایت مفید ہے اسی لئے اُس کی عبارت سہل و سلیس بامحاورہ رکھی گئی۔ قیمت فی جلد ۸ر۔ حجم علاوہ سرورق رنگین ۲۱۲ صفحہ۔ تقطیع $\frac{20 \times 30}{16}$ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ۔ ملنے کا پتہ اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

رباعیات عمر خیام - یہ رسالہ حکیم غیاث الدین ابوالفتح عمر خیام نیشاپوری کی ۱۸۳ رباعیات کا مجموعہ ہے۔ عمر خیام کے نام نامی سے جو ایشیا کا ایک مشہور و معروف اور ناصح شاعر۔ مستند فلسفی اور ریاضی دان اور فخر شعرائے عجم تھا ہندوستان کا تعلیم یافتہ گروہ خوب اچھی طرح واقف ہے۔ اور جیسا کہ علما اور اہل الرائے اصحاب کا خیال ہے اُسکی رباعیاں ہمیشہ نیک لوگوں کے لئے ناصح مشفق کا سا نفع پہنچاتی رہینگی۔ کیونکہ وہ مضامین تصوف کا خلاصہ ہیں جو اُن میں زمانہ کی تباہی۔ دنیوی نمائش و عیش و عشرت۔ گندم نمائی و جو فروشی۔ کبر و نخوت۔ خدا کی عظمت و برتری وغیرہ وغیرہ جیسے مضامین کو ایک درد آمیز۔ سلیس اور شوخ پیرایہ میں اور کثیر المعانی الفاظ میں ادا کیا گیا ہے عمر خیام کے خیالات کے نہ صرف ایشیا والے ہی قائل ہیں بلکہ یورپ والے بھی۔ چنانچہ لندن میں ایک خاص کلب عمر خیام کے نام سے موسوم ہے جسکے ممبر ہفتہ وار جمع ہوکر عمر خیام کی رباعیات پڑھتے اور اُن سے حظ اور نفع اُٹھاتے ہیں۔ مولف نے کامل تحقیقات کے بعد رائے قائم کی ہے کہ اصل رباعیات عمر خیام تعداد میں ۱۸۳ ہیں۔ مگر زمانہ کے اُلٹ پھیر سے اُس کے نام کے ساتھ اور شعرا کی رباعیات بھی منسوب کی جاتی ہیں۔ اس رسالہ کو منشی محمد شفیع الدین صاحب مرادآبادی ممبر رائل ایشیاٹک سوسائٹی و مولف خیابان عجم۔ جہانگیر نامہ وغیرہ نے مرتب کیا ہے۔ حجم علاوہ رنگین و مطلا سرورق ۵۲ صفحہ۔ تقطیع $\frac{18 \times 22}{8}$ قیمت سرورق پر درج نہیں۔ ملنے کا پتہ:۔ محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی۔ دفتر انجمن الفرض۔ مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ ٭

دلچسپ علمی خبریں اور ایجادیں

برٹش میڈیکل جرنل میں ڈاکٹر برٹرام ابراہام لکھتے
ہیں کہ شہد کی مکھیوں سے ڈنک لگوانے سے وجع مفاصل
کے مرض میں ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ مگر گٹھیہ کے مرض میں
نہیں +

روس کا مشہور ڈاکٹر لیوان ڈوسکی تجربہ کے بعد
رائے قائم کرتا ہے کہ ایک قسم کے اجرام جو بیرا اسائٹ
کی قسم سے ہوتے ہیں اگر وہ آنکھوں کی پلکوں میں چپٹ
جائیں تو پپوٹوں میں ورم پیدا کرنے کا موجب ہوتے
ہیں۔ اور بعض اجرام سے امراض جلد پیدا ہو جاتے ہیں +

ڈاکٹر ٹی۔ بی۔ کے ایز کی رائے ہے کہ مرض سل
جس میں انسان کے پھیپھڑے سڑ جاتے ہیں اس کا ایک
بہتر علاج یہ ہے کہ جلد کے اندر پچکاری کے ذریعے روغن
داخل کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں قدیم زمانے میں
لوگ روغنی غذا مریض سل کو دیتے تھے۔ اور اس سے
مرض دُور ہو جاتا تھا۔ اس کا ذکر قدیم کتابوں میں پایا جاتا
ہے۔ مزید براں زمانہ حال میں جو کتابیں روغنیات اور
چربیوں کے متعلق لکھی گئی ہیں اُن سے بھی روغن اس
مرض میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا تجربہ ہے
کہ اس قسم کے علاج سے مریض کا وزن ۸۰ سے لیکر
۱۰۰ پونڈ تک بڑھ جاتا ہے +

اخبار سائنس سفٹنگز رقمطراز ہے کہ ٹائفوئیڈ فیور
(تپ محرق) ایک قسم کے اجرام سے بھی پیدا ہو جاتا ہے
چنانچہ لندن کے ایک ہوٹل میں ابھی حال ہی میں بیس ملازم
دو ہفتے کے اندر اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ڈاکٹری
تحقیقات کے ذریعے معلوم ہوا کہ دودھ جسے نوکر استعمال
کرتے تھے اُس میں ایک قسم کے اجرام پائے گئے۔ جو اس
مرض کا باعث تھے +

اخبار ٹیلیگراف سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر بوتھر ہوگن
جو افسر حفظ صحت ہیں اُنہوں نے ٹوٹنہم کی تعلیمی کمیٹی میں یہ
تحریک پیش کی ہے کہ تعلیمی بورڈ سے درخواست کرکے
پانچ سال سے کم عمر بچوں کو جو مدرسوں میں تعلیم پاتے ہوں
تعلیم پانے سے اُس وقت تک کے لئے خارج کر دیا جائے کیونکہ
ڈاکٹر صاحب نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ پانچ سال
سے کم عمر بچوں کو مدرسہ میں تعلیم دلانے کی غرض سے
داخل کرانے سے طرح طرح کے نقصان پہنچتے اور
اور انواع و اقسام کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں
چنانچہ اُن کی بینائی کو نقصان پہنچتا ہے۔ مزید براں
اُنکے دماغی قوئے کو بھی قبل از وقت کام میں لگانے
سے ضعف پہنچتا ہے +

پُرانی کتابوں کے مطالعہ سے بھی مطالعہ کنندوں کو
مرض سل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُن میں مریضان سل کے مطالعہ
سے اس مرض کے اجرام داخل ہو جاتے ہیں۔ جو اور مطالعہ
کرنے والوں کو اس مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ برلن میں
میونسپل کتب خانوں میں ابھی حال میں یہ تجربہ کیا گیا کہ
پُرانی کتابوں کو بعض عرقوں میں ڈبویا گیا۔ اور پھر اُن عرقوں
کو سوروں کو پلایا گیا۔ اس میں جو اجرام کتابوں میں سے
داخل ہو گئے تھے اُن کے اثر سے سوروں میں مرض سل
پیدا ہو کر اُن کی ہلاکت کا موجب ہوا۔ کتابوں کو اجرام سے

پاک کرنے کے لئے فورمیلن (ایک انگریزی دوا) کی بھاپ دی گئی - لیکن وہ اجرام سے پاک نہیں ہو سکیں +

کناڈا کی جھیل سوپیریئر کے کنارے امریکہ کے دیسی باشندے جاڑوں کے موسم میں جنگلوں میں خیموں میں رہتے ہیں - جہاں نقطہ انجماد سے نیچے کے ۳۰ اور ۴۵ درجہ تک ٹمپریچر ہوتا ہے - مگر وہ سردی سے ہلاک نہیں ہوتے - اس سے ظاہر ہے کہ نقطہ انجماد سے ۴۰ درجہ نیچے ٹمپریچر میں بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے +

اب تک ہوا کی مدد سے میناروں اور زمین دوز راستوں میں سفیدی وغیرہ کی جاتی تھی - مگر اب جرمنی میں ایک قسم کی کوچی کے ذریعے جو پنسل کی شکل کی ہوتی اور جن میں رنگ بھر دیا جاتا ہے نقش و نگار بھی ہوا کی مدد سے بنائے جاتے ہیں - اس کوچی میں ہوا ایک بندوق نما کل میں ہو کر جاتی ہے - یہ کل ایک ذخیرہ میں لگی ہوتی ہے جس میں کہ کاربونک ایسڈ گیس بھری ہوتی ہے - یا دبی ہوئی ہوا ہوتی ہے - اس کے ذریعے معمولی آدمی چھت پر روغن کر سکتے ہیں - مگر ہوشیار کاریگر تو برتنوں - کپڑوں - گاڑیوں - قالینوں وغیرہ پر بیل بوٹے بنا سکتے ہیں - مزید براں تصویروں میں رنگ بھی بھرے جا سکتے ہیں +

شیشے کے کپڑے - آسٹریہ میں ایک شخص نے شیشے کو کاٹ کر اس سے کپڑے بنائے ہیں جو ریشمی کپڑوں کی مانند چمکدار اور ملائم ہیں - اور بھگونے اور دھونے سے خراب نہیں ہوتے +

پتھر کے کپڑے - روس میں ایک شخص نے ایک پتھر کے ریشوں سے جو سائبیریہ کی کانوں میں سے نکلتا ہے - ایسے کپڑے بنائے ہیں جو دیرپا اور ملائم بھی ہیں +

لوہے کے کپڑے - یورپ میں لوہے کے کپڑے بنائے جاتے ہیں جو کالر وغیرہ میں کام دیتے ہیں - وہ دیکھنے میں گھوڑے کے بال کے کپڑے کی مانند ہوتے ہیں - لائم اسٹون کو پیس کر اور اس میں کئی اور دوا ملا کر بھٹی میں ڈالا جاتا ہے اور پھر اسے دھونکا جاتا ہے جس سے وہ سفید اون کی شکل میں آجاتی ہے - اسے رنگ لیا جاتا ہے اور پھر اس سے کپڑہ بنایا جاتا ہے - یہ کپڑا آگ میں جل سکتا ہے اور آور طریقوں میں بھی خراب ہو سکتا ہے +

دودھ کا غسل کرنے سے سارا جسم اور صرف چہرہ دھونے سے چہرے کا رنگ بہت صاف ہو جاتا ہے - جلد ملائم اور چکنی ہو کر حسن کی زینت بڑھ جاتی ہے - اس سے غسل کرنے یا چہرہ دھونے کی بہترین ترکیب یہ ہے :-

روغن زیتون اور برانڈی - یا روغن زیتون اور روغن موسومہ یوڈی کولون (

برابر برابر لیکر اس میں روئی کے گالوں کو ڈبو لیا جائے - اور اس سے چہرہ - گردن یا سارا جسم احتیاط کے ساتھ صاف کیا جائے - مگر آہستہ آہستہ اور دبے ہوئے ہاتھ سے تاکہ جلد کے اندر کی کوٹھریوں میں خون کو تحریک ہو جائے اسکے بعد جسم کو خشک کر لیا جائے - پھر اس حصہ پر دودھ ملا جائے - مگر خالص دودھ - اسکے خشک ہونے پر لکڑی یا کھپرے کے ٹکڑوں سے اس حصہ کو رگڑا جائے - اسکے بعد ہی جسم کو خشک کر لیا جائے پھر پانی سے دھو لیا جائے - بیدار ہونے کے بعد اور سونے سے پیشتر پانی زیادہ مقدار میں پیا جائے - گوشت کم اور سبزی اور چاول زیادہ کھائے جائیں - چاء - شراب اور اچار وغیرہ بالکل نہ استعمال کیا جائے - اور نہ ترش چیزیں - غذا ملین ہو اور ہلکی ورزش کی جائے +

ولیم ہٹن

یہ شخص ۱۷۲۳ء میں شہر ڈربی میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کا باپ ایک مزدور تھا اور کنبہ زیادہ ہونے کے باعث ہمیشہ تنگدستی میں مبتلا رہتا تھا۔ اُسکے بچے اکثر اوقات دن دن بھر بھوکے رہتے تھے۔ اور جب شام کو روٹی نصیب ہوتی تو اُن کی ماں آبدیدہ ہو کر اُن کو بانٹ دیتی تھی۔ بعض اوقات خود فاقہ کرتی تھی ٭

ولیم کو پانچ سال کی عمر میں اسکول میں داخل کرایا گیا۔ لیکن دو ہی سال بعد وہاں سے ہٹا کر ایک کارخانہ میں جہاں ریشمی کپڑے بُنے جاتے تھے بھیج دیا گیا۔ جہاں اُسے صبح کے ۵ بجے سات سال تک جانا پڑا اور اکثر اوقات دیر ہو جانے پر مار بھی کھانی پڑی ۱۴ سال کی عمر میں اُسے سات سال کے لئے اپنے ایک چچا کے ہاں جو نوٹنگھم میں موزہ سازی کا کام کرتا تھا اُمیدوار کرایا گیا۔ مگر ۱۷ سال کی عمر میں اُسے چچا نے اس بیدردی کے ساتھ زد و کوب کیا کہ وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ مگر اُسے پھر مجبور کر کے چچا ہی کے پاس روانہ کیا گیا ٭

اگرچہ اُس کی اُمیدواری کا زمانہ ۱۷۴۴ء میں ختم ہو گیا۔ لیکن اُس کے بعد بھی اُسے چچا کے ساتھ ہمسفر کے طور پر کام کرنا پڑا۔ ۱۷۴۶ء میں اُسے کتابوں کے مطالعہ کا شوق دامنگیر ہوا۔ چنانچہ اُس نے سب سے اول جو کتابیں خریدیں وہ جنٹلمینز میگزین کی تین جلدیں تھیں۔ اسکے بعد وہ پُرانی اور پھٹی ہوئی کتابوں کو خریدتا رہا۔ اُنکو درست کرنے کے لئے اُس نے ایک جلدساز کو جلدبندی کرتے ہوئے دیکھ دیکھ کر جلد باندھنا سیکھ لیا۔ اور اس کام میں مہارت کے ذریعے نہایت اچھا جلدساز بن گیا۔ اور اُسی جلدساز سے اُس نے پُرانے اوزار اور شکنجہ خرید لئے اور اُسے درست کر کے اُس سے کام لینے لگا۔ اس کے بعد اُس نے نظمیں لکھنی شروع کیں۔ اور اس دلپسند شغل کو اُس نے مدت العمر اپنا رفیق و غمگسار رکھا ٭

جلدسازی کے پیشہ میں وہ ہمیشہ ذلیل و خوار اور مفلس و تنگدست رہا۔ اس لئے اُس نے کتب فروشی شروع کی۔ اور ایک چھوٹے سے قصبے ساؤتھ ول نامی میں ایک دوکان کھولی۔ اور صرف ۲۰ شلنگ قیمت کی کتابوں سے تجارت شروع کی۔ اور الماریاں وغیرہ خود اپنے ہاتھ سے درست کیں اور لگائیں۔ اور دوکان صرف سنیچر کے روز کھولتا تھا۔ ہر سنیچر کی شام کو وہ نوٹنگھم سے ۵ بجے صبح کو کتابوں کا ایک بھاری بنڈل لیکر روانہ ہوتا۔ اور دس بجے دوکان کھولتا۔ سارا دن وہاں رہتا اور صرف روٹی اور پنیر پر گزارہ کرتا اور ایک شلنگ سے ۱۴ شلنگ کی کتابیں بیچ سکتا تھا۔ اور ۴ بجے دوکان بند کر کے اور ۵ گھنٹے کی مسافت کے بعد نو بجے رات کو نوٹنگھم پہنچ جاتا تھا ٭

دوسرے سال اُسے پُرانی کتابیں کم قیمت پر مل گئیں اس لئے اُس نے ساؤتھ ول سے دوکان برمنگھم میں منتقل کر دی۔ اور فی ہفتہ صرف پانچ شلنگ کا خرچ رکھا اور اس طرح ایک ہی سال کے اندر اُس نے تین سو روپیہ جمع کر لیا۔ اس روپیہ سے اُس نے اپنے کاروبار کو ترقی دی ٭

اُس نے اپنے کام کو محنت ۔ جفاکشی ۔ استقلال
اور ثابت قدمی اور دیانتداری سے چلایا ۔ چار یا پانچ
سال کے بعد اُس نے بہت روپیہ پیدا کر لیا اور ایک
عورت سے جو ۴۰ سال تک اُس کی ہمدم و ہمقدم رہی
اور جس کی صحبت کو وہ نعمت عظمےٰ تصور کرتا تھا شادی
کر لی ۔ ۲۵ سال تک اُس نے اپنا کام جاری رکھا ۔
جسکے بعد ہی اُس نے زراعت کا پیشہ اختیار کیا ۔ اس
کام کو بھی وہ محنت سے انجام دیتا رہا ۔ اُسکی کھیتی باڑی
نوٹنگھم سے ۴ یا ۵ میل تھی ۔ مگر وہ پیادہ پا وہاں صبح ۵ بجے
پہنچ جاتا اور دوپہر کے کھانے کے وقت نوٹنگھم واپس
آجاتا ۔

اس کام کے بعد اُس نے سرکاری ملازمت
کر لی اور ایک عدالت میں کمشنر کے عہدے پر ممتاز
کر دیا گیا ۔ اُس نے اپنی خدمات کو ایسی محنت اور
سرگرمی سے ادا کیا کہ اُس کی شہرت ہو گئی ۔ اس ملازمت
میں بھی وہ اَور اَور کام کرتا رہا ۔ مگر اسی ملازمت کے
ایام میں اُس کے دل میں مصنف بننے کی خواہش
پیدا ہو گئی ۔ اور ملازمت ہی کے ایام میں اُس نے
کئی کتابیں تصنیف بھی کیں ۔

اگرچہ وہ رسالوں میں تو نظمیں اُسی وقت سے شائع
کراتا رہا تھا جبکہ اُس نے برمنگھم میں سکونت اختیار
کی تھی ۔ مگر تصنیف کا کام اُس نے اوّل اوّل ۱۷۸۰ء
میں شروع کیا ۔ اور پہلی اور مستند و مشہور کتاب "تاریخ
برمنگھم" لکھی ۔ جو اُس نے ۹ ماہ کی محنت میں ختم کی تھی ۔
اور اُس کے حق تصنیف میں اُسے ۴۰ پونڈ نقد اور
۷۵ نسخے کتاب کے دے گئے ۔ یہ کتاب ۱۷۸۲ء میں شائع
کی گئی تھی ۔ اُسکی عمدگی کے باعث ولیم ہٹن کو ایڈنبرا کی
اُس سوسائٹی نے جو قدیم اور پرانی باتوں کی تحقیقات کے
لئے مقرر کی گئی اپنا فیلو بنا لیا ۔ یہ کتاب ایسی مقبول ہوئی
کہ ایک ہی سال کے بعد اُس کا دوسرا ایڈیشن چھاپنا پڑا ۔

اس کے بعد ولیم ہٹن نے اَور کتابیں تصنیف کیں
جو اپنی اپنی حیثیت سے اچھی رہیں ۔ ولیم ہٹن کا انتقال
۱۸۱۵ء میں ۹۲ سال کی عمر میں ہوا ۔ اُس نے اپنی سوانح
عمری خود لکھی ہے ۔ اُس نے دو ماہ کے عرصہ میں ختم کیا
تھا ۔ اور ۷۷ سال کی عمر میں ۔

ولیم ہٹن کی زندگی کئی باتوں کے لحاظ سے قابل تقلید
ہے ۔ اوّل تو اُس نے اپنی تعلیم خود ہی کی ۔ دیگر محنت و
جفاکشی کے ذریعے ترقی حاصل کی ۔ اور اُن مشکلات پر
غالب آگیا جو دوسروں کو مغلوب کر دیتی ہیں ۔ وہ جس قدر
وقت کہ کام یا ملازمت سے ملتا تھا اُسے وہ حصول علم
اور تصنیف میں گزارتا تھا ۔ ۲۳ سال تک وہ ایک
ناخواندہ شخص تھا ۔ کیونکہ بچپن کے زمانہ میں اُس نے
صرف دو ہی سال تعلیم پائی تھی جسے وہ بالکل بھول گیا
مگر جب اُس نے ایک بار تحصیل علم کی طرف توجہ دی تو
اُس میں کمال حاصل کر لیا اور ثابت قدمی سے اُس
میں لگا رہا ۔ اُس کی زندگی پکار پکار کر کہہ رہی ہے
کہ انسان چاہے کیسی ہی حالت میں ہو ۔ لیکن اگر
کسی کام کے انجام دینے پر آمادہ ہو جائے تو کوئی طاقت
بھی اُسے ناکام نہیں بنا سکتی ۔

اخبار سائنٹفک امریکن سے واضح ہوا کہ امریکہ
میں ایک ایسا تھیٹر بنایا گیا ہے جسے ایک لمحہ کے
عرصہ میں ایک دعوت اور رقص خانہ کی شکل میں بدل
دیا جاتا ہے ۔

ملکۂ پرستان

سرگوئین اور جادوگر کی ملاقات

شریر النفس جادوگر ارشیمگوس نے شاہزادی آنا اور صلیبی سورما کو اس قدر دق کیا تھا اُسے جبکہ اُس نے یہ معلوم کیا کہ باوجود اُسکی فریب دہی کے اُن دونوں کی منگنی ہوگئی اور شاہزادی اپنے ملک میں پہنچ گئی بیحد قلق ہوا۔ پس اُس نے صلیبی سورما کے لئے جو دیسی ہی ملکہ گلوریانہ کے ملک کو جا رہا تھا اپنا جال پھیلانا چاہا۔ اُس نے جابجا جاسوس مقرر کردئے اور دام فریب پھیلادیا۔ لیکن اب سورما اس قدر ہوشیار اور چالاک اور تجربہ کار ہوگیا تھا کہ کسی خطرے کو پاس تک پھٹکنے نہیں دیتا تھا ✣

ایک دن ارشیمگو نے دیکھا کہ ایک نہایت شاندار اور وجیہ سورما ایک سمند بادپا پر سوار چلا آتا ہے۔ دوست دشمن سب ہی اُس کی عزت کرتے ہیں۔ یہ سورما سرگوئین تھا اور ملکہ گلوریانہ کے درباریوں میں سے۔ جس طرح صلیبی سورما تقدس کا سورما مانا جاتا تھا اسی طرح سرگوئین زہد وتقوے کا۔ سرگوئین کا رہبر ایک دانا اور تجربہ کار بڈھا شخص تھا جو عصا ٹیکتا ہوا آگے آگے جا رہا تھا۔ اُسکی پوشاک سیاہ تھی۔ اس رہبر کا نام ضمیر تھا۔ جونہی کہ سرگوئین کو جادوگر نے دیکھا اُس نے اُسے اُسی طرح روک لیا جس طرح کہ صلیبی سورما کو روکا تھا۔ اور کہنے لگا کہ جناب ایک ظالم سورما ایک نوجوان اور حسین نازنین پر بڑا ظلم کر رہا ہے۔ اُس نے نازنین کی زلفیں کاٹ ڈالی ہیں اور اُسکے قتل کرنے پر آمادہ ہے۔ آپ ذرا اُسے اُس سورما کے ظلم سے رہائی دلادیں ✣

سرگوئین جو رحمدل تھا اُس کا غیظ وغضب اس واردات کو سُن کر بھڑک اُٹھا۔ اور اُس نے جادوگر سے کہا کہ اچھا تم مجھے اُس کے پاس تک لے چلو۔ جادوگر راضی ہوگیا۔ اور سرگوئین کو اس خیال سے بخوشی ایک طرف کو لے کر چل دیا کہ وہ صلیبی سورما کا بدلہ اُس سے لے سکیگا۔ اور چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچا۔ جہاں ایک خوبصورت اور بظاہر نیک طینت اور شریف مزاج نازنین بیٹھی ہوئی کف افسوس مل رہی تھی۔ اُسکے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ یہ وہی عورت تھی جس نے صلیبی سورما کو دھوکہ دینا چاہا تھا۔ سرگوئین کے دریافت حال کرنے پر اُس نے کہا کہ مجھے ایک ظالم سورما ستا رہا ہے۔ سرگوئین کو اُسکی حالت پر ترس آگیا ✣

سرگوئین "تسلی رکھو۔ اور مجھے اُس ظالم کو بتاؤ جو تم پر ظلم کرتا ہے۔ میں اُسے اس کردار کا مزہ چکھاتا ہوں" ✣

نازنین "مجھے نام تو معلوم نہیں۔ مگر وہ ایک بادامی گھوڑے پر سوار تھا۔ اور اُسکی ڈھال پر صلیب کا نشان بنا ہوا تھا" ✣

سرگوئین (حیرت سے) "مجھے یقین نہیں آتا کہ اُس سورما نے تم پر کیونکر ظلم روا رکھا ہوگا۔ میں اُس سے واقف ہوں۔ اُس نے شاہزادی آنا کی مدد کا بیڑہ اُٹھایا تھا۔ خیر میں اُس سے دریافت کرونگا۔ اگر واقعی اُس نے ایسا ظلم کیا ہے تو اُسے قرار واقعی سزا دی جائیگی" ✣

نازنین ان تسلی آمیز کلمات کو سُن کر بہت خوش

ہوئی - پھر جادوگر سرگوئین کو ایک پیچیدہ راستہ سے ایک کنج میں لے گیا جہاں ایک چشمہ بہہ رہا تھا - اور ایک سورما ننگے سر بیٹھا تھا - اُس نے اُسے سرگوئین کو دکھا کر کہا کہ دیکھئے وہ ظالم وہ بیٹھا ہے اور یہاں چھپنے کے لئے آیا ہے - تاکہ ظلم رانی کی سزا سے بچ جائے - مگر ہمیں اُمید ہے کہ آپ اُسے اُسکی شرارت کا مزہ چکھا دینگے - اب آپ جائیں - اور ہم یہیں سے سارا ماجرا دیکھتے رہینگے - آپکی ضرور فتح ہوگی"۔

جادوگر اور اُسکی رفیق نازنین دور ہی رہے اور سرگوئین نے ہتھیار اٹھا کر گھوڑے کے ایڑ لگائی اور سورما کے قریب حملہ کرنے کی نیت سے جا پہنچا - اُس نے بھی یہ انداز دیکھ ہتھیار سنبھالے - اور دونوں میں دو ہی چلے ہی ہوئے تھے کہ سرگوئین نے اپنے حریف کو نیچے گرا لیا اور کہنے لگا " اے درندہ رحم کر - رحم کر - میں نے منہ بیا ۔ اٹھا کر ترقی بے عزتی کی - صلیبی سورما نے سرگوئین کی آواز سنتے ہی اُسے پہچان لیا - اور کہنے لگا کہ " ہا آپ ہیں - آہ میں آپ کی کچھ خطا نہیں - بلکہ میرا قصور ہے - میں نے آپ کا مقابلہ کرنے کے ارادہ سے ملکہ گلوریانہ کا مقابلہ کیا ہوتا"۔

الغرض یہ کہ دونوں سورماؤں نے ہاتھ ملائے اور چشمہ کے کنارے بیٹھ کر ہنسی خوشی سے باتیں کرنے لگے اُس وقت سرگوئین نے کہا کہ مجھے اُس بڈھے درندہ نے جو کہیں بھاگ گئے بڑا دھوکہ دیا - اتنے ہی میں سرگوئین کا رہبر بھی آگیا - اور وہ صلیبی سورما کو پہچان کر آداب بجالایا - اور کہنے لگا کہ " آپ ہمیشہ خوش و خرم اور خوش اقبال رہیں - آپ نے بڑا کام کیا - آپ کا نام آسمان پر لکھا گیا - اور آپ مقدسوں میں شمار کئے گئے - مگر ہم لوگوں کی کامیابی کے کرنے میں جب ہیں آپ تمام دشمنوں اور عزت حاصل

کر چکے ہیں اب مصروف ہونے والے ہیں - خدا اب سرگوئین کو بھی وہی عزت و اقبال عطا کرے"۔

صلیبی سورما نے "اے رہبر تو میری تعریف نہ کر - بلکہ خدا کی - جو قدرت و طاقت والا ہے - اور جس نے اپنی طاقت میرے بازو میں بھر دی ہے - میں نے جو کچھ کیا وہ تھا بھی ایسا ہی کام جسے مجھے ضرور کرنا چاہیئے تھا - اب خداوند سرگوئین کو اُنکے ارادہ میں کامیاب کرے - اور وہ دن جلد لائے کہ ہمیں اُن کی فتح کی خوشی منانے کا موقع مل سکے"۔

اسکے بعد دونوں سورما ایک دوسرے سے خوشی کے ساتھ رخصت ہوئے - سرگوئین آگے کو روانہ ہوا - اُسکا رہبر اُسکے آگے آگے تھا - جو اُسے سارے خطروں سے بچاتا جاتا تھا۔

سورما اور ایک خاتون کا قصہ

سرگوئین سفر کرتا اور لڑائیاں جیتتا ہوا اور عزت و اقبال میں ترقی کرتا ہوا بہت دور نکل گیا - مگر اُسکی زندگی کا خاص واقعہ یہ تھا کہ ایک دن جب وہ ایک جنگل میں ہوکر گزر رہا تھا تو اُس نے کسی عورت کو یہ کہہ کر روتے سنا کہ " اگر مجھے میری مصیبت کا بدلہ نہیں مل سکتا تو کوئی شے مجھے مرنے سے بھی نہیں روک سکتی اس لئے اے پیاری اور مصیبت سے آزاد کرنے والی موت جلد آ - اور مجھے اس دُکھ بھری دُنیا سے لے چل - اے میرے بچے تو نے اپنے باپ کا زوال تو دیکھ ہی لیا - مگر تو خوش رہے اور خوش نصیب ہو کر - اور اپنے بدقسمت والدین کے مقابلہ میں تو زیادہ خوش ہو کر جیئے - تو اس بات کا گواہ رہنا کہ تیری ماں کسی اپنے قصور کے باعث جان نہیں دیتی"۔

یہ درد انگیز نالہ سُنکر سرگوئین جنگل میں جہاں سے

آہ وزاری کی آواز آرہی تھی در آیا۔ اور دیکھا کہ ایک حسین عورت گود میں ایک بچے کو لئے ہوئے زمین پر تڑپ تڑپ کر جان دے رہی ہے اور ایک سورما کی نعش اُسکے برابر پڑی ہوئی ہے۔ سرگوئین نے اُس جاں بلب کو زندہ کرنے کے لئے کوشش کی۔ مگر اُس نے کہا کہ تم اب مجھے مرہی جانے دو۔ کیونکہ میرے دل پر اس قدر صدمہ اور قلق ہے کہ میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ بلکہ میرا مرنا ہی بہتر ہے۔ میں نے بار قلق کے باعث جسے میں برداشت نہیں کرسکتی اپنی جان دینے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے ؀

سرگوئین ”اے خاتون میری نیت یہ ہے کہ میں تمہیں تسلی دوں اور تمہاری مصیبت میں تمہارے کام آؤں۔ ذرا مجھے اپنی مصیبت کا حال تو سُنا دو“

خاتون ”اچھا تو سُنو۔ یہ سورما جسکی نعش تم دیکھتے ہو میرا خاوند سرمورڈینٹ ہے۔ وہ نہایت شریف طبیعت اور بہادر سورما تھا۔ ایک دن وہ سورماؤں کے دستور کے مطابق کسی کار نمایاں کے لئے گھر سے نکلا۔ اور اُس جگہ پہنچا جہاں اکراسیہ جادوگرنی رہتی ہے اور جس نے سیکڑوں سورماؤں کو تباہ و ہلاک کرڈالا ہے۔ اُس کا مسکن ایک متحرک جزیرہ میں ہے۔ اگر تم کبھی وہاں پہنچو تو اُسکے اندر نہ جانا۔ اُس جزیرہ کا نام ”مسکن برکت“ مشہور ہے۔ اکراسیہ کی زندگی کا ایک مدعا محض عشرت ہے وہ سوائے کھانے پینے اور عیش و عشرت کے اور کسی بات کو اچھا نہیں سمجھتی۔ جب میرا خاوند واپس نہ آیا تو میں اُسکی تلاش میں نکلی۔ اور میں نے اُسے اکراسیہ کے دام فریب میں مبتلا پایا۔ مگر میں نے مدت کی کوشش میں اُسے وہاں سے نکل کر گھر واپس آنے کی ترغیب دلائی۔ مگر اُس جادوگرنی نے ناخوش ہوکر زہر کا پیالہ اُسکے نذر کیا جسے وہ بخوشی پی گیا اور مرگیا اور میں اس بات کو دیکھ کر ـــــ“ ؀

ان کلمات پر پہنچ کر اُس خاتون کی زبان بند ہوگئی اور وہ لیٹ کر جاں بحق تسلیم کرگئی۔ سرگوئین کو یہ دیکھکر بیحد رنج و غم ہوا۔ اور اُس نے اپنے رہبر سے کہا کہ ”دیکھو زیادہ عیش و عشرت کا انجام اسقدر بُرا ہوتا ہے اور کمزوروں کا انجام اس عورت کا سا“ پھر دونوں نے مل کر اُسی جگہ اُن دونوں میاں بیوی کو دفن کردیا۔ اور شیر خوار بچے کو ہمراہ لیا اور سرگوئین نے عہد کیا کہ وہ اس معصوم کے والدین کا بدلہ لے کر دم لیگا ؀

تین بہنیں

سرگوئین نے بچے کو ہمراہ لیکر اُس جزیرہ کا رخ کیا۔ اور چلا چل ایک مشہور قلعہ پر پہنچ گئے۔ جس میں تین بہنیں رہتی تھیں۔ اُن میں سے ایک کی خصلت دوسری سے نہیں ملتی تھی۔ بڑی اور چھوٹی بہنیں آپس میں لڑا جھگڑا کرتی رہتی تھیں۔ بڑی جس کا نام الیشہ تھا نہایت بدمزاج اور سخت دل تھی۔ اور ہمیشہ ناخوش رہتی اداس رہتی اور کسی تفریح یا عشرت سے خوش نہیں ہوتی تھی۔ اُسے ہنسانے کی کوشش کرنا بے سود تھی۔ کیونکہ وہ ہر وقت ناک بھوں چڑھائے۔ مُنہ پھلائے رہتی اور [illegible] کو سخت و سُست کہنے کی عادی تھی ؀

چھوٹی بہن جس کا نام پیریسہ تھا عیش و عشرت کی بڑی دلدادہ تھی۔ اور عیش پسندی اور سفلی مذاق میں اس قدر دل لگائے رہتی تھی کہ اُسے نیک و بد کی تمیز ہی نہ تھی۔ وہ اپنا سارا وقت کھانے پینے اور سنگار کرنے اور کپڑے بدلنے میں صرف کرتی تھی ؀

منجھلی بہن میدینہ اعتدال پسند تھی۔ وہ بڑی خوبصورت دلفریب اور خوشخو۔ سمجھدار اور ہوشیار تھی۔ وہ بیش قیمت اور عمدہ کپڑے پہنتی تھی۔ جب اُس نے سرگوئین کو قلعہ کی طرف آتے دیکھا تو دروازہ تک اُسکے استقبال کے لئے گئی۔ اور اُسے بڑی عزت کے ساتھ اندر لے گئی۔ لیکن اُسکی دونوں بہنیں سرگوئین کی آمد کی خبر سن کر بیحد ناخوش ہوئیں۔ اسکے ذرا ہی دیر بعد دو اور سورما آ گئے۔ وہ اُن کو دیکھکر بھی ناخوش ہوئیں۔ بڑی بہن کی دوستی ہوڈبراس سے تھی۔ وہ قوی ہیکل۔ شہ زور۔ مگر کم سمجھ۔ وحشی اور کند طبیعت کا آدمی تھا۔ اور چھوٹی بہن کا دوست ایک سورما تھا جو بڑا بدمعاش تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے شاہزادی آئنا کو بہت ستایا تھا۔ وہ بڑا بے ضبط اور واہیات شخص تھا۔ اُسے کسی کو نقصان پہنچانے پر کسی قسم کا افسوس نہیں ہوتا تھا۔ دونوں بہنوں کے دوست آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ مگر جوں ہی کہ اُنکو ایک تیسرے سورما کی آمد کا حال معلوم ہوا تو دونوں مل کر اُس سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ کیونکہ جب اُن دونوں میں آپس میں جھگڑا ہوا تھا تو سرگوئین بیچ بچاؤ کرنے کے لئے گیا۔ اس پر وہ دونوں اُس بیچارے پر دوڑ پڑے۔ اُن کی دوست خواتین اُن کو کھڑی ہوئی اُکساتی رہیں۔ مگر میدینہ دوڑ کر بیچ بچاؤ کرنے لگی۔ اُسکے کلمات نے سورماؤں کا غصہ دھیما کر دیا اور اُنھوں نے ہتیار ڈال کر آپس میں صلح کر لی اور دوست دوست ہوگئے ۔

پھر میدینہ نے اُن سبھوں کو دعوت میں بلایا جو اُس نے سرگوئین کی آمد کی خوشی میں دی تھی۔ اُسکی دونوں بہنیں بادل ناخواستہ آئیں۔ مگر اُن کے دل میں بغض و حسد گھر کئے ہوئے تھے۔ اگرچہ چھوٹی نے دعوت کھائی اور ہنستی بولتی رہی لیکن بڑی نے کوئی چیز چکھی تک نہیں ۔

دعوت کے بعد میدینہ نے سرگوئین سے التجا کی وہ اُن کارہائے نمایاں کا ذکر کرے جو اُس نے انجام دئے ہیں اور نیز یہ بھی کہ اب وہ کس مہم کے سر کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ چنانچہ سرگوئین نے اُنکے روبرو ملکہ گلوریانہ کے دربار کے حالات اور اپنا وہاں کا تعلق بتایا اور کہا کہ میں نے اُس سے وعدہ کیا ہے کہ میں دنیا میں سے بُری باتوں کے مٹانے کے لئے عمر بھر کوشش کرونگا۔ اُس نے اپنے بہت سے جانجوکھوں کے کاموں کا ذکر کرنے کے بعد اُس بچے کے ماں باپ کا بھی ذکر کیا جن کی طرف سے وہ جادوگرنی سے بدلہ لینے کے لئے جا رہا تھا۔ چونکہ اُس وقت رات زیادہ گزر گئی تھی۔ اس لئے سب لوگ آرام کرنے کی غرض سے خواب راحت میں مصروف ہوگئے۔

صبح اُٹھکر سرگوئین نے سفر کی تیاری کی۔ بچے کو میدینہ کے سپرد کیا اور خود مع رہبر کے پیادہ پا چل دیا۔ کیونکہ اُسکا گھوڑا چوری ہو گیا تھا۔ وہ گھوڑا اُس جنگل کے باہر چھوڑ گیا تھا جہاں اُس نے خاتون آماویہ کو روتے ہوئے سنا تھا۔ پس گھوڑے کو ایک بدمعاش براگوڈوخیو لیکر چلتا بنا۔ یہ ایک شیخی باز اور دکھاوے کا آدمی تھا۔ اُس نے فن حرب کی تعلیم نہیں پائی تھی۔ اُسے گھوڑا پاکر بڑی خوشی ہوئی۔ اور اُس کا غرور اور بڑھ گیا۔ وہ سوار ہو کر ایک جگہ پہنچا جہاں فریب پنہاں تھا۔ اُس نے اُسے دھوکا کر اپنا غلام بنا لیا۔ فریب تھوڑے ہی عرصہ میں تاڑ گیا کہ اُسکا آقا بالکل احمق ہے ۔

جب براگوڈوخیو اور اُسکا غلام آرشیمیگو کو ملے تو اُنہوں نے صلیبی سورما اور سرگوئین کا بدلہ اُس سے لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اُس نے اُسکے پاس جاکر کہا کہ کیا تم کسی سے لڑنا چاہتے ہو۔ براگوڈوخیو نے غصے سے کہا کہ میں تجھے قتل کر سکتا ہوں۔ جادوگر نے کہا کہ تیرے پاس تلوار تو ہے ہی نہیں قتل کیا کریگا اُس نے جواب دیا کہ سورما کو تلوار کی ضرورت نہیں۔ ایک مرتبہ

سفرنامۂ ہونگ شیانگ

بنارس اور مگدھ کا سفر

اس خانقاہ سے کوئی سو قدم کے فاصلے پر ایک بڑا شگاف ہے۔ اُس میں دیودت جس نے بُدھ کو زہر دیکر ہلاک کرنا چاہا تھا زندہ سما گیا۔ شگاف کے پاس ہی ایک غار ہے۔ اُس میں بھکشو کوکالی جس نے بُدھ کی ہتک کی تھی زندہ سما گیا۔ اس خندق سے ۸۰۰ قدم کے فاصلے پر ہی وہ جگہ ہے جس میں برہمن ذات کی عورت چانسچہ سما گئی تھی۔ کیونکہ اُس نے بھی بُدھ کی ہتک کی تھی۔ ان غاروں کی تلی نظر نہیں آتی ✦

اس خانقاہ کے مشرق میں ایک راہب خانہ ہے جس میں بُدھ کی ایک مورت رکھی ہوئی ہے۔ اس جگہ بُدھ نے بے دینوں کو مباحثہ کے ذریعے قائل کیا تھا۔ پایہ تخت کے شمال و مغرب میں ایک پُرانے شہر کے کھنڈرات ہیں۔ اس شہر میں کاسیاپ بدھ کا باپ رہتا تھا اور اُس زمانہ میں جبکہ کاسیاپ زندہ تھا اور لوگوں کی عمریں ۲۰ ہزار سال کی ہوتی تھیں۔ اس شہر کے جنوب میں ایک مینار ہے جس میں کاسیاپ بُدھ کے جسم کے حصے بطور یادگار رکھے ہوئے ہیں۔ اس مینار کو راجہ اشوک نے بنوایا تھا ✦

اس شہر سے روانہ ہو کر اور کئی سو میل کا سفر طے کرنے کے بعد کپل وستو کا ملک آتا ہے۔ جو اب ویران پڑا ہوا ہے۔ مگر پایہ تخت اب بھی بہت دولتمند اور پُر رونق ہے۔ شہر کے اندر راجہ سودھوددھن کے وقت کی بہت سی یادگاریں پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک بادشاہ کی مورت بھی ہے۔ اس شہر کے شمال میں چند قدیم بنیادیں ہیں۔ جو رانی مایا کی خواب گاہ سے متعلق ہیں۔ اُنکے پاس ہی ایک مکان میں رانی کی مورت رکھی ہوئی ہے۔ اس مکان کے پاس ہی ساکیا بدھ ستوا بطور روح کے نازل ہو کر اپنی ماں کے پیٹ میں داخل ہوا تھا۔ اب اس مقام پر اس بدھ ستوا کی ایک مورت رکھی ہوئی ہے۔ اس مقام کے شمال مغرب میں وہ خانقاہ ہے جہاں رشی آستیہ نے اس بدھ ستوا کا جنم پتر تیار کیا تھا۔ شہر کے دونوں جانب وہ محل ہیں جن میں بدھ ستوا ورزشی کرتب سیکھا کرتا تھا۔ اُس سے آگے بڑھکر وہ محل ہیں جہاں سے بدھ ستوا نے جبکہ وہ دُنیا کو تیاگ کر چل دیا تھا اپنا گھوڑا اور رتھ وغیرہ واپس کئے تھے ✦

اسکے بعد کئی سو میل کے فاصلے پر شہر رام گرم آتا ہے جو بہت کم آباد ہے۔ اسکے پاس ہی ایک مینار ہے جب تاتھاگاٹہ نروان میں داخل ہو گیا تو اس ملک کا بادشاہ اُسکی بہت سی چیزیں لیکر آیا اور اُس نے یہ مینار بنا کر اُن چیزوں سے مزین کی۔ مینار میں ہر وقت نورانی شعاعیں نکلتی رہتی ہیں ✦

اس مینار کے پاس ہی ایک ناگ تالاب ہے اُس میں سے ایک ناگ نکلتا ہے اور صورتیں بدلتا ہے بعض وقت انسان بن جاتا ہے۔ اور اس شکل میں آکر وہ مینار کے گرد چکر لگاتا ہے۔ اس مینار کے گرد صحرائی ہاتھی بھی آکر طواف کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات سونڈ میں پھول دبا کر لے جاتے اور مینار پر چڑھاتے ہیں۔ اور

اسی طرح سونڈ میں پانی بھی بھر کر لاتے اور مینار پر چڑھاتے ہیں*
ایک مرتبہ ایک بھکشو نے اس مقام پر لوگوں کو مذہبی رسوم کی ترغیب دلانے کے لئے ایک وعظ میں بیان کیا تھا کہ جنگلی حیوانات تک تو مذہبی رسوم ادا کر کے بدھ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ انسان جو بدھ مذہب کے پیرو ہیں وہ اس جگہ کوئی مذہبی رسم ادا نہیں کرتے۔ یہ بھکشو اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر اس جگہ رہ گیا۔ اور اُس نے وہاں ایک مکان بنایا اور زمین کو صاف کر کے باغ لگوایا۔ لوگوں نے یہ بات معلوم کر کے اُسے بہت کچھ روپیہ دیا۔ جس سے اُس نے ایک خانقاہ بنوائی۔ اور راہب مقرر کئے*

یہاں سے آگے بڑھکر کئی سو میل کے فاصلے پر ایک اور مینار اور خانقاہ آتی ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ اس مقام پر پہنچ کر بدھ ستو اسنے اپنا زیور اور کپڑے وغیرہ اُتار دئے اور چنداکا کو دیدئے۔ اور جہاں اُس نے اپنے بال ترشوائے تھے وہاں ایک مینار بطور یادگار کے بنوائی گئی۔ اس جنگل سے روانہ ہو کر بدھ ملک کاشی نگر میں پہنچا۔ اب یہ ملک ویران ہے۔ لیکن اُس کے پایہ تخت میں راجہ اشوک کی بنوائی ہوئی ایک مینار ہے۔ اس مینار کے پاس ایک کنواں ہے جو مینار کی تعمیر کے وقت پانی کے لئے کھدوایا گیا تھا۔ اُس کا پانی نہایت صاف سرد اور شیریں ہے۔ چند میل کے فاصلے پر دریا اجتیوا آتا ہے جسکے پاس ہی درختوں کا ایک کنج ہے۔ جسکے سارے درخت ایک برابر بلند ہیں۔ اس کنج ہی میں بدھ فوت ہوا تھا*

اس کنج کے پاس ہی ایک عمارت میں بدھ کے نروان میں داخل ہونے کے وقت کی مورت رکھی ہوئی ہے۔ مورت کا سر شمال کی طرف ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سو رہی ہے۔ عمارت کے نزدیک ہی ایک دو سو فیٹ بلند مینار ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا اور پاس ہی ایک ستون پر بدھ کے نروان میں داخل ہونے کی کیفیت نقش ہے*

بدھ اس دنیا میں ۸۰ برس زندہ رہا۔ اُسکی تاریخ وفات یا نروان کے متعلق اُسکے معتقدوں میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ کیونکہ ایک فریق تو تاریخ وفات پندرہ بیساکھ قرار دیتا ہے اور دوسرا پندرہ کاتک۔ بقول بعض اشخاص کے نروان کی تاریخ کو ۱۲ سو سال گزر چکے ہیں۔ اور بقول بعض کے ۱۵ سو سال۔ اور بعض صرف نو سو سال قرار دیتے ہیں*

اس مقام کے پاس ہی چند مینار یں ہیں جو اُس جگہ پر بنائی گئی ہیں۔ جہاں بیٹھ کر اور زریں کفن پہن کر بدھ نے اپنی ماں کو وعظ سنایا تھا۔ اور آنند سے سوال کئے تھے۔ اور اپنے پاؤں کاشیپ کو دکھلائے تھے۔ اور جہاں آٹھ راجاؤں نے اُسکی ہڈیاں بطور تبرک کے تقسیم کی تھیں*

اس مقام سے روانہ ہو کر ایک جنگل آتا ہے جسکے بعد شہر بنارس پڑتا ہے۔ اُسکی مغربی جانب دریائے گنگا ہے۔ یہ بارونق اور بڑا شہر ہے۔ اس شہر میں بتیس مناریں ہیں اور ۲۰ ہزار پوجاری ہیں جو بدھ مذہب کی خدمت کرتے اور رسوم ادا کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اس شہر سے آگے ایک بڑی خانقاہ ہے جسکی بلند میناریں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ اُس میں ۱۵ سو پوجاری رہتے ہیں*

اس خانقاہ کے اندر ایک کمرے میں بدھ کی مورت ہے۔ جو پیتل کی ہے۔ اور وہ قد و قامت میں بدھ کے مشابہ ہے۔ مورت مذہبی قانون کو گھماتی رہتی ہے جو ایک چرخی کے اوپر لپٹا ہوا ہے۔ ایک خانقاہ کے پاس

ہی ایک مینار ہے جسے راجہ اشوک نے اُس مقام پر تعمیر کرایا تھا جہاں بدھ نے پہلی بار لوگوں کو وعظ سنایا تھا۔ اور مغرب کی جانب ایک اور مینار ہے جہاں بدھ قدیم زمانہ میں پرتیک بدھ سنوا کی حیثیت میں پیدا ہوا تھا

اسکے پاس ہی وہ جگہ ہے جہاں قدیم زمانہ میں چاروں بدھ آئے تھے۔ وہاں ایک مینار ۸۰ فیٹ بلند بنی ہوئی ہے۔ اُس مینار کی سطح پر چاروں بدھوں کی شبیہ نقش ہے۔ اُسکے نزدیک ہی ایک تالاب ہے جس میں ناتھ گاڑ غسل کیا کرتا تھا۔ اب اس تالاب کی حفاظت ناگ کرتے ہیں تاکہ کوئی اُسکا پانی گندہ نہ کرسکے ۔

تالاب کے پاس ہی ایک خانقاہ اور مینار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دونوں اُس مقام پر تعمیر کرائی گئی ہیں جہاں کہ بدھ سنوا ایک ہاتھی کی شکل میں جسکے چھ دانت تھے ابتدائی زندگی بسر کرتا تھا۔ ایک دن ایک شکاری اُسے ہلاک کرنے کی غرض سے آیا۔ مگر ہاتھی نے اپنے دانت نذر کرکے جان بچالی۔ اس کے پاس وہ جگہ بھی ہے جہاں بدھ نے ایک پرند کی شکل میں جنم لیا تھا اور ایک بندر اور ایک سفید ہاتھی سے عہد کیا تھا۔ اُسکے نزدیک ہی وہ جگہ ہے جہاں بدھ ہرن کی شکل میں پیدا ہوا تھا۔ اور جہاں اُس نے پانچ آدمیوں کو اپنا معتقد بنایا تھا ۔

اس مقام سے دریائے گنگا کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے اور بہت سا فاصلہ طے کرنے کے بعد شہر غازی پور آتا ہے جہاں سے شمال و مغرب کی طرف چل کر اور دریائے گنگا کو عبور کرکے ملک ویسالی میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ سرسبز ملک ہے۔ مگر آباد کم ہے۔ شہر کے پاس ہی ایک خانقاہ ہے۔ جو اُس جگہ پر تعمیر کرائی گئی ہے جہاں بدھ سنوا نے ومال کرتی شاستر لوگوں

کو سنایا تھا۔ اور اُس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر وہ جگہ ہے جہاں ومال کرتی نے مذہبی باتوں کی تعلیم دی تھی۔ اس جگہ کے قریب ہی وہ مکان ہے جس میں رشی رتناگر اور دیوی امراورک رہتے تھے ۔

اسکے تھوڑے ہی فاصلہ پر شمال کی طرف وہ جگہ ہے جہاں بدھ نروان میں داخل ہونے سے پیشتر گیا تھا۔ اُس وقت اُسکے ہمراہ بہت سے لوگ تھے۔ اور اُس سے آگے وہ باغ ہے جو دیوی امرارکدنے بدھ کو خیرات میں دیا تھا۔ اور اُس سے آگے وہ مقام ہے جہاں مایا راجہ کے کہنے کے مطابق بدھ نے نروان میں داخل ہونا قبول کیا تھا ۔

اسکے بعد ایک مسافت طے کرنے پر ملک مگدھ آتا ہے۔ جہاں کے لوگ ذی علم اور نیک اور راستباز ہوتے ہیں۔ اُس میں ۵۰ خانقاہیں ہیں۔ اور دس ہزار پوجاری جو بدھ مذہب کے پیرو ہیں۔ دریائے گنگا کے جنوب میں اس ملک میں ایک قدیم شہر تھا جسکے کھنڈرات اب تک باقی ہیں۔ اُس کا نام قاسم پورہ تھا۔ مگر بعد میں پٹالی پتر ہوگیا۔ بدھ کے نروان حاصل کرنے کے ایک سو سال بعد راجہ اشوک ہوا ہے۔ اُس نے اپنا پایہ تخت راجگرسے بدل کر پٹالی پتر میں قائم کیا تھا۔ مگر اب تو شہر ویران ہے۔ شہر کی چار دیواریاں اور کھنڈر اور سندر باقی رہ گئے ہیں۔ اس شہر کے شمال میں ایک اور شہر ہے جس میں ایک ہزار مکان ہیں۔ اور شہر کے قریب ہی وہ قیدخانہ یا عذاب خانہ ہے جسے راجہ اشوک نے مجرموں کی سزا کے لئے بنوایا تھا۔ اس شہر میں بدھ سات دن رہا اور متبرک مقامات کی زیارت کرتا رہا۔ اسکے جنوب ہی میں ایک راہب خانہ ہے۔ وہ ۸۴۰۰۰ راہب خانوں میں سے جنہیں

راجہ اشوک نے بنوایا تھا ایک ہے۔ اس راہب خانہ میں وہ پتھر بھی ہے جس پر تاتھاگاتہ نے قدم رنجہ فرمایا۔ اس پر اُسکے قدم کا نقش موجود ہے جو ایک فٹ اٹھ ۸ انچ لمبا اور ۶ انچ چوڑا ہے۔ اس پتھر پر بدھ نے اُس وقت قدم رنجہ فرمایا تھا جبکہ وہ ویسالی سے روانہ ہو کر نروان میں داخل ہی ہونے کو تھا۔ اس وقت اس نے انند سے یہ کہا تھا کہ یہ آخری موقع ہے کہ میں وجراسن اور راجگراور اُسکے باشندوں کو دیکھتا ہوں ٭

راہب خانہ یا خانقاہ کے جنوب میں ایک ستون ہے جو تیس فیٹ بلند ہوگا۔ اس پر راجہ اشوک کے جمبدیو [illegible] جشن خیراتی کا حال نقش ہے۔ جس میں اُس نے بہت کچھ دان کیا تھا اس شہر کے جنوب و مشرق میں وہ شہر ہے [illegible] رام دیپ کہتے ہیں۔ اور جسے اشوک نے بنایا تھا [illegible] ایک ہزار پوجاری رہتے تھے۔ اور اُن کو راجہ کی طرف [illegible] کے لئے نذرانہ دیا جاتا تھا۔ ہونگ شیانگ نے سب مقامات کی زیارت کی ٭

یہاں سے آگے جاکر ہونگ شیانگ تلاڈک کی خانقاہ پر پہنچا۔ جہاں بدھ مذہب کے قوانین اور کتابیں اور پوجاری [illegible] ہے۔ پوجاریوں نے اُسکا خیر مقدم کیا۔ اس سے آگے [illegible] بدھ درخت ملتا ہے۔ جو ایک پختہ دیوار میں [illegible] اس مقام پر بہت سی مقدس زیارت گاہیں بنی ہوئی ہیں [illegible] ہے کہ ایک تخت رکھا ہوا ہے جو [illegible] کلپ میں بنایا گیا تھا۔ اُسکے بیچوں بیچ [illegible] ایک [illegible] ہر وقت چکر کھاتا رہتا ہے۔ جو شخص [illegible] اور عقل کامل کو اور گیان کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس تخت پر بیٹھتا ہے۔ اسی لئے اُسکا نام بدھ مند ہے۔ لوگوں کا یقین ہے کہ اگرچہ دُنیا کے پرخچے اُڑ جائیں۔

لیکن یہ تخت جنبش نہیں کریگا ٭

بدھ کے نروان حاصل کرنے کے بعد بہت سے راجے مہاراجے بدھ ستوا کی اُن مورتوں کی مدد سے جو اس مقام پر ہیں چاروں حدود کا یقین کرتے رہے۔ بدھ مذہب کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب یہ مورتیں غائب ہو جائینگی تو بدھ کی تعلیم اور اُسکے مذہب کے قوانین اور کتابیں بھی ضائع ہو جائینگی۔ اُن مورتوں سے جنوبی مورت تو زمین کے اندر سینے تک گھس گئی ہے ٭

اس ہی مقام پر پیپل کا وہ درخت ہے جسکے نیچے بدھ نے آرام کیا تھا۔ بدھ کے زمانہ میں اس درخت کی بلندی ۰۰ فیٹ تھی۔ مگر شریر اور بدرویہ بادشاہوں نے اُسے کاٹتے کاٹتے کم کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اب اُسکی بلندی صرف ۵۰ فیٹ رہ گئی ہے۔ چونکہ بدھ نے اُسکے سایہ تلے بیٹھکر کامل گیان حاصل کیا تھا اس لئے اُس درخت کا نام بدھی درخت پڑ گیا ہے اُسکی چھال زردی مائل سفید رنگ کی ہے۔ اور پتے سبز مگر چمکدار ہیں۔ اُسکے پتے موسم خزاں میں بھی نہیں جھڑتے۔ مگر جس روز کہ بدھ نے نروان حاصل کیا تھا سب یک لخت گر پڑتے ہیں اور دوسرے ہی دن نئے پتے نکل آتے ہیں۔ اُس روز مختلف ملکوں کے بادشاہ۔ وزیر۔ فضلا۔ اور حاکم جمع ہوتے اور درخت کا پت جھڑ [illegible] کرتے ہیں۔ اور اُسکی جڑوں میں دودھ دیتے اور روشنی کرتے ہیں۔ اُس پر پھول برساتے ہیں۔ اور جشن منانے اور [illegible] پتوں کو لیکر چلے جاتے ہیں ٭

ہونگ شیانگ نے اس مقام پر نو دن قیام کیا اور دسویں دن [illegible] کے مندر کی زیارت کے لئے گیا۔ اس مندر کے پوجاریوں نے چار منتخب اور نہایت مشہور اور قابل پوجاریوں کو اُسکے استقبال کے لئے مامور کیا۔ اس جگہ وہ مکان ہے جس میں بدھ مذہب [illegible] دور عالم سو د قلیا [illegible] ہوا تھا ٭

اس مقام پر اور بہت سے پوجاریوں نے اُسکا استقبال کیا اور خوشی

تاریخ ایران

خاندان کیانیان (۳)

جب لہراسپ تخت نشین ہوا تو اوّل اوّل اُس کی بہت مخالفت کی گئی۔ لیکن اُس کے اوصاف حمیدہ۔ اُس کے جاری کردہ قوانین۔ اُس کا فوجی انتظام اور اُس کا سلوک اس قسم کا رہا کہ اُس نے ملک کو مٹھی میں کرلیا۔ اُس نے فرمانروایان تاتار اور چین کو اپنا مطیع کرلیا اور سپہ سالار گودرز کو جو بخت نصر کے نام سے مشہور ہے اور عراق کا حاکم تھا ایرانی سلطنت کو مغرب کی طرف وسعت دینے کے لئے مامور کیا۔ چنانچہ بخت نصر نے چڑھائی کرکے یروشلم پر قبضہ کرلیا اور اُسے خوب لوٹا۔ بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سے لوگوں کو غلام بنا کر لے گیا ۔

لہراسپ نے کیکاؤس کی اولاد کے ساتھ اسقدر مہربانی کا برتاؤ کیا کہ اس سے اُس کا بیٹا گشتاسپ ناراض ہوگیا۔ یہاں تک کہ اُس نے ایک سازش کے ذریعے باپ کو تخت سے اُتار دینا چاہا۔ مگر ناکامیاب کر مغرب کی طرف غالباً مملکت روم میں بھاگ گیا اور جب وہ شاہی شہر میں پہنچا تو شاہ روم کی لڑکی خاتون نے اُسے اپنا خاوند بنالیا۔ بادشاہ اپنی بیٹی سے اس لئے ناخوش ہوا کہ اُس نے ایک اجنبی کو اپنا شوہر منتخب کیا۔ لیکن رسم کے مطابق وہ اُسے اس سے زیادہ سزا نہ دے سکا کہ اُس نے اُسے مع اُس کے خاوند کے ملک بدر کردیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کردیا کہ میں اپنی ایک بیٹی کی شادی اُس شخص کے ساتھ کرونگا جو شیر کو ہلاک کرے گا اور ایک کی اُسکے ساتھ جو اژدہے کو۔ دو شاہزادے جو ان دونوں شاہزادیوں کے عاشق تھے اُن میں شیر اور اژدہے سے مقابلہ کرنے کی جرأت ہی نہ تھی اس لئے اُنہوں نے گشتاسپ سے درخواست کی جس نے دونوں درندوں کو ہلاک کیا۔ خواستگار شہزادوں نے درندوں کی ہلاکت اپنا فعل مشہور کیا اور اپنی آرام جانوں کے ساتھ شادی کرنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد شاہ روم کو اصل حقیقت معلوم ہوگئی پس اُس نے گشتاسپ کو بلاکر اسے اپنی فوج کا سپہ سالار بنادیا ۔

گشتاسپ شاہ روم کی طرف سے ایرانی فوج کا جو گودرز کی زیر کمان چڑھی چلی آتی تھی مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب لہراسپ کے کان تک یہ خبر پہنچی تو اُس نے اپنی سپاہ کی کمان اپنے دوسرے بیٹے کو سپرد کردی اور تاج بھی اُسکے سر پر رکھ دیا اور یہ کہہ کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا کہ جب گشتاسپ تیرے سامنے آئے تو تو تاج اُسکے سر پر رکھ دینا۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔ اُس وقت گشتاسپ نے اپنے سسر کو بلوایا اور دونوں سلطنتوں میں صلح کرادی ۔ اور خود مع اپنی بیگم خاتون کے ایران چلا گیا۔ جہاں اُس نے سلطنت اپنے ہاتھوں میں لے لی ۔

ایران کی سلطنت میں آتش پرستی کا رواج اسی گشتاسپ کے عہد حکومت میں ہوا۔ جس کی کوشش سے زرتشت

کا جاری کردہ مذہب کل ایران کا مذہب ہوگیا۔ لیکن زینت التاریخ میں یوں لکھا ہوا ہے کہ گشتاسپ کے بیٹے اسفندیار نے ایران میں سب سے پہلے زرتشت کا مذہب قبول کیا اور باپ کو بھی ترغیب دیکر اُسکا مرغوب بنالیا۔ شاہ ایران نے بارہ ہزار گایوں کا چمڑا رنگوا کر اُس پر زرتشت کے مذہبی احکام لکھوائے اور ایک میناریں رکھوادئے۔ اُس نے امام مقرر کئے۔ ایران کے شاہی خاندان کے تبدیل مذہب کرنے سے ارجاسپ شاہ تاتار سے جنگ چھڑ گئی۔ ارجاسپ نے گشتاسپ کو لکھا کہ اگر وہ نئے مذہب سے دست بردار نہ ہوگا تو اُس کے ملک پر چڑھائی کی جائیگی۔ مگر شاہ ایران نے اس بات کو قبول نہ کیا اور جنگ چھڑ گئی ×

سب سے پہلا معرکہ ایرانی اور تاتاری سپاہ کا سرزمین ایران میں ہوا جس میں گشتاسپ کا چھوٹا بھائی ارجاسپ کے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا مگر یہ فتحمند شہزادہ بھی میدان جنگ سے سلامت نہ جاسکا کیونکہ اُسے اسفندیار نے تہ تیغ کردیا۔ اس جنگ میں شاہ تاتار کو شکست ہوئی ×

اس جنگ کے کچھ ہی عرصہ بعد اسفندیار اپنے باپ کے درباریوں کی سازش سے تنگ آکر باغی ہوگیا۔ لیکن بہت جلد اطاعت قبول کرکے قید کردیا گیا۔ جونہی اس بات کی خبر شاہ تاتار کو ملی اُس نے فوج کشی کرکے شاہ گشتاسپ کو شکست فاش دی اور اُس کی بیٹی روئسندہ کو قید کرکے لے گیا۔ اس پر شاہ ایران نے اپنے محبوس بیٹے اسفندیار کو رہا کردیا۔ اور اس شرط پر اُسے تاج بھی دیدیا کہ وہ اپنی بہن کو رہائی دلائے ×

اسفندیار نے اس شرط کو قبول کرلیا اور ایک لشکر جرّار لیکر ارجاسپ کے ملک پر چڑھ گیا اور اُسے شکست دیکر اُس کے پایہ تخت تک تعاقب میں چلا گیا۔ میدان جنگ سے پایہ تخت تاتار تک تین راستے جاتے ہیں جن میں سے ایک چار ماہ کا راستہ ہے دوسرا دو ماہ کا اور تیسرا صرف ایک ہفتہ کا مگر یہ آخری راستہ نہایت دشوار گزار تھا۔ اور ایک جنگل میں ہوکر جس میں خونخوار درندے اور افعی سانپ بکثرت پائے جاتے تھے۔ لیکن اسفندیار اسی راستہ سے گیا۔ اُس نے اپنے ہمراہ صرف ۶۰ جانباز اور چیدہ بہادروں کو لیا اور ایک سردار پشتنگ کی نگرانی میں رخت جنگ دو ماہ کے راستہ سے روانہ کیا۔ اور اُسے یہ فہمائش کردی کہ جب وہ تاتاری پایہ تخت کے پاس پہنچے تو ایک شعلہ کے انتظار میں رہے جسے دیکھتے ہی وہ دھاوا بول دے ×

اسفندیار اور اُسکے ساٹھوں ہمراہی سوداگروں کے بھیس میں رہے وہ اپنے ساتھ بہت سا سامان تجارت لے گئے تھے۔ پایہ تخت کے نزدیک پہنچکر اُس نے مشہور کردیا کہ ایک بڑا بھاری تاجر آیا ہے وہ گشتاسپ کا مظلوم ہے یہ خبر سنتے ہی ارجاسپ نے اُسے مع سامان تجارت کے اپنے دربار میں بلایا۔ اسفندیار نے حاضر ہوکر کچھ بیش قیمت جواہر ارجاسپ کے نذر کئے اور اُسے بیحد خوش کردیا۔ جب ایرانی فوج پایہ تخت کے قریب پہنچ گئی تو اسفندیار نے ایک شعلہ بلند کردیا جسے دیکھتے ہی ایرانی سپالار نے شہر پر دھاوا بول دیا۔ اُدھر اسفندیار اور اُسکے ساتھیوں نے محل پر قبضہ کرلیا ×

جب شاہ تاتار گھبرا کر محل سے باہر نکلا تو اسفندیار نے کہا کہ اے ترک وہ سوداگر میں ہوں یعنی اسفندیار شاہزادہ ایران۔ اسفندیار کا نام سنتے ہی ارجاسپ کے ہوش گم ہو گئے۔ اسفندیار نے اُسے اس کے بھائیوں کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور طوران کا تخت ایک نیک دل شخص کو جو اگراریس کی نسل میں تھا دیدیا۔ اس خاندان کے لوگ شاہ سکندر اعظم کے وقت تک طوران میں حکمران رہے۔ اس کے بعد اسفندیار نے ارجاسپ کا تخت۔ بہت سا مال غنیمت اور اپنی بہن کو ایران واپس بھیج دیا ۔

اسفندیار کے کارہائے نمایاں کے متعلق کئی قصے مشہور ہیں چنانچہ بقول فردوسی جب اسفندیار نے ارجاسپ پر پہلے معرکہ میں فتح حاصل کی تو وہ بلخ کا صوبہ دار بنا دیا گیا۔ اُس وقت اُسکے ہاتھ میں کل ایرانی سلطنت کی عنان حکومت تھی اور ایک بڑا شاہی دربار بھی تھا۔ اسکے باعث لوگ اُس کے دشمن ہو گئے اور اُنہوں نے گشتاسپ کو ورغلا دیا کہ اسفندیار اُسکے خلاف اور اُس کی جان لینے کے لئے سازش کر رہا ہے۔ اس لئے گشتاسپ نے اُسے اپنے پاس بُلا کر قلعہ آذر بائجان میں عمر بھر کے لئے قید کر دیا ۔

بادشاہ کی اس حرکت پر ملک میں خانہ جنگی اور مذہبی لڑائی شروع ہو گئی اور نیز شاہ تاتار کو ایران پر یورش کرنے کا حوصلہ ہو گیا۔ شاہ تاتار نے خراسان کو لوٹا اور بلخ پر قبضہ کر لیا۔ اُس نے زرتشت کے مذہب کے اماموں اور پجاریوں کے ساتھ شاہ لہراسپ کو بھی قتل کر دیا۔ اور گادہ کی پوشاک کو بطور نشان فتح کے اپنے ہمراہ لے گیا۔ گشتاسپ نے ایک فوج فراہم کی اور بدلا لینے کی غرض سے تاتار پر چڑھائی کر دی اور شاہ تاتار کے بیٹے کو شکست دیکر بھگا دیا۔ مگر اُس کا تعاقب کرتے وقت دریائے سیحون کے کنارے پر ایک تاتاری فوج نے اُسے شکست فاش دی۔ گشتاسپ میدان جنگ سے بھاگ کر خراسان پہنچا اور اسفندیار سے مدد مانگی۔ جس کے حاصل کرنے کے لئے اُس نے اپنے مشہور وزیر جاماسپ کو اسفندیار کے پاس بھیجا۔ اسفندیار اپنی مظلومیت سے درگزرا اور باپ کی مدد پر آمادہ ہو گیا ۔

اسفندیار نے ایک لشکر جرار فراہم کیا اور ہر معرکہ میں دشمنوں کو شکست فاش دی۔ کہتے ہیں کہ کارہائے نمایاں اور دلاوری اور جانبازی میں وہ رستم سے دوسرے نمبر پر تھا۔ اُس نے شاہ تاتار کو قتل کیا اور اپنی دو بہنوں کو اُس کے پنجۂ ظلم سے رہائی دلائی۔ اُسکا سب سے نمایاں کام یہ تھا کہ اُس نے ایرانی سلطنت کا علم موسومہ درفش کاویانی پھر حاصل کر لیا ۔

ممالک غیر کو فتح کرنے کے بعد اسفندیار کو یہ توقع ہو گئی تھی کہ وہ ایران کے تخت و تاج کا مالک بن جائیگا۔ لیکن گشتاسپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ تجھے ایسی سلطنت کا جس میں بد امنی ہو مالک بنانا مناسب نہیں۔ رستم اور اُس کا خاندان شاہ ایران کی اطاعت سے نکل کر سیستان میں خود مختار حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اُسکا مغلوب کرنا ضروری ہے۔ اگر تو رستم کو قید کر کے لا سکے اور ملک میں امن و امان قائم کر دے تو میں تجھے سلطنت ضرور دیدونگا ۔

شاہزادہ اسفندیار اس بات پر بھی راضی ہو گیا اور مع فوج کے رستم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو صرف

میرے باپ کی خواہش پوری کرنے کے لئے اپنے
کو میرے حوالے کردے۔ رستم نے اور باتیں منظور
کرلیں۔ مگر اُسے یہ کیسے گوارا ہوسکتا تھا کہ وہ خود
قید ہوکر اپنی بہادری اور خاندان کو بٹہ لگائے۔
اس لئے اُس نے اس ہتک کو منظور نہ کیا۔ طرفین
سے جنگ شروع ہوئی اور بہت سے لوگ مارے
گئے۔ رستم اسفندیار کے ہاتھوں سخت زخمی ہوگیا۔
دوسرے دن اُس نے ایک تیر بنایا جس میں دو پھل
لگائے اور ارادہ کیا کہ اُسکے ذریعے اسفندیار کی
دونوں آنکھوں کو پھوڑ دے۔

میدان جنگ میں آکر رستم نے اسفندیار سے
کہا کہ اے نوجوان جا واپس چلا جا مجھے رحم آتا ہے
اور اگر تو میرے ہاتھ سے مارا گیا تو مجھے بڑا افسوس
ہوگا۔ تو میرا سارا مال و دولت لے جا لیکن لڑائی
سے باز رہ۔ مگر اسفندیار نے یہی کہا کہ میں تو تیری
مشکیں باندھکر گشتاسپ کے حضور میں لے جاؤنگا۔
القصہ جنگ چھڑی۔ دونوں سورما دیر تک لڑتے رہے
آخرکار رستم نے دو پھلا تیر نکالا اور تاک کر چلایا۔ جس
کے باعث اسفندیار ہمیشہ کے لئے آنکھوں جیسی
نعمت عظمٰے سے محروم ہوگیا۔ اور رستم نے اُسے
قتل کردیا۔

جاں بحق تسلیم کرنے سے پہلے اسفندیار نے اپنے
بیٹے بہمن کو رستم کے سپرد کردیا اور یہ التجا کی کہ وہ
اُسے فن حرب اور آداب شاہی کی تعلیم دے۔ پشٹنگ
نے جو اسفندیار کا بھائی تھا اسفندیار کی نعش لی
اور اُسے جنازے پر رکھکر بلخ کو مع فوج کے چلا گیا
جہاں اُسے دفن کردیا گیا۔ شاہ گشتاسپ کو اپنی غلطی
پر کفِ افسوس ملنا پڑا اور جب تک زندہ رہا بیٹے
کے غم میں چشم پُرنم رہا۔ اُس نے اپنی وفات سے
پہلے بہمن کو بلایا اور اُسے مالکِ تاج و تخت کردیا۔

اس اثنا میں زرتشت کا مذہب کل ایران میں
پھیل گیا۔ اور گشتاسپ اپنے ساتھ زرتشت کے
مذہب کا حامی ہونے کی عزت و شہرت لے گیا۔
بہمن تخت نشین ہوا۔ تاریخ میں وہ اردشیر
دراز دست کے نام سے مشہور ہے۔ اُس نے
اپنے ملک کا انتظام اس قابلیت کے ساتھ کیا کہ
تمام زمانے میں اُس کی شہرت ہوگئی۔ اُس نے
ایک محکمہ قائم کیا جو خفیہ پولس سے مشابہ تھا اور
اُس کے ملازموں کے ذریعے وہ اپنی مملکت کی
چھوٹی بڑی باتوں اور رازوں اور واقعات سے
کما حقہ واقفیت حاصل کرتا رہتا تھا۔ اُس کے
عہد حکومت کے شروع ہی میں رستم کو اُس کے
حقیقی بھائی نے فریب سے قتل کردیا۔ بہمن نے
یہ خبر سنتے ہی سیستان پر حملہ کردیا۔

پیرس میں ابھی حال میں اس قسم کے چھاتے
بنائے گئے ہیں جن میں ٹوٹنے والی کمانیاں لگائی گئی
ہیں۔ ان کمانیوں کو توڑنے سے چھاتہ ایک ایسے
بٹوے میں سما جاتا ہے جو جیب کے اندر آجاے۔

اسی طرح ایک اور قسم کا چھاتہ بنایا گیا ہے جس کی
کمانیاں توڑنے سے چھاتہ چھڑی کی شکل کا
ہوجاتا ہے۔

تاریخ یورپ

فرانس (۲)

جو حکومت انقلاب کے ذریعے قائم ہوئی تھی اُس نے یہ تجویز منظور کی کہ ملک خطرہ میں ہے۔ اُس وقت لوگ ہتیاروں سے مسلح ہوکر چاروں طرف سے فراہم ہونے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زمین کے اندر سے نکل کر آرہے ہیں۔ ان لوگوں نے ملک کی حفاظت میں جان لڑادی اور ایک حد تک ملکی بدخواہوں کے بھی مان مارے لیکن ساتھ ہی بے گناہوں پر بھی ستم ڈھایا۔ اسکی ابتدا پیرس سے ہوئی۔ جہاں باہم خوب جنگ وجدل اور خونریزی ہونے کے بعد سارے ملک میں ایک قسم کی ہلچل اور ابتری پھیل گئی۔ مردوں۔ عورتوں اور جوان لڑکیوں کو کسی خاص وجہ سے اور بلا وجہ بھی قتل کیا گیا۔ اور آخر کار ارکان حکومت ایک دوسرے پر دست دراز کرنے اور اُن کا خون تک بہانے لگے۔ لیکن اس عرصہ بھر غیر ملک والوں سے بھی جنگ جاری رہی جس میں فرانس ظفریاب رہا +

آخر کار ایک فرنچ افسر غیر ملک کی جنگ میں ظفرمند ہوکر پیرس واپس آیا۔ اُس کا نام نیپولین بوناپارٹ تھا۔ وہ توپ خانہ میں لفٹنٹ کے عہدہ پر مامور تھا۔ اُس نے اراکین سلطنت کو چند تدابیر سمجھائیں۔ جن کی تکمیل پر اُسی کو مقرر کیا گیا۔ ان تجاویز کے عمل میں آنے پر ملک میں خونریزی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور نیپولین کو پھر غیر ملک کے ساتھ جنگ لڑنے کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ وہ پھر فتح کا سہرہ باندھکر واپس آیا۔ سپاہ اُس سے بجد مانوس اور اُسکی جان نثار تھی۔ پس اُس نے قونصل کا لقب اختیار کرکے اپنے کو فرانس کا فرمانروا بنالیا +

اس وقت فرانس کے خلاف ممالک غیر نے ایک اتحاد کرکے جنگ چھیڑ دی۔ مگر اس میں بھی نیپولین ہی کی فتح رہی۔ اس فتح کے بعد وہ فرانس کا بادشاہ بن بیٹھا۔ مگر انقلاب فرانس اور نیپولین کی حکمرانی کا اثر جو اُس وقت یورپ پر پڑا اب تک باقی ہے۔ اور اُسکے جو فوری نتائج خود فرانس کے حق میں نکلے وہ یہ تھے:-

(۱) قدیم صوبوں کا توڑ کر ۸۳ نئے صوبوں کا دریاؤں یا پہاڑوں کے نام پر قائم کیا جانا۔ (۲) قبضہ آراضی یا املاک کے طریقہ میں ترقی کا ہونا اور اُس طریقہ کو بالکل سیدھا سادہ بنایا جانا۔ اس سے لوگوں کی خوشحالی کو بہت ترقی ہوئی۔ (۳) نئے قسم کے قوانین کا جو قوانین نیپولین کے نام سے مشہور ہوئے جاری ہونا۔ ان قوانین کو اُن کی عمدگی اور نفع بخشی کے باعث دیگر اقوام نے بھی اپنے ہاں رواج دیا (۴) غیر آباد مقامات اور جنگلات کا سرکاری ملکیت تسلیم کیا جانا +

ان باتوں کے اثر سے کچھ عرصہ تو فرانس میں امن و امان رہا۔ لیکن جن سلطنتوں نے اُسکے خلاف اتحاد کرلیا اُنکے باعث اُس کی نئی خوشحالی اور امن میں خلل پڑنے لگا۔ مگر نیپولین نے ان سلطنتوں کو مغلوب کیا۔ مزید براں اور یورپین سلطنتوں کو نہایت بیرحمی کے ساتھ زیر کیا اور بہت سے ممالک کی شکل بدل ڈالی۔ لیکن جب نیپولین نے روس کے مقابلہ میں شکست کھائی تو اُس سے ہاری ہوئی

سلطنتوں نے فرانس کے خلاف ایک جدید اتحاد اور عہد و پیمان کر لیا۔ اور صرف دو یورشوں میں فرانس کو زوال کی رونمائی کرادی ✦

اسکے بعد فرانس میں ایک مدت تک امن رہا اور وہ ہر طرح پر ترقی کرنے لگا۔ کیونکہ اُسکے قدرتی ذرائع بہت دولت خیز ہیں اور ملک بہت زرخیز ہے۔ اُسکی صنعت وحرفت اور تجارت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اسی لئے وہ چند سال کے عرصہ میں پھر بہت کچھ ترقی کر گیا۔ نیپولین کے بعد فرانس میں تین بادشاہ اور گزرے مگر اُنہوں نے لوگوں کو یہاں تک دق کیا کہ اُن کا دم ناک میں کر دیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ لوگوں نے پھر جمہوری سلطنت قائم کر لی اور ایک شخص لوئی بونا پارٹ کو جو سابق بادشاہ کا بھائی تھا پریسیڈنٹ منتخب کیا گیا۔ مگر اس شخص نے بھی تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے کو بادشاہ بنا لیا۔ اور نیپولین سوم کا لقب اختیار کر کے حکمرانی کرنے لگا ✦

یہ فرمانروا بالکل نالائق تھا۔ اُسکے زمانہ میں بحری فوج بالکل بگڑ گئی۔ بری فوج کی کمان نالائق سپہ سالاروں کے ہاتھوں میں رہی۔ اس لئے وہ بھی خراب ہو گئی۔ انصاف نام کو نہیں رہا۔ اور انتظام مملکت بالکل خراب ہو گیا۔ یہ فرمانروا اپنے کو اعلےٰ درجے کا بادشاہ۔ مدبر اور سپہ سالار سمجھتا تھا۔ حالانکہ وہ ان میں سے ایک بھی صفت نہیں رکھتا تھا۔ وہ جرمنی کے وزیر پرنس بسمارک کے دام میں آگیا۔ جو اُسے اُس وقت تک بچوں کی طرح کھلاتا رہا جبکہ جرمنی کی فوج اس قدر زبردست اور قابل ہو گئی کہ وہ فرانس کی سپاہ کو شکست دے سکے۔ پس اُس نے فرانس پر حملہ کر دیا اور اُسے تخت حکومت سے اُتار دیا ✦

اس واقعہ سے اہل فرانس پر مصیبت کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ کیونکہ ملک کا ایک ثلث جرمنی نے دبا لیا مگر اہل فرانس نے جلدی سے ایک قسم کی جمہوری سلطنت قائم کر لی۔ یہ سلطنت اس لئے قائم کی گئی تھی کہ ملک کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اور زیادہ تر لوگوں کی خواہش یہی تھی کہ جمہوری سلطنت از سر نو قائم کی جاے ✦

اگرچہ ملک میں جمہوری سلطنت قائم ہو گئی۔ لیکن اُس میں اعلےٰ درجہ کے جمہوری خیال کے لوگ بہت ہی کم تھے۔ اُن کے ارادوں اور منصوبوں کو پریسیڈنٹ میکموہن نے جو سپہ سالار بھی تھا اور آئرش نسل کا فرانسیسی خوب دبایا۔ لیکن ملک کے قابل اور نیک دل کو پریسیڈنٹ کا عہدہ نصیب نہ ہو سکا۔ بلکہ اس منصب پر ادنےٰ قابلیتوں کے لوگ سرفراز ہوتے رہے ✦

اسپین

اسپین جسے مسلمان ہسپانیہ اور اندلس کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ اپنے بحری سواحل کے باعث ایک نہایت اعلےٰ درجے کا ملک ہے۔ کیونکہ اُسکے ایک طرف بحر اوقیانوس ہے اور دوسری طرف بحر روم۔ اور ایک طرف اُسکے اور فرانس کے درمیان سلسلہ کوہ پرینیز ہے۔ اس سے اسپین پر غیر ملک والوں کا حملہ ذرا مشکل سے ہو سکتا ہے۔ قدیم زمانہ میں کل جزیرہ نما اسپین کو ابرئیہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور وہ ایک ہی ملک سمجھا جاتا تھا۔ مگر فی زمانہ تو وہ دو حصوں یعنی اسپین اور پرتگال میں منقسم ہے۔ قدیم زمانہ میں ان دونوں حصوں کے نام ہسپانیہ اور لوسیتانیہ تھے ✦

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ اسپین جس نے کسی زمانہ میں لاثانی ترقی کی اور عروج حاصل کر لیا تھا اُس میں

اندرونی اور بیرونی دونوں حالتوں کے لحاظ سے ہل چل رہی۔ اسکے دو زبردست سبب یہ ہیں۔ ایک تو اسپین میں مذہبی پیشواؤں کو بڑا دخل و اختیار حاصل تھا۔ دوسرے شاہان اسپین نے ممالک غیر کے معاملات میں دخل دیا۔ قدیم اسپین پر اہل روم نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور جب اس ملک سے رومیوں کی حکومت اُٹھ گئی تو جزیرہ نما ایبریہ بہت سی اقوام کا شکار ہونے لگا۔ اُن میں سے آخری قوم وسی گوتھ تھی۔ جسکے ایک فرمانروا نے اسپین میں مذہب عیسوی کو رواج دیا۔

اسپین میں مذہب عیسوی کے رواج ہونے کے بعد مور یعنی مسلمانوں نے اسپین پر حملہ کر دیا۔ اس قوم نے شمالی افریقہ میں ممالک طرابلس۔ مصر۔ طونس۔ الجیریہ اور مراقش وغیرہ کو فتح کر لیا۔ اور پھر آبنائے جبرالٹر (جبل الطارق) پر پہنچ کر اسپین میں داخل ہو گئے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو خود اہل اسپین نے قوم وسی گوتھ کی ظلمرانی سے تنگ آ کر بلایا تھا۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ انکو اندلیشیہ (اندلس) کی زرخیزی نے جو اسپین کا جنوبی حصہ تھا اسپین پر فوجکشی کرنے کے لئے ترغیب دلائی تھی۔ جب مسلمان جنرل طارق کی سرکردگی میں سرزمین اسپین میں داخل ہوئے تو مقام زیریز ڈلا فرنٹیرا میں سات دن تک مسلمانوں اور عیسائیوں میں سخت جنگ ہوئی جس میں شاہ روڈرک کو شکست فاش ہوئی۔

مسلمانوں نے بہت جلد جزیرہ ایبریہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ پھر اُنہوں نے کوہ پرینیز کو عبور کر کے فرانس کا ایک حصہ بھی فتح کر لیا۔ لیکن فرانس کے مشہور فرمانروا چارلس مارٹل نے اُن کو فرانس سے نکال دیا۔ جزیرہ نما ایبریہ پر مسلمانوں کا قبضہ پورے سات سو سال تک رہا۔ چونکہ مور قوم کے لوگ اپنے ہم مذہبوں یعنی ترکوں سے زیادہ مہذّب و شائستہ تھے۔ اس لئے اُنہوں نے ملک میں چاول۔ نیشکر اور روئی کی کاشت کو رواج دیا۔ اور آبپاشی کا سلسلہ جاری کیا۔ اُنہوں نے علوم و فنون کے لئے بڑے بڑے بیت العلوم قائم کئے۔ اور لوگوں کو صنعت و حرفت کے بہت سے کام سکھلائے۔ اُنہوں نے عالیشان عمارتیں بنوائیں۔ جو اب تک عجائبات میں شمار کی جاتی ہیں۔ اُن ہی کے کاموں کے باعث قرون اوسط میں اسپین نے وہ ترقی حاصل کی تھی جس کے باعث اُس کا نام جگ میں روشن و مشہور ہوا۔

فرانس کی مانند اسپین بھی تیرہ صوبوں میں منقسم تھا۔ اہل اسپین نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کو ملک سے نکال کر اور اُن کی حکومت کو مٹا کر ان جملہ صوبوں کو ایک معاہدہ یا اتّحاد کے ذریعے متحد کر لیا جائے۔ قرون اوسط میں اہل فرانس نے اپنے ملک سے انگریزوں کی حکومت اُٹھا دی۔ اٹلی اور جرمنی نے اہل آسٹریہ کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ ہالینڈ نے اسپین والوں کو۔ اور یونان نے ترکوں کو۔ لیکن اہل اسپین کو اپنے ملک کے تیرہ صوبوں کو باہم ملانے کا کام فرانس کے صوبوں کو باہم ملانے اور متحد کرنے کے کام کی نسبت زیادہ آسان تھا۔ لیکن یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی تھی کہ پہلے مور قوم کو ملک بدر کر دیا جاتا۔ یہ قوم اگرچہ روشن خیال اور مہذب تھی لیکن وہ ایک اجنبی قوم تھی۔ وہ ایک اجنبی زبان بولتی تھی۔ اجنبی رسوم کی پابند تھی اور ایک اجنبی مذہب یعنی اسلام کی پابند۔

اگرچہ وسی گوتھس یعنی اہل اسپین مور قوم کو ملک بدر

کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اُس کا ملک پر ایک بڑا قبضہ تھا۔
کیونکہ وہ ایک جنگجو قوم تھی اور فن حرب کی ماہر۔ مگر اُن کو
نکالنے کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے
کہ اسپین کا شمالی و شمال مغربی حصہ بالکل کوہستانی ہے۔
جو مور قوم کے فوجی مقام سے بہت دُور تھا۔ ان ہی
مقامات میں وسی گوتھ قوم کی شکست خوردہ فوج جاکر
پناہ گزین ہوئی تھی۔ وسی گوتھ قوم کے ایک سرغنہ ڈون پلایو
نے اپنی فوج کو ان ہی کوہستانوں میں فراہم کیا۔ اور یہاں
سے وقتاً فوقتاً نکل کر مسلمانوں کی فوج پر چھاپہ مارتا اور
اُسے ہلاک کرتا رہا۔ اتفاق سے خود مسلمانوں میں آپس میں
جھگڑا برپا ہوگیا۔ اس وقت عیسائی فوج نے مسلمانوں پر
حملہ کرکے شمالی حصہ ملک کا فتح کر لیا۔ اور اس طرح ایک
خود مختار حکومت قائم ہوگئی۔ اور پھر تو ایک ایک کرکے
کئی ایسی حکومتیں قائم ہوگئیں جو ایک دوسرے کو مدد دینے
لگیں۔ اور جب مور قوم کے لوگوں میں باہم فساد ہوا تو
ان سلطنتوں نے اُس سے فائدہ اُٹھایا۔ رفتہ رفتہ
عیسائیوں نے سوائے اندلیشیہ کے باقی سارا ملک فتح کر لیا۔

اسپین میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں جنگ ہونے
کے زمانہ کے متعلق بہت سے دلچسپ قصّے رائج ہیں۔
جن میں سے ایک سِڈ کا قصہ جو لفظ اَل سید کا معرف
ہے۔ سِڈ دراصل ایک عیسائی سرغنہ تھا جس کا نام
"روڈریگو یا روڈرک ڈی ویوار ال کمپاڈر" تھا۔ اُسے
مور قوم کے لوگ اَل سید کہتے تھے۔ عیسائیوں نے
بھی اسی نام کو اختیار کر لیا۔ جس سے لفظ سِڈ پیدا کیا گیا۔ اُس
نے جو جو کارہائے نمایاں کئے اُنکے بیان سے ایک بڑی کتاب
بن سکتی ہے۔ فرانس کے شاعر کورنیلی نے نظم میں اُس کے
ان کاموں کو لکھا ہے۔ وہ بڑا شیر دل اور بہادر سورما تھا۔
اُسکے ساتھ ۱۲ اور سورما رہتے تھے۔ جو اُسکی مانند بہادر تھے
یہ شخص مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑی بہادری کے ساتھ لڑتا رہا۔

ایسے سورما اور اُس زمانہ کے بادشاہوں کے ہوتے
ہوئے مسلمانوں کا ملک بدر کردینا ایک آسان بات تھی۔
سب سے اول ۲ صوبوں میں اتحاد ہوکر کیسٹل کی سلطنت کا
ظہور ہوا۔ یہ بات شاہ نیون کی وفات پر جو پلایو کی نسل سے
تھا واقع ہوئی۔ رفتہ رفتہ کیسٹل ہی موجودہ اسپین کے
اتحاد کا مرکز بن گیا۔ اُسکے بعد آراغون کی سلطنت کا اتحاد
کے ذریعے ظہور ہوا۔ ان دونوں سلطنتوں نے رفتہ رفتہ
مسلمانوں سے سارے صوبے فتح کرلئے۔ یہاں تک کہ
مسلمانوں کے پاس صرف غرناطہ رہ گیا۔ اُس وقت مسلمان
شاہ کیسٹل کے خراجگزار تھے +

کچھ عرصہ بعد اراغون کے فرمانروا فرڈینینڈ نے کیسٹل
کی ملکہ اسابیلا کے ساتھ شادی کرکے کل ملک کو فتح کرلیا۔
اور اس طرح موجودہ اسپین کی بنیاد پڑی۔ اسکے بعد اسپین کو
ہر قسم کی ترقی کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اُسکے سواحل بہت زبردست
تھے۔ زمین زرخیز تھی۔ معدنی دولت کثیر تھی۔ ہمسایہ اقوام
کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ اس لئے اہل اسپین صنعت
و حرفت اور تجارت اور ملک کو ترقی دینے والے وسائل میں
جان و دل سے مشغول و مصروف ہوگئے۔ اور آخرکار ترقی
کرکے ایک اعلےٰ درجہ کی قوم بن گئے۔ اُس وقت اسپین کی
سلطنت بہت زبردست تھی۔ لیکن افسوس کہ اسپین کے مدبروں
کی حرکتوں اور تدابیر سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اسپین کا زوال
شروع ہوگیا + چونکہ اہل اسپین سے اور مسلمانوں سے سات سو
سال تک باہم جھگڑا اور مقابلہ رہا۔ اور چونکہ یہ مقابلہ ملک گیری
کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ مذہب کے متعلق یعنی صلیب کا مقابلہ ہلال سے
یا یوں کہو کہ دین عیسوی کا مقابلہ دین اسلام سے رہا۔ اس علاوہ

کفایت شعاری

کوتاہ اندیشی (۲)

یہ ایک بڑی حیرت کا مقام ہے کہ دُنیا کے نہایت دولتمند ممالک میں زیادہ تر لوگ فاقہ کشی سے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور اگر ہلاک نہ بھی ہوں تو تکالیف اُٹھاتے ہیں۔ اب اس کا علاج کیا ہے؟ یہ بلا ہمارے بزرگوں کے وقت میں کیوں نہ تھی؟ اگرچہ وہ لوگ ہم سے بہت سی باتوں میں پیچھے تھے۔ لیکن ہر سال موسم سرما میں اُن کو فاقہ کشی کی مصیبت سے سامنا نہیں ہوتا تھا۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ ہم نے ترقی اور تہذیب کو قبول تو کرلیا مگر اُس کے مختلف مدارج اور پہلوؤں پر نظر نہیں ڈالی۔ علاوہ ازیں جن باتوں کی اس ترقی اور تہذیب کو ضرورت ہے ہم نے اُن کو پورا اور مہیا کرنے کے لئے نہ محنت کی اور نہ قربانی گزرانی۔

اس فاقہ کشی کا بہترین علاج مسٹر ڈینیسن نے یہ بتایا ہے کہ اگر لوگوں میں کافی تعلیم موجود ہو۔ اور اُنکو کفایت شعاری اور دور اندیشی کی تعلیم بھی دی جائے تو یہ بلا دُور ہو سکتی ہے۔ حاجتمندوں میں جنہوں نے کسی قدر کفایت شعاری سے کام لیا ہو شاید ہی ایسے لوگ ملینگے جو مہینوں کی بیکاری یا بیماری میں مفلسی سے تنگ آئے ہوں۔ اگرچہ کفایت شعاری ایک مشکل کام ہے لیکن عملدرآمد کے قابل ضرور ہے۔ جو لوگ کہ جہازی گودام میں کام کرتے ہیں وہ ہر ہفتہ اپنی نصف آمدنی جمع کر سکتے ہیں۔ مسٹر ڈینیسن کی یہ بھی رائے ہے کہ جن لوگوں کی شادیاں ہوجاتی ہیں وہ بھی کفایت شعاری کر سکتے ہیں۔ اور کفایت شعاری ہر شخص کے اختیار میں ہے۔ اُسکے ذریعے ممالک کی حالت بہتر اور قابل انتظام ہو سکتی ہے۔ کفایت شعاری کو لوگ اپنا شعار ضرور بنائینگے۔ اور اگرچہ مجھے وہ وقت دیکھنا نصیب نہیں ہوگا لیکن دو نسلوں کے بعد وہ وقت ضرور آئیگا۔ عمدہ قانون اور لازمی تعلیم وغیرہ لوگوں کو اس قدر روشن خیال بنا دینگے کہ وہ محنت اور اخلاق سے کام لینے اور اپنی ترقی اور جسمانی راحت کی فکر کرنے لگینگے۔

جس بات کے مٹانے کی مسٹر ڈینیسن نے فکر کی تھی اُسکی تکمیل سے پیشتر ہی وہ اس دُنیا سے چل بسا۔ مگر کوتاہ اندیشی جو اُسکے زمانہ میں تھی اُس نے مفلسی کو اور زیادہ ترقی دی۔ مزدوری پیشہ اور نیز اُن سے زیادہ حیثیت کے لوگ اپنی ساری آمدنی بُرائیوں اور نمائش وغیرہ میں صرف کر دیتے ہیں۔

انگلستان کے مزدوری پیشہ لوگ محنت سے کام کرتے۔ اور دوسرے ملک کے پیشہ وروں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ اگر وہ دُور اندیش ہوں تو زیادہ آرام کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ لیکن فضول خرچی کے باعث بڑی بڑی اُجرتیں پانے والے پیشہ ور بھی مفلس و محتاج رہتے ہیں۔ خوش حالی کے زمانہ میں وہ آئندہ مصائب کے لئے سامان مہیا نہیں کرتے۔ اس لئے جب ضرورت ستاتی ہے تو صرف چند ہی ہفتے میں اُن کی قلعی کھل جاتی ہے۔ جب تک مزدوری پیشہ لوگوں میں کفایت شعاری

پیدا نہ ہوسکیگی تب تک اُن میں صرف حیوانات کی سی خواہشیں
باقی رہینگی - اور زیادہ اُبھرتیں اُن کو بُری خواہشوں کے
پُورا کرنے پر آمادہ کرتی رہینگی - چنانچہ مسٹر چنڈوک لکھتے
ہیں کہ "روئی کے قحط" کے زمانہ میں بہت سے پیشہ ور
خاندان جن کی آمدنی پادریوں کی آمدنی سے زیادہ تھی
خیرات خانوں میں دیکھے گئے - خوشحالی کے زمانہ میں وہ
خوب گلچھرے اُڑاتے ہیں - اور مصیبت کے دنوں میں
بھوکوں مرتے ہیں - اور جب مفلسی آتی ہے تو وہ تقدیر
کا گلہ کرتے ہیں ؛

جو لوگ کوتاہ اندیش ہوتے ہیں خواہ وہ پیشہ ور
ہوں اور خواہ تاجر وہ تجربہ سے نفع نہیں اُٹھاتے اور
آئندہ زمانہ کے لئے سامان مہیا نہیں کرتے بلکہ کوتاہ اندیشی
اُن کا خاص خاصّہ ہوتی ہے - مسٹر بیکر لکھتے ہیں کہ تجارتی اور
صنعت سازی کے مقامات میں لوگ کچھ پس انداز نہیں
کرتے اور جب کبھی دو ہفتہ کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں تو
بھوکوں مرنے لگتے اور ضروریات سے تنگ رہتے ہیں
اور لوگ اپنا اسباب تک بیچ ڈالتے اور امداد کی درخواستیں
کرتے ہیں ؛

پیشہ وروں کی مفلسی کا سب سے اوّل اور خاص سبب
کوتاہ اندیشی ہے - مگر یہ صفت انسان میں جہالت اور عیش
پرستی سے پیدا ہوتی ہے - اگرچہ خدا کی پیدا کی ہوئی
چیزوں میں سے مفلسی بھی ایک ہے - لیکن دور بین
عزبا اُس سے محفوظ رہتے ہیں ؛

اگرچہ بہت سی اصلاح اس غرض سے کی گئی ہیں
کہ پیشہ وروں کی تکلیف کم ہو جائے - چنانچہ غلّہ - کافی -
مویشی - شکر وغیرہ پر محصول معاف کر دیا گیا ہے اور
جس قدر محصول کا بار اُن پر سے دُور کیا گیا ہے
اُس قدر اوسط اور اعلےٰ درجہ کے لوگوں پر لگا دیا گیا ہے -
لیکن ان اصلاحوں سے بہت ہی کم فائدہ ہوا - کیونکہ جن
لوگوں کی خاطر اصلاح کی گئی اُنہوں نے خود اُسکے اصول پر
عمل نہیں کیا - اس میں شک نہیں کہ انسان کی ذاتی بُرائی
سوسائٹی کی بُرائی کا موجب ہوتی ہے ؛

محصولوں کے بارہ میں فرینکلن صاحب نے خوب ہی
کہا ہے کہ "فی الواقع محصول بھاری ہیں - اور اگر ہمیں صرف
گورنمنٹ ہی کے لگائے محصول ادا کرنے ہوتے تو ہم
اُنہیں آسانی کے ساتھ ادا کر دیتے - لیکن ہم پر تو اُن سے
بھی بڑھکر اور کئی محصول لگے ہوتے ہیں - اتنے ہی محصول
ہم پر ہماری کاہلی اور دُگنے تگنے ہماری بیوقوفی اور چوگنے
ہمارے غرور کے باعث لگے ہوتے ہیں - اور ان محصولوں
سے ہمیں سرکار خلاصی نہیں دلا سکتی" لارڈ جان رسل
نے ایک مرتبہ امداد طلب مزدوروں سے کہا کہ "تم ٹیکسوں
کی شکایت کرتے ہو - مگر خود اپنے اوپر ٹیکس لگا لیتے ہو -
اور ۵۰ ملین سالانہ شراب خوری میں صرف کر دیتے ہو -
کیا کوئی گورنمنٹ تم پر اس قدر ٹیکس لگا سکتی ہے ؟ ٹیکسوں
کا کم کرنا اور کسی سے بلا درخواست کئے ہوئے خود تمہارے
اختیار میں ہے" ؛

قوانین کی شکایت بیجا ہے - اور شخصی حکومت کا شکوہ
نازیبا - لوگ جب تک کاہلی - کوتاہ اندیشی - شراب خوری اور
بدچلنی سے پرہیز نہیں کرینگے تب تک اُنکی شکایت قائم
رہیگی - ساری شکایات اور مفلسی کا بہترین علاج یہ ہے
کفایت شعاری اور دور اندیشی کو ملک میں رواج دینا - اور
مسٹر ڈینیسن کا کہنا درست ہے کہ یہ بات دو نسلوں کے بعد
ہو سکتی ہے - غلامی کا انسداد اور رفامیشن وغیرہ جیسی تحریکیں
مدتوں میں مکمل ہوئی تھیں پس کفایت شعاری کی عادت بھی

غلامی کی تاریخ

چین و جاپان میں غلامی

اگرچہ پرانے خیالات کا چین میں اب تک بہت زور ہے۔ لیکن وہاں غلامی کا اس قدر زور شور نہیں رہا جس قدر کہ مغربی ممالک میں۔ مگر غلامی کے جو اسباب کہ مغربی ممالک میں پائے جاتے ہیں وہی چین و جاپان میں بھی یعنی جنگ و جدل اور قرضہ۔ اگرچہ بظاہر تو نہیں لیکن در پردہ کنفوشش کی تعلیم غلامی کی مخالف ہے۔ ان ممالک میں غلامی کی کیفیت ڈاکٹر ولیمس نے "دی مڈل کنگڈم" میں بڑی صفائی کے ساتھ بیان کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ان ممالک میں چار درجوں میں لوگ منقسم ہیں۔ اوّل درجہ میں ملکی اور غیر ملکی۔ دوم میں فاتح و مفتوح شمار کئے جاتے ہیں اور سوم میں آزاد و غلام۔ ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ غلاموں کو خرید سکے اور اُن کی اولاد کو غلامی میں رکھ سکے۔ بعض اوقات جرائم کے عوض آزاد لوگوں کی آزادی بھی چھین جاتی ہے۔ اور بعض مرتبہ قرضے کے عوض لوگ غلامی اختیار کر لیتے ہیں۔ علاوہ مذکورۂ بالا تین درجوں کے ایک چوتھا درجہ بھی ہے جس میں شریف اور کمین داخل ہیں۔ اگرچہ ان چاروں درجوں کا رواج عام لوگوں میں ہے۔ لیکن تھوڑی تعداد میں۔ اسی لئے چین میں غلاموں کی تعداد بہت ہی کم رہی ہے اور اُن کی حالت بھی یونان اور روم کے غلاموں کے مقابلہ میں بہتر اور قابل برداشت رہتی آئی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ اہل چین کی اخلاقی تعلیم زیادہ اچھی ہے۔ اور اگرچہ غلاموں اور آزادوں کی تعداد کا صحیح تناسب تو معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن غلاموں کی تعداد اس قدر کبھی نہیں ہوئی کہ اُس کے متعلق توجہ دینے کی تکلیف گوارا کی جاتی۔ چین میں لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کو جلد تر غلامی میں بیچ دیا جاتا ہے۔ اور پیکن میں ایک بارہ سالہ تندرست لڑکی کی قیمت پانچ شلنگ تک ہوتی ہے۔ اور ۱۸ سالہ کی قیمت ۳۰ شلنگ تک۔ اور بعض اوقات یتیم اور حاجت مند بچے بہت ہی کم قیمت میں فروخت کر دئے جاتے ہیں۔

ملک چین میں تعلیم یافتہ لوگوں کو سرکاری اسامیوں پر مقرر کیا جاتا ہے۔ وہاں لاکھوں آدمی مل جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تعلیم عام ہے۔ اور غلامی کا دستور کم۔ وہاں اگر غلامی ہے تو یہ ہے کہ قرضہ کے بدلے لوگوں کے جسم رہن رکھ دئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح تو ہزاروں آدمی ساری ساری عمر غلامی میں رہتے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ سخت غلامی کا وہاں رواج نہیں ہے جیسا کہ ہندوستان میں ہے۔

اہل چین اور اہل یورپ کا جب پہلی ہی بار ایک دوسرے سے واسطہ پڑا تب ہی سے سواحل چین پر غلاموں کی تجارت ہونے لگی۔ پہلی سول وار اور کوریہ کی فوجکشی کے باعث لوگ اس قدر مفلس ہوگئے کہ اُن میں سے بہتوں کو اپنے کو غلاموں کی حیثیت سے فروخت کرنا پڑا۔ اور وہ اہل اسپین اور اہل پرتگال کے ہاتھوں میں۔ اور رفتہ رفتہ تو چین کے باشندوں کا

غلام بن کر فروخت ہونا اس قدر ارزاں ہوگیا کہ ملایا کے باشندے اور حبشی ملازم بھی اپنے کو غلام تصور کرنے لگے۔ آخرکار انسداد غلامی کے متعلق سرکار چین کو سخت احکام جاری کرنے پڑے۔ جن میں تاجروں کو سزائے موت کی دھمکی دی گئی۔ مزید براں جیسوئٹ فرقہ کے پادریوں اور اسقفوں نے بھی انسداد غلامی کے لئے کوشش کی۔ خود جاپان نے اس غلامی کی سخت مخالفت کی۔ اور جب مغربی ممالک میں غلامی کا انسداد ہو رہا تھا تب چین کی طرف اُس کا ذمہ تھا۔ کیونکہ لوگ ان لوگوں کو جو غلام بن کر کسی خدمت کو انجام دینا چاہتے تھے بخوشی قبول کر لیتے تھے ۔

اُنیسویں صدی عیسوی میں قلیوں کی تجارت جو پرتگال کرتا تھا اور جس کا مکاؤ۔ پیرو اور کیوبہ میں بہت زور تھا اُس کی چینی گورنمنٹ نے بہت مخالفت کی۔ ڈاکٹر گرمن کی کتاب "مکاؤ کی سلطنت" میں لکھا ہے کہ ہر سال سیکڑوں چینی جہازوں میں سوار کرکے مکاؤ بھیج دئے جاتے تھے۔ اور اگرچہ کیوبہ اور پیرو میں جا کر اُن کے معاہدات فسخ ہو جاتے تھے۔ لیکن سختیوں کے باعث جو اُن پر کی جاتی تھیں بہت کم لوگ اپنے ملک کو زندہ واپس جا سکتے تھے۔ قلیوں کی تجارت کرنے والے جاپان سے بھی لوگوں کو ممالک متحدہ امریکہ لے جاتے تھے۔ ان تاجروں میں بعض تو امریکہ کے رہنے والے ہوتے تھے۔ جاپانی قلیوں کی بعض ٹولیاں تو جزائر ہوائی اور کیلیفورنیہ بھی روانہ کی جاتی تھیں۔ ۱۸۷۲ء میں پیرو سے بھاگے ہوئے چند قلی ایک انگریزی جنگی جہاز پر آئے۔ اور ان سے معلوم ہوا کہ اُن سے غلامی کرائی جاتی ہے۔ اس پر برٹش سفیر نے اہل جاپان کو اس غلامی کی طرف توجہ دلائی۔

غلامی کا انسداد ہونے کے بعد تجارتی اور صنعتی کاموں کو ترقی ہونے کے باعث مغربی ممالک میں مشرقی ممالک کے بہت سے مزدور پہنچ گئے جو وہاں اب تک باقی ہیں۔ آزاد شدہ حبشی تو مزدوری کر نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ مغربی اقوام کے کاموں کو انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس لئے سب سے پہلے چینی تارکان وطن کو گائنہ جانا پڑا۔ اور اُس کے بعد پیرو اور کیوبہ۔ مگر ان تارکان وطن پر سب سے بڑی مصائب جزیرہ سنچہ میں نازل ہوئیں۔ ان حالات کے باعث پیکن میں جو انگریزی سفیر متعین تھا اُسے سب سے پہلے اس غلامی کو مٹانے کا آغاز کرنا پڑا۔ اُس کی تحریک پر انگلستان کی پارلیمنٹ نے چینی غلاموں اور قلیوں کے متعلق ایک قانون نافذ کیا۔ ۱۸۷۱ء میں فرانس کے ایک جہاز میں چینی تارکان وطن نے غدر کر دیا۔ یہ ہانگ کانگ میں ہوا تھا۔ اُس میں ۳۰۰ قلی تھے۔ جن میں ۱۰۰ بجبر لائے گئے۔ اس سے پیشتر انگلستان۔ فرانس اور چین میں تجارت کے متعلق ۱۸۶۶ء میں ایک عہدنامہ ہوگیا۔ اُس کے بعد بعض نوآبادیوں نے قانون کی خلاف ورزی کی اُس کے باعث اس عہدنامہ کے متعلق ایک دقت پیدا ہوگئی۔ لیکن رفتہ رفتہ ساری خرابی دُور کر دی گئی۔ اور قلیوں کی مشکلات جن سے غلامی کے کام کرائے جاتے تھے ایک ایک کرکے دُور ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ان کا بالکل قلع قمع ہوگیا ۔

حبشی غلاموں کا بیان

حبشیوں میں سے غلاموں کا بنایا جانا تھا کہ قومیت کا سوال پیدا ہوگیا۔ اور جزائر غرب الہند کی دریافت

کے دس سال کے اندر حبشی غلاموں کو اُن جزائر میں رہنے کی اجازت مل گئی بشرطیکہ وہ عیسائی ممالک میں پیدا ہوں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد شاہ فرڈیننڈ نے ایک جماعت حبشی غلاموں کی ان جزائر میں روانہ کی اور تھوڑی ہی مدت بعد وہاں کے حاکم کو لکھا کہ "میں حیرت میں ہوں کہ کیوں اس قدر حبشی غلام ہلاک ہو گئے۔ اُن کی زیادہ خبرداری کی جائے۔" جوں جوں ان جزائر کے اصلی باشندوں کی تعداد کم ہوتی گئی توں توں حبشی غلاموں کو وہاں زیادہ تعداد میں روانہ کیا گیا۔ چنانچہ ۱۵۲۸ء میں جزائر کیوبا میں بعض اہل جرمنی کو ۴ ہزار حبشی غلاموں کے روانہ کرنے کا اجارہ دیا گیا۔ ۱۵۵۰ء میں شاہ فرڈیننڈ کو یہ اطلاع دی گئی کہ ہسپانولیہ میں ایک بھی دیسی باشندہ باقی نہیں رہا۔ اور جو باشندے وہاں لے جائے گئے تھے سب بھاگ گئے۔ اُس وقت وہاں ۳۵ اور ۴۰ ہزار کے درمیان حبشی غلام موجود تھے۔ اس لئے جزائر غرب الہند میں غلاموں کی ایک بڑی تعداد روانہ کرنے کا اجازہ عطا کیا گیا۔ لیکن اس کے بعد ہی یورپین سلطنتوں میں ملکی معاملات پر بگاڑ ہو جانے کے باعث اجاروں میں خامی واقع ہو گئی۔

ان جزائر کے قرب میں جو ملاح رہتے تھے وہ بحر روم کے بحری ڈاکوؤں کی مانند خطرناک تھے۔ اُن میں کچھ بحری ڈاکو بھی شریک تھے۔ اور اُن کے قبضہ میں ایسے محفوظ مقامات ساحل آئرلینڈ پر تھے جہاں سے وہ یورش کر سکتے تھے۔ چونکہ انگلستان اور اسپین میں جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے ان ملاحوں اور ڈاکوؤں کو غارتگری کے لئے اچھا وقت ہاتھ آ گیا تھا۔ جان ہاکنس نے یہ حالات دیکھکر ارادہ کیا کہ وہ حبشیوں کو لیکر ہسپانولیہ خود جائے۔ اس غرض کے لئے اُس نے لندن میں ایک کمپنی بنائی اور تین جہاز تیار کیے ۳۰۰ حبشی سیرا لیون سے لئے اور ۱۵۶۲ء میں انہیں سان ڈومنگو لے گیا۔ ان میں سے ۲۰۰ تو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ سو اس لئے باقی رکھ لئے گئے کہ اگر محصول وغیرہ کا جھگڑا ہو تو اُسے اُن کے ذریعے ادا کر دیا جائے۔ مگر اس بات کے طے ہونے سے پیشتر ہی اسپین سے ان غلاموں کی ضبطی کا حکم آ گیا۔

جان ہاکنس کی ہمت میں اس واقعہ سے کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اُس نے ملکہ الزبیتھ سے ایک بڑا جہاز حاصل کیا۔ اُسے مع تین کشتیوں کے لیکر وہ انگلستان سے چل دیا۔ اور کیپ ورڈ کو روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر اُس نے گاؤں کو جلانا اور تباہ کرنا اور باشندوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ اُس نے ۴۰۰ مرد۔ ایک سو عورت اور بچے اور کچھ سونا اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور جب وہ ان لوگوں کو فروخت کر کے انگلستان واپس آیا تو لوگوں نے اُسکا دل سے استقبال کیا۔ خود ملکہ نے اُسے عزت دی کیونکہ وہ انگلستان کی تجارت کو ترقی دینے والا خیال کیا جاتا تھا۔

ایک سال کے قیام کے بعد ہاکنس نے پھر غلاموں کی تجارت کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ انگلستان و اسپین کے تعلقات میں خامی آ گئی تھی اس لئے اُس نے اس موقع سے نفع اُٹھانا چاہا۔ اور تیسرا سفر اُس نے ریو گرانڈی کا کیا۔ جہاں اُس نے ایک دیسی حکمران کو جنگ و جدل پر آمادہ پایا۔ اُس نے اُس کی امداد کرنے کے بعد ایک شہر پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے ۵۰۰ لوگوں کو لیکر چلتا بنا۔ جن کو اُس نے اہل اسپین کے ہاتھوں فروخت کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ وہاں سے چل کر کسی طرف

نکل جائے اُس کا مقابلہ اسپین کے ایک جہاز سے ہوگیا۔ حالانکہ ملکہ الزبیتھ نے اس بات کی اجازت دی تھی کہ صرف اُن حبشیوں کو لے جایا جائے جو بخوشی جاتے ہیں لیکن لے جانے والوں نے اُس کے برعکس کیا۔ مگر یہ پالیسی ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں جاکر ترک کردی گئی +

غلاموں کی تجارت کے متعلق انگلستان اور اسپین اور دوسری سلطنتوں کے جہازوں میں کئی بار خوب مڈھبیڑ ہوئی۔ مگر انگلستان کے جہازوں کو غلاموں کی تجارت کرنے میں اُس وقت دقّت کا سامنا ہوا۔ جبکہ نپولین سے جنگ ہوئی تھی۔ اور جزائر غرب الہند اہل ڈنمارک اور اہل فرانس کے قبضہ میں آگئے۔ اس کے باعث اہل اسپین نے انگریز نوآبادکاروں کو غلام بناکر رکھنے کے لئے کوشش کی +

آخرکار ۱۶۵۵ء میں کرامول کو مجبوراً اسپین سے جنگ کرنی پڑی۔ چنانچہ اُس نے ایک جنگی بیڑہ جزائر غرب الہند کو روانہ کیا۔ جہازی بیڑے میں سان ڈومنگو پہنچ کر جنگ وجدل کی۔ اور جمیکا پر قبضہ کرکے اُسے انگریزوں کے مقبوضات میں شامل کرلیا۔ مزید براں اُس نے یہ بھی کوشش کی کہ نیو انگلینڈ کے باشندوں کو جمیکا جاکر وہاں پروٹسٹنٹ مذہب کو ترقی دینی چاہئے مگر جو واقعات جزائر غرب الہند سے تعلّق رکھتے ہیں اُن سب میں حبشی حصّہ لیتے۔ اور خوب کام دیتے رہے۔ وہ گرم ملک ہونے کے باعث خوش رہے اور تمباکو کی کاشت وغیرہ کے کام کو افریقہ میں سونے کی کانوں میں کام کرنے پر ترجیح دیتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ ورجینیہ اور کارولینہ میں بھی پھیل گئے۔ ان آخری مقامات میں ڈنمارک کا ایک جہاز ۱۶۲۰ء میں اوّل کھیپ حبشی غلاموں کی لایا تھا۔ جسے اُس نے دریائے جیمس کے ساحل پر اُتارا تھا +

مزید براں جنوبی امریکہ میں بھی حبشی غلاموں کی اسی قدر رقدر ہوئی جس قدر کہ جزائر غرب الہند میں سب سے اوّل اس برّاعظم میں اُن کو بمقام کارٹھجینہ میں اُتارا گیا۔ جنوبی امریکہ میں جیسوئٹ فرقہ کا ایک مشنری ۴۰ سال تک حبشی غلاموں کو ترس کی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت بھی نیک دل لوگ غلاموں کی تجارت کے مخالف تھے +

تجارت کی تاریخ میں بعض ایسے مقامات اور زمانوں کا بھی ذکر ہے جہاں اور جن میں حبشی غلاموں سے ایک خاص مدّت تک غلام کے طور پر خدمت کرائی جاتی تھی۔ اس خدمت کے عوض انہیں ایک خاص رقم عطا کی جاتی تھی۔ اور میعاد ختم ہونے کے بعد انہیں رہا کردیا جاتا تھا۔ لیکن زیادہ تر نوان غلاموں سے بڑی محنت کے کام کرائے جاتے اور تکالیف دی جاتی تھیں +

ابھی حال میں ڈاسن سٹی (کلون ڈائک) میں زمین کے اندر سے غیر تاریخی زمانے کا ایک طویل القامت جانور کی ہڈیاں کھود کر نکالی گئی ہیں اگرچہ ساری ہڈیاں دستیاب نہیں ہوسکیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہوئیں اُن کا وزن ایک ہزار پونڈ ہے۔ اور ایک ایک دانت کا وزن ۵۰ پونڈ ہے۔ اُس کے ہاتھی کے سے دانت بھی ہیں۔ جو ۹ فیٹ ۸ انچ لمبے ہیں۔ اور جن کی گولائی ۱۸ انچ ہے +

روئی کا پودہ

کپاس کا فراہم کرنا اور روئی کا اوٹنا وغیرہ

روئی کی فصل مختلف ملکوں میں مختلف اوقات پر تیار ہوتی ہے ۔ بعض جگہ جولائی کے آخر یا اگست کے شروع میں ۔ مگر جس وقت کہ کپاس کی بونڈیاں کھلنے لگتی اور اُن میں روئی کے سفید گالے نظر آنے لگتے ہیں تو روئی کے فراہم کرنے کا وقت نزدیک ہوتا ہے ۔ بعض ملکوں میں بوڑھے ۔ جوان اور بچے مرد و عورت سب اس کام میں لگائے جاتے ہیں اور وہ جھولوں یا تھیلوں میں جو گردن میں لٹکے ہوتے ہیں کپاس کو بونڈیوں سے اس طرح جدا کرکے کہ اُن میں خشک پتے یا ریشے وغیرہ نہ لگ جائیں جھولوں یا تھیلیوں میں بھرتے جاتے ہیں ۔ عموماً کپاس اُس وقت چُنی جاتی ہے جبکہ دھوپ نکلی ہوئی ہو ۔

بعض اوقات کپاس جو ایک ہی گاؤں یا مزرعہ میں پیدا ہوتی ہے وہ مختلف قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک کھیت کی کپاس دوسرے کھیت کی کپاس سے نہیں ملتی ۔ اور بعض اوقات ایک ہی کھیت میں دو قسم کی روئی پیدا ہوتی ہے ۔ لیکن مالک کو اور خاص کر کپاس چننے والوں کو یہ احتیاط چاہیے کہ ایک قسم کی روئی دوسری قسم کی روئی سے علیحدہ رکھیں ۔ ہندوستان میں روئی اعلےٰ قسم کی نہیں پیدا ہوتی اُس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اچھی اور بُری کپاس کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے ۔ اس لیے کپاس کے چُننے جانے کے وقت یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ اچھی اور بُری کپاس کو جُدا جُدا رکھا جائے ۔

جس طرح کپاس کے چننے میں احتیاط ضروری ہے اُسی طرح اُسکے اوٹنے اور روئی اور بنولوں کو جُدا جُدا کرنے میں بھی ۔ بلکہ اس میں اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اُس کے اوٹنے کی کل یا چرخی اور طریقہ اس قسم کا ہونا چاہیے کہ زیادہ کپاس ضائع نہ جائے کیونکہ کپاس جو بنولوں سے چمٹی ہوئی ہوتی ہے وہ بسا اوقات آسانی سے علیحدہ نہیں ہو سکتی ۔ پس عمدہ کل اور عمدہ طریقہ سے کام لینا چاہیے ۔ اگرچہ ہندوستان اور چین میں اب تک پُرانی قسم کی پاؤں یا ہاتھوں سے کام دینے والی کلوں اور چرخیوں سے کپاس اوٹی جاتی ہے ۔ مگر اب ہندوستان میں تو عمدہ کلوں کا رواج دن بدن بڑھتا جاتا ہے ۔ البتہ یورپ و امریکہ میں ساری کپاس عمدہ کلوں ہی سے اوٹی جاتی ہے ۔ اگر عمدہ روئی چاہیے ہو تو ہاتھ سے یا پاؤں سے چلنے والی کلوں کے ذریعے کپاس کو کبھی بھی نہیں اوٹنا چاہیے ۔ مزید براں اس طریقہ میں دن بھر میں صرف چند سیر روئی اوٹی جا سکتی ہے ۔ مگر عمدہ کلوں سے جو بھاپ کی یا بجلی کی یا گیس کی طاقت سے کام دیتی ہیں دن بھر میں سیکڑوں من روئی اوٹی جا سکتی ہے ۔

کپاس کے اوٹنے کے بعد اُسے دُھنا جاتا ہے ۔ ہندوستان میں عموماً کپاس کو دُھنئے دُھنتے ہیں اور ایک پُرانے قسم کے آلہ سے ۔ لیکن جو کپاس اس طریقہ میں دُھنی جاتی ہے ۔ وہ اچھی نہیں ہوتی ۔

یورپ و امریکہ میں کپاس یا روئی کلوں کے ذریعے دھنی جاتی ہے۔ وہ بہت صاف۔ ملائم اور اچھی ہوتی ہے۔ اور اُس سے جو سوت کاتا جاتا ہے وہ زیادہ مضبوط اور باریک ہوتا ہے ؞

جب کپاس کے اوٹنے کے بعد بنولے نکل آتے ہیں تو یورپ و امریکہ میں اُن کا تیل بھی نکالا جاتا ہے جو کلوں کے ذریعے نکلتا ہے۔ یہ تیل مختلف کاموں میں آتا ہے۔ اور اُس کی کھل مویشیوں کو کھلائی جاتی ہے۔ جس سے دودھ دینے والے مویشیوں کا دودھ بڑھ جاتا ہے ؞

چونکہ کپاس نکالنے۔ روئی دھننے۔ اور بنولوں سے تیل نکالنے والی مشینوں کے مختلف حصوں کا بیان ذرا دشوار ہے اور لوگوں کی سمجھ میں عام طور پر نہیں آسکتا اس لئے اُس کا معرض بیان میں لانا نظر انداز کر دیا گیا۔ اگر کوئی شخص واقفیت حاصل کرنا چاہے تو کسی کارخانہ میں جاکر اُن پرزوں کے نام۔ اُن کی بناوٹ۔ اُن کا کام وغیرہ آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر واقفیت پیدا کر سکتا ہے۔ اس طریقہ میں واقفیت اچھی اور جلد تر حاصل ہوجاتی ہے ؞

جب کپاس اوٹ لی جاتی ہے تو اُس کے بنڈل باندھے جاتے ہیں۔ اوٹی ہوئی کپاس کو کل میں رکھ کر دبایا جاتا ہے۔ اور کئی کئی من کپاس دب کر ذرا سا بنڈل ہوجاتی ہے۔ اُس پر ٹاٹ چڑھاکر اور لوہے کی پتیوں سے اُسے باندھکر غیر ملکوں میں روانہ کر دیا جاتا ہے۔ بنڈل باندھنے سے روئی میں سردی اثر نہیں کرسکتی اور نہ وہ مٹی سے خراب ہوتی ہے۔ مگر مختلف ممالک کے روئی کے جو بنڈل انگلستان میں آتے ہیں وہ وزن کے اعتبار سے ایک برابر نہیں ہوتے۔ بلکہ کسی میں روئی کم ہوتی ہے اور کسی میں زیادہ جیساکہ ذیل کے اعداد وشمار سے ثابت ہوتا ہے:۔

امریکہ سے جو بنڈل آتے ہیں اُن کا وزن فی بنڈل ۵۰۰ پونڈ کا ہوتا ہے۔

مصر کے بنڈلوں کا وزن ۷۰۰ پونڈ

ہندوستان کے بنڈلوں کا وزن ۳۹۰ پونڈ

ترکی . . . . ۲۵۰ — ۳۲۵ پونڈ

امریکہ . . . . ۴۲۰ — ۴۳۰ پونڈ

برازل . . . . . . ۱۶۵ — ۲۲۰ پونڈ

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ اس وقت ایک ہی وزن کے بنڈل امریکہ سے آتے تھے مگر اب مختلف وزنوں کے بنڈل آتے ہیں ؞

مرقع قادیانی۔ یہ ایک ماہواری رسالہ ہے جو امرتسر سے مولوی فاضل ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب کی زیر ایڈیٹری ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکا مقصد اعلےٰ یہ ہے کہ "مسلمانوں کو اتباع سنت کا شوق دلانا اور مرزا صاحب قادیانی کے غلط خیالات کی تردید کرنا" اُس میں مرزا صاحب کی تعلیم۔ اور رویا اور الہامات وغیرہ کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں۔ اور ایک معقول پیرایہ میں۔ جو لوگ مرزا صاحب کے خیالات سے دلچسپی رکھتے ہوں اُن کے لئے یہ رسالہ اچھا ہے۔ قیمت سالانہ عوام سے ایک روپیہ (عہ) ؞

ملنے کا پتہ :۔

منیجر صاحب مطبع اہل حدیث امرتسر

مختلف مُلکوں کا نظام حکومت

ریاستہائے جرمنی کا ترمیم شدہ نظام حکومت

پروشیہ میں نظام حکومت کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ریاستہائے جرمنی میں بھی ایسے نظام حکومت کی ابتدا ہوئی جو معاہدہ کے ذریعے عالم ظہور میں آئے تھے۔ اور ایسے لوگوں کے درمیان جن کو یہ خوف تھا کہیں اُن کے معاہدے بچوں کا کھیل نہ سمجھے جائیں۔ یہ معاہدے آئندہ اصلاحوں اور انقلابوں کے مقابلہ میں ایک قسم کی کفالت تھے۔ لیکن اُن میں شاہی قانون کو ترجیح دی گئی تھی۔ اس امر کو اُن لوگوں نے جنہوں نے سیکس ویمر اور اولڈنبرگ کے قوانین حکومت کی ترمیم ۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۲ء میں کی تھی اور جنہوں نے پروشیہ کی تقلید کی روک تھام کی بھی پیشتر ہی ملحوظ رکھا تھا۔ سیکس ویمر کے نظام حکومت میں یہ شرط کی اُس کی ترمیم آئندہ معمولی قوانین کے ذریعے بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن ان ریاستوں میں جو ترمیم نظام حکومت میں ہوئی وہ پروشیہ کے نظام حکومت کے بالکل برعکس تھی +

اولڈن برگ کی ریاست میں یہ بات قرار دی گئی کہ خاص خاص قوانین جو نہایت اعلےٰ درجہ کے نہ ہوں اُن کی ترمیم معمولی قوانین کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ باقی نظام حکومت میں اگر کوئی ترمیم مقصود ہو تو وہ اُن مجلسوں کے ذریعے کرائی جاوے جو عام انتخاب کے ذریعے قائم کی جائیں۔ اور اس انتخاب میں کم از کم تین چوتھائی ممبران مجلس ملکی رائے دیں +

پرنس بسمارک کی حکمت کو زیادہ غلبہ حاصل ہونے سے پروشیہ کے نظام حکومت کو متحدہ ریاستوں کے نظام حکومت پر غلبہ آگیا۔ تاہم سلطنت جرمنی کے قائم ہونے کے بعد اُس کی مخالفت کی گئی۔ اگرچہ ۱۸۷۵ء کا ترمیم شدہ نظام حکومت جو شہر لیوبک کے متعلق تھا اُس میں ایک سادہ ترمیم کی ضرورت واقع ہوئی تھی جیسی کہ معمولی حالتوں میں واقع ہوجاتی ہے۔ اس لئے ایک معاہدہ برگیس۔ ہمبرگ۔ اور برمین کی ملکی مجلسوں اور سینٹ میں ۱۸۷۹ء اور ۱۸۸۲ء میں کیا گیا۔ اور اُس کے ذریعے ایک خاص طریقہ ترمیم کا رائج کیا گیا۔ ہمبرگ کا نظام حکومت جسے اس امر کے اعتبار سے سیکس ویمر کے نظام سے مشابہت دینی چاہئے اُس نے عام قوانین سازی کے طریقہ کے ساتھ دو باتیں اختیار کیں جن میں ۲۱ دن کا فصل رکھا گیا۔ یعنی برگیس کی مجلس کے کورم میں ۳/۴ تعداد ممبروں کی شریک کی جاوے اور ووٹ لینے کے لئے ۲/۳ تعداد حاضر شدہ ممبروں کی رکھی جاوے۔ برمین کے نظام حکومت کی دفعہ ۷۰ جسے موجودہ لباس ۱۸۸۲ء میں پہنایا گیا اس میں لفظ لفظ یہی طریقہ قوانین سازی کا ملحوظ رکھا گیا۔ اُس میں کانسٹی ٹیوشنل ترمیم کی کسی خاص بات کی ترمیم کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتوں کی تفصیل بھی درج کی گئی ہے جو یہ ہے کہ:-

"اصول اور نظام حکومت میں ترمیم اُن نقشوں کے مطابق کی جائیگی جو اس قانون نظام میں درج ہیں۔ اور اُن ہی کو برسینٹ اور برگیس کی مجلس کی کاروائی"

اور فیصلوں کا دار و مدار رکھا جائیگا ٭

(الف) کوئی تجویز حکم کی صورت اختیار نہ کرسکیگی جب تک کہ وہ سینٹ سے منظور نہ کی جائیگی - یا جب کم از کم ۳۰ ممبر پیش نہ کرینگے - اور وہ بھی تحریری طور پر - برگیس تجاویز پر دو مختلف اجلاسوں میں ان تجاویز پر غور کرینگے - ان میں ترمیمات تجویز کی جائینگی اور معمولی طریقہ میں بشرطیکہ اُن کی تائید ۳۰ ممبر کریں - دوسری بحث کے خاتمے پر برگیس فیصلہ کرینگے کہ آیا وہ ترمیم شدہ نظام کو پسند کرتے ہیں اور مزید تجاویز اور ترمیمات کو جو اُن کے پاس آئینگی اُن پر غور کرینگے ٭

(ب) اگر سینٹ اس بات کو منظور کرلے تو ایک کمیٹی رپورٹ تیار کرنے کے لئے مقرر کی جائیگی - یہ کمیٹی اُس تجویز کی جو اُس کے پاس آئیگی ترمیم کے متعلق مزید تجاویز پیش کریگی ٭

(س) جب کمیٹی رپورٹ پیش کرچکے تو بحث شروع کی جائے اور ایک حکم ناطق دیا جائے - اس موقع پر بھی تجویز کی ترمیم یا کمیٹی کی تجویز کی ترمیم تجویز کی جائے - یہ تجویز یا تو سینٹ میں یا برگیس کی مجلس میں پیش ہوگی - اس میں زیادہ تر ممبران قانونی شریک کئے جائینگے - جو ترمیم مطلوبہ کو عمل میں لائینگے - مزید براں جب تجویز مجلس برگیس میں کی جائے تو اُس کی تائید ۳۰ ممبر کرینگے ٭

(د) نظام حکومت کی ترمیم اُس وقت مسلّمہ سمجھی جائیگی جس وقت کہ اُن شرائط کو جو (الف) - (ب) - (س) میں درج ہیں سب سے زیادہ قانونی ممبر منظور کرینگے - اور وہ بھی سینٹ یا مجلس برگیس کے ...بعد اگانہ اجلاسوں میں یا (ی) - اس ترمیم شدہ قانون کا منظور ہونے کے بعد ہی عملدرآمد شروع ہوجائیگا ٭

سلطنت جرمنی کے آزادی یافتہ شہروں میں اب بھی امرائی حکومت اور جمہوری حکومت دونوں ہی کا میل اور اثر پایا جاتا ہے - اور اُن میں ایک محدود صورت اور طریقہ ہیں جس کا تعلق اور واسطہ رعایا کی قائم مقامی اور ترقی سے ہے جمہوری حکومت کا اصول غالب پایا جاتا ہے - اس بات کو کچھ اس درجہ ترقی ہوئی ہے کہ ریاستہائے جرمنی کے نظام حکومت میں وہ خاصیت اب باقی نہیں رہی جو کلوبرسے مدبر اور مقنن نے فرینکفرٹ کے نظام حکومت میں ملحوظ رکھی تھی - اگر صحیح معنی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ریاستہائے جرمنی کے معاہدے نہیں رہے بلکہ رعایا کی مختلف جماعتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں بلکہ ایک پختہ قوانین کی صورت میں آگئے ہیں - اور اُن ملکی مجالس کے وضع کردہ قوانین بن گئے جن کو کونسل کی جماعتوں نے مقرر و منتخب کیا ہے اور اسکے آلات کا کام دیتے ہیں ٭

پارلیمنٹ فرینکفرٹ کا تجویز کردہ نظام حکومت ۱۸۴۸-۱۸۴۹ء

پرائیویٹ قوانین کی پابندی اشخاص پر لازم ہوتی ہے کیونکہ قوانین کا منشا یہی ہوتا ہے - لیکن سرکاری قوانین میں معاہدوں کا مستحکم و مضبوط کرنا اُسوقت تک ناممکن ہوتا ہے جب تک کہ اُن میں شاہی اختیار شامل نہ ہوں - اور شاہی اختیار بھی کون سا جس نے اُن کو فرض قرار دیا ہو - اسی باعث اعلیٰ درجہ کے مقنن اور قوانین ساز انٹرنیشنل لا (قوانین بین الاقوام) کو ناکامل معاہدات کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں ٭

وہ شاہی اختیار کون سا ہے جس نے جرمنی کے

موجودہ معاہدات کو کانسٹی ٹیوشنل یعنی جائز بنا دیا ہے؟
اس بات کا ذکر بہت کم کاغذات میں پایا جاتا ہے کیونکہ
اُن معاہدات کا جن فریقوں سے تعلق تھا اُنہوں نے
معاہدے چپکے چپکے کر لئے تھے اسی لئے اُن پر شرح
لکھنے والوں کی رایوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور
کسی نے حکمرانی کا فیصلہ بادشاہ کے حق میں کیا اور کسی
نے رعایا کے۔ ان فیصلوں میں وقت۔ لوگوں اور
وجوہات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اُنیسویں صدی میں جرمنی
میں شاہی حکومت رہی۔ لیکن اُس کے بارہ میں اس
صدی پر لوگوں نے مختلف رائیں قائم کیں۔ فی زمانہ
جرمنی میں اختیار کا منبع بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اُسکا
اختیار سب سے بالاتر مانا جاتا ہے۔ حالانکہ ۱۸۴۸ء میں
اختیار کا مرکز رعایا تصور کی جاتی تھی۔

فرینکفرٹ کے نظام حکومت قائم کرنے والوں
نے جن اصول کو مدنظر رکھا تھا۔ اور جو لوگ کہ جرمنی
میں شاہی حکومت کو بحال کرنے والے ہوئے ہیں۔ اُن
کے اصول پر بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ
جب مشہور پارلیمنٹ سینٹ پال کیتھڈرال میں اپنا کام
ختم کرنے کو تھی تو نظام حکومت سے تعلق رکھنے والی
کمیٹی نے اُس کے پاس یہ تجویز مرسل کی :۔

"نظام سلطنت کی ترمیم دونوں ہاؤس کی رایوں
اور بادشاہ کی مرضی سے کی جائے"۔

"اسے فیصلہ کو جائز قرار دینے کے لئے دونوں
ہاؤس میں یہ باتیں اختیار کی جائیں :۔

(۱) ⅔ ممبروں کی حاضری۔

(۲) دو دفعہ رائے لی جائے۔ اور دونوں مرتبہ
رائے لینے کے زمانہ میں ایک ہفتہ کا وقفہ رکھا جائے"۔

(۳) ہر مرتبہ منظوری کل رائیوں میں سے ⅔ رائیوں
پر کی جائے"۔

اس اصول سے جرمنی کی متحدہ سلطنتوں کے مدبر
خوب واقف تھے۔ مگر بعد میں ایک تجویز منظور کی گئی
جس کی رو سے بادشاہ اور پارلیمنٹ کا تعلق وہی ہو گیا
جو ممالک متحدہ امریکہ میں پریسیڈنٹ اور ملکی مجلس کا
ہے۔ اور بادشاہ کو قانون سازی کے متعلق ایک
معطل کر دینے والا اختیار عطا کیا گیا۔ اسی تجویز کی رو
سے کانسٹی ٹیوشنل کی ترمیم کا بھی اختیار بادشاہ ہی کو
عطا کیا گیا۔ لیکن ملکی مجلس یا پارلیمنٹ نے مختلف کمیٹیوں
کی تجاویز پر عملدرآمد کرتے وقت ذیل کی ترمیم کر دی جس
سے اس تجویز کی اہمیت میں فرق آگیا :۔

"اگر ایک ہی تجویز تین مسلسل اجلاسوں میں بلاترمیم
کے منظور ہو جائے تو اُس کے لئے بادشاہ کی منظوری
ضروری نہیں ہوگی۔ مگر اس بارہ میں اُس اجلاس کی
کارروائی منظور نہیں کی جائیگی جو کم از کم چار ہفتے تک
جاری نہ رہا ہو"۔

یہ بات فرینکفرٹ کے کانسٹی ٹیوشنل نظام کے
قانون بابت ۱۸۴۹ء میں درج ہے۔ اور اُسکا لب لباب
یہ ہے کہ :۔

(۱) کوئی تجویز جس کے متعلق شاہی منظوری نہ
حاصل کی گئی ہو اُسے ایک ہی اجلاس میں دوبارہ
پیش نہ کیا جائے"۔

(۲) اگر ایک ہی تجویز پارلیمنٹ میں بلاترمیم کے
تین مسلسل اجلاسوں میں منظور کی جائے۔ تو وہ تیسرے
اجلاس کی کارروائی مکمل اور ختم ہونے کے بعد قانون
ہو جائیگی۔ چاہے اُس پر بادشاہ کی منظوری نہ بھی ہو۔

لیکن اُس اجلاس کی کارروائی اس بارہ میں قابل تسلیم نہیں سمجھی جائیگی جوکم ازکم چار ہفتہ تک جاری نہ رہا ہوگا۔ یہ تجویز جس پر گوسخ۔ شریبنر۔ رہبہ۔ زول۔ مٹرمائر۔ شولر اور وگارڈ جیسے مقننوں اور مدبّروں کے دستخط ثبت ہیں پارلیمنٹ جرمنی کے اجلاس منعقدہ ۲۷ مارچ ۱۸۴۹ء میں منظور کی گئی تھی اور اُسکے خلاف ۲۴۴ رائیں تھیں اور موافق ۲۷۲۔ گویا موافق رائیں تعداد میں بقدر ۲۹ کے زیادہ تھیں ٭

اب رہی وہ رائے جس کا یہ منشا تھا کہ آیا نظام حکومت کی ترمیم کے لئے بادشاہ کی شرکت ضروری ہے یا نہیں۔ اُس پارلیمنٹ میں اختلاف رائے رہی اسکا مفصل ذکر فرینکفرٹ کے اجلاس منعقدہ ۱۸۴۸ء میں درج ہے جس کی کارروائی کو پروفیسر فرانزوکارڈ نے مرتب کیا تھا ٭

فرینکفرٹ کی پارلیمنٹ جب اپنا کام نہایت کوشش اور جدّ وجہد کے ساتھ ختم کرچکی تو اُس نے شاہی تاج شاہ پروشیہ کے سر پر رکھنا اور اُسے مالک تاج وتخت بناکر کل جرمنی کا فرمانروا بنانا چاہا۔ لیکن شاہ فریڈرک ولیم نے اُس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس بنا پر وہ اُسے اُسی طریقے میں قبول کرنا چاہتا تھا جس طریقہ میں کہ وہ قدیم زمانہ میں قیصروں کو دیا جاتا تھا۔ یعنی یہ کہ اُسے بادشاہ عوام الناس کے قائم مقاموں کی جماعت منتخب نہ کرے۔ بلکہ جرمنی کی ریاستوں کے فرمانروا کریں۔ کیونکہ اُس کے نزدیک سلطنت کا عصا اور کرہ دونوں ہی چیزیں باجگزار ریاستوں پر حکمرانی کرنے کی نشانیاں تھیں۔ اور رعایا یا عوام الناس کو اُن چیزوں کو اُس کے نذر کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ اُسکے خیال کے مطابق تو حکمرانی عطا کرنے کا ذریعہ حکمراں خاندانوں کے ہاتھ میں تھا۔ شاہ فریڈرک ولیم نے اس بارہ میں بڑے بڑے مقننوں کی رائے سے اختلاف کیا۔ مگر اس زمانہ میں تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ جرمنی میں فی زمانہ لوگوں کا میلان خاطر مطلق العنانی کی طرف زیادہ ہے۔ تیس سال کا فوجی اور جنگی اقبال۔ اُس کی شان جسے باجگزار کے افسر شاہی خاندانوں نے انجام دیا۔ اور دیگر باتیں۔ کیا ان کا واسطہ جرمن خیالات کے ارتقا سے نہیں ہے؟ کیا یہ خیال ایک نئی روش اختیار کرنے کی منزل پر نہیں پہنچ گیا ہے؟ یہ سوال یورپ میں یورپ کے کسی اور روش کے اختیار کرنے سے پیشتر ضرور دریافت کیا جائیگا ٭

آج کا کام کل پر نہ رکھو

کل کا ذکر ہی نہ کرو۔ بلکہ آج کا۔ کامیاب وہی ہوتا ہے جس کا قول یہ ہے کہ۔ ”کار امروز بفردا مگذار“۔ گزشتہ کی یاد صرف افسوس دلانے والی ہے۔ کیونکہ وہ واپس نہیں آسکتا اور نہ اُس کی تلافی ہوسکتی ہے۔ موجودہ زمانہ ہاں آج دن ہمارے قابو کا ہے۔ جس میں ہم بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ آئندہ زمانے کی کسی کو خبر نہیں۔ نہ معلوم کل کیا ہو۔ اس لئے جو کام آج ہوسکتا ہے اُسے کل پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ جو کچھ ہوسکے آج کرلو۔ وقت کو رائگاں نہ جانے دو۔ ورنہ زندگی میں کامیابی نصیب ہونی دشوار ہے ٭

حفظ صحت

اگرچہ کھانے پینے اور صحت جسمانی کے باہمی تعلقات پر اب تک بکثرت لکھا جا چکا ہے۔ لیکن غالباً ذیل کی باتوں پر مختصر پیرایہ میں قلم اٹھانا نامناسب نہ ہوگا۔ بلکہ مناسب اور مفید۔ کون سی غذا کھانی چاہیئے؟ غذا کس طرح کھانی چاہیئے؟ کب کھانی چاہیئے؟ اور کس قدر؟ یہ باتیں حفظ صحت سے تعلق رکھنے کے باعث نہایت ضروری ہیں۔

غذا ہی سے تمام جسم بنتا ہے۔ ہر رگ و ریشہ۔ ہر نس۔ ہر پٹھہ۔ ہر عضو۔ گوشت۔ پوست۔ ہڈیاں۔ ہڈیوں کے اندر کا مغز وغیرہ یہ سب غذا ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مزید براں جسم کو گرم اور زندگی کو برقرار رکھنے کے لائق حرارت۔ اور افعال زندگی کو پورا کرنے کے قابل قوت بھی غذا ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ غذا پر انسانی وجود اور زندگی کے قیام کا دارو مدار ہے۔ اس لئے ہر زندہ شخص کے لئے غذا کا مسئلہ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دونوں میں ایک لازمی رشتہ ہے۔

ایک دانا کا قول ہے کہ ہمیں غذا ضرور کھانی چاہیئے اور اسی خیال سے ہم غذا کھاتے ہیں۔ اور خوب کھاتے ہیں۔ مجرّب اور مرغن اور لذیذ غذائیں کھاتے ہیں اور بعض تو اس وقت تک کھاتے چلے جاتے ہیں کہ معدہ میں جگہ باقی نہیں رہتی۔ لیکن ہماری جسمانی صحت ہمارے بزرگوں کی صحت کے مقابلہ میں کمزور ہے۔

جو لوگ تندرست نہیں ہیں۔ یا جن کی صحت اچھی نہیں رہتی ان کے لئے غذا کا سوال نہایت ضروری ہے۔

ہمارے باپ دادے نہ دخانی جہازوں سے واقف تھے اور نہ ریلوں اور انجنوں سے۔ نہ بجلی سے کام دینے والی کلوں سے۔ نہ تار برقی سے۔ نہ ٹیلیفون سے اور بغیر گھوڑوں کے چلنے والی گاڑیوں یعنی بائیسکل و موٹر کار سے۔ الغرض یہ کہ جو چیزیں موجودہ زمانہ میں تہذیب و شائستگی کا معیار سمجھی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی قدما کے زمانہ میں نہ تھی۔ مگر ان کی صحت جسمانی بہت اچھی تھی۔ بجائے اس کے ہماری صحت و تندرستی خراب ہے اور اکثر معرض خطر میں رہتی ہے۔ ہمارا علم اب سے دو نسل پیشتر والوں کے علم سے بدرجہا زیادہ ہے۔ مگر تعجب کا مقام ہے کہ ہم نے غذا کے معاملہ میں کوئی ترقی نہیں کی۔ اگرچہ گزشتہ دو تین صدیوں میں اطبا نے غذا کی ماہیت اور خواص کے متعلق بہت کچھ تحقیقات کر لی ہے۔ لیکن اس پر بھی فی زمانہ لوگوں کی صحت ناقص ہے۔ اگرچہ ہمارے بزرگ ہمارے مقابلے میں زیادہ اچھی غذا نہیں کھاتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ محنت و مشقت کے عادی تھے اس لئے ان کی تندرستی بھی اچھی تھی۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ جو شخص جسمانی محنت کے کام کرتا اور کھلی اور صاف ہوا میں بسر اوقات کرتا۔ اسکے اعضا اور اعصاب زیادہ مضبوط ہوتے۔ اور وہ زیادہ ثقیل غذا کو اور زیادہ مقدار میں ہضم کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہمارے باپ دادے بھی بیمار ہوتے تھے۔ لیکن نہ اسقدر جلد اور نہ اس قدر زیادہ عرصے کے لئے اور نہ بیماری انہیں زیادہ نقصان پہنچاتی تھی۔

اگرچہ غذا کے متعلق تحقیقات ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن دو باتیں ضرور معلوم ہو گئی ہیں (۱) آجکل لوگ زیادہ غذا کھا جاتے ہیں (۲) غذا کو خوب چبا کر نہیں کھاتے۔ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کے لئے ایک خاص مقدار غذا کی نفع بخش ہو سکتی ہے۔ اور جو شخص کہ زیادہ مقدار میں کھاتا ہے غذا اُسکی صحت کو نقصان پہنچاتی ہے ٭

ہم یہ تو بیان کر ہی چکے کہ غذا کس طرح ہضم ہوتی ہے اور اُس کا عطر کس طرح خون میں شامل ہو کر جسم کی پرورش کا کام دیتا ہے۔ پس اگر خون میں غذائیت ضروری مقدار سے زیادہ ہو تو وہ ایک قسم کی رطوبت میں منتقل ہو جاتی ہے جو کسی کام میں نہیں آسکتی۔ اگر ہم اُس سے زیادہ غذا کھائیں جس قدر کہ جسمانی صحت و پرورش کے لئے ضروری ہوتی ہے تو جسم کے اندر یہ رطوبت بکثرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جسکے خارج کرنے میں جسمانی اعضا کو معمول سے زیادہ اور بعض اوقات بہت زیادہ کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور چونکہ ایسی حالت میں ساری رطوبت خارج نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جسم کے اندر اُسکی فراہمی سے جسم کے بعض حصّوں میں ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اُس سے خنازیر۔ اور سرطان جیسے امراض کا ظہور ہوتا ہے ٭

مزید براں بسیار خوری سے ہاضمہ۔ اور دوران خون سے تعلق رکھنے والے اور فضلات کے خارج کرنے والے اعضا پر بھی زیادہ بار پڑتا ہے۔ کیونکہ اُن کو زیادہ کام کرنا ہوتا ہے۔ اس سے بعض اوقات وہ اپنا معمولی کام بھی کرنے سے عاجز و عاری ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کے جسم میں مذکورۂ بالا حالت جو ایک قسم کی خرابی ہے واقع ہو جاتی ہے تو قدرت کا عمل بیکار رہ کر انسان بیمار ہو جاتا ہے ٭

لیکن یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص غذا زیادہ مقدار میں کھاتا ہے؟ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بے بھوک یا بے خواہش کے کسی چیز کو کھا لینا کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ جسمانی صحت کے قائم رکھنے کے لئے زبردستی غذا کھائی جاتی ہے۔ اس سے لاکھوں آدمی اپنی قبر اپنے ہاتھ سے کھودتے اور قبل از وقت موت کا سامان مہیا کر لیتے ہیں۔ جب کبھی کسی شخص کو کھانے کی خواہش نہ ہو تو اسکے معنی یہ ہیں کہ اُس کا جسم زیادہ غذا کے قبول کرنے یا اُسے ٹھکانے لگانے کے قابل نہیں ہے۔ قانون قدرت کے عمل کے خلاف کھانے پینے سے جسم میں طاقت نہیں آتی۔ بلکہ طاقت چلی جاتی اور انسان کو کمزور بناتی ہے! بھوک نہ ہونے کی حالت میں کچھ کھانے پینے سے جسم کو اُس کام کے لئے آمادہ کیا جاتا ہے جسکے کرنے کے قابل وہ نہیں ہوتا۔ گویا جسم سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ مزید غذا کو ٹھکانے لگائے ٭

حیوانات اس بارہ میں بہت محتاط ہوتے ہیں۔ وہ بے بھوک کے کبھی کچھ نہیں کھاتے۔ بعض اوقات کتّے دو دو تین تین دن تک کچھ نہیں چھوتے۔ گھوڑے اور گائے اور دیگر مویشی بعض مرتبہ کئی کئی دن تک دانہ پانی اور چارہ پر منہ نہیں ڈالتے۔ ان بے زبان حیوانات میں بھی ایک قسم کی عقل حیوانی ہوتی ہے۔ جو اُن کی رہبری کرتی ہے اور اُنہیں بتا دیتی ہے کہ کس وقت اُنہیں کچھ کھانا پینا چاہئے۔ اس قسم کی عقل سے انسان خالی نہیں۔ بلکہ دیگر حیوانات کی مانند اُسے بھی کارخانۂ قدرت سے یہ عقل عطا کی گئی ہے تاکہ وہ صحت کا خیال رکھ سکے۔ اور بلا ضرورت کچھ کھائے پیئے نہیں لیکن

افسوس کہ وہ اس عقل سے کام نہیں لیتا - اور بعض اوقات وہ بجبر اس عقل کو یہانتک مغلوب کر دیتا ہے کہ وہ پھر انسان کو فہمائش تک نہیں کرتی - کیا یہ سراسر نادانی نہیں اور قانون قدرت کے احکام کی خلاف ورزی نہیں ؟ ضرور ہے +

عمل ہضم تو انسان کے دہن سے شروع ہو جاتا ہے - اس لئے غذا کو خوب اچھی طرح چبانا چاہئے - اگر خوب اچھی طرح چبائے بغیر غذا کو نگل لیا جاے تو معدہ اور چھوٹی آنت کو مقدار اور معمول سے زیادہ محنت ہضم کے متعلق کرنی پڑتی ہے - چبانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ منہ کو دو چار بار چلایا جائے - بلکہ یہ ہے کہ دانتوں سے غذا کو اسی طریقے میں پیسا جائے جیسے کہ چکی اناج کو پیستی ہے - یہاں تک کہ لعاب دہن مل کر غذا بالکل رقیق ہو جاے - غذا کے چباتے وقت منہ میں کوئی پتلی نہیں ڈالنی چاہئے - اور نہ اسکے چبا لینے کے بعد - البتہ چبا لینے کے بعد پانی ضرور پینا چاہئے - غذا چاہے رقیق ہو اور چاہے سخت یا ٹھوس - لیکن جب تک کہ لعاب دہن ملنے سے اسقدر پتلی نہ ہو جائے کہ آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتر سکے اس وقت تک اسے نگلنا ہی نہیں چاہئے - اگر غذا اس طریقے میں کھائی جاے تو چند ہی دن کے بعد اندازہ ہونے لگتا ہے کہ اس قدر غذا کھائی گئی ہے جسقدر کہ ضروری تھی +

اس طریقہ میں غذا کھانے سے انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے کس قدر غذا کھانی چاہئے اور کس وقت - اور کس قسم کی - انسان کو ہمیشہ اسی قسم کی غذا استعمال کرنی چاہئے جسکے لئے طبیعت خواہش کر سکے یا جس کی خون کو ضرورت ہو +

آجکل مختلف قسم کی اغذیہ کا رواج ہے - جو لوگ جسمانی قوت و طاقت اور آسودگی کے حامی ہیں - اور نیز ورزش کے خواہاں - وہ کسی خاص غذا یا خاص قسم کی غذا کے قائل نہیں - البتہ عام طور پر اُن کی راے یہ ہے کہ غذا ایسی ہو جس میں نباتات - گوشت - غلّہ - مٹھائی - چاء - قہوہ - اور بعض اوقات الکحال دار عرق بھی شامل ہوں - جو لوگ نباتات خور ہیں اُن کی غذا میں نباتات یعنی ترکاریاں سبزی - اناج - پھل اور میوے شامل ہیں - جو لوگ خام چیزوں کے کھانے والے ہیں وہ بھی اُن ہی چیزوں کو کھاتے ہیں جن کو کہ نباتات خور - ایسے لوگ چیزوں کو پکا کر نہیں کھاتے - بلکہ کچی ہی کھا جاتے ہیں - بعض لوگ صرف گندم ہی پر اکتفا کرتے ہیں - اور اس ایک ہی غذا سے اُن کی تندرستی قائم اور اچھی رہتی ہے - بعض لوگ صرف میوے - پھل اور اخروٹ کی قسم کے میوے ہی کھاتے ہیں - اُن کی صحت بھی بہت اچھی ہوتی ہے +

غذا کھانے میں ان باتوں کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے - آہستہ آہستہ کھانا - خوب چبا کر کھانا - جب کھانے میں مزہ کم معلوم دینے لگے یا خواہش باقی نہ رہے تو غذا سے ہاتھ اُٹھا لیا جاے - مزید براں ہر روز تھوڑی سی ہلکی ورزش بھی کی جاے +

اب سے کوئی تین سو سال پہلے اٹلی میں ایک امیر کبیر تھا - جو کھانے پینے کا بڑا دلدادہ تھا - مرغن و مچرب - نفیس اور لذیذ غذائیں کھاتا تھا - لیکن جب اُسکی عمر ۴۰ سال کی ہوئی تو اُسکے اعصاب اور جسم بالکل کمزور ہو گئے - حالانکہ اُس کا جسم بیحد بھاری تھا - ۴۰ سال کی عمر میں ایک طبیب نے اُس کا علاج کیا - جس میں کوئی دوا نہیں استعمال کرائی گئی - بلکہ صرف ورزش ہی سے کام لیا گیا - اسکے بعد وہ تندرست ہو گیا - اور پھر صرف ۱۲ اونس

غذا اور ۲۰۰ اونس شراب روزانہ پر اکتفا کرنے لگا۔ اُس نے پورے سو سال کی عمر پائی۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ غذا کی نسبت الکحال دار عرق غذا کے ساتھ زیادہ مقدار میں استعمال کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ تھوڑی غذا کھانی اور ورزش کرنا واجب ہے۔ تھوڑی غذا کے قائل تو آجکل کے اطبا بھی ہیں۔ لیکن وہ نشیلی یعنی الکحال دار چیزوں کے مخالف ہیں۔ اور اُس کا غذا میں یا غذا کے ساتھ یا غذا کے طور پر استعمال کرنا بُرا اور نقصان دہ بتلاتے ہیں۔ آجکل تو محرّک ہونے کے باعث اطبّا چاء اور قہوہ کو بھی نشیلی چیزوں میں داخل کرتے ہیں +

غذا میں گوشت بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن کیمیائی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جسقدر غذائیت نباتات میں ہے اُس سے زیادہ گوشت میں نہیں ہے۔ بعض طبیب گوشت کو محرّک بتاتے ہیں۔ مگر عام طور پر اور زیادہ تر اطبا کی رائے اب یہ ہے کہ گوشت غذا میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ اُسے غذا کے طور پر کھانا چاہیے +

غذا اس لئے کھائی جاتی ہے کہ جسم کے اندر اُن ریشوں وغیرہ کی درستی ہو سکے جو کسی وجہ سے خراب ہو گئے ہوں۔ جسم کے اندر زندگی قائم رکھنے اور قوت کو برقرار رکھنے والی حرارت موجود رہ سکے۔ اور کیمیائی تحقیقات نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اغذیہ مندرجہ ذیل تین اقسام میں داخل کی جاسکتی ہیں +

(۱) پروٹین۔ اس میں وہ کیمیائی عنصر داخل ہیں جو غذا میں ہوتے ہیں۔ یہ عناصر اور معدنی نمک جسم کے خراب شدہ ریشوں وغیرہ کی درستی کرتے ہیں۔ پروٹیڈ نٹروجن سے بنتے ہیں۔ اور نٹروجن پر جسم کی بحالی اور درستی کا بالکل دارومدار ہے۔ پروٹیڈ۔ پانی۔ اور معدنی نمک بلا غذا کے بھی زندگی کو قائم و برقرار رکھتے ہیں +

(۲) کاربوہیڈریٹس۔ نشاستہ اور مختلف قسم کی شکر۔

(۳) چکنائی۔ روغن نباتا۔ حیوانات کی چربی۔ مکھن وغیرہ +

پروٹیڈ پانی اور معدنی نمک سے مل کر نہ صرف جسم کے ریشوں ہی کو درست رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ جسم کو کسی قدر حرارت اور قوت بھی دیتے ہیں۔ مگر کاربوہیڈریٹس جسم کے ریشوں کی درستی نہیں کرتے۔ لیکن حرارت اور قوت تو ضرور عطا کرتے ہیں۔ اور چکنائی اس حرارت و قوت کو جسم کے اندر قائم رکھتی ہے +

پس وہ غذا جو جسم کے لئے ضروری اور نافع ہے اُس میں پروٹیڈ اس قدر مقدار میں ہونا چاہیے۔ جو خراب شدہ ریشوں کی مرمت اور درستی کر سکے اور جب ضرورت پڑے تو زیادہ مقدار میں ریشوں کو پیدا کر سکے۔ وہ کاربوہیڈریٹس اور چکنائی بھی اس مقدار میں پیدا کر سکے جس کی کہ ضرورت پڑتی ہو۔ اور جس سے مطلوبہ حرارت اور وقت کا اصدار یا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان چیزوں کو اس وقت تک جسم کے اندر جمع کر سکے جب تک کہ اُن کی ضرورت نہ پڑے۔ اس لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ تینوں قسم کی چیزیں یعنی پروٹیڈز۔ کاربوہیڈریٹس اور چکنائی ایسی کافی مقدار میں استعمال کی یعنی کھائی جائیں کہ جسم کی درستی اور صحت کا کام نہایت عمدہ طریقہ اور اچھے پیمانہ پر چلا جائے +

کامیابی کے اصول

غرور و خود غرضی ترک کردو

اگر کسی جوان مرد یا عورت میں خواہ وہ کسی کاروبار سے وابستہ ہو اور خواہ نہ ہو ذاتی حق شناسی صد درجہ ترقی کر جائے۔ چاہے وہ کسی صورت میں ترقی کرے۔ لیکن وہ انسان کو کمزور اور زیادہ تنگ مزاج بناتی ہے۔ اور اگر وہ انسان کو بالکل برباد نہ کر سکے تاہم اُس کے تنزل کا موجب ضرور ہوتی ہے۔ اُس سے انسان میں خود غرضی۔ حرص۔ اور اپنی ہی ذات کی محبت پیدا ہو جاتی ہے خواہ وہ مالی ہو۔ خواہ ملازمت کی اور خواہ کسی اور قسم کی +

انسانی زندگی کی اعلےٰ مسرت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ انسان خود فراموشی اختیار کرے۔ اپنی ذات کا زیادہ نفع نہ سوچے۔ دوسروں کی خدمت کرے اور اُن کا لحاظ رکھے۔ اس طرح وہ بڑے سے بڑا نفع اُٹھا سکیگا +

قمار بازی سے نفرت کرو

انسان کو چاہئے کہ وہ ہر قسم کی قمار بازی سے خود بھی نفرت کرے اور دوسروں کو بھی نفرت دلائے۔ فی زمانہ قمار بازی کو بہت رواج ہو گیا ہے۔ اور وہ موجودہ نسلوں کے حق میں سم قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ اور لوگوں کو ایک غیر معلوم طریقہ میں نقصان پہنچاتی رہتی ہے۔ قمار بازی کی بلا عام ہو گئی ہے اور سوسائٹی کے ہر درجہ پر حکمرانی کرنے لگی ہے۔ امیر و غریب اور متوسط حال لوگ سب ہی اُس کے پنجے میں گرفتار ہیں۔ بلا مبالغہ وہ قومی اور شخصی تنزّل کا سب سے زبردست آلہ ہے۔ حالانکہ نوجوانوں کو اُس میں کوئی نقصان نظر نہیں آتا۔ اُن میں سے زیادہ زہریلی اور اثر کرنے والی اور زیادہ خطرناک قمار بازی یہ ہے۔ لاٹری (چھٹی ڈالنا) اور شرط اور بازی ہیں۔ جو اتوار کے دن گھوڑوں پر لگائی جاتی ہیں۔ اور لوگوں میں ایک قسم کا بُرا اثر پیدا کر رہی ہیں۔ اور لوگوں کے اخلاق کو خراب کر رہی ہیں +

بہت سے لوگ وقت کو رائگاں کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی مضر قمار بازی ہے۔ کم قیمت رسالوں میں کھیلوں۔ گھڑ دوڑوں اور دیگر مشاغل تفریح کے متعلق جو فہرستیں شائع ہوتی ہیں اُن کے مطالعہ میں گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ اور اس قدر وقت فضول رائگاں جاتا ہے۔ اگر اسی وقت کو تاریخ۔ سائنس۔ لٹریچر یا دیگر مضامین کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف کیا جائے تو اُس سے کس قدر نفع پہنچ سکتا ہے۔ اور انسان کے دماغی۔ عقلی۔ اخلاقی قوےٰ میں کس قدر ترقی ہو سکتی ہے مزید برآں اُسے بہت سی باتوں کا علم ہو سکتا ہے +

اس تنزل میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی شامل ہیں۔ لیکن ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ بازی یا شرط کبھی نہ لگائے۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ جس شے کا عوض نہ دیا جائے نہ تو اُسکی خواہش کی جائے اور نہ اُسے لیا جائے۔ یہ عوض خواہ زر نقد کی صورت میں دیا جائے اور خواہ محنت کی شکل میں۔ مگر اُس کے دئے بغیر کوئی

شے حاصل کرنا انسان کی ذات میں ایک قسم کی کمزوری پیدا کرنے والی بات ہے۔ اس سے انسان کی طبیعت میں ایک لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب اُسکی عادت اس قسم کے شغل میں پختہ ہو جاتی ہے تو دلچسپی کی نوبت پہنچا کر انسان کو دام فریب میں پھانس لیتی اور اُس کی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ چھوٹی چھوٹی شرطوں کی جگہ انسان کو بڑی بڑی بازیاں بدنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ اور آخر ایک دن تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ اگر انسان شرط جیتتا ہے تو اُس میں ایک قسم کی حرص و طمع پیدا ہو جاتی ہے اور اگر ہارتا ہے تو علاوہ مالی نقصان اُٹھانے کے اُس میں اپنی تباہی کا زیادہ شوق پیدا ہو جاتا ہے ۔

طرز گفتگو

ہر انسان کو جو کامیاب ہونا چاہتا ہے لازم ہے کہ وہ اثر ڈالنے والی گفتگو کرنا سیکھے۔ مگر گفتگو میں ضبط کو بھی مد نظر رکھے اور انداز گفتگو دل پسند ہو۔ زندگی میں طرز یا طریقہ ایک ضروری شے ہے۔ اور اُس کا مرد و عورت دونوں پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ وہ انسان کی ترقی کا معاون بھی ہو سکتا ہے اور روکنے والا بھی۔ زبان پر قابو نہ رکھنے اور ضبط کو کھو دینے سے ہزاروں خاوندوں۔ بیویوں۔ بچوں۔ دوستوں اور ملازموں کو طرح طرح کے نقصان برداشت کرنے پڑے ہیں۔ جو لوگ سرکش گھوڑے کی مانند جو کہ لگام کی روک کو نہیں مانتا گفتگو میں بے ضبط ہو جاتے ہیں وہ ضرور کسی نہ کسی قسم کا نقصان اُٹھاتے۔ جو لوگ تند خو۔ تیز مزاج اور عجلت شعار ہوں اُن کو گفتگو میں تحمل۔ برداشت اور ضبط کی خاصیت پیدا کرنی چاہئے۔ اس لئے ہمیشہ وہ بات کہی جائے جس سے کسی کو کسی قسم کی مدد مل سکے نہ کہ وہ جس سے نقصان ہو سکے۔ ایک مثل یوں مشہور ہے کہ "جو زبان پر حکومت کرتا ہے وہ قلعہ یا شہر فتح کرنے والے سے زیادہ طاقتور ہے"۔ اسی طرح ایک اور مثل مشہور ہے کہ "جو لوگ زبان پر قابو نہیں رکھتے اُن کو لوگ بُرا کہتے ہیں"۔ ان امثال کو گفتگو میں ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے ۔

ایسی بات نہ کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو

کسی شخص سے ایسی بات نہ کہو جس کا خود تمہیں علم نہ ہو۔ اور نہ ایسی بات کا کسی کو یقین دلاؤ جسے تم فرض کرتے ہو۔ اور جس کا تمہیں یقین نہ ہو۔ اور جن لوگوں میں اس قسم کی عادت نہ ہو اُن کی صحبت سے پرہیز کرو۔ اس قسم کی عادت سیکڑوں لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ اُس کا ترک کرنا ہی بہتر ہوگا۔ ہزاروں آدمی اُن باتوں پر اعتبار لانے کے باعث اور اُن کو سچی سمجھنے کے باعث گمراہ ہو گئے ہیں جو در اصل غلط تھیں۔ مگر وہ واقعی بتائی گئی تھیں ۔

ہر بات میں یقین کامل رکھو

تمہارے جو کچھ خیالات اور نیز تمہاری ساری زندگی اُس میں یقین واثق سے کام لو۔ کاروبار اور میل و محبت دونوں ہی میں اس صفت کو ملحوظ رکھو۔ واقعی بات کے لئے کھلا ہوا دل اور کھلی ہوئی آنکھ رکھو۔ اور طرفداری اور کراہیت کو بالکل دخل نہ دو۔ کیونکہ یہ صفات انسانی خصلت کی حقیقت پر ایک قسم کا تاریک پردہ ڈالنے والی ہوتی ہیں ۔

باتوں کا انتخاب

ہر شخص کو چاہئے کہ زندگی کے متعلق بڑی اور چھوٹی

دونوں ہی قسم کی باتوں کے انتخاب میں ارادہ اور عقل
دونوں کے اعتبار سے نہایت احتیاط کو لازم اور مدنظر
رکھنا چاہئے مگر جن باتوں کا تعلق دُنیوی امور سے ہو اُنکے
انتخاب میں تو سب سے زیادہ احتیاط لازم ہے ✦

جن مختلف و متعدد باتوں کے انتخاب سے تم کو
واسطہ پڑے مثلاً دوست ۔ رفقا ۔ کتابیں وغیرہ اُن میں
سے جن کا تعلق انسان کی بہبودی سے ہو اُنکے انتخاب
میں ایک خاص احتیاط اور دور اندیشی کو مدنظر رکھنا چاہئے
اُن میں سے اس وقت صرف ایک بات کا تذکرہ کیا جاتا
ہے ۔ وہ عمر بھر کے رفیق کا انتخاب ہے ۔ اگر اُن تعلقات
کو جو دو جوان مرد اور عورت کے درمیان ہوں احتیاط
سے برتا جائے تو بہت کچھ نفع دیتے ہیں۔ اس بارہ
میں یہ احتیاط نہایت ضروری اور لازمی ہے کہ ایک دوسرے
کی چاپلوسی نہ کی جائے۔ اور نہ انسانی جذبات کو ایک
کھیل بنایا جائے۔ اس سے اکثر اوقات مرد و عورت
ایک دوسرے سے بے لطف ۔ ناآشنا اور ناخوش
ہوجاتے ہیں ✦

بیس سال کی عمر سے پہلی رفاقت ۔ یا محبت
وغیرہ کی راہ و رسم اختیار نہیں کرنی چاہئے ۔ اور جبتک
کہ زندگی کے مدعا کی وسعت نہ ہوجائے ۔ اور رائے
پختہ نہ ہوجائے ۔ اور زندگی کی باتوں کے نتائج پر
غور نہ کرلیا جائے اُس وقت تک عمر بھر کی رفاقت
کا آغاز نہیں کرنا چاہئے ✦

عورت اور مرد کی زندگی شادی کے ذریعے یا تو
سنبھل جاتی اور یا بگڑ جاتی ہے ۔ اور اُسکی ترقی یا تو بالکل
ہی رُک جاتی ہے اور اُس میں ایک قسم کا جوش آجاتا
ہے ۔ اور ایک حرکت پیدا ہوجاتی ہے ۔ اور یہ باتیں
شادی کے اثر کے مطابق ظہور میں آتی ہیں۔ ان باتوں
کو مدنظر رکھتے ہوئے شادی ایسے ہی لوگوں سے کی جائے
جن کی طبیعت سے طبیعت ملتی ہو۔ چونکہ شادی ایک
عمر بھر کا سودا ہے اس لئے اُس میں عجلت یا بے احتیاطی
کو دخل نہیں دینا چاہئے ۔ اُسے ایک ہلکا کام اور معمولی
بات نہیں خیال کرنی چاہئے ۔ بلکہ اہم اور سنجیدہ ✦

شادی کا نمبر تو بعد میں آتا ہے اُس سے پیشتر
منگنی ہوتی ہے ۔ اور منگنی سے پہلے باہمی ربط و ضبط
جسے انگریزی زبان میں انگیجمنٹ کہتے ہیں۔ یہ دونوں
باتیں بھی بیحد ضروری اور احتیاط کے قابل ہیں۔ اور
جس قدر باتیں شادی میں ملحوظ رکھی جاتی ہیں اُن سب
کو ان دونوں میں بھی رکھنا چاہئے ۔ انگیجمنٹ دراصل
دو زندگیوں میں عمر بھر کا ایک معاہدہ سمجھو۔ جس میں نہ صرف
دو شخصوں ہی کا فائدہ اور بہبودی متصور ہے بلکہ کل
سوسائٹی کی بھی ✦

کسی تحریک کے اثر سے انگیجمنٹ نہیں کرنا چاہئے
بلکہ اُس کا عقلمندی کے ساتھ انتخاب کیا جائے ۔ کسی
عارضی دلفریبی یا نفع کا خیال بالکل نہیں چاہئے۔ بلکہ
اس بات کا کہ دونوں میں عقلی ۔ ذہنی ۔ اخلاقی خصائل
یکساں ہوں یا کم از کم ملتے جلتے ہوئے ۔ اگر ان باتوں
کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو دونوں عمر بھر ایک دوسرے
سے جُدا جُدا ۔ تنہا اور دلوں میں دُور دور رہتے ہیں
گویا اُن کا حقیقی میل نہیں ہوتا ✦

از روئے قانون دو انسانوں کی عمر بھر کی رفاقت
کا نام شادی یا نکاح ہے ۔ لیکن یہ تو شادی کی رسم
ادا ہونے سے پیشتر ہی عمل میں آچکتا ہے ۔ کیونکہ
جب تک اس رسم سے پیشتر دونوں کے دل ایک

نہ ہوجائیں۔ دونوں ایک دوسرے کے دلدادہ نہ بن جائیں۔ دونوں ایک دوسرے کی عزت نہ کرنے لگیں۔ تب تک حقیقی شادی نہیں ہوتی۔ اور سادی کی رسم ادا کردینا ایک بیکار بات ہوتی ہے۔ شادی کی رسم تو حقیقی شادی کی ایک ظاہری رسم ہے۔ پس جب تک باطنی طور پر حقیقی میل نہ ہوجائے تب تک ظاہری رشتہ کے قائم رہنے کی اُمید و توقع نہیں ہوسکتی۔ اور جب تک یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی تب تک یہ بھی اُمید فضول ہے کہ دو انسان ایک دوسرے کے سچے مددگار اور غمخوار بن کر رہینگے۔ اور باہمی فرائض کو انجام دینگے اور جو دُنیوی باتیں اُن کی ذات سے وابستہ ہیں اُن کی تکمیل کرینگے ✦

اگر ربط وضبط کے زمانہ ہی میں دونوں میں سے ایک کو یہ معلوم ہوجاے کہ اُنہوں نے ربط وضبط کرنے میں کوئی غلطی کی ہے تو وہ اُس غلطی کو عمر بھر کے لئے رفیق نہ بنائیں۔ وہ شادی نہ کریں۔ تاکہ عمر بھر اُس غلطی کا خمیازہ نہ بھگتتے رہیں۔ بلکہ سب سے بہتر بات یہ ہوگی کہ چاہے کیسی ہی مشکل پیش آئے۔ چاہے بدنامی ہو اور چاہے اعتراض کئے جائیں۔ لیکن اس حالت میں شادی سے دور بھاگنا چاہئے اور ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلینا واجب ہے۔ ورنہ سادی کرلینا اور اس اُمید سے کہ شائد رفتہ رفتہ دونوں میں حقیقی میل ہوجائیگا ایک نہایت آزاردہ بات ہوگی۔ اور اُن کی غلطی آگے چل کر بارگراں معلوم دینے لگیگی۔ اگر شادی کے بعد معلوم ہو کہ دونوں میں سے کسی سے کوئی نقصان دہ غلطی ہوگئی ہے تو پھر دونوں کو اُس غلطی کے نتائج سے بچنے اور بھاگنے کی کوشش کرنی چاہئے اور جہاں تک ہوسکے ایسے طریقہ میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے کہ اُس غلطی سے کوئی بُرا نتیجہ نہ نکلے۔ اور اگر کسی غلطی سے میاں بیوی کے تعلقات میں فرق آگیا ہو یا یہ کہ تعلقات باطل ہوگئے ہوں۔ تو بھی دونوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اس طریقہ میں زندگی بسر کرسکتے ہیں جیسے کہ بھائی اور بہن اور اس طرح ایک دوسرے کی مدد کرسکتے ہیں ✦

الغرض یہ کہ شادی کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور نیز اُس سے پیدا ہونے والے نتائج کو ملحوظ رکھتے ہوئے شادی کی رسم ادا کرنے سے پیشتر ہی دودلوں میں کامل محبت اور پورا میل ہونا ضروری ہے۔ اور محبت بھی ایسی جس پر "ایک جان دو قالب" کی مثل پوری عائد ہوسکے۔ جسم کا جسم سے میل ہونا اس قدر ضروری نہیں جس قدر کہ دلوں کا وصل اور سب سے بڑھکر روحوں کا میل۔ دونوں میں بہت گہری اور پُرجوش محبت ہو۔ گویا دونوں مل کر ایک ہوجائیں۔ تاکہ زندگی کے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور انسانی ہستی کا مدعا حسب دلخواہ اور بہترین طریقہ میں انجام پاسکے ✦

میاں بیوی کا میل نومی اور روت کا سا ہو جیسا کہ ذیل کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

روت نے نومی سے کہا کہ "جہاں تو جائیگی میں بھی جاؤنگی۔ اور جہاں تو رہیگی وہیں میں بھی رہونگی۔ تیرے لوگ میرے لوگ اور تیرا خدا میرا خدا ہوگا۔ جہاں تو مریگی وہیں میں بھی مرونگی۔ اور وہیں میں بھی گڑونگی۔ خدا مجھ سے ایسا ہی اور اُس سے زیادہ کرے۔ بشرطیکہ موت کے سوا کوئی دوسرا سبب مجھ کو تجھ سے جدا کردے۔" اس کے بعد شادی کی رسم ادا کی جاے ✦

اصول تجارت

بنک

بنک کی عام کارروائی - اس ملک کی دیسی زبان میں بنک کو ساہوکاری یا صرافی کہتے ہیں۔ بنک کے کام میں یہ باتیں داخل ہیں - خرید - فروخت - قرضہ دینا - روپیہ کی داد و ستد - یہ کام مختلف طریقوں اور صورتوں میں انجام دیا جاتا ہے - اور جس طریقہ کے ذریعے یہ کام انجام دئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) گاہکوں کے ساتھ "رواں حساب" رکھنا جسے انگریزی زبان میں کرینٹ اکاؤنٹ (Current Account) کہتے ہیں ÷

(۲) روپیہ امانت میں سود پر یا بلاسود رکھنا ÷

(۳) مبادلہ کی ہنڈیوں پر کمیشن لینا جسے ڈسکاؤنٹ (Discount) کہتے ہیں ÷

(۴) گاہکوں کو روپیہ دست گرداں یا قرض دینا ÷

(۵) کوئی سے دو فریق کے حساب سے داد و ستد کا کام کرنا ÷

(۶) ہنڈیوں کے متعلق خط و کتابت کرنا ÷

(۷) ہنڈیاں جاری کرنا ÷

بنک کی شاخیں - دونوں قسم کے بنک یعنی پرائیویٹ بنک (بنک جو شخص واحد کے سرمایہ سے کھولا جاوے) اور جائنٹ اسٹاک بنک (بنک جو مشترکہ سرمایہ سے چلایا جاوے) مذکورہ بالا قسم کے جملہ کاموں یا اُن میں سے چند کاموں کو انجام دیتے ہیں - مگر بعض بعض بنک اُن میں سے صرف ایک یا دو کاموں ہی کو کرتے ہیں - اسی لئے بعض بنک کا نام بنک آف ڈپازٹ (Bank of Deposit) (امانتی بنک) ہوتا ہے - بعض کا سیونگ بنک (Saving Bank) یعنی "بچت کا بنک" جس میں لوگ اپنا پس انداز کیا ہوا روپیہ داخل کرتے ہیں - لون بنک (Loan Bank) قرضہ دینے والا بنک - ڈسکاؤنٹ بنک (Discount Bank) کمیشن کا بنک - اور علیٰ ہذا ÷

امانتی بنک - یہ اپنے ہاں نقد روپیہ - زیور - جواہرات یا دیگر بیش قیمت اشیا بطور امانت کے رکھتے ہیں - اور حفاظت کے لئے - جو شخص اُن میں اپنی چیزیں رکھتے ہیں اُن سے کچھ اجرت لی جاتی ہے - مگر اس قسم کے خالص بنک آجکل بہت ہی کم ہیں - کیونکہ اس کام کو ہر قسم کے بنکوں نے اختیار کر لیا ہے ÷

قرضہ دینے والا بنک - اس بنک کا خاص کام یہ ہے کہ وہ سود پر روپیہ قرض دیتا ہے - لیکن قابل اعتبار ضمانت لیکر - اور اُس روپیہ کو وہ بہ اقساط وصول کرتا ہے ÷

سیونگ بنک - اس بنک میں مزدوری پیشہ لوگ اپنا پس انداز کیا ہوا روپیہ جمع کرتے ہیں - اُس میں روپیہ کی کوئی سی رقم خواہ وہ بڑی ہو اور خواہ چھوٹی داخل کی جا سکتی ہے - اس روپیہ پر روپیہ داخل کرنے والے کو سود دیا جاتا ہے - بعض سیونگ بنک ایک آنہ تک

کی رقم بھی اپنے ہاں داخل کر لیتے ہیں۔ اس لئے انکو پینی بنک (Penny Bank) یعنی آنہ بنک کہتے ہیں۔ یا پینی سیونگ بنک (Penny Saving Bank) سیونگ بنک کا سرمایہ یا روپیہ عموماً کسی محفوظ کام میں لگا دیا جاتا ہے۔ اور محض اس غرض سے کہ اسکی آمدنی سے بنک کے اخراجات چل سکیں بعض اوقات اس قسم کے بنک قرضہ دینے کا بھی کام کرتے ہیں۔ اور اس قسم کے بنکوں کا نام بعض اوقات لون اینڈ سیونگ بنک (Loan & Saving Bank) رکھا جاتا ہے*

ڈسکاؤنٹ بنک۔ اس قسم کا بنک اپنا سرمایہ یا روپیہ ہنڈیوں کو توڑنے یعنی انکا روپیہ دینے اور اُن پر کمیشن لینے کا کام کرتا ہے۔ اس بنک میں بھی دیگر قسم کے صرافی کے کام کئے جاتے ہیں*

بنک آف رشیو۔ اس بنک کا کام ہے کہ وہ ایسے نوٹس جاری کرے جو ملک میں چل سکیں اور جنکی اجازت سرکار وقت سے لی گئی ہو۔ اور جو سرکار میں بھی قبول کئے جا سکیں*

کرینٹ اکاونٹس یعنی رواں حساب۔ بنک والے یا ساہوکار یا صراف گاہکوں کے ساتھ رواں حساب بھی رکھتے ہیں جس میں روپیہ ہر روز داخل کیا جا سکے اور نیز نکالا جا سکے۔ روپیہ کی جگہ نوٹس یا ہنڈی کے لینے دینے کا بھی رواج ہے۔ صحیح جس قدر روپیہ یا جو رقمیں داخل کی جاتی ہیں اُن ہی پر سود دیا جاتا ہے۔ مگر لندن کے بنک رواں حساب پر کوئی سود نہیں دیتے۔ اس قسم کی داد و ستد کا حساب رجسٹروں یا بہی کھاتوں میں رہتا ہے۔ جنکا نام کرینٹ رجسٹر (Current Register) یا ڈرائنگ رجسٹر (Drawing Register) روپیہ نکالنے کا رجسٹر ہوتا ہے۔ اُن میں ایک طرف تو وہ رقم درج کی جاتی ہے جو حساب میں دی جاتی ہے یا جو بنک میں سے نکال لی جاتی اور دوسری طرف وہ رقم جو حساب میں داخل کی جاتی ہے۔ حساب رکھنے والا یہ رقمیں خواہ خود داخل کرے خواہ نکالے۔ خواہ اُسکے حساب میں سے نکالی جائیں یا داخل کی جائیں۔ خواہ نقدی کے ذریعے خواہ ہنڈیوں یا نوٹس کے ذریعے۔ مگر نکالنے اور داخل کرنے کا اندراج لازمی ہے*

امانت۔ اسے انگریزی زبان میں ڈپازٹ کہتے ہیں۔ بنک میں روپیہ یا تو تین یا چھ یا بارہ ماہ کے وعدے سے داخل کیا جاتا ہے یا کسی خاص مدت کے واسطے۔ میعاد گزرنے پر داخل کنندہ اس روپیہ کو نکال لینے یا واپس لے لینے کا مجاز ہوتا ہے۔ جو سود داخل شدہ رقم پر ملتا ہے وہ داخلہ کی حیثیت پر منحصر ہوتا ہے۔ کبھی تو وہ مقررہ ہوتا ہے اور کبھی غیر مقررہ۔ بعض بنک مقررہ رقم کے حساب سے دیتے ہیں اور بعض غیر مقررہ کے حساب سے۔ مگر جب سود کا بڑھاؤ اور گھٹاؤ دونوں ایک ہی پیمانہ پر ہوتے ہیں تو غیر مقررہ رقم کے حساب سے سود دیا جاتا ہے۔ غیر مقررہ رقم کو انگریزی زبان میں فلکچوایٹنگ کہتے ہیں (Fluctuating)*

جب کوئی شخص کسی بنک میں روپیہ داخل کرتا ہے تو اُسے ایک کاغذ کی خانہ پوری کرنی پڑتی ہے جسے داخلہ کہتے ہیں اور انگریزی زبان میں لوجمنٹ اسلپ (Lodgement Slip) اُسکے داخل کرنے پر محاسب اُسے ایک رسید دیتا ہے۔ اسکے بعد رقم اُس شخص کے نام پر بہی کھاتہ میں درج کر لی جاتی ہے۔ بنک سے روپیہ عموماً چک یعنی ہنڈی کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ بنک سے ہر داخل کنندہ کو ایک چک بک (ہنڈیوں کی کتاب) مل جاتی ہے جسکے دو حصے ہوتے ہیں۔ جو رقم نکالی جاتی ہے وہ دونوں حصوں میں درج کی جاتی ہے۔ بڑے حصے کو جس میں روپیہ پانے والے کا نام وغیرہ بھی درج کیا جاتا ہے بنک میں ... دیا جاتا ہے۔ بنک سے پاس بک (Pass Book) بھی

چیونٹی کے حالات

کام کرنے والی چیونٹیاں

جس طرح شہد کی مکھیوں میں تین قسم کی مکھیاں ہوتی ہیں اُسی طرح چیونٹیوں میں بھی تین قسم کے افراد ہوتے ہیں یعنی کام کرنے والی چیونٹیاں۔ مادہ چیونٹیاں اور نر چیونٹیاں جن کو چیونٹے بھی کہتے ہیں۔ گزشتہ باب میں ہم نے کام کرنے والی سُرخ چیونٹی کا ذکر کیا تھا۔ مگر جملہ اقسام کی چیونٹیوں میں کام کرنے والی چیونٹیاں ایک ہی برابر نہیں ہوتیں۔ بلکہ قدوقامت اور جسامت وغیرہ کے اعتبار سے مختلف طرح کی ہوتی ہیں +

کام کرنے والی چیونٹیاں دراصل مادہ ہوتی ہیں اور اگرچہ وہ ایسی مادہ ہوتی ہیں جنکے اجسام کا پُورا پورا نشوونما نہ ہوا ہو۔ لیکن وہ نہ تو نروں میں شمار کی جاتی ہیں اور نہ ماداؤں میں شریک۔ چیونٹیوں کی کسی جماعت میں وہ ایک معتدبہ تعداد میں ہوتی ہیں۔ اُن کا کام یہ ہے کہ وہ بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کریں۔ رہنے کے لئے مکان بنائیں۔ جب دوسری جماعت کی چیونٹیاں حملہ آور ہوں تو اُنکے مقابلہ میں نو آبادی کی حفاظت کریں۔ اور سامان خوراک بہم پہنچائیں +

بعض جماعت میں چھوٹی اور بڑی دونوں قسم کی چیونٹیاں پائی گئی ہیں اور بعض میں صرف معمولی قسم کی۔ اُسکے فرائض مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ اگر فورمیکا سنگوئینیا (Formica Sanguinea) قسم کی چیونٹی کے مسکن پر حملہ کیا جائے تو بڑی قسم کی کام کرنے والی چیونٹیاں ہل چل کا سبب معلوم کرنے کے لئے باہر نکل آتی ہیں اور اچانک حملہ پر ناخوش ہو جاتی ہیں۔ اور مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جاتی ہیں۔ چھوٹی کام کرنیوالی چیونٹیاں اندر ہی رہتی ہیں جو بچوں کو یا ملکہ کو مطمئن رکھنے میں مصروف رہتی ہیں۔ چھوٹی چیونٹیوں کے سپرد خانگی کاروبار بھی ہوتے ہیں۔ میں نے فورمیکا فسکا قسم کی چیونٹیوں کی خادم چیونٹیوں کو دیکھا ہے۔ یہ چھوٹی ہی قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان چیونٹیوں کی بناوٹ اور قدوقامت اور جسامت میں فرق ہوتا ہے۔ مگر میڈیٹیرہ چیونٹیوں میں کام کرنے والی بڑی چیونٹیوں کا سر از زیادہ بڑا ہوتا ہے +

چیونٹیوں کی بعض نوآبادیوں میں دو جدا جدا قسم کی کام کرنے والی چیونٹیاں پائی جاتی ہیں۔ اس قسم کی چیونٹیاں خاص کر سنٹوبہ۔ امبہ بلا اور برازل میں ہوتی ہیں۔ اُن کو مسٹر ایچ۔ ڈبلیو۔ بیٹس نے دریائے آمیزن کی وادی میں چلتے پھرتے دیکھا۔ اور اُنکے مفصّل و با تصویر حالات اپنی کتاب موسومہ "دی نیچرلسٹ اون دی ریور آمیزن" میں لکھے ہیں۔ جو یہ ہیں کہ :-

یہ چیونٹی جس کا نام ایکوڈومہ سیفالوٹس (Aecodoma Cephalotes) ہے۔ وہ نواح پارا میں ہر جگہ قطار در قطار چلتی پھرتی پائی جاتی ہے۔ اور وہ قابل کاشت درختوں کے پتوں کو بالکل کھا جاتی ہے۔ اہل برازل کے لئے وہ ایک بڑی مصیبت کا موجب ہوتی ہے۔ اور بعض اضلاع میں سکی

اسقدر کثرت ہے کہ وہاں کاشت کرنا ناممکن ہوگیا ہے
اُسکی ہر جگہ شکایت سُنی جاتی ہے - اس قسم کی چیونٹی
میں کام کرنے والی چیونٹیاں تین قسم کی ہوتی ہیں جنکی
جسامت میں نمایاں فرق ہوتا ہے ؎

کام کرنے والی جماعت میں زیادہ تر چھوٹی چیونٹیاں
ہوتی ہیں - جن کو ورکر ماٹنرز کہتے ہیں - مگر باقی دو قسم
کی کام کرنے والی چیونٹیوں کے فرائض اور کام بھی تک
بخوبی معلوم نہیں ہوسکے - اُن میں سے ایک کا سر چکنا
ہوتا ہے اور اس قسم کا گویا کہ سر پر روغن پھیر دیا گیا
ہے - دوسری کا سر بالدار ہوتا ہے - ورکر ماٹنرز بھی
جسامتوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے نہیں ملتیں
اُن میں سے بعض تو اوروں کے مقابلہ میں جسامت
میں دُگنی ہوتی ہیں - کل جسم کسی ٹھوس چیز کا بنا ہوا
معلوم دیتا ہے - اور اُس کا رنگ پیلا مگر سرخی مائل
اور قدرے بھُورا ہوتا ہے - اُسکے صدر میں تین تیز کانٹے
ہوتے ہیں - جو رخساروں کے پچھلے حصّہ میں سے
باہر کو نکلے ہوئے ہوتے ہیں ؎

مسٹر بیٹس لکھتے ہیں کہ "جب میں اوّل اوّل دریائے
ایمزن کی وادی میں چہل قدمی کرنے گیا - تو میں نے مٹی
کے انبار دیکھے جو رنگ میں مختلف قسم کے تھے - اور
آس پاس کی زمین سے بالکل نہیں ملتے تھے - اُن میں
سے بعض تو بہت لمبے چوڑے تھے - بعض کا محیط ۲۰۴ گز
تھا - لیکن بلندی میں ایک بھی دو فیٹ سے زیادہ نہ تھا -
اُنہیں دیکھکر ہم نے تحقیقات شروع کی تو معلوم ہوا کہ
وہ سوآبہ چیونٹی کا کردار ہیں - اور وہ اُن کے زمین دوز
مکانوں کے دروازوں اور کمروں کی حفاظت کا کام دیتے
ہیں - ان ٹیلوں پر چیونٹیاں شاذ و نادر ہی کام کرتی
ہوئی پائی جاتی ہیں - دروازے عموماً بند رہتے ہیں اور
وہ کبھی کبھی کسی خاص ضرورت کے وقت کھولے جاتے
ہیں - اُن میں سے میں نے ایک انبار یا ٹیلہ کی مٹی کھود کر
ہٹائی تو مجھے معلوم ہوا کہ چھوٹے چھوٹے دروازے کوئی
دو فیٹ کی گہرائی پر جاکر آپس میں مل جاتے ہیں اور اُن سے
مل کر ایک لمبا اور کشادہ اور عمدہ طرز پر بنا ہوا دروازہ
بن جاتا ہے - جسکا قطر ۴ یا ۵ فیٹ کا ہوتا ہے - سوآبہ قسم
کی چیونٹیاں پتے کتر کر خراب کر دیتی ہیں اسکا حال بہت
سے نیچرلسٹ اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں - اور جب وہ
پتوں کو لیکر اور قطار باندھکر چلتی ہیں تو خود نظر نہیں آتیں
بلکہ صرف پتے ہی دکھائی دیتے ہیں - میں نے بعض نوآبادیوں
کے پاس ہی بہت سے پتے پڑے ہوئے دیکھے - رفتہ رفتہ
مجھے ان چیونٹیوں کو کام کرتے ہوئے بھی دیکھنے کا موقع
ملا - درختوں کے پتوں کو خراب کرنے کے لئے یہ چیونٹیاں
گروہ کی گروہ درختوں پر چڑھ جاتی ہیں - مگر وہ چھوٹی کام
کرنے والی چیونٹیاں ہوتی ہیں - ہر چیونٹی پتے کو اپنے تیز
جبڑے سے دباکر ایک قدرے گول ٹکڑہ اُس میں سے
کاٹ لیتی ہے - بعض اوقات وہ اُس ٹکڑے کو زمین پر
گرا دیتی ہیں - اور جب اُن کا ایک چھوٹا سا ڈھیر ہو جاتا
ہے تو وہ درخت سے اُتر کر اور اُنکو اُٹھا کر لے جاتی ہیں
جس راستے پر ہوکر وہ آمد و رفت رکھتی ہیں وہ تھوڑے
ہی عرصہ میں ہموار اور چکنا ہو جاتا ہے - ان چیونٹیوں کو
کام میں مشغول دیکھکر دیکھنے والے کو بڑا ہی لطف آتا ہے
وہ خاص کر اُن درختوں کے پتے خراب کرتی ہیں جو
کاشت کے ذریعے اُگائے جاتے ہیں - یہ چیونٹی امریکہ
خط استوائی حصوں میں خاص طور پر پائی جاتی ہے - وہ
بعض اوقات جنگلی یا خودرو درختوں کا بھی ناس کر دیتی ہے

مضحکہ انگیز قوانین

برطانیہ عظمیٰ میں قانون کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ اور قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اُسکے مکافات سے بچ نہیں سکتے۔ وہاں قانون بادشاہ وقت سے بھی افضل تر مانا جاتا ہے۔ لیکن موجودہ قانونی کتابوں میں ابتک بہت سے قوانین اس قسم کے ہیں جو مضحکہ انگیز ہیں اور منسوخ کئے جانے کے قابل۔ اُن میں سے چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

نقب زنی۔ اسکے معنی ہیں کہ "کسی کے مکان میں رات کو نقب یعنی سیندھ لگا کر گھس جانا اور چوری کرکے مال و اسباب لے جانا" نقب زنی کے لئے یہ ضروری ہے کہ "سیندھ لگا کر مکان کے اندر گھُسنا" لیکن اگر کوئی شخص رات کو دروازہ کھُلا چھوڑ دے اور ایک شخص مکان کے اندر داخل ہو کر چوری کرلے تو اُس پر نقب زنی کا الزام نہیں لگ سکتا۔ اگر مکان بود و باش کی جگہ نہیں ہے تو بھی اُس میں نقب لگا کر چوری کرنا نقب زنی میں داخل نہیں۔ اس جرم میں "رات" کی شرط ہے۔ اور رات نو بجے شام سے لیکر ۶ بجے صبح تک شمار کی جاتی ہے۔ لیکن موسم سرما میں شام پانچ بجے یعنی رات ہونے سے ۴ گھنٹے پہلے پڑ جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص نو بجے سے پیشتر نقب لگا کر چوری کرے تو وہ نقب زنی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ قانون اپنی نوعیت کے لحاظ سے قابل مضحکہ نہیں؟ ضرور ہے۔

ابھی حال میں دو لڑکوں نے مٹر کی چوری میں قید کی سزا پائی ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے مٹر کی پھلیاں درخت میں سے توڑی تھیں۔ لیکن اگر یہی پھلیاں اُنکو کھیت میں زمین پر پڑی ہوئی ملتیں اور وہ اُن کو چُراتے تو اُنکو قید کے عوض سزائے تازیانہ دی جاتی۔ اس قسم کا قانون لوگوں کو چوری سے باز نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ دونوں طریقوں میں چوری کرنے والا چوری کا مجرم ہوسکتا ہے۔ یہ بھی مضحکہ انگیز قانون ہے۔

شراب پی کر بدمست اور مدہوش ہونے والوں کے دو مقدمے ابھی حال میں فیصل ہوئے ہیں۔ ایک میں مجرم ایک شخص اٹلی کا باشندہ تھا جو چوک کے نزدیک مدہوش ہوکر ریل کی پٹڑی پر پڑا رہا۔ عدالت نے اُسے اس لئے سزا نہ دی کہ از روئے قانون ریل کی پٹڑی سرکار کی جگہ یا شاہراہ نہیں تھی۔ دوسرے میں مجرم ایک کوچبان تھا جس نے مدہوشی میں گاڑی ایک شخص کے باغ کے اندر کھڑی کردی۔ عدالت نے اس بنا پر سزا نہیں دی کہ مجرم کو کسی نے سرکاری سڑک پر مدہوش نہیں پایا۔ اس سے معلوم ہے کہ مدہوش چاہے کتنا ہی بُرا قصور کرے مگر جب تک سرکاری جگہ میں جرم نہ کرے تب تک اُسے سزا نہیں مل سکتی۔ یہ بھی ہنسی کے قابل قانون ہے۔

ایک اور پُرانا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو مارے یا زخم لگائے اور اگر وہ شخص ۳۶۶ دن کے اندر مرجائے تو مارنے والے کو قتل کی سزا دی جاتی ہے لیکن اگر اس مدت کے بعد فوت ہو تو نہیں دی جاتی۔ یہ قانون سب سے زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ مزید براں شاہ جارج سوم کے وقت کے ایک قانون کے مطابق ایک پولیسمین کسی شخص کو جو عام لوگوں کے سامنے حلف اُٹھائے یا قسم کھائے جرمانہ کی سزا دے سکتا ہے۔ ایک سپاہی۔ ایک ملاح اور ایک مزدور سڑک پر کوئی نازیبا کلمہ مُنہ سے نکالنے پر ۵ شلنگ جرمانہ کا مستوجب ہوتا ہے۔ اور دوبارہ دس کا۔ پھر بیس کا اور علیٰ ہذا یہ بھی عجیب قانون ہے۔

ایک اَور پُرانے قانون کے مطابق بکنگھم شائر کے ایک
تمباکو فروش پر اتوار کے دن دوکان کھولنے پر کئی ہفتے
تک متواتر جرمانہ کیا گیا۔ اور اسی طرح برماؤتھ کے ایک حجام پر
بھی۔ شاہ جارج چہارم کے عہد کے ایک قانون کی رو سے
اتوار کے دن گھر سے باہر سیٹی بجانا جرم ہے۔ ایسے شخص کو
ایک شلنگ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔ یقین کے
لحاظ سے یہ قوانین مضحکہ انگیز ہیں +

اگر کسی ایسے مریض کے کمرے میں جو وبائی مرض میں
مبتلا ہو سوائے ڈاکٹر اور دایہ کے کوئی تیسرا شخص چلا جائے
خواہ یہ شخص اُس کا قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہو تو اُسے ۵ پونڈ
جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ عجیب قانون ہے +

اُنیسویں صدی کا ایک قانون جو خود دو کمپنیوں کے
وجود میں آنے سے پیشتر ہی منظور ہو چکا تھا اُسکی رو سے
گاڑیوں کے مالکوں کو گاڑیوں پر اپنا پورا نام و پتہ و سکونت
لکھانی چاہیئے۔ ابھی حال میں ایک کمپنی پر ایسا نہ کرنے کے
جرم میں مقدمہ قائم کیا گیا۔ کمپنی نے عذر کیا کہ کمپنی کے
مالک دو سو حصہ دار ہیں اُن سبھوں کا نام گاڑیوں پر لکھانا
کس قدر واہیات اور مضحکہ خیز بات ہوگی +

قرون وسطے کے ایک قانون اراضی کے مطابق ماہ اپریل ۱۹۰۶ء
میں ایک مقدمہ چلایا گیا۔ ایک شخص نے ایک چھوٹی سی جائداد جسکے
مالک ارل ایمہرسٹ تھے کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ وہ لارڈ صاحب
کی میراث میں تھی اور معافی کے طور پر انکو حق حاصل ہے کہ وہ نئے
خریدار کے مویشی ضبط کرلیں۔ لیکن خریدار کے پاس چونکہ مویشی
نہ تھے۔ اس لئے اُس سے ۲½ پنس جرمانہ لیا گیا۔ اسی جائداد
کا ایک حصہ اور کسی کو فروخت کیا گیا۔ اُسکے مویشی لارڈ صاحب کے
کارندے نے ضبط کرلئے۔ بیچارے کو ۱۱ گنی دیکر مویشی واپس
لینے پڑے۔ یہ مضحکہ انگیز قانون انوکھا ہے۔ وہ ایک قسم کے
ظلم کو روا رکھتا ہے۔ اُس پر اخبارات میں ایک عرصہ تک بحث
چھڑی رہی تھی +

علاوہ برطانیہ کے اَور ملکوں میں بھی مضحکہ خیز قوانین رائج ہیں
مثلاً امریکہ میں شہر ٹیکس میں شراب فروشی جرم ہے۔ منی سوٹہ میں
سگار بیچنا یا بیچنے کے لئے کسی کو دینا جرم ہے جسکے عوض ۵ ڈالر
جرمانہ کیا جاتا ہے۔ نیویارک اسٹیٹ میں اتوار کو سوائے ہوٹل میں
یا کھانے کے ساتھ شراب بیچنا جرم ہے۔ وہاں شراب فروش دوکانوں
میں سموسے بیچتے ہیں تاکہ سزا سے بچ رہیں۔ ٹینیسی میں ساحل
سمندر پر کھلم کھلا بوسہ لینا اور دینا جرم ہے خواہ بیوی ہی کا بوسہ
لیا جائے۔ اس جرم میں ایک مرد اور ایک عورت کو اگست ۱۹۰۶ء
میں دو دو پونڈ جرمانہ کیا گیا۔ ملزم نے عدالت میں کہا کہ بوسہ دینے
والی عورت میری بیوی ہے۔ اس پر اُس پر دُگنا جرمانہ کیا گیا۔ مدوس
میں بھی شارع عام پر بوسہ لینا دینا جرم ہے خواہ بوسہ لینے اور دینے
والے میاں بیوی ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ سڑک پر بوسہ لینے دینے
کے جرم میں ۵ اشلنگ جرمانہ کیا جاتا ہے۔ اور ٹراموے میں لینے دینے
پر ۲۵ شلنگ۔ اور کسی سے پوسٹ کارڈ پر شادی کی درخواست کرنے
پر دس شلنگ +

اب سے دو سال پیشتر پروشیہ میں یہ قانون جاری کیا گیا کہ
شادی شدہ لوگ دس بجے کے بعد شراب خانوں میں نہ رہیں ورنہ
اُنکو سزا دی جائیگی۔ اور پولس کو اس قانون کی تعمیل کے لئے
ہدایت کی گئی۔ ہنگری کے قصبہ بیبرہینی میں یہ قانون جاری کیا گیا
کہ اگر کوئی خادمہ اپنے مالک کے دروازے کے باہر نو بجے کے بعد پائی
جائیگی تو سزا پائیگی۔ جرمنی کے قصبہ برلین میں ایک جج نے قاتل
کو علاوہ سزائے قتل کے یہ بھی سزا دی کہ ۱۵ سال کی قید سخت
اور دس سال کے لئے سول حقوق سے محروم کیا جاتا۔ اور ان سزاؤں
کو بھگتنے کے بعد اُسے باقی عمر پولس کی غلامی میں رہنا پڑے۔
سان فرانسسکو میں ایک نقب زن کو یہ سزا دی گئی کہ وہ اپنی

خصلت

مزاج وطبیعت

بہشت کوئی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ انسان کا مزاج وطبیعت اکثر اوقات جیسا ہمیں بہشت اُن اونچے پتّوں کی مانند ہے جو پاک درخت کی چوٹی پر جھتے ہیں (سوبے شاعر) +

کہا جاتا ہے کہ انسان کی کامیابی کا دارو مدار جسقدر کہ اُس کی عقلی قواء ہے اُسی قدر اُسکے مزاج وطبیعت پر بھی۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ زندگی میں انسان کی مسرّت کا انحصار اُس کی طبیعت اور مزاج پر ہے +

بعض لوگوں کی طبیعت اس قسم کی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کی بھلائی اور بہتری کے جویاں رہتے ہیں۔ کوئی ایسی مصیبت نہیں جس سے انسان راحت وتسکین نہ پاسکے۔ اگر آفتاب نہیں نکلتا اور تاریکی رہتی ہے تو انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ آفتاب موجود ہے حالانکہ اُس کی نگاہوں سے کسی نیک مقصد کے لئے پنہاں ہے۔ یہ بات محض طبیعت کے باعث کہی جاتی ہے +

جن لوگوں کی سرشت یا طبیعت اس قسم کی ہو وہ قابل رشک ہوتی ہے۔ کیونکہ اُنہیں مسرّت۔ خوشی۔ خرمی۔ زندہ دلی اور حکمت کی روشنی نظر آتی رہتی ہے اُس کے دلوں پر ایک قسم کی روشن دھوپ چمکتی رہتی ہے جس کی پرتو سے انسان کے دل کی روشنی جگمگا اُٹھتی ہے۔ اور خود انسان کو نظر آکر اُسے مسرور اور زندہ دل بناتی ہے۔ اگر ایسے لوگوں کو کوئی بوجھ اُٹھانا یا مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے تو وہ بلا شکایت بلا آزردگی۔ بلا آہ وزاری اور بلا انکار کے برداشت کرتے ہیں۔ اور محنت وثابت قدمی کے ساتھ سہنے میں لگے رہتے اور اُس سے جو کچھ مفید باتیں حاصل ہو سکتی ہیں اُن کو فراہم کر لیتے ہیں +

یہ کبھی بھی فرض نہیں کر لینا چاہئیے کہ جس قسم کے لوگوں کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ کمزور ہوتے ہیں یا اچھی طبیعت نہیں ہوتے۔ نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگ تو بڑے سمجھدار۔ عالی حوصلہ اور فیاض ہوتے ہیں۔ وہ بامروّت۔ اُمّید سے بھرے ہوتے اور بڑے صادق القول ہوتے ہیں۔ اُن کے خیالات کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور اُن کی اخلاقی قوت تاریک ترین بادلوں میں ہو کر چمکتی ہے۔ تکلیف میں اُن کو ایک راحت نظر آتی ہے۔ اور آزمائش میں ایک نصیحت اور دستور العمل۔ ایسے لوگ رنج وغم کے وقت بھی ہمّت علم اور دانش حاصل کر سکتے ہیں +

جب جرمی ٹیلر پر مصیبت آئی۔ اُس کا گھر لوٹا گیا اُس کا خاندان بے خانماں ہو گیا۔ اور اُسکی جائداد ضبط کر لی گئی تو اُس نے ایک دوست کو خط میں یوں لکھا کہ "میں اب حکّام کے ہاتھوں میں ہوں۔ اُنہوں نے میرا سارا مال واسباب وغیرہ لے لیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئیے؟ اب مجھے چاروں طرف کو نگاہیں پھینکنی چاہئیں۔ اُنہوں نے ماہتاب وآفتاب میرے لئے چھوڑ دئے ہیں۔ ایک بامروّت اور باوفا بیوی اور بہت سے دوست مجھ پر ترس

کھانے کے لئے موجود ہیں۔ وہ میری مدد کرینگے۔ ستمگر مجھ سے میری زندہ دل طبیعت کو نہیں چھین سکے۔ اور نہ میرا ضمیر لے سکے۔ وہ خدا کی رحمت اور کارسازی کو اب بھی نہیں چھو سکے۔ میری اُمیدیں اب تک باقی اور زندہ ہیں۔ مَیں اب بھی زندہ ہوں۔ سوتا ہوں۔ کھاتا ہوں پیتا ہوں۔ پڑھتا ہوں اور خوش رہتا ہوں ...... اور جس شخص کے پاس خوشی اور مسرت کی اس قدر چیزیں ہوں اُس کے پاس سب کچھ ہے +

اگرچہ مزاج اور طبیعت ایک پیدائشی صفت ہے لیکن وہ تربیت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان کے قبضۂ اختیار میں ہے کہ طبیعت کو جیسی چاہے ویسی ہی بنالے۔ خواہ اس قسم کی جس سے مسرت حاصل کر سکے اور خواہ اس قسم کی جس سے کدورت۔ زندگی کے دو رُخ ہیں۔ تاریک اور روشن۔ ان میں سے ہم جسے چاہیں اُسی کو اختیار کر سکتے ہیں +

انسان کی طبیعت کا حال اُس کی نگاہوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ نگاہوں کے ذریعہ دلی مسرت اور رنج۔ فکر اور اطمینان۔ تکلیف اور راحت وغیرہ سب ہی کا پتہ لگ جاتا ہے۔ لیکن نگاہیں بھی ویسی ہونگی جیسا کہ مزاج۔ اگر کوئی شخص اپنے مزاج کو اچھا بنا سکتا ہے تو اُس کا اظہار بھی نگاہوں سے ہو جائیگا +

اگرچہ طبیعت کی بشاشت اور زندہ دلی زندگی کی مسرت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن وہ انسان کی خصلت کی محافظ بھی ہے۔ ابھی حال میں ایک مصنّف نے جس کی تصانیف مذہبی امور کے متعلق ہوتی ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں کہ "ہم نیچا نے والے جذبات پر کیسے غالب آ سکتے ہیں؟" کہا کہ زندہ دلی پہلی بات ہے۔ وہی دوسری اور وہی آخری۔ جس کے ذریعہ انسان تمام باتوں پر فتح پا سکتا ہے"۔ یہ جواب نیکی اور خوبی کے لئے ایک عمدہ مثال یا نمونہ پیش کرتا ہے۔ کیونکہ یہ زندہ دلی انسان کے دل کو روشنی اور بشاشت بخشتی ہے۔ وہی سخاوت کی رفیق ہے۔ وہی صبر کی دایہ ہے۔ اور وہی عقل و ادراک کی ماں ہے۔ اور سچ پوچھو تو وہی اخلاقی اور دماغی باتوں کی مصلح ہے۔ گویا سب سے زیادہ مفرح اور صحت بخش نسخہ ہے۔ ڈاکٹر مارشل ہال نے اپنے ایک طبیب کو یہ ہدایت کی تھی کہ "تم حشاش و بشاش اور خوش و خورم رہا کرو"۔ اسی طرح حضرت سلیمان نے فرمایا کہ "شادمان دل علاج کی طرح بھلی تاثیر کرتا ہے"+

جب لوتھر سے کسی شخص نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ افسردہ دلی کا بہترین علاج کیا ہے۔ تو اُس نے جواب میں کہا کہ "شادمانی۔ زندہ دلی اور ہمت افسردہ اور رنجیدہ دل کے لئے خواہ وہ جوان ہو اور خواہ بڈھا ایک مفید اور تفریح اور قوت بخش دوا ہے"۔ لوتھر خود بھی زندہ دلی کا دلدادہ تھا۔ اور موسیقی کے بعد وہ اپنے بچوں اور پھولوں سے دل بہلایا کرتا تھا۔ اُس کا دل عورتوں کے دل سے بھی زیادہ نرم و نازک تھا۔ حالانکہ ویسے بڑی ہمت کا آدمی تھا +

زندہ دلی دل کی زیبائش ہے۔ اُس سے رُوح کو مسرت حاصل ہوتی ہے اور ایک خاموش اور مسرت خیز روح افزا راگ انسان کی رُوح اور دل و دماغ کو ملتا ہے۔ وہ خواب آور۔ وہ مسکن ہے وہ قوت بخش ہے۔ الغرض یہ کہ انسان کی مسرت

قلبی - وجدان قلبی - مسرت روحی اور دماغی خوشی اور زندگی کی زینت و رونق کا دار و مدار صرف زندہ دلی اور شادمانی پر ہے +

لارڈ پامرسٹن اگرچہ معمّر ہو گئے تھے لیکن مرتے دم تک نہایت محنت و جفاکشی کے ساتھ کام کرتے رہے۔ اس کا اصل سبب زندہ دلی تھا۔ وہ ہر وقت شادمان رہتے تھے۔ اور مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے اُن کی عادت ایک ہی پیمانہ پر قائم رہتی تھی۔ کیونکہ اُنہوں نے تربیت کے ذریعے اپنی عادت میں برداشت کا مادہ پیدا کر لیا تھا۔ اُنہیں ذرا ذرا سی بات پر طیش نہیں آتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ دل دکھانے والی چھوٹی چھوٹی فکروں کو پاس بھی نہیں کھٹکنے دیتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ایک دلی دوست نے جسے اُنکی عادات و اطوار کو دیکھنے اور جانچنے کا بیس سال تک اتفاق ہوا تھا۔ اُن کی بابت ایک موقع پر کہا تھا کہ اُسنے اُنہیں کبھی غصہ میں نہیں دیکھا۔ لیکن ایک موقع پر وہ ضرور غضبناک ہو گئے تھے۔ یہ وہ موقع تھا جبکہ افغانستان میں انگریزی سپاہ پر مصیبت نازل ہونے کا موقع وزارت انگلستان کو قرار دیا گیا تھا۔ مگر یہ ایک جھوٹا الزام تھا۔ اس پر اُن کو غصہ آ گیا +

مختلف سوانح عمریوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے عقیل و دانا۔ مدبر اور سپہ سالار یا عالم و محب وطن۔ شہرت۔ دولت یا عزت و اختیار کے دلدادہ نہیں تھے بلکہ مسرت کے اور اُس کے حصول میں وہ دل و جان سے مصروف رہتے تھے ایسے لوگوں میں ہو کر۔ ہورلیس۔ ورجل۔ مونٹیگ۔ شکسپیر۔ سروانٹس۔ لوتھر۔ مور۔ بیکن۔ لیونارڈو ڈاونسی۔ ریفایل۔ میکائیل۔ اینجیلو وغیرہ تھے +

انگلستان کا ملک الشعرا ملٹن بھی اگرچہ اُس پر مصائب اور تکالیف کی بھرمار رہی ایک نہایت شادمان اور زندہ دل شخص تھا۔ اگرچہ وہ آنکھوں جیسی نعمت سے محروم ہو گیا۔ اُنہوں نے اُسے دھوکہ دے دیا اور مصائب کا تختۂ مشق بنا رہا۔ اور اگرچہ خطرہ اُس کی نگاہوں کے آگے اور مصیبت اُس کی تصانیف میں رہی۔ لیکن اُس نے نہ تو زندہ دلی کو چھوڑا اور نہ اُمید کو۔ بلکہ جو اُس کی زندگی کی منزل تھی اُسکی طرف سیدھا چلا گیا +

ہنری فیلڈنگ عمر بھر مقروض۔ جسمانی تکالیف میں مبتلا اور مصائب کا تختۂ مشق بنا رہا۔ لیکن جیسا کہ اُس کی بابت لیڈی ورٹلے مونٹیگ نے لکھا ہے وہ عمر بھر نہایت شادمان اور زندہ دل رہا۔ اُس نے فکر یا غم و الم کو پاس بھی نہیں آنے دیا +

مشہور لغات نویس ڈاکٹر جانسن بھی ساری عمر تختۂ مصائب بنا رہا۔ اُس پر ایک مصیبت کے بعد دوسری نازل ہوتی رہی۔ لیکن نہ تو اُس نے ہمت ہاری اور نہ زندہ دلی کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔ بلکہ اُس نے ہنسی خوشی سے زندگی کے ایام گذارے ایک مرتبہ ایک پادری صاحب شکایت کر رہے تھے کہ اس ملک میں زندہ دلی کم ہے۔ کیونکہ وہ گائے بھینسوں ہی کے ذکر میں لگے رہتے ہیں۔ اُس وقت ایک عورت نے کہا کہ ڈاکٹر جانسن ان باتوں سے بہت خوش ہو سکتا ہے کیونکہ وہ زندہ دل ہے +

سر والٹر اسکاٹ سے ہر شخص محبت کرتا تھا۔ وہ بڑا نرم دل تھا اور مہربان مزاج بھی۔ اُس نے اپنے بچپن

کا ایک واقعہ کپتان میسل ہال کو یوں سنایا تھا کہ میں نے بچپن میں ایک کُتّے کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ پس میں نے خوف کے مارے ایک بڑا پتھر اُٹھایا اور پھینک کر اُس کے مارا اُس کے بہت چوٹ آئی۔ مگر وہ سرکتا ہؤا میری طرف آیا اور میرے پاؤں چاٹنے لگا۔ اُس کی ٹانگ بالکل ٹوٹ گئی تھی۔ مجھے اُس کی حالت پر بڑا ہی ترس آیا۔ اور اُس وقت سے میں نے خدا کی مخلوق کے ساتھ نہائت نرمی کا برتاؤ شروع کیا۔ اُس واقعہ سے میرے دل پر بیحد اثر ہؤا۔ کہتے ہیں کہ سر والٹر اسکاٹ خود بھی بڑا زندہ دل تھا۔ اور ہر شخص کے ساتھ محبّت آمیز الفاظ میں بات کرتا تھا اور ہر شخص کے ساتھ شفقت سے پیش آتا تھا۔ لوگ اُس کی باتوں اور محبّت کے دلدادہ رہتے تھے +

ڈاکٹر آرنلڈ بھی بڑا مہربان مزاج شخص تھا اور لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتا تھا۔ لالی ہام کے پیرش کلرک نے ایک مرتبہ اُن کی نسبت یہ کہا تھا کہ ”میں نے ڈاکٹر آرنلڈ جیسا منکسر مزاج شخص کوئی بھی نہیں دیکھا۔ وہ ہم سے ایسے انداز اور تپاک سے ملتا ہے کہ گویا ہم میں سے ہے۔ اسی طرح ایک ضعیفہ نے اُس کی بابت ایک موقع پر یہ کہا تھا کہ وہ ”میرے گھر آیا کرتا تھا اور مجھ سے ایسی نرمی سے بات چیت کرتا تھا جیسے کہ عورتیں کیا کرتی ہیں“ +

سڈنی اسمتھ صاحب بھی زندہ دل اور مزاج نزالی کے لئے مشہور ہیں۔ خواہ وہ دیہات میں پادری کی جگہ کام کرتا ہوتا تھا۔ یا پیرش ریکٹر (امام) کی جگہ۔ مگر ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر کام میں محنت صبر اور مہربانی اور شفقت کے ساتھ مصروف رہتا تھا۔ فرصت کے وقت وہ انصاف۔ آزادی۔ تعلیم وغیرہ کے متعلق تصانیف کرتا رہتا تھا۔ اگرچہ اُس کی تحریر میں ظرافت۔ مذاق اور عام باتیں بھی ہوتی تھیں۔ لیکن کبھی کوئی بیہودہ بات نہیں ہوتی تھی اُس کا جسم مضبوط تھا۔ اس کا دل تندرست اور شادمان اور اُس کی رُوح میں زندہ دلی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بڑھاپے میں جب وہ ایک مرض سے بالکل نحیف وزار ہو گیا تو اُس نے ایک دوست کو ایک خط میں لکھا تھا کہ ”میں مرض ضیق النفس (دمہ) میں مبتلا ہوں۔ مزید بر اں سات اور امراض بھی مجھے ستا رہے ہیں۔ مگر اور باتوں کے اعتبار سے میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ پیشتر تھا“ اُس نے اپنے ایک آخری خط میں لیڈی کارسل کو لکھا کہ ”اگر تمہارے کانوں تک یہ خبر پہنچ سکتی ہے کہ کسی شخص کے جسم میں ۱۶ یا ۱۸ پونڈ گوشت کم ہو گیا ہے تو وہ شخص میں ہی ہوں“ +

بڑے بڑے سائنس دان بھی زیادہ تر صابر جفاکش اور شادمان دل تھے۔ اُن میں سے گلیلیو ڈیکارٹس۔ نیوٹن اور لاپلیس بھی تھے۔ یولر جو ایک نہائت مشہور ریاضی دان گذرا ہے وہ بھی بڑا ہی زندہ دل تھا۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں وہ نابینا ہو گیا۔ لیکن اس کمی کو اُس نے اپنے حافظہ اور دیگر مصنوعی ذرائع سے پورا کیا۔ اور بدستور سابق زندہ دلی کے ساتھ تصانیف کرتا رہا۔ اُسے اپنے پوتوں اور نواسوں کی تعلیم میں بڑا لطف آتا تھا۔ جنہیں وہ فرصت کے وقت پڑھایا کرتا تھا +

ضرب الامثال واقوال

ہزار میل کا راستہ ایک ایک قدم رکھ کر طے کیا جاتا ہے۔ (جاپانی) +

شادمان دل علاج سے بہتر اثر کرتا ہے۔ (بائبل)

اگرچہ موسم بہار میں درختوں پر دوبارہ سبزی آجاتی ہے۔ لیکن وہ جوان نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح عمر رفتہ بھی واپس نہیں آسکتی۔ (چینی)

علم جہالت پر اُسی طرح غالب آجاتا ہے جس طرح کہ نور تاریکی پر۔ (آتما بودپر کاسکا)

جس طرح آفتاب جو جہان کی آنکھ یعنی نور ہے خارجی چیزوں کے اثر سے خراب نہیں ہوتا۔ اسی طرح دُنیوی باتوں کے اثر سے انسان کی رُوح بھی گندی نہیں ہوسکتی۔ (کٹھا اُپنشد)

اگرچہ سونے کو آگ میں تپایا جائے۔ لیکن اُس کا اثر قائم رہتا ہے۔ اسی طرح مصیبت سے انسان کا ذاتی جوہر ضائع نہیں جاتا۔ (تامل زبان)

جو شخص اپنی عزت نہیں کرتا دوسرے بھی اُسے عزت نہیں دیتے۔ (عربی)

دور کا حکیم اندھا ہوتا ہے۔ (تالمڈ)

اعتقاد دوا کو زیادہ با اثر بناتا ہے۔ (تالمڈ)

بدمزاجی کا کوئی علاج نہیں۔ (تامل)

سنہری بستر بیمار کو شفا نہیں دے سکتا۔ (روسی)

زندگی چاند کی مانند ہے جو کبھی تاریک اور کبھی روشن ہو جاتا ہے۔ کبھی ہلال ہوتا ہے۔ اور کبھی بدر۔ (پولش زبان)

وہ دولت جمع کرو جسے نہ چور کا کھٹکا اور نہ شاہ کا ڈر ہو۔ اور جو مرنے پر بھی تمہارے ساتھ جاوے وہ دولت رُوحانی راستبازی ہے (مہابھارت)

شیریں کلمے دل کو لبھا لیتے ہیں۔ (عربی)

کم سخن ہر ذلت سے محفوظ رہتا ہے۔ (شامی)

عقلمند لوگ گم شدہ چیز۔ مرے ہوئے عزیز اور گذرے ہوئے زمانہ کا غم نہیں کرتے۔ (پنچ تنتر)

آدمی کی عزت اسی میں ہے کہ جھگڑے سے باز آئے۔ (امثال)

احسان سونے اور روپے سے زیادہ تر پسند کیا جاتا ہے۔ (امثال)

خدا پر توکل رکھنا اس سے بہتر ہے کہ امیروں پر بھروسہ رکھا جائے۔ (زبور)

بڑے بڑے کام طاقت سے انجام نہیں پاتے بلکہ استقلال سے (ڈاکٹر جانسن)

ثابت قدمی تمام مشکلات پر غالب آسکتی ہے (لاطینی)

مصیبت زدہ دل کی بیماری کے لئے کوئی دوا اس قدر مفید نہیں جس قدر کہ امید۔ (بائرن)

عالی ہمتی انسان کے لئے سب سے بڑا جوہر ہے (سکندر)

ظالم کو سچی خوشی کبھی حاصل نہیں ہوتی ہے (افلاطون)

ہمت اپنا مقام خود ہی تلاش کر لیتی ہے۔ (جوزف جیمبرلین) +

ہلتا ہوا دانت اور کمزور دوست برابر ہیں۔ (بنگالی)

معاملہ کے اشعار

تجھ سے آغوش میں اے مادر گیتی افسوس — ہم سے دوچار مصیبت زدہ پائے نہ گئے (ظہیر دہلوی)

رُوح قالب میں جب آئی تو قضا بھی آئی — شمع محفل میں جب آئی تو ہوا بھی آئی (مضطر خیرآبادی)

پہلے تھا زلف کا سودا اب ہوئی خال کی چاہ — حضرت دل کی بدولت یہ بلا بھی آئی (")

میں وہ قلب مضطرب ہوں جسے کل سے کل نہ آئے — وہ نہال بے ثمر ہوں جو پھلوں تو پھل نہ آئے (")

کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ — صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا (غالب)

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک — ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا (")

ہوئے ہم جو ایسے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا — نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا (")

تو نے اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا — دل کی بھی پرواہ نہیں جاتا رہا جاتا رہا (طلیق [illegible])

چل کچھ لے نخل وفا تجھ میں نہیں — جو لگائیگا تجھے پچھتائے گا — وہ امید کیا جسکی ہو انتہا — وہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا (حالی)

گو جوانی میں تھی خود رائی بہت — پر جوانی ہمکو یاد آئی بہت — کل یہاں کاروبار ہیں سب ضبط — کرلو کرنی ہے جو کچھ آج (")

دیر و حرم میں جلوۂ جاناں نہ ایک ہے — پردہ اُٹھا تو کعبہ و بتخانہ ایک ہے (شعلہ)

دل کی اک حرف و حکایات ہے یہ بھی سہی — آپ کے ہاتھ میں اک بات ہے یہ بھی سہی (")

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار عشق کی — اب نظر کاہیکو آئینگی یہ تصویریں کہیں (حسرت موہانی)

گر ابر لدا ہوا اکھڑا ہے — آنسو بھی تلا ہوا اکھڑا ہے — خونیں کفنی شہید الفت — دولہا سا بنا ہوا اکھڑا ہے (مصحفی)

میرے دل میں اک درد ہے میٹھا میٹھا — وہ دشمن سے شیر و شکر ہو رہے ہیں (مرزا سلیمان شکوہ)

خانہ آباد چھوڑ تیری گلی — ہم کس اُجڑے ہوئے نگر جائیں ([illegible])

مذکور سے چلا تھا شب ہمنشیں کسی کا — جی میں خیال گذرا میرے وہیں کسی کا (")

یاد آتے ہیں پر ہم کو ایام گرفتاری — پھر جوش جنوں لایا پیغام گرفتاری (")

سامنے اُس کے لاکھ کوشش کی — مُنہ سے نکلی نہ بات مطلب کی (مرزا مہدی عزیز)

انتظار اُسکا خیال اُسکا امید اُسکی نہ پوچھ — صبح سے شام تیرے در پہ جو کر دیتا ہے (عزیز لکھنوی)

چاہت میرے دل کی آزما دیکھ — ظالم کہیں تو بھی دل لگا دیکھ (منتظر لکھنوی)

غم نے بے صبر کیا مجھ کو۔ جنوں نے رُسوا — ہے جو آتا ہے یہاں دشمن راز آتا ہے (شاد عظیم آبادی)

اسباب غم عشق مہیا نہ کر سکے — دل خاک میں مل جائے پھر ایسا نہ کریں گے (ثاقب)

لو آج مرتے ہیں ہم ہاں غم جدائی میں — کہ ایسی زندگی بہتر نہیں خدائی میں (ساغر اکبرآبادی)

اسکاٹ لینڈ کی یونیورسٹیاں

اسکاٹ لینڈ میں چار یونیورسٹیاں ہیں۔ یعنی سنیٹ اینڈریوز۔ ایڈنبرا۔ گلاسکو اور ایبرڈین۔ سوائے چند چھوٹی چھوٹی باتوں کے آخرالذکر تین یونیورسٹیاں بلحاظ فیسوں۔ تعلیمی جماعتوں اور نصاب تعلیم کے بہت کچھ مشابہ ہیں۔ تعلیم و تربیت اور تعلیمی اخراجات کا صحیح بیان کرنے کے لئے ہم صرف گلاسکو یونیورسٹی کے حالات نذر ناظرین کرتے ہیں جس سے باقی یونیورسٹیوں کی تعلیم وغیرہ کا صحیح اندازہ ہوسکیگا :۔

گلاسکو یونیورسٹی پانچ مضامین کی تعلیم اور اُن کے متعلق فضیلت کی ڈگری دیتی ہے۔ مضامین یہ ہیں :۔ آرٹس (فنون)۔ سائنس۔ دینیات۔ قانون۔ ادویہ۔ ہر مضمون کی کلاس کے لئے ہر سال دو بار یعنی ماہ مارچ اور ماہ ستمبر میں امتحان داخلہ لیا جاتا ہے۔ جس کی فیس نصف گنی (ساڑھے سات روپیہ کے ہندوستانی کے قریب ہے)۔ امتحان داخلہ انگریزی زبان۔ علم ریاضی۔ لاطینی زبان یا یونانی زبان میں لیا جاتا ہے۔ مگر سائنس کی کلاس کے امتحان داخلہ میں امیدوار لاطینی اور یونانی کی بجگہ فرینچ یا جرمن زبان لے سکتا ہے۔ مزید برآں فرینچ۔ جرمن۔ اطالین اور یونانی زبان بشرطیکہ یہ زبان پہلے نہ لی گئی ہو) اور ڈائنامکس (علم حرکت اجسام) میں سے کوئی سا ایک مضمون اور لینا پڑتا ہے۔ جو ابتدائی امتحان موسم خزاں میں ہوتا ہے اس میں وظائف کے لئے امتحان مقابلہ لیا جاتا ہے جس میں ۵۰ وظائف فی وظیفہ ۲۰ سے لیکر ۳۰ پونڈ سالانہ تک کامیاب طلبا میں سے لائق امیدواروں کو دئے جاتے ہیں +

ابتدائی امتحان ختم ہونیکے بعد طالبعلم کو اپنا نصاب تعلیم بشرطیکہ اُس نے پہلے سے نہ منتخب کیا ہو منتخب کرنا پڑتا ہے۔ آرٹس کے امتحان کے لئے طلباء کو یہ مضامین لینے پڑتے ہیں۔ کلاسیکل (مستند یا قدیم) اور جدید زبانوں اور اُن کے لٹریچر (علم ادب) اور مینٹل اور فزیکل (عقلی اور طبعی) سائنس۔ ایم۔ اے کی معمولی ڈگری کے امتحان کے لئے سات کلاسوں میں جو تین موسم سرما میں ختم کئے جاتے ہیں حاضری دینی پڑتی ہے۔ جن میں سے ہر درجہ کی فیس ۴ گنی (کوئی ۶۲ روپیہ ہے) ہر موسم کے شروع میں نام داخل کرانے کی فیس بقدر ایک گنی کے دی جاتی ہے۔ اور فضیلت کی ڈگری کی فیس ۵ گنی ہے۔ فضیلت کی ڈگری کے لئے امتحان ماہ اپریل و اکتوبر میں لئے جاتے ہیں۔ اور جب طالبعلم اپنی نصاب تعلیم کے ساتوں مضامین میں امتحان پاس کر لیتا ہے تو وہ فاضل سمجھا جاتا ہے۔ اُن کتابوں کا خرچ جو نصاب تعلیم میں ایم اے کی ڈگری کے لئے داخل ہیں (۴۰) اور (۵۰) پونڈ کے درمیان ہوتا ہے +

ہر روز اصلی اوسط حاضری دو یا تین گھنٹے کی ہوتی ہے۔ مزید براں درجوں کے اسباق کے پڑھنے اور اُنکے متعلق مشقیں اور مضامین لکھنے پر بھی تین گھنٹہ ہر روز صرف ہوتے ہیں۔ جو طلبا آرٹس کی ڈگری کا امتحان تیار کرتے ہیں اُنکو فرصت کا وقت زیادہ ملتا ہے جسے وہ اپنے مذاق اور

میلان طبع کے مطابق اور اپنی مالی حالت کے لحاظ سے کسی اَور مفید کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ عام رواج تو یہ ہے کہ جو لوگ آرٹس کی فضیلت کے لئے تیاری کرتے ہیں وہ معلّم گری کے امتحان کے لئے بھی تیاری کرتے ہیں۔ کیونکہ گلاسکو یونیورسٹی اور نارمل کالجوں میں کسی مضمون کے متعلق پوری قابلیت کرائی جاتی ہے۔ بعض مضامین کی تعلیم تو صبح کے وقت دی جاتی ہے اور بعض کی سہ پہر کو۔ اس لئے جو لوگ کہ کسی مدرسہ یا کسی دفتر میں ملازم ہوتے ہیں اُنکو بھی اپنے فرائض منصبی ادا کرنیکے بعد ان مضامین سے کسی ایک کی تیاری اور اس میں فضیلت کی ڈگری حاصل کرنیکے لئے کافی وقت مل جاتا ہے۔ ہر کلاس میں کوئی ایکسو لیکچر دئے جاتے ہیں۔ جن میں اکتوبر سے لیکر مارچ تک کا زمانہ موسم سرما کا لگ جاتا ہے۔ اس طرح دور دراز مقامات کے طلباء کو گلاسکو میں صرف نصف سال قیام کرنا پڑتا ہے۔ مگر جو طلباء کہ معلّم گری یا ڈاکٹری کا امتحان تیار کرتے ہیں اُن کو موسم گرما میں تین ماہ لیکچر سُننے پڑتے ہیں۔ قانون میں ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے آرٹس کی ڈگری کا پہلے سے حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور اسی طرح بی۔ ڈی یعنی دینیات میں فضیلت کی ڈگری حاصل کرنیکے لئے بھی آرٹس کی ڈگری پیشتر سے حاصل کرنی لازمی ہے +

سائنس کی ڈگری کے لئے سائنس۔ انجنیری۔ جہاز سازی اور بحری عمارتوں کی تعمیر سازی اور زراعت میں امتحان تیار کرنا پڑتا ہے۔ اس ڈگری کی مدت تعلیم تین سال ہے اور ہر سال چھ ماہ موسم سرما میں لیکچر سُننے پڑتے ہیں۔ اس سے اس درجہ کے طلباء کو گلاسکو کے نواح میں کسی جہاز کے کارخانہ میں یا انجنیری کے کارخانہ میں موسم گرما میں ۶ ماہ کام کرنیکا موقع مل جاتا ہے +

تمام مضامین کی ڈگریوں کی نسبت ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنیوالے لوگوں کو زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ فضیلت کا امتحان دینے سے پیشتر اُسے پانچ سال تک تعلیم حاصل کرنی ہوتی ہے۔ جو کلاسیں موسم گرما اور سرما میں کھلتی ہیں اُن میں طلباء کو بڑی مصروفیت رہتی ہے۔ اور جو لوگ اعلےٰ درجہ کی طبی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کو اسپتالوں میں بھی عملی کام کرنے پڑتے ہیں۔ اور شہر کے شفا خانے طلباء کو عملی پہلو سے اپنے پیشہ کو سیکھنے کا بہت موقع دیتے ہیں۔ اس امتحان کے طلباء کو کوئی ۴۰ پونڈ کی کتابیں خریدنی پڑتی ہیں +

گلاسکو یونیورسٹی میں آرٹس اور ڈاکٹری کے درجہ میں بہت سی عورتیں بھی تعلیم حاصل کرنے آتی ہیں۔ جن میں سے بعض تو عمارت موسومہ گلمور ہل جو یونیورسٹی کا ایک حصہ ہے تعلیم پاتی ہیں۔ مگر زیادہ تر کوئن مارگریٹ کالج میں جو عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مخصوص ہے تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اور جیسا کہ نقشہ جات سے ثابت ہوتا ہے ۱۸۹۳ء سے لیکر اس یونیورسٹی میں ۴۰۰ عورتیں آرٹس اور ڈاکٹری کا امتحان پاس کر چکی ہیں۔ اور اب تو کوئن مارگریٹ کالج میں زنانہ طلباء کی تعداد ۵۰۰ سے زیادہ ہے +

سوائے اس بورڈنگ ہوس کے جو کوئن مارگریٹ کالج میں ہے طلباء کے لئے یونیورسٹی کیطرف سے رہائش کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ اسلئے دور دراز مقامات کے طلباء کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنی رہائش کا بندوبست کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اجنبی طلباء کی امداد اور رہائش کے لئے "سٹوڈینٹس ایپریزینٹو کاؤنسل" کی طرف سے بہت سی عمارتیں تعمیر کرائی گئی ہیں۔ بہت سے طلباء خود یونیورسٹی کے قرب میں سکونت اختیار کرتے ہیں اگرچہ اس سے ابتدائی جماعت کے طلباء کو آسانی ہوتی ہے لیکن تکلیف تو دور رہنے والے طلباء کو بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ٹرام وے برقی ٹرین اور زمین دوز ریلوے ٹرین وغیرہ کے ذریعہ طلباء شہر کے ہر حصے سے یونیورسٹی میں وقت پر پہنچ سکتے ہیں +

اسٹینلی سیّاح افریقہ

صوبہ امن وخط استوائی صوبہ

افریقہ سے اس مرتبہ واپس ہونے کے بعد اسٹینلی نے یورپ اور افریقہ کا سفر کیا۔ جس میں اُس نے اپنے دوستوں سے ملاقات کی اور نئے دوست پیدا کئے۔ اگرچہ اسٹینلی کو دن بدن نئے اعزاز نصیب ہوتے گئے لیکن وہ اُس آزمائش سے بھی باز نہ رہ سکا جو بڑے آدمیوں کو اپنی زندگی میں ایک بار ضرور پیش آتی ہے۔ چنانچہ جونہی اُسے پہلی بار کامیابی نصیب ہوئی لونگسٹن اور دیگر آدمیوں نے اُس کی صداقت پر شک لانا شروع کیا اور یہ کہنے لگے کہ اس نے محض اُس اخبار کو مشہور کرنے کے لئے جس سے اس کا تعلق ہے غلط بیانی سے کام لیا۔ جونہی کہ اس کی مہم کے حالات شائع ہوئے لوگوں نے اُس کے متعلق ایسے پیرایہ میں عوت کرنا شروع کیا کہ گویا وہ آسان کام تھا اور جب بحیثیت ایک بڑے سیّاح کے اُس کی شہرت ہونے لگی تو لوگ اُس کی جغرافی دریافتوں کے متعلق شک لانے لگے اور بعض تو یہ بھی کہنے لگے کہ لونگسٹن سے اُس کی کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ لیکن انگلستان کے سیاحوں نے اُس کے کارنامے نمایاں کی تصدیق کرکے اُسے اُس عزت کا مستحق قرار دیا جو اُسے ملنے والی تھی ✚

جونہی کہ اخبار ٹیلیگراف ہیرلڈ میں اُس کی دوسری مہم افریقہ کے حالات شائع ہوئے تو لوگوں نے نکتہ چینی شروع کردی کہ اُس نے دیسی باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اس نکتہ چینی میں رؤیل جغرافیکل سوسائٹی نے بھی حصہ لیا۔ اور جب اسٹینلی نے اعتراض کیا تو اُس سے ایک تقریر کرائی گئی جس میں اپنی بریت کا کافی ثبوت پیش کیا۔ اُن مشکلات کو دیکھتے ہوئے جو اسٹینلی کو پیش آئی تھیں اور فتوحات جو اُس نے حاصل کی تھیں اُن کے لحاظ سے وہ ایک بڑا کامیاب شخص تھا۔ کیونکہ وہی سب سے پہلا یورپین تھا جو افریقہ میں بیچوں بیچ ملک تک گیا۔ اور جب ہم اُس کے کام اور اُس کی تکمیل کی مدت کو دیکھتے ہیں تو بڑی حیرت ہوتی ہے کیونکہ اُس نے دس ہزار میل کا سفر چار سال میں ختم کیا اور ایک ایسے ملک میں جس کے باشندے وحشی۔ اُس کے مقاصد کے سخت مخالف اور جنگ جو تھے۔ ایسے لوگوں پر غالب آنا اور وہاں کے ذرائع سے پوری واقفیت حاصل کرکے کام کا انجام دینا بہت اہم اور دشوار تھا ✚

اگر اسٹینلی مدد نہ کرتا تو ڈیوڈ لونگسٹن کو بحیثیت ایک سیّاح کے اس قدر زیادہ شہرت حاصل نہ ہوسکی۔ لونگسٹن کو ۳۰ سال میں جو اُسے افریقہ میں گذارنے پڑے دس سال اس بات میں گذار دئے کہ وہ لوگوں کی طبیعت پر غالب نہ آسکا ✚

اُن اعزازوں میں سے جو اسٹینلی کو نصیب ہوئے ذیل کے اعزاز قابل بیان ہیں۔ رائل جاگرفیکل سوسائٹی کا طلائی تمغہ۔ پیرس۔ اٹلی اور مارسیز کی جغرافیکل سوسائٹی کے تمغے۔ کل دنیا کی تجارتی اور

جغرافی سوسائٹیوں کی ممبری اعلےٰ درجہ کا تمغہ مجیدیہ
معہ نشان ہلال وغیرہ۔ ممالک متحدہ امریکہ کی ملکی
مجلس کی طرف سے شکریہ۔ ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا فوٹو جو
ونگسٹن کی تلاش کے متعلق عطا کیا گیا تھا۔ مرحوم وکٹر
ایمونیل صاحب کا تمغہ طلائی شاہ اٹلی کا تمغہ +

رفتہ رفتہ وہم پسند اور بدگمان لوگوں کو بھی
جاننا پڑا کہ اُس بیچارے پر مفت میں اور حسد کے
باعث الزام لگائے گئے تھے۔ اور جب وہ ملک کانگو سے
واپس آکر لندن میں ایک سال رہا تو کسی شخص
کی باتیں یا افعال یا رائیں اس قدر پسند نہیں
کی گئیں جس قدر کہ اُس کی۔ حتےٰ کہ اُسے لوگوں
نے وسطی افریقہ کا کولمبس کا خطاب دیا اور اُسے
اُس بر اعظم میں تہذیب و شائستگی کو ترقی دینے والا
تسلیم کیا۔ اور جب امین پاشا ملک کانگو میں ایک
مہم لے گئے تو اُنہیں کامیابی اسٹینلی کی ہی خدمات
سے نصیب ہوئی +

اب ہم اُن معاملات کا ذکر کرینگے جو سوڈان
میں خرطوم کی فتحیابی کے متعلق واقع ہوئے۔ جب
۱۸۷۸ء کے موسم بہار میں گولڈن پاشا دوبارہ
خرطوم واپس آیا تو مصری سوڈان کے گورنر جنرل
نے پروشیا کے ایک باشندہ ڈاکٹر سنزنیزر کو یورپین
اثر پھیلانے کے لئے مقرر کیا۔ اس شخص نے اپنا نام
امین پاشا رکھا اور وہ خط استوائی صوبہ میں جہاں
گولڈن پاشا نے ۷۶-۱۸۷۴ء میں حکومت کی تھی اُس
وقت امین گولڈن کی ماتحتی میں تھا اور بحیثیت ایک
میڈیکل افسر کے جس صوبہ پر امین مقرر کیا گیا اُس
کی سرحد یوگنڈا۔ انیورو۔ جھیل البرٹ نیانزا۔ گونڈو

کورو اور دریائے نیل سے ملتی ہے۔ اگرچہ یہ صوبہ
خدیو مصر کی حکومت میں تکلیف دہ جزو تھا۔ لیکن
زرخیزی اور قدرتی ذرائع میں وہ بے نظیر تھا۔
اُسے مصر کے گورنروں نے بالکل بگاڑ دیا تھا منجملہ
اور برائیوں کے ایک یہ تھی کہ وہاں غلاموں کی
تجارت بہت کثرت سے ہوا کرتی تھی۔ اگرچہ گولڈن
پاشا نے اپنے ایام گورنری میں صوبہ کی حالت کو
بہت کچھ درست کرنا چاہا۔ لیکن حسب دلخواہ کامیاب
نہ ہوسکا۔ البتہ غلاموں کی تجارت میں کمی ضرور
کرسکا۔ مزید برآں امن وامان بھی قائم کرسکا۔
جونہی کہ وہ اس صوبہ کی گورنری سے علیحدہ ہوا
تو اُس کی جگہ جو نالائق گورنر مقرر کئے گئے تھے اُنکے
عہد میں لوٹ مار۔ رشوت ستانی۔ ظلم رانی۔ اور غفلت
شعاری کو بیحد ترقی ہوگئی۔ لیکن جب گولڈن پاشا
خرطوم میں گورنر جنرل مقرر ہوکے گیا تو اُسنے امین پاشا
کو اس صوبہ میں گورنر مقرر کرا دیا اور معاملات کی
صورت کسی قدر اچھی ہوگئی +

امین پاشا کو صوبہ کا چارج لیتے ہی مشکلات کا سامنا ہوا
کیونکہ غلاموں کے تاجروں نے پھر زور پکڑ کر قلعہ بند
گاؤں میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ اور سپاہ اور حکام
ان تاجروں سے چولی دامن کا ساتھ رکھتے تھے۔
ملک میں غارتگروں کی کثرت تھی۔ اور گورنمنٹ مقروض
امین پاشا نے اول تو چوکیات اور اسٹیشنوں کو
درست کرایا۔ اور ناجائز ٹیکسوں کو رفع کردیا۔ اور
تین ہی سال کی لگاتار کوشش میں اُس نے تباہ
حال فرقوں کو کاشتکاری اور صنعت گری پر آمادہ
کر دیا۔ اور ملک کی حد بھی بڑھا دیں یہاں تک

کہ ملک کی آمدنی ہی سے ملک کے اخراجات چلنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ غلاموں کے تاجروں کا نام و نشان تک مٹا دیا +

افریقہ میں جو عرب رہتے ہیں خواہ وہ خالص ہیں اور خواہ دوغلے۔ مگر ملک کے لئے آفت کا باعث جب کہ اس افریقی مثل سے ثابت ہوگا کہ "خدا نے گوروں کو بنایا اور کالوں کو بھی۔ مگر عرب کو شیطان نے" وہ ملک کو تباہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر اُن کی حرکتوں کو نہ روکا جائے۔ تو وہ اُس تہذیب و شائستگی کو جو ملک میں پائی جاتی ہے اور یورپین کی بدولت بالکل روک دیں۔ غلامی سے نہ صرف حبشی اقوام ہی کا نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ خود یورپین کا بھی کیونکہ جب تک وہاں کے باشندے کام نہ کرسکیں گے تب تک یورپین کی تجاویز بارآور نہ ہوسکینگی۔ اور نہ ملک میں پیداوار ہوگی۔ نہ اور کوئی مفید کام +

اسٹینلی نے اپنی کتاب میں جو کونگو فری اسٹیٹ کے متعلق لکھا ہے۔ اُن عرب کا حال بھی لکھا ہے جو غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ گیارہ ماہ میں اُن لوگوں نے ۳۰ ہزار مربع میل ملک کو تباہ کرکے ۲۳۰۰ لوگوں کو غلام بنایا۔ اور ۱۱۸ گاؤں تباہ کر ڈالے۔ اور ۴ ہزار آدمی ہلاک کردیئے الغرض یہ کہ ان کاروانوں نے غلاموں کی تجارت کرنے کے لئے ۳۰ ہزار سے زیادہ جانوں کا نقصان کیا +

کارڈنیل لیویگری لکھتے ہیں کہ ہر سال ۴۰ ہزار غلام بازاروں میں فروخت کئے جاتے ہیں۔ اور اُن کے حاصل کرنے میں ۴ لاکھ جانیں سالانہ ہلاک کی جاتی ہیں۔ پروفیسر ڈاسنڈ صاحب لکھتے ہیں کہ عرب تاجر ایک ایک سال کسی اچھے مقام پر مقیم رہ کر ہاتھی دانت کی تجارت کرتے اور بہت سا ہاتھی دانت خریدتے رہتے ہیں۔ اور جب اُن کے پاس روپیہ بالکل کم رہ جاتا ہے تو وہ کسی بہانہ سے افریقی باشندوں کے ساتھ جنگ چھیڑ دیتے اور اُن پر غالب آکر مواضعات کو جلا ڈالتے اور باشندوں کو جو جنگ میں بچ رہتے ہیں پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں اور اُنہی پر ہاتھی دانت لدوا کرلے جاتے ہیں +

امین پاشا کو ایسے لوگوں کو ملک بدر کرنا پڑا مگر جونہی کہ وہ ملک کی حالت کو سنبھال کر ایک خاص پیمانہ پر لے آیا توں ہی ایک جنگ چھڑ گئی۔ کیونکہ مہدی نے آمادہ ہو کر ملک پر یورش کردی۔ اور بحرالغزال سے لیکر خرطوم تک تباہ کر ڈالا۔ اور امین اور گوڈن کی خط و کتابت کو مسدود کردیا۔ اگر صوبہ کا جمع خرچ برابر نہ ہوتا تو شاید امین کو اُس کے عہدہ سے برخاست کیا جاتا۔ کیونکہ اُسکا ساتھی لپٹن بے جو صوبہ غزال کا گورنر تھا اُسے اُس جنگ کے متعلق برخاست کردیا گیا تھا۔ اگرچہ مہدی بہت زبردست تھا۔ لیکن امین نے وادلڈی کو صدر مقام بنا کر اُس کا خوب مقابلہ کیا +

سنہ ۱۸۸۶ء میں ڈاکٹر جنکر کے پاس سے جو یوگنڈا میں سیاحت کر رہا تھا خطوط امین پاشا کے پاس گورڈن محصور ہونے کے متعلق آئے۔ اور ایک مراسلہ سرکار مصر سے بھی۔ جن میں لکھا تھا کہ سوڈان خالی کردیا گیا۔ اس لئے امین کو بھی اس ملک سے کہیں جس طرح ہوسکے چلا جانا چاہیئے۔ مگر جانے کا راستہ صرف زنجبار کو جاتا تھا اور وہ بھی بند تھا

اس لئے وہ کہیں نہ جا سکا ٭

آمین کو ۱۸۸۳ء سے لیکر ۱۸۸۸ء تک تنہا رہنا پڑا۔ اس عرصہ میں پھر اس سے اور کسی دوسرے سے کسی قسم کی خط و کتابت نہ ہو سکی۔ لیکن اس پر بھی وہ دل برداشتہ نہ ہؤا۔ کیونکہ اس عرصہ میں علم حیوانات کے متعلق بہت سی چیزیں فراہم کرتا رہا۔ اُن کے متعلق مشاہدات کرتا اور یادداشتیں لکھتا رہا۔ جو نہایت اعلےٰ درجہ کے تھے۔ اور ساتھ ہی اہل ملک کی بھی خدمت کرتا رہا۔ اُس نے مشاہدات کے ذریعہ معلوم کر لیا کہ اُس ملک کی زمین کاشت کئے جانے کے قابل ہے۔ اور اُس میں فلاں فلاں طریقہ ہائے کاشت کو رواج ہو سکتا ہے ٭

آمین کو اس ملک سے نکال لئے جانے کے لئے اسٹینلی کو امریکہ سے واپس آنا پڑا۔ پس اُس نے ایک مہم تیار کی اور آمین کے پاس تک پہنچنا چاہا اُسے راستہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا رہا۔ لیکن وہ اُن پر غالب آ سکا۔ اسٹینلی کو آبشار سے وادؔ بلائی تک راستہ معلوم نہ تھا۔ اور وہاں تک کئی وحشی اور سخت جنگجو فرقے رہا کرتے تھے۔ ملک کی قدرتی حالت اس قسم کی تھی کہ سفر دشوار تھا۔ مزید براں وادؔ بلائی پہنچ کر وہاں سے واپس آنا بھی ایک ناممکن سا کام تھا۔ اگر اسٹینلی حسب خواہش بڑی مسلح جماعت کو لے جاتا تو اُس کے لئے بہت سا روپیہ درکار ہوتا۔ مزید براں رسد کا سوال بھی دشوار تھا۔ اور اگر باشندے مخالفت کرتے تو سخت دقت پیش آتی۔ اور شاید واپس آنے کا موقع بھی نہ ملتا۔ اگرچہ جاتے وقت کوئی زیادہ مخالفت نہ بھی کی جاتی۔ لیکن واپسی کے وقت اُس کی قوی اُمید تھی ٭

ان تمام مشکلات پر اسٹینلی نے حکمت اور ثابت قدمی کے ذریعہ ایک ایک کر کے فتح حاصل کی۔ اور جو حالات اُس کے امین پاشا کے پاس تک پہنچنے کے بارہ میں شائع کئے گئے اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسٹینلی نے وہ کام کر دکھایا جو ان سے پیشتر انہونا اور ناممکن معلوم دیتا تھا اور جسکے خیال ہی سے بڑے بڑے حوصلہ مندوں کے حوصلے پست ہو جاتے اور ہمت جواب دے جاتی تھی الغرض یہ کہ اگر اسٹینلی کوشش نہ کرتا تو امین پاشا کو پھر کبھی یورپ یا یورپین کا دیدار نصیب ہی نہ ہوتا ٭

دوست صادق وہی ہے جس میں حسد نہ ہو۔ جو تیری مدامی خوشی۔ فخر اور عزت کا خواہاں ہو اور تیرے ترقی اقبال درجات کا طالب۔ جو تیری بُرائیوں پر افسوس کرتا ہو۔ جو تیری راحت کے علاوہ تیری تکلیف اور تیرے دُکھ میں شریک رہتا ہو۔ جو تیرے غم۔ تیری مصیبت۔ تیری تکلیف۔ تیری ہار اور تیرے نقصان کو اپنا سمجھتا ہو۔ ایسے دوست پر تجھے دل سے بھروسہ اور اعتبار کرنا چاہیئے (از مہابھارت)

منتیں کرتا ہوں اے عہد جوانی پھر آ
اٹھتا یوں نہیں ہے عمر گریزاں کوئی (کوثر خیرآبادی)

سیلاس مارنر

سیلاس مارنر سے ہمدردی

ٹارکی اور ریولو میں مسٹر بن مارلم اور لوگوں کی نسبت زیادہ عقلمند سمجھا جاتا تھا۔ اور بلا شہادت کے بڑے بڑے نتائج مستخرج کر لیتا تھا۔ ایسے آدمی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اُس صندوقچہ کی بابت جو مارنر کی چوری سے متعلق سمجھا گیا تھا کوئی کارروائی نہیں کریگا۔ اُس نے ایک تحقیقات شروع کی۔ اور ایک بساطی کا سراغ لگانا شروع کیا جس کے بال سیاہ اور گھنگرالے تھے۔ جس کا نام معلوم نہ تھا۔ جو چُھری۔ زیور اور دیگر چیزیں فروخت کرتا پھرتا تھا اور جو کانوں میں بالیاں پہنے ہوئے تھا۔ لیکن اس سے مارنر کی چوری کا تذکرہ ٹھنڈا سا پڑ گیا۔ اور لوگ اُس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے کہ بہت سے بساطی اسی حیثیت کے ملک میں گشت لگاتے پھرتے تھے اور اس لئے کسی خاص بساطی پر الزام لگانا یا ہاتھ ڈالنا بھی دشوار تھا۔ رہا ڈنسٹن کاس سو اُس کی غیر حاضری کی نسبت کسی کو یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ مارنر کا چور ہو گا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر کہیں چلا گیا تھا اور ۶ ہفتے بعد واپس آیا تھا۔ مزید برآں گھوڑے کی ہلاکت سے بھی لوگوں کو گمان ہوا کہ وہ شرم یا خوف کے مارے چلا گیا ہے خود ڈنسٹن کے ماموں اور بھائی گوڈفرے کو بھی یہی خیال گذرا۔ لیکن بڑے دن کے جلسے جن میں خوب تفریح کی جاتی ہے۔ اور شراب کے خم کے خم لُنڈھائے جاتے ہیں۔ اُن میں لوگوں کے خیالات میں بہت کچھ تیزی آ جاتی ہے۔ اور بہت سی دشوار باتوں کا پتہ لگانے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چوری کے بعد کرسمس آیا اُس نے مارنر کی چوری پر ایک خاص روشنی ڈالی ۔

چوری کے بعد سیلاس مارنر کے خیالات میں ایک عجیب قسم کا انقلاب واقع ہوا۔ اگرچہ اُس کا کرگھا اور مکان موجود تھا۔ وہ کپڑے بھی بُنتا تھا۔ لیکن روپیہ جسے وہ ہر شام کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا نہیں تھا اور نئی آمدنی اُسے کسی قسم کی تسلی نہیں دے سکتی تھی۔ بلکہ اُسے اور اُس کی ضائع شدہ دولت کا خیال دلا کر دل پر چرکے لگاتی تھی۔ ان تمام باتوں سے سیلاس کو سخت صدمہ ہوتا تھا۔ اور وہ کام کرنے میں اکثر کراہنے اور آہ سرد بھرنے لگا تھا۔ اور شام کو جبکہ وہ کام سے فارغ ہو جاتا تو دونو گھٹنوں پر دونو کہنیاں ٹیک کر اور دونو ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھا رہتا۔ اُس وقت وہ صرف چوری شدہ دولت کے خیال میں مصروف رہتا اور گاہے گاہے دبی ہوئی آہ بھرتا اور کراہتا تھا۔

قصبہ کے لوگوں کو بھی اُس سے ایک ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ اگرچہ پہلے لوگ اُسے ایک عجیب الخلقت اور خطرناک شخص سمجھتے تھے۔ مگر چوری کے بعد وہ اُسے مصیبت زدہ جاننے اور ماننے لگے۔ اور اُس کا اظہار بھی کئی طریقوں میں کرنے لگے۔ چنانچہ وہ گاؤں میں

جانا تو لوگ اُسے اپنے پاس بٹھا کر اُس سے باتیں کرتے۔ اُس کی چوری کا حال دریافت کرتے اور کہتے کہ اگر تم بالکل ہی غریب ہو جاؤگے تو ہم لوگ تمہاری امداد کرینگے۔ مزید برآں لوگ اُسے کھانے پینے کی بھی کچھ چیزیں دیتے تھے ✦

ایک دن مسٹر میکی اُس کے پاس آکر کہنے لگے کہ بھئی گرجہ کیوں نہیں آتے ہو۔ وہاں آنے سے تم سے اور لوگوں سے میل ملاپ پیدا ہوگا۔ اور تمہارا غم دور ہو جائیگا۔ کیا تمہارے پاس اتوار کا جوڑہ ہے ✦

مارنر نے جواب میں کہا کہ میرے پاس یہ جوڑہ تو نہیں۔ اس پر مسٹر میکی کہنے لگے کہ اچھا تم میرے درزی ٹوکی کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں کم داموں میں ایک جوڑہ بنا دیگا۔ اُسے پہن کر تم ضرور اگلے اتوار کو گرجہ آنا مگر مارنر نے اُس کا تو کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن جب مسٹر میکی نے کہا کہ تم اس وقت بھی جوان معلوم دیتے ہو مگر روپیہ کی وجہ سے تم پر بڑھاپا چھا گیا ہے۔ غالباً اپنے اس مقام میں سکونت اختیار کرنے کے وقت ۲۵ سال سے زیادہ کے نہیں تھے۔ اس پر مارنر نے چونک کر جواب دیا کہ "مجھے معلوم نہیں کہ میری عمر کتنی ہے اور نہ میں کہہ سکتا ہوں کہ عمر ہے کتنی"

علاوہ مسٹر میکی کے جنہوں نے مارنر کو گرجہ جانے کے لئے ترغیب دی مسٹر ونتھروپ اور اسکی میم صاحبہ نے بھی یہی رائے دی۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ریولو بھر میں جتنے لوگ تھے وہ گرجہ تو ضرور جاتے تھے۔ لیکن لگاتار نہیں۔ یہی حال خود کاکس صاحب کا اور ونتھروپ صاحب کا بھی تھا۔ مسز ونتھروپ جو بڑی رحمدل۔ صابر اور غمزدوں کی دوست اور ہر شخص کی دُکھ بیماری میں کام آتی تھی۔ وہ بھی سیلاس مارنر پر ترس کھانے لگی۔ چنانچہ ایک دن وہ معہ اپنے بیٹے کے کھانے پینے کی کچھ چیزیں ہمراہ لیکر سیلاس مارنر کے مکان پر سہ پہر کو پہنچی۔ اُسے باہر ہی سے معلوم ہو گیا کہ سیلاس مارنر کپڑا اُبننے میں مشغول ہے۔ کیونکہ کرگھے اور سٹ ملی سٹ ملی کی آواز آرہی ہے۔ اُس نے دروازہ پر دستک دی اور سیلاس نے دستک سُنتے ہی دروازہ کھول دیا۔ اُس خاتون کو سلام کیا۔ اور کرسی اُس کے بیٹھنے کے لئے آگے کو بڑھا دی۔ مسز ونتھروپ نے کرسی پر بیٹھتے ہی رومال اُٹھایا اور کہنے لگی کہ "مسٹر مارنر لیجئے میں آپ کے لئے یہ چیزیں لائی ہوں" سیلاس مارنر نے ہاتھ بڑھایا۔ اُنکو شکریہ کے بعد لے لیا۔ اُسوقت مسز ونتھروپ کو سیلاس مارنر پر بڑا ہی ترس آیا جسے اُس نے آہ سرد بھر کر ظاہر کیا۔

اس کے بعد مسز ونتھروپ نے سیلاس مارنر کو تسلی دی اور کہنے لگی کہ تم اسقدر فاصلہ پر رہتے ہو کہ شاید تم کو گھنٹہ کی آواز نہ سُنائی دیتی ہوگی۔ اس لئے تم گرجے نہیں جاتے سیلاس نے جواب میں کہا کہ آواز تو سُنائی دیتی ہے۔ مگر ان گھنٹوں کی آواز میں تقدس بہت ہی کم ہے۔ اس پر مسز ونتھروپ نے کہا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔ اگر تم گرجے جاؤ عبادت میں شریک ہو اور عشائے ربانی لو تو تم کو بہت کچھ فائدہ ہو اور تمہارا غم بھی دور ہو جائے ✦

سیلاس مارنر "میں گرجہ جا کر کیا کروں۔ میں گرجہ کبھی گیا ہی نہیں۔ مجھے وہاں کی رسم و راہ یاد ہی نہیں ہے۔ میں تو اُن باتوں سے بالکل ناواقف ہوں"

مسز ونتھروپ "یہ تو ممکن ہی نہیں۔ کیا تمہاری جائے پیدائش میں گرجہ نہ تھا"

سیلاس مارنر "ضرور تھا۔ اور بہت بڑا۔ مجھے گرجہ کا

حال معلوم نہیں۔ میں تو ایک چیپل میں جایا کرتا تھا جو بہت ہی چھوٹا سا تھا"۔

مسنز ونتھروپ "تو اب جاؤ۔ کیونکہ اس میں نقصان نہیں بلکہ نفع ہی ہے۔ مجھے تو وہاں جا کر اطمینان دلی حاصل ہوتا ہے۔ باجہ کے سُر، راگ کی آواز۔ پادری صاحب کا وعظ اور عشاے ربانی یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ فکر اور پریشانی اور رنج اور تکلیف کو دور کر دیتی ہیں"۔

سیلاس نے مسنز ونتھروپ کی باتوں کو سُنا اور خوب سمجھ بھی لیا۔ لیکن اُن کا اُس کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا اُن میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو اُسے پیدا کرتی۔ وہ زیادہ باتوں کا عادی نہ تھا۔ صرف کاروبار کے متعلق لوگوں سے کچھ باتیں ضرور کر لیتا تھا۔ مگر وہ بھی نہایت مختصر ہوتی تھیں اس کی بجاے اسکے کہ وہ مسنز ونتھروپ سے گرجہ جانے کا وعدہ کرتا اور وہاں جا کر کچھ فیض اُٹھاتا۔ وہ بالکل خاموش رہا۔ کیونکہ مسنز ونتھروپ کی باتیں اُس کے لئے بے معنی معلوم دیتی تھیں +

آرون جو مسنز ونتھروپ کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا اور اُسکے ہمراہ سیلاس مارنر کے مکان پر گیا تھا۔ وہ سیلاس مارنر کی شکل اور نگاہیں دیکھ کر خوف کھاتا تھا۔ اور جب سیلاس نے اُسے کیک کا ایک ٹکڑا دینا چاہا تو وہ پیچھے کو ہٹ گیا۔ اور اپنی والدہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر مسنز ونتھروپ نے کہا کہ آرون آگے بڑھو۔ کیا تم کیک نہیں لینا چاہتے ہو۔ اور پھر سیلاس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ "یہ ہمارا سب سے چھوٹا بچہ۔ اور بڑا لاڈلا۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ آنکھوں سے اوجھل رہے۔ حالانکہ اس لاڈ پیار میں وہ خراب ہو جائیگا"۔ اور پھر آرون سے کہنے لگی کہ "اسکی آواز بڑی مہین ہے اور چڑیا کی سی۔ اُس کے باپ نے اُسے ایک گیت سکھایا ہے وہ شوق سے گاتا ہے اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت نیکدل اور دیندار نکلیگا"۔ اور آرون سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ "ذرا وہ گیت سیلاس مارنر کو تو سناؤ۔ آرون نے بڑی دیر بعد اور کئی بار کہنے کے بعد وہ گیت سُنایا +

مسنز ونتھروپ کو یقین تھا کہ گیت سے سیلاس مارنر کے دل میں گرجہ جانے کا شوق پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ اُس کا مضمون ہی ایسا ہے۔ اور جب آرون گیت گا چکا تو مسنز ونتھروپ کہنے لگی کہ

"مسٹر مارنر میرے خیال میں یہ دُنیا رنج و الم سے بھری ہوئی۔ اگر کسی شخص کو رنج و غم سے کسی جگہ نجات مل سکتی ہے تو وہ گرجہ ہی ہے۔ کیا یہ لڑکا گیت اچھّی طرح نہیں گاتا"۔

سیلاس مارنر "خوب اچھی طرح گاتا ہے"۔

مسنز ونتھروپ "مسٹر مارنر اب میں جاتی ہوں۔ میں اکثر آیا کرونگی اور تمہاری تکلیف میں مدد بھی دونگی۔ مگر ایک بات میری مان لو کہ اتوار کے دن کام نہ کیا کرو۔ بلکہ گرجہ جایا کرو۔ روپیہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ مگر یادِ خدا بھی ضرور کرنی چاہیئے میں تم سے اس بے تکلفی کی جس کے ساتھ باتیں کر رہی ہوں معافی مانگتی ہوں۔ اچھا خدا حافظ"۔

سیلاس "میں آپ کا ممنون ہوں۔ اللہ حافظ"۔

یہ کہہ کر سیلاس نے دروازہ کھولا۔ مسنز ونتھروپ مع اپنے لڑکے کے چلتی ہوئی۔ مگر سیلاس پر اُسکی باتوں کا مطلق اثر نہ ہوا۔ کیونکہ اُس کے لئے تو وہ بالکل نئی قسم کی باتیں تھیں۔ باوجود مسٹر میکی اور مسنز ونتھروپ کی ترغیب کے سیلاس مارنر ایام کرسمس میں گھر سے باہر نہ نکلا۔ لیکن تنہائی میں بسر اوقات کرتا رہا۔ اور جو چیزیں

[ج]ب کے لوگ اسے تحفہ کے طور پر دے گئے تھے انہیں کھاتا پیتا رہا۔ خاص بڑے دن کو اُس نے صبح دیکھا کہ برف پڑ رہی اور شام کو ہوا چلتی رہی۔ دن بھر دھوپ نکلی رہی۔ مگر وہ صرف دروازہ کھول کر مغموم بیٹھا رہا ۔

کسی کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ وہی سیلاس مارنر ہے جو بنی انسان کے ساتھ کبھی شفقت و محبت سے پیش آتا تھا۔ جو سیلاس کو یہ باتیں یاد نہ رہی تھیں۔ وہ اُس دن مغموم بیٹھا ہوا تھا۔ مگر قصبہ ریولو میں خوب چہل پہل تھی۔ لوگ بڑے دن کی خوشی میں شادان و فرحاں پھر رہے تھے۔ اچھی پوشاک پہنے ہوئے تھے خوب کھا پی رہے تھے۔ اور اکثر شراب سے مخمور و مسرور تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ آج اُن پر بڑی برکت نازل ہو رہی ہے ۔

اُس دن کاس صاحب کے ہاں خوب جشن اڑ رہا مگر کسی نے ڈنسٹن کا ذکر تک نہ کیا۔ اور نہ کسی کو اُس کے وہاں موجود نہ ہونے کا افسوس ہوا۔ ہر قسم کی باتیں ہوتی اور گپیں اُڑتی رہیں۔ تاش کے کھیل ہوتے رہے۔ الغرض سب ہی باتیں تفریح کی جو خوشی کے موقع پر ہوتی ہیں۔ ہوتی رہیں لیکن ذکر نہ آیا تو ایک ڈنسٹن کا ۔

کاس صاحب کے مکان پر ایام کرسمس میں سب سے بڑا مجمع نئے سال کے دن ہوتا تھا۔ کیونکہ اُس دن رقص و سرود کی محفل گرم ہوتی تھی۔ اُس روز پرانے شناسا ریولو اور تارلی سے اُس کے مکان پر جمع ہوتے تھے خواہ کسی سے ان بن ہوتی۔ لیکن اُس دن اُس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ عورت اور مرد لباس فاخرہ زیب تن کر کے آتے تھے۔ ایک بڑی پُر تکلف دعوت دی جاتی تھی جس میں انواع و اقسام کے کھانے ہوتے تھے پھر دَور شراب چلتا تھا۔ پھر رقص و سرود ہوتا تھا۔ ہنسی مذاق۔ دل لگی اور ظرافت کی بھرمار ہوتی تھی ہر شخص مست و محو اور مگن ہوتا تھا ۔

اُس سال گوڈفرے کو اس جشن نوروز کی بڑی فکر لگی ہوئی تھی۔ اُسے ہر وقت یہی خیال رہتا تھا کہ ڈنسٹن جلد تر آنے والا ہے۔ اُس وقت بات بگڑ جائیگی اگر وہ اُس وقت تک نہ آئے تو بہتر ہے کیونکہ اس سے مجھے نینسی کے ساتھ لطف اُڑانے کا موقع مل جائے گا اور خوب اچھی طرح۔ میں اُس نازنین کے ساتھ رقص کرونگا۔ گاؤں گا۔ اور گلچھرے اڑاؤنگا ۔

چونکہ گوڈفرے کو اُس وقت کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ اور روپیہ کا کوسوں پتہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ سخت متفکر ہوا۔ اور اُس نے اُسکے حاصل کرنے کے لئے تدابیر سوچنی شروع کیں۔ سوچتے سوچتے یہ قرار دیا کہ والدہ کی جوڑے کی پین جو ہیرے کی بنی ہوئی ہے فروخت کر دی جائے ۔

گوڈفرے اُس نازنین پر جس کا نام نینسی تھا کچھ اس قدر فریفتہ تھا کہ وہ اُس سے ضرور شادی کرنا چاہتا تھا۔ اور ہر دم اسی خبط اور فکر میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح اُسے اپنی مطلب براری میں کامیابی حاصل ہو جائے۔ اگرچہ بہت سے اسباب اس قسم کے تھے جو اُس کی شادی میں حارج تھے لیکن وہ اُن پر غالب آنے کے لئے اپنی عقل کے مطابق بیحد کوشش کرتا رہتا تھا ۔

آنکھ کھولی تو ہجوم غم و حرماں دیکھا
فصل دہر میں کب عیش کا سامان دیکھا

ترقی

ترقی کی اشاعت بڑھانے کے خیال سے ۱۔ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء سے علمی اور مذہبی حصّوں کو الگ الگ شایع کیا جاتا ہے تاکہ جو اصحاب جس حصّے کو پسند کریں آسانی سے اُس سے نفع اُٹھا سکیں اور جو صاحب باوجود اسکے قدردان ہونے کے محض مذہبی خیال کی بنا پر اسکی امداد کرنے سے اب تک باز رہتے تھے اُنکے راستے میں کوئی روک باقی نہ رہے +

ترقی یا علمی حصّہ

ایک علمی۔ اخلاقی اور تمدنی ماہوار رسالہ

حجم ۴۸ صفحے علاوہ سرورق۔ قیمت معہ محصولڈاک دو روپے آٹھ آنے سالانہ پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل +

ترقی کا پروگرام سنہ ۱۹۰۷ء کے لئے

مضامین مسلسل۔ تاریخ قدیم ایران۔ بابل ساتویں صدی کے چینی سیاح ہونگ شونگ کا سفرنامہ۔ تاریخ جبلیلیا یورپ جسمیں تمام موجودہ یورپین سلطنتوں کے وجود میں آنے کا حال درج ہوگا۔ علمی مضامین چیونٹی کے حالات روئی کے پودے کی تاریخ اور اسکے متعلق اختراعات۔ نئی نئی علمی خبریں دریافتیں اور ایجادیں۔ یورپ اور امریکہ کے کارخانوں کے حالات۔ پولیٹیکل و سوشل مضامین۔ غلامی کی تاریخ اور اسکا انسداد۔ مختلف ملکوں کے نظام حکومت کے اصول۔ تجارت و صنعت حرفت ایجاد و محنت مصنفہ سمائلز صاحب موجودہ ہندوستان کی سوانحعمریاں۔ اصول تجارت +

ترجمہ جبلیلیا سیلاس مارنر مصنفہ جارج الیٹ پامپئی کی بربادی مصنفہ لارڈ لٹن۔ لنڈ جیب قدیم ملکہ پرستان مصنفہ اسپنسر

ملک الشعرائے انگلستان۔ لارڈ ٹینیسن کا نیونلاشن یعنی ایک خیالی ملک کے اصول و قوانین اصلاح و اطوار علم الاخلاق خصلت و کفایت شعاری مصنفہ سمائلز صاحب کامیابی کے اصول حفظ صحت جسمانی صحت کے اصول اور اسکی حفاظت سوانحعمریاں۔ جارج اسٹیفن موجد ریلوے انجن۔ اسٹنلی سیاح افریقہ۔ نظم اخلاق نیچرل و نتیجہ خیز۔ علمی چٹکلے وغیرہ +

مضامین متفرق۔ یہ تعداد و نوعیت میں بدستور سابق ہونگے

تجلّی یا مذہبی حصّہ

اسمیں مذہب و فلسفہ مذہب پر بحث کیجاتی ہے۔ حجم ۴۸ صفحہ علاوہ سرورق قیمت سالانہ معہ محصولڈاک ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل

تجلّی کا پروگرام سنہ ۱۹۰۷ء کے لئے

اس سال تجلّی میں مفصلہ ذیل مضامین سلسلہ وار نکلینگے جسکے علاوہ بہت سے دیگر مفید علمی و فلسفی آرٹیکل بھی حسب ضرورت نکلتے رہینگے + آریہ ہندوؤں کی تعلیم کے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ مستند علما کی تصنیفات کی بنا پر وجود باریتعالیٰ کے یقین کے خلاف مختلف جو مذاہب رائج ہیں مثلاً دہریہ ویدانتی وغیرہ وغیرہ انکی دلائل پر پورے طور پر بحث کرکے انکی تردید کیجائیگی۔ یہ رسالہ گویا خدا کی ہستی کے اثبات کا دورہ۔ تعلیم کفارہ کی حقیقت پر مفصل بحث کیجائیگی اسکے علاوہ مختلف صحف بائبل پر مفصل آرٹیکل لکھے جاوینگے۔ زمانہ حال و قدیم کے مختلف بیان مذاہب و فرقہ جات کی زندگی و تعلیم کا حال حسب سابق تقابل مطالعہ چراغ دین کا سلسلہ بھی جاری رہیگا۔ اور ایک نہایت دلچسپ کالم بھی ماہ بماہ شائع ہوتا رہیگا ہم چاہتے ہیں کہ جسطرح انگریزی اخبارات میں مختلف امور پر سوال جواب شائع ہوتے رہتے ہیں تجلّی میں بھی ہوا کریں۔ اسلئے اگر ہمارے ناظرین اس قسم کے سوالات ہمیں بھیجا کرینگے تو ہم حتے الوسع انکو مع جوابات کے شائع کردیا کرینگے بحرحال ایک میدان تحقیق شروع ہو

نوٹ۔ دونوں حصّوں کے خریداروں کو دونوں رسالے صرف ۳ روپے ۸ آنے سالانہ میں دئے جاینگے۔ جو صاحب علاوہ اپنے چار خریدار بہمپہنچاکر بھیجینگے انکو رسالہ سال بھر مفت ملیگا۔

المشتہر منیجر رسالہ ترقی۔ انارکلی متصل مارکیٹ۔ لاہور

ترقی

لاہور - بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء

ایڈیٹوریل نوٹس

وفات حسرت آیات

شمالی ہند کے تعلیم یافتہ دیسی عیسائیوں کی جماعت اور پنجاب و صوبہ جات متحدہ کے حامیان اردو کے حلقے میں یہ خبر غالباً نہایت افسوس اور سخت ملال کے ساتھ سنی جائیگی کہ مسٹر فضل اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب بائیبل اینڈ ریلیجس بک سوسائٹی لاہور نے جو سوسائٹی اور اُس کے لٹریری کاموں کے روح رواں تھے ۲۲- اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء کی شام کو اس جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف کوچ کیا - مرحوم بڑی خوبیوں والے تھے - اُن کے حق میں بے اختیار زبان سے یہ مصرع نکل جاتا ہے کہ

مرنیکے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مرحوم نہ صرف اپنے کثیر التعداد دیسی اور یورپین احباب - بیوی بچوں اور عزیزوں ہی کو ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے گئے - بلکہ اُن کی قبل از وقت موت سے سوسائٹی اور اُسکے علمی ادبی اور مذہبی کاموں کو بھی سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے - دیسی مسیحیوں میں سر دست کوئی شخص اس دل و دماغ اور قابلیت کا نظر نہیں آتا جو مرحوم کا سچا جانشین ہو سکے - مرحوم بڑے آزاد خیال - وسیع معلومات رکھنے والے - حب وطن - صائب رائے شریف النفس - خوش طبع - دوست نواز - قدر دان علما اور علاوہ اردو - ہندی - فارسی کے عربی - انگریزی - فرنچ میں خاصہ دخل رکھنے والے تھے - مزید براں اردو زبان کے بڑے ہی حامی تھے - اُن کی ساعی جمیلہ سے اردو زبان میں جن جن مفید باتوں کا اضافہ ہوا ہے وہ کچھ کم نہیں ہیں - رسالہ ترقی جو اردو زبان کے رسالوں میں بحیثیت اعلےٰ درجے کے علمی مضامین کے اپنا نظیر آپ ہی ہے اُس کا وجود مرحوم ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا - سوسائٹی کی علمی کتابیں جس سے اردو زبان میں ایک قابل قدر اور بیش بہا اضافہ ہوا مرحوم ہی کی زیر نگرانی طبع ہوئی تھیں - آپ بڑے ہی جفاکش سخت محنتی اور متدین تھے - جیسا کہ مسٹر ڈبلیو - ایچ - ایل - چیپ سکرٹری سوسائٹی مذکور کی اُس مختصر مگر سچی تقریر سے ثابت ہو رہا ہے جو مرحوم کا جنازہ دفن ہوتے وقت کیگئی تھی - اور جس کا لب لباب یہ ہے کہ مسٹر فضل بیحد محنتی اور سوسائٹی کے سچے ہمدرد تھے - ہر سال ہزار ہا روپیہ اُن کے ہاتھوں سے خرچ ہوتا رہا - لیکن کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی گئی جس سے اُنکی دیانتداری پر حرف آسکے - وہ بڑے ہی متدین تھے - مرحوم بلا کسی شہرت یا عزت کے خیال کے کام کرتے رہتے -

آپ کی وفات سے زبان اردو کا ایک سچا حامی اور سرپرست اٹھ گیا۔ مرحوم کو مطالعہ کا از حد شوق تھا۔ یہاں تک کہ کثرت مطالعہ اور سوسائٹی کے کثیر کاروبار اور ادائگی فرض کی کوشش کا مرحوم کے دل و دماغ پر بیحد اثر پڑتا رہا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عرصہ سے مرحوم کی صحت خراب رہنے لگی۔ اسی سال کے شروع میں ضعف دماغ کے باعث سوتیا بند کا اندیشہ ہو گیا۔ اور مرحوم کو طویل رخصت صحت کی بحالی کیلئے لینی پڑی۔ جسکے ختم ہونے پر آپ بخوبی تندرست آئے۔ لیکن یکایک بیمار میں مبتلا ہو کر آپکو نمونیہ یعنی ذات الجنب کا مرض ہو گیا۔ جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ آپ کی ۲۷ سالہ خدمات سوسائٹی کی تاریخ میں آب وتاب کے ساتھ درخشاں اور آپ کی ایک قابل قدر یادگار رہینگی۔ اس بات کی قوی امید کی جاتی ہے کہ سوسائٹی آپکے پسماندگاں کی امداد کیلئے کوئی معقول انتظام کریگی۔ آپ نے ۴۴ سال کے سن میں انتقال فرمایا۔ آپ کی اس ناگہانی مرگ پر بے ساختہ یہ شعر زبان سے نکل آتا ہے کہ

کیا عمر تھی ابھی تو یہ مرنے کے دن نہ تھے
اے چاندا بھی زمیں پہ اُترنے کے دن نہ تھے

خدا آپکے پسماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آپ کی زندگی کے مفصل حالات جن میں سمجھ اور باتوں کے یہ بھی دکھایا جائے گا کہ آپنے جو قابلیت اور عزت حاصل کی وہ محنت اور دیانت سے کی گئی تھی۔ گویا آپ ایک ایسے شخص تھے انگریزی زبان میں "سلف میڈ" کہتے ہیں یعنی ذاتی محنت و کوشش سے ترقی کرنے والا۔ ترقی ماہ دسمبر میں نذر ناظرین کئے جائینگے۔

اسی ماہ میں مسلمانان ہند کے لیڈر اور محمڈن کالج علیگڈھ کے سکرٹری اور سرسید کے سچے جانشین مولوی مہدی علیخاں المعروف بہ نواب محسن الملک بہادر نے شملہ پر انتقال کیا۔ مرحوم بڑے عالی دماغ۔ بڑے قابل۔ اعلےٰ مدبر۔ اور مسلمانوں کے سچے خیر خواہ تھے۔ آپکے زمانہ سکرٹری شپ میں علیگڈھ کالج کا انتظام نہایت عمدہ اور قابل اطمینان رہا۔ اور کالج ہر بات میں نمایاں ترقی حاصل کرتا رہا۔ آپ کی وفات سے نہ صرف مسلمانوں میں سے ایک بے نظیر شخص اٹھ گیا۔ بلکہ ہندوستان میں ایک نہایت مشہور اور قابل فخر شخص جس کی کوششوں سے ہندوستان میں علوم و تہذیب کی مجموعی و مشترکہ ترقی میں نمایاں اضافہ اور مسلمانوں کی جماعت میں سے باطل توہمات کا دن بدن خاتمہ اور اُن میں علوم و فنون کا شوق بڑھتا رہا ہمیشہ کے لئے سرزمین ہند سے روپوش ہو گیا۔ مرحوم کے مفصل حالات اسلامی اخبارات میں لکھے جاچکے ہیں اور اُنکی وفات پر اسلامی اخبارات یکزبان ہو کر نوحہ کر رہے ہیں۔ اُن کا یہ نوحہ بجا ہے کیونکہ اُنکے بعد اُنکی سی قابلیتوں کا اور اُنکا جانشین بننے کے لائق شخص سوائے بڈھے نواب عماد الملک مولوی مشتاق حسین صاحب کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔

گذشتہ ایجی ٹیشن جو تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی طرف سے کیا گیا تھا اور جسکے سارے حامی قریباً حامیان کانگریس تھے اُسے گورنمنٹ ہند نے باغیانہ حرکات پر محمول کیا۔ اور اُسکے دبانے کیلئے سرکار کیطرف سے ہر طرح کی کوشش بھی کیگئی۔ بعض اخبارات پر مقدمے قائم کئے گئے۔ بعض اصحاب کو جیلخانہ بھیجا گیا اور دو لیڈروں کو جلاوطن بھی کیا گیا۔ مزید برآں صوبہ پنجاب و مشرقی بنگال و آسام میں باغیانہ جلسوں

ہے۔ البتہ یہ کہنا بیجا نہیں ہو سکتا کہ قانون واقعی اس قسم کا ہونا چاہیئے کہ بغاوت کا قلع قمع بھی کر سکے اور تحریر و تقریر کی آزادی کو قائم بھی رہنے دے۔ کیونکہ اہل ہند کے سچے خیالات اور ضروریات اور گورنمنٹ کی غلطیوں کے اظہار کیلئے صحیح ذریعہ صرف تحریر ......

دلچسپ علمی خبریں اور باتیں

تمباکو نوشی و امراض سل و دق۔ ڈاکٹر جے
سی۔ میک والٹر جو آئرلینڈ ہسپتال سے تعلق رکھتے ہیں۔
اُن کی رائے یہ ہے کہ انھوں نے جسقدر مریض سل و دق
کے اس اسپتال میں دیکھے اُن میں ایک بھی تمباکو نوش
نہیں ہے۔ وہ سب ۱۶ سے ۲۲ سال تک کی عمر کے
ہیں۔ اور مرد ہیں۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ تمباکو نوشی
کرنیوالوں کو یہ امراض کم ستاتے ہونگے۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب
کی یہ بھی رائے ہے کہ گو تمباکو نوشی سے اجرام ہلاک نہیں
ہو سکتے۔ لیکن اُسکے دھوئیں کا اعضا تنفس میں کی
بلغمی جھلی پر ضرور اس قسم کا اثر ہوتا ہوگا کہ جھلی میں ان
امراض کے اجرام نہیں پھل پھول سکتے +

اخبار ڈیلی میل لندن میں ڈاکٹر ڈرم براؤن کا
ایک مضمون اس بارہ میں چھپا ہے کہ ریلوے گاڑیوں
کو منزل پر پہونچنے کے بعد خوب صاف کیا جائے۔ اول
اُن میں اجرام کش ادویہ ڈالی جائیں۔ پھر اُن کو جھاڑ کر
گرد و غبار وغیرہ نکالے اور کسی دور مقام میں دفن کرادئے
جائیں۔ اس سے ساری امراض کی ترقی میں بڑی
رکاوٹ واقع ہو جائے گی +

ڈاکٹر مونیریٹ کی رائے ہے کہ جن لوگوں کو
خون کی کمی کا مرض ہوجاتا ہے ان کو موٹر گاڑی میں جو ۴۰
سے ۵۰ میل تک فی گھنٹہ کی رفتار سے چلائی جائیں اور
جو ان میں ۵۰ یا ۱۰۰ میل کا سفر کرسکیں بیٹھ کر ہوا خوری
کرنی چاہئے۔ آٹھ یا دس ہی دن میں اُن کے خون میں
ننھی ننھی کوٹھڑیوں کی تعداد اسقدر بڑھ جائیگی کہ مرض
دور ہو جائیگا کیونکہ ان کوٹھڑیوں ہی کی سرسبزی پر خون
کی ترقی کا دار و مدار ہے +

جدید اکسیر حیات۔ اخبار سائنس سفٹنگز رقمطراز
ہے کہ ایک ادویہ ساز نے ریڈیم کو پگھلا کر ایک عرق تیار
کیا جسے وہ اکسیر حیات بتاتا ہے۔ وہ اس عرق کا تجربہ
دو مریضوں پر کرچکا ہے۔ ایک مریض جو مرض سرطان میں
مبتلا تھا پانچ ماہ کے استعمال سے تندرست ہوگیا۔ دوسرا
مریض جو آگ سے جل گیا تھا اُسے رات بھر میں آرام ہوگیا۔
عرق خارجی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اُن کا
استعمال داخلی طور پر بھی ہوسکتا ہے +

زلزلہ کے ذریعہ شفایابی۔ ملک چلی واقع جنوبی
امریکہ سے ایک شخص نے اخبار سائنس سفٹنگز کو لکھا ہے کہ
سال گذشتہ میں جو زلزلہ بمقام والپیریزو آیا تھا اُسکے
ذریعہ چند اشخاص کو جو کہنہ اور شدید امراض میں مبتلا تھے
صحت ہوگئی۔ ایک شخص جو وجع المفاصل کے بخار میں
مبتلا تھا وہ زلزلہ آتے ہی بستر علالت پر سے اُٹھ کر
بھاگا۔ اور کچھ دیر بارش میں کھڑا رہنے کے بعد ایک بستر
پر جا لیٹا۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ درد اور بخار کافور ہوگئے
ہیں۔ اس طرح ٹائیفوئیڈ بخار۔ نمونیہ اور سکتہ کے لئے
مریضوں کو بھی قطعی صحت ہوگئی۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے
کہ جن مریضوں کو صحت ہوئی وہ محض دہشت و خوف اور
جوش و خروش کے ذریعہ سے +

امریکہ کے سائنس دان جو پالتو پرندوں کی عادات
وغیرہ کے ماہر ہیں جو مصنوعی روشنی کے ذریعہ مرغیوں سے

انڈے دلواتے ہیں۔ لیکن ابھی حال میں ان سائنس دانوں نے رات کے مصنوعی ذرائع سے دو حصے کر کے دو دن بنا دئے اور اس طرح انڈوں کی پیدائش سو فیصدی کا اضافہ کر لیا۔ اس طریقہ کے موجد مسٹر وارڈ ہیں۔ اس سائنس داں نے ایک ایسا دربہ بنایا ہے جسکے باہر کے پردے گرا دینے سے اندر بالکل تاریکی ہو جاتی ہے۔ اور اُسکے اندر نلوں کے ذریعہ تازہ ہوا جاتی اور باہر خارج ہوتی رہتی ہے۔ رات کو قدرتی تاریکی ہوتی ہے۔ مگر دن کو بھی دربہ کے اندر تاریکی ہو جاتی۔ بس اُن ایام میں جبکہ رات یا دن بہت لمبے ہوتے ہیں وہ رات کو اور دن کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اور دربوں کو روشن کر کے مرغیوں سے دو دو انڈے حاصل کرتے ہیں +

سائنس کے ذریعہ پودوں کا بڑھانا۔ لندن کے رائل بوٹانیکل گارڈن میں سائنس کے طریقوں کے ذریعہ پودوں کو بڑھایا جاتا ہے۔ نہ صرف اسی پر اکتفا کی جاتی بلکہ پھلوں اور پھولوں میں بھی افراط ہو جاتی ہے جس روز کہ مطلع صاف نہیں ہوتا اُس روز ایک مصنوعی آفتاب کے ذریعہ جو کہ اصل میں ایک قسم کا لیمپ ہے اور ایک متحرک ٹرامو ے میں لگا ہوا ہے پودوں کے ہر حصے پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور نلوں کے ذریعہ نم ہوا پودوں تک پہونچائی جاتی ہے اس ہوا میں کاربونک ایسڈ جو پودوں کی غذا ہے شامل ہوتا ہے۔ اور ایک اور قسم کے نلوں سے حرارت بھی پودوں تک پہونچائی جاتی ہے۔ اور ایک برقی مشین کے ذریعہ زمین میں ایسی تحریک یا طاقت پیدا کر دی جاتی ہے جو کہ منہدم کھار اور نمک وغیرہ کو منہدم شکل میں لے آتی ہے۔ اور جسکے ذریعہ جڑیں خوب اچھی طرح کام دے سکتی ہیں +

مؤید حیات پچکاری۔ ڈاکٹر فلیگ ساکن مونٹ پیلیئر نے اُن نمکوں سے جو تندرست انسان کے خون میں پائے جاتے ہیں ایک پچکاری لگانے کا عرق تیار کیا ہے۔ یہ نمک چونہ اور پوٹاسیئم سے مرکب ہوتے ہیں۔ اس ذی روح انسان یا حیوان کا قلب کو جسم سے علیحدہ کر کے اور اُس عرق کو پچکاری کے ذریعہ اُس میں داخل کرنے سے قلب کئی کئی دن تک حرکت کرتا رہتا ہے۔ سب سے زیادہ تعداد حرکت کی ایک ہفتہ ہے +

پھول گھڑی۔ انگلستان میں پھولوں کے ذریعہ ایک گھڑی تیار کی گئی ہے جسے برڈ لنگٹن میں لگایا گیا ہے۔ وہ گھاس کے ایک تختہ میں لگائی گئی ہے اس کا قطر ۱۲ فٹ ہے۔ اُس کی سوئیاں۔ حروف نمبر اور پُرزے پودوں اور پھولوں کے ذریعہ بنائے گئے ہیں۔ کل دس ہزار پھول اور پودے پرزوں کی جگہ لگائے گئے ہیں +

گرم غسل۔ جاپان کے لوگ اسقدر گرم پانی سے غسل کرتے ہیں جس کے ذریعہ دوسری اقوام کو غسل کرنا ان کی طاقت برداشت سے باہر ہے۔ وہ ایک ٹب میں جو بیضوی شکل کا ہوتا ہے اور جس میں گرم پانی بھرا جاتا ہے بیٹھ کر نہاتے ہیں پہلے جسم پر خوب صابون مل لیتے ہیں۔ پھر اُسے گرم پانی سے دھو ڈالتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر تک پانی کے اندر تیس منٹ تک بیٹھے رہتے ہیں۔ اس سے اُن کے مسامات خوب کھل جاتے ہیں۔ اور صابون لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور جسم پر سے سارا میل اتر جاتا ہے...

اصول تجارت

بنک (۴)

بنک اجرائے - سلطنت متحدہ برطانیہ عظمےٰ میں تین قسم کے بنک اجرائے ہوتے ہیں :-
(۱) وہ بنک جن کے جاری کردہ نوٹوں کی ایک خاص رقم روپیہ کی اور اُس کی ضمانت مقرر ہوتی ہے - اور اُن پر گورنمنٹ کا اختیار ہوتا ہے - (۲) وہ بنک جو بغیر ضمانت کے نوٹ جاری کرتے ہیں - مگر اُن کی روپیہ کی رقم مقرر ہوتی ہے - ایسے نوٹوں کو مقررہ رقم کے نوٹ کہتے ہیں - (۳) وہ بنک جو مقررہ رقم کے نوٹ جاری کرتے ہیں - لیکن اُنہیں یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ نوٹ کا روپیہ مقررہ رقم سے زیادہ بھی کر سکیں بشرطیکہ زائد رقم چاندی یا سونے کے سکہ میں اُن کے ہمراہ ادا کی جائے - اس بنک کے جاری کردہ نوٹ کی نقدی نوٹ دکھاتے ہی سونے کے سکہ میں ادا کر دی جاتی ہے +

ان تینوں قسم کے بنکوں میں سے پہلی قسم کے بنکوں کا ذمہ وار بنک آف انگلینڈ ہے اُس کے نوٹ پانچ پونڈ نقد قیمت اور نیز اُس سے زیادہ قیمت کے ۱۸۳۳ء سے لے کر اب تک از روئے قانون جائز سمجھے گئے ہیں - لیکن اُن کی اشاعت صرف انگلستان اور ویلس ہی تک محدود ہے +

دوسری قسم کے بنکوں میں دیہاتی بنک شامل ہیں - جو ملک انگلستان کے مختلف شہروں میں رائج ہیں - اُن کے جاری کردہ نوٹ دیہاتی نوٹ کہلاتے ہیں اور اُن کا دار و مدار مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں پر ہے +

تیسری قسم کے بنکوں میں اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے بنک شامل ہیں - جو ایک محدود اور مقررہ تعداد نوٹوں کے جاری کرنے کے مجاز ہیں - اُن کے ایک پونڈ قیمت کے نوٹ سلطنت برطانیہ عظمےٰ و آئرلینڈ میں جاری ہیں +

انگلستان میں بنک کے نوٹوں کا اجرا اور اشاعت قانون موسومہ "بنک چارٹر ایکٹ ۱۸۴۴ء" کے مطابق ہوتی ہے - اِس قانون کی رو سے اُن پرائیویٹ اور مشترکہ سرمایہ کے بنکوں پر جو اُس وقت رائج تھے کچھ قیود لگائی گئی تھیں - اور اُس کے بعد کوئی نیا بنک نہیں کھولا گیا - اس وقت سے اور قسم کے بنکوں کی تعداد دن بدن گھٹتی جاتی ہے - اس سے بنک آف انگلینڈ کو بہت نفع پہونچ رہا ہے - اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے بنکوں کا کاروبار اور قیام و اجرا وغیرہ کے متعلق ایک اور قانون ہے جو ۱۸۴۵ء میں جاری کیا گیا تھا +

بنک آف انگلینڈ کے نوٹ اس بنک کے صدر دفتر واقع لنڈن اور اُس کی شاخوں کے دفتروں سے بھی جاری کئے جاتے ہیں - مگر نوٹ کا خاکہ جس سے مراد عبارت اور طرز تحریر عبارت وغیرہ ہے - ایک ہی سا رہتا ہے - اور اُن پر چیف کیشیئر یعنی صدر

خزانچی کے دستخط ہوتے ہیں - جب نوٹ بنک کی کسی شاخ سے جاری کئے جاتے ہیں تو یہ لفظ یہاں یا لنڈن میں نوٹ کے چہرے پر یعنی سیدھی جانب درج کر دئے جاتے ہیں +

بنک آف انگلینڈ کے نوٹ کا فارم

میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس نوٹ کے حامل کو طلب کرنے پر مبلغ پانچ پونڈ ادا کرونگا - ۱۷- جنوری ۱۸۹۹ء

۵ پونڈ لندن ۱۷- جنوری ۱۸۹۹ء-

گورنر اور کمپنی بنک آف انگلینڈ

بقلم ایف سجے

صدر خزانچی

بنک آف انگلینڈ - سلطنت متحدہ میں سب سے بڑا بنک جس کا نام بنک آف انگلینڈ ہے اور جسے ساری دنیا مانتی ہے وہ شاہ ولیم سوئم بادشاہ انگلستان کے ایک فرمان کی رو سے ۱۶۹۴ء میں قائم کیا گیا تھا - اُس کی رو سے وہ لوگ جنہوں نے سرکار سلطنت متحدہ کو روپیہ قرض دیا ایک جماعت یعنی دی گورنر اینڈ کمپنی آف دی بنک آف انگلنڈ کے نام سے موسوم ہونے لگے - وہ اب تک اسی نام سے منسوب کئے جاتے ہیں +

اس کمپنی کا کاروبار ایک گورنر چلاتا ہے جس کی مدد کے لئے ایک نائب گورنر اور ایک کمیٹی بیس ڈائرکٹروں کی ہے - ان سبھوں کا انتخاب کمیٹی کے ممبر کرتے - اور اُن سے ایک عدالت موسومہ کورٹ آف ڈائرکٹرز بنتی ہے - جو کمیٹیوں میں منقسم ہے جو کاروبار کی مختلف شاخوں کے متعلق رپورٹ تیار کرتی ہیں - حسب موقع اور حسب ضرورت خاص کمیٹیاں بھی مقرر کی جاتی ہیں +

کوئی شخص جو انگلستان کی رعایا نہ ہو اور جس کے اپنے نام پر بنک آف انگلینڈ کے سرمایہ میں کم از کم پانسو پونڈ نقد جمع نہ ہوں اس کمپنی کا ممبر نہیں ہو سکتا +

بنک کے صیغہ جات - بنک آف انگلینڈ کا خاص کام یہ ہے کہ وہ قومی قرضہ کا انتظام کرے - بنک کے نوٹ جاری کرے - اور پبلک اور پرائیویٹ بینکنگ کرے - ان میں سے ہر شاخ کے لئے ایک خاص صیغہ جس کا انتظام بنک کا ایک افسر اعلےٰ کرتا ہے +

صیغہ اسٹاک - یہ صیغہ قومی قرضہ کا انتظام کرتا ہے - اور نیز دیگر سرکاری قرضوں کا جس کی ضامن گورنمنٹ ہوتی ہے - مثلاً وہ قرضے جو گورنمنٹ ہند لیتی ہے اور نیز گورنمنٹ اسٹریلیا - گورنمنٹ نیوزیلینڈ - گورنمنٹ مصر وغیرہ وغیرہ - یہ قرضے اُن قوانین کے مطابق لئے جاتے ہیں جن کو سلطنت متحدہ کی آئین و قوانین وضع کرتی ہے +

وہ بہی کھاتے جن میں ان قرضوں میں سے کسی قرضہ کے دینے والوں کے نام درج کئے جاتے ہیں - اور جن میں ایک قرضہ کے دوسرے میں منتقل ہونے کا حساب درج کیا جاتا ہے وہ صیغہ اسٹاک میں رکھے جاتے ہیں +

صیغہ اجرا - یہ صیغہ ۱۸۴۴ء میں قائم کیا گیا تھا اور اُس قانون کی رو سے جو بنک آف انگلینڈ کے کاروبار کے متعلق اس سال نافذ کیا گیا تھا - اور جس کی رو سے کمپنی کو بیحد فائدہ ہوتا ہے - یہ صیغہ صرف

اجرا کے کام کو انجام دیتا ہے - اور ملک میں سکہ جات مروجہ کو جو از روئے قانون جائز ہوں جاری کرتا ہے - یہ سکہ صرف بنک آف انگلینڈ سے جاری کئے جاتے ہیں - اور یہ بنک قانون پارلیمنٹ کی رو سے مندرجہ ذیل باتوں کے لئے مجبور کیا گیا ہے +

(۱) سونے کی اینٹوں کی کسی مقدار کو خریدنے کے لئے جو فی اونس ایک مقررہ قیمت کے عوض خریدی جاتی ہے - (۲) اپنے ہاں کے نوٹوں کو طلائی سکہ میں حسب ضرورت بدل لینے کے لئے (۳) پرانے نوٹوں کے عوض جو بنک میں داخل کر دئے جاتے ہیں نئے نوٹ کرنے کے لئے - اس کے بعد پرانے نوٹ خارج کر دئے جاتے اور پھر نہیں جاری ہو سکتے یا چل سکتے ہیں +

صیغہ لین دین یا بنکنگ ڈیپارٹمنٹ - یہ صیغہ لندن کے ایک معمولی بنک کی مانند ایک بڑے اور وسیع پیمانے پر لین دین کے سارے کاموں کو انجام دیتا ہے - مثلاً گاہکوں یا دادوستد کرنے اور رکھنے والوں کا روپیہ امانت یا تحویل میں رکھنا - ہنڈیوں کا روپیہ کیش وضع کر کے دینا - امانت کے روپیہ میں سے ادا کرنا - وغیرہ وغیرہ +

مزید براں یہ صیغہ سرکاری بنک یا ساہوکار کا کام بھی دیتا ہے - اور جس قدر روپیہ کہ سرکاری حکام جمع کرتے ہیں خواہ وہ ٹیکس کا روپیہ ہو - خواہ عربی محصول کا خواہ مسکرات کا اُسے اپنے ہاں جمع کرتے اور سرکاری کاموں کے لئے جسقدر روپیہ کر دیا جاتا ہے اُسے ادا کرتا ہے +

اس صیغہ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ بنک پوسٹ بلز جاری کرتا ہے - جن کے ذریعہ روپیہ انگلستان کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں منتقل کیا جاتا ہے - بنک پوسٹ بل ایک قسم کا پرامیسری نوٹ یا رقعہ ہوتا ہے - جس کا روپیہ پیش کئے جانے کے بعد سات دن کے اندر ملتا ہے - اور بنک آف انگلینڈ کی ہر شاخ سے وصول ہو سکتا ہے - یہ پوسٹ بل کم از کم دس پونڈ کی رقم کے لئے جاری کیا جاتا ہے - اور زیادہ سے زیادہ کسی کے لئے - یہ پوسٹ بل بلا کیشن کے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے - بشرطیکہ اس کی رقم بنک میں جمع کر دی جائے - یہ پوسٹ بل ۱۷۳۸ء میں جاری کئے گئے تھے - وہ صرف بنک آف انگلینڈ کے صدر دفتر واقع لندن سے جاری کئے جاتے ہیں - اُن کا نمونہ حسب ذیل ہوتا ہے -

بنک آف انگلینڈ

لندن . . . . . . ۱۸ء   نمبر . . .

پیشی سے سات دن کے بعد کی میعاد میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی اس خاص ہنڈی کا جان لارچ یا اُن کے حکم کو ایک سو پونڈ نقد جو میں نے جیمس وائٹ سے وصول کیا ہے ادا کر دونگا +

گورنر و کمپنی بنک آف انگلینڈ

۱۰۰ پونڈ   بقلم الف سے

چیف کیشیر

بنک کا حساب کتاب - گورنمنٹ کی نگرانی میں جو بنک کے کاروبار کے متعلق ہو آسانی پیدا کرنے کی غرض سے قانوناً یہ بات روا رکھی گئی ہے کہ

بنک کا حساب کتاب بنایا جائے - اور بنک کی مالی حالت بتائی جائے - اس لئے ہفتہ وار حساب کتاب تیار کیا جاتا ہے جس کا رائل کمشنرز معائنہ کرتے ہیں جن کا تعلق کہ محکمہ اسٹامپ اور ٹیکس سے ہوتا ہے - اور اُن کی منظوری کے بعد وہ لندن گزٹ میں شائع کر دیا جاتا ہے +

اب یہ حساب کتاب اس فارم میں درج کیا جاتا ہے جسے مذکورہ بالا بنک چارٹر ایکٹ مجریہ ۱۸۴۴ء نے بنایا ہے - اور وہ براہ راست صیغہ اجرا و صیغہ داد و ستد کی حالت سے متعلق ہے - اس میں اُن نوٹوں کی تعداد جو بنک سے جاری کئے جاتے ہیں - اور اُن کے برابر سکوں کی تعداد - سونے کی اینٹوں کی تعداد - سرکاری دستاویزات کی تعداد - اور دیگر ضمانتوں کی تعداد جو کہ نوٹوں کے روپیہ دینے کی باعث ہوتی ہے درج کی جاتی ہے - اسی رپورٹ میں بنک کے کل سرمایہ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے - نیز سرکاری اور لوگوں کے جمع کے روپیہ کی تعداد بھی درج کی جاتی ہے - جو کہ بنک کے صیغۂ داد و ستد میں جمع کیا جاتا ہے - مزید براں لوگوں کا قرضہ جو بنک کے ذمہ ہوتا ہے - مثلاً پوسٹ بلز اور پرامیسری نوٹس بھی درج کئے جاتے ہیں - وہ بنک کے اس خانہ کے بالمقابل درج کئے جاتے ہیں جس میں بنک کا سرمایہ اور جائداد وغیرہ درج ہوتی ہے +

۱۸۴۴ء سے پیشتر اس بنک کا سارا حساب کتاب ایک قدیم طرز کے پُرانے طریقۂ حساب کتاب کے مطابق درج کیا جاتا تھا - یہ طریقہ بھی ایک شاہی فرمان کی رو سے منظور ہو چکا تھا - اس طریقہ کو اب بھی بہت سے بنک پسند کرتے اور اُسے بنک آف انگلینڈ کے موجودہ طریقہ حساب کتاب پر ترجیح دیتے ہیں - اور وہ اپنے حساب کتاب کو ایک مشہور اخبار اکونومسٹ میں شائع کراتے ہیں +

نتیجہ میں یہ بات بیان کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ بنک آف انگلینڈ دنیا میں علاوہ ایک نہایت مشہور ہونے کے ہر دلعزیز بھی ہے - اور لوگ اس کے ساتھ اپنا تعلق اور لین دین رکھنا پسند کرتے ہیں - اس لئے اُسے سیدھے سادے نام یعنی بنک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - اس بنک کی ہر دلعزیزی اور دائرہ اثر کی ترقی کے باعث جو بنک نوٹس - حساب کتاب بنک - بنک ریٹ وغیرہ وغیرہ - نوٹس - حساب کتاب - نقشے - فارم - شرح مبادلہ یعنی ریٹ آف اکسچینج جو بنک آف انگلینڈ سے جاری کی جاتی ہیں یا شائع کی جاتی ہیں وہ بنک آف انگلینڈ ہی کی جاری یا شائع کردہ سمجھی جاتی ہیں - اُن کے ساتھ بنک آف انگلینڈ کا نام درج نہیں کیا جاتا - بلکہ صرف اُن چیزوں ہی کا نام درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے اور لوگ جان جاتے ہیں کہ یہ چیزیں بنک آف انگلینڈ ہی کی جاری یا شائع کردہ ہیں - لیکن اگر کسی اور بنک سے بھی چیزیں جاری یا شائع کی جاتی ہیں تو اُن کے ساتھ اس بنک کا نام بھی دیا جاتا ہے +

مختلف ملکوں کا نظام حکومت

دوسرا حصہ

لاطینی اور اسکنڈ نیوئن ریاستیں

سوئڈن اور فنلینڈ کا نظام حکومت

سوئڈن میں امرا مدتوں شاہی طاقت و اختیار کی مخالفت کرتے رہے تھے - مگر سوئڈن کی ریاستوں نے جو نظام حکومت کے متعلق ایک قانون بنانے والی مجلس ۱۷۷۲ء میں ایک ایسا قانون بنایا جس کی رو سے شاہ گستاوس سویم کو ایک مضبوط نظام حکومت مل گیا - اس قانون نے مندرجہ ذیل تجویز منظور کی :-

پنچایتی طاقت یا جسے عام طور پر مطلق العنان طاقت کہتے ہیں ہم اس سے نفرت کرتے ہیں - ہم اسے ایک برکت سمجھتے ہیں - اور اسی طرح غرور کا منبع بھی - کیونکہ آزادانہ اور خود مختارانہ احکام سے قانون بنتے ہیں اور لوگوں کو قانون کا تابع بنایا جاتا ہے - اور لوگوں کو ایک ایسے بادشاہ کا مطیع بنایا جاتا ہے اور ایسے قانون کے ذریعہ جس سے اختیارات محدود کئے جاتے ہیں - اور نیز لوگوں کو قانون کی زیر حفاظت پرامن زندگی گزارنے کی اجازت دی جاتی ہے - ہمیں امید ہے کہ یہ مبارک نظام حکومت ہمیں اور ہمارے ملک کو ان خطروں اور جھگڑوں سے بچاسکے گا جو پنچایتی طاقت - امرائی حکومت اور غیر ذمہ وار و متفرق اختیار سے پیدا ہوتے ہیں -

ہم اپنی طرف سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس نظام حکومت کی اطاعت کرینگے - اور جو گورنمنٹ اس کے مطابق قائم کی جائے گی اس کی ہم کبھی مخالفت نہ کرینگے - ہم یہ وعدہ پختہ یقین کے ساتھ کرتے ہیں - کیونکہ ہمارے بادشاہ سلامت نے پہلے ہی یہ اقرار کرلیا ہے کہ ان کی سب سے بڑی عظمت اس میں ہے کہ وہ بھی آزاد قوم کے ایک فرد ہیں " +

انگلستان کی مانند سوئڈن میں بھی رعایا کی قائم مقامی کا طریقہ بہت پرانا ہے - لیکن دونوں میں صرف اس قدر فرق ہے کہ سوئڈن میں نظام حکومت میں بعض شرائط لگائی گئی تھیں - گستاوس اڈولفس اور اس کے چینسلر اوکزنیس ٹیرن نے ایک قسم کا نظام حکومت مقرر کیا جس میں ۱۶۳۴ء میں اصلاح کی گئی اور جو کراموں کے مقرر کردہ نظام حکومت کی مانند تھا - اگرچہ وہ انگلستان اور امریکہ کے قوانین نظام حکومت سے پیشتر کا ہے - لیکن ویسا ہی اہم نہیں ہے - کیونکہ وہ ملکی قوانین اور رسوم کا مجموعہ ہے - لیکن جب وہ شائع کیا گیا تو سوئڈن کا زبردست فرمانروا فوت ہوچکا تھا - جس کے ساتھ کہ ملک کی امیدیں وابستہ تھیں - سوئڈن کا سب سے پرانا اور اول قانون نظام حکومت ۱۸۰۹ء کا تھا - اسے سوئڈن کی ریاستوں نے بنایا اور چارلس نام کے تیرہویں بادشاہ نے منظور کیا -

اس میں ذیل کا قاعدہ بھی درج ہے :-

دفعہ ۱۱۴ نئے قانون نظام حکومت میں قاعدہ دوسرے

زبردست قوانین میں بلامنظوری بادشاہ اور ریاستوں کے کوئی تبدیلی ہوسکتی ہے۔ یہ تبدیلی اول اول پارلیمنٹ میں پیش نہیں کی جائیگی۔ بلکہ نظام حکومت سے متعلق کمیٹی میں۔ یہ کمیٹی اس تبدیلی کو بشرطیکہ مناسب سمجھے تو ریاستوں کی ایک کمیٹی میں پیش کریگی۔ مگر ریاستوں کی کمیٹی اُس کے متعلق کوئی رائے آئندہ پارلیمنٹ کے افتتاح تک نہیں قائم کرسکیگی" +

۱۸۶۶ء میں چار طبقہ کے لوگوں کا امتیاز اُٹھا دیا گیا۔ یعنی امرا۔ مذہبی پیشواؤں۔ شہریوں اور کسانوں کا امتیاز اور اختلاف دور کردیا گیا۔ اور رکسداگ یعنی پارلیمنٹ صرف دو ہاؤس رکھے گئے۔ اسلئے اُن قواعد کو بھی بدل دیا گیا جو نظام حکومت کی اصلاح کے لئے ضروری تھے۔ اور [illegible] ان کی جگہ وہ قاعدہ مقرر کیا گیا جو اسوقت تک بھی رائج ہے +

دفعہ ۸۱۔ نظام حکومت کے موجودہ قانون اور نیز دوسرے قوانین میں نہ کوئی تبدیلی اور نہ ترمیم بلا فیصلہ بادشاہ اور رکسداگ اور بلا دو اجلاسوں کے ہوسکتی ہے بلکہ رکسداگ کا فیصلہ جو نظام حکومت کے قانون کے متعلق ہوگا اور جسے بادشاہ پیش کریگا وہ اُس طریقہ میں عمل میں آئیگا جس کا ذکر رکسداگ کے ضروری قانون میں ہوگا۔ اگر رکسداگ کسی ایسی تجویز کو پیش کرے جسے خود اُسکے ممبروں نے تجویز کیا ہو تو اُس کا فیصلہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ اس حالت میں بادشاہ اجلاس کا خاتمہ ہونے سے پیشتر ملکی مجلس کی رائے لیگا اور رکسداگ پر اپنی منظوری تحت کے بارے میں ظاہر کریگا۔ اسی طرح نامنظوری بھی" +

دفعہ ۸۲۔ نظام حکومت کے متعلق رکسداگ کا کوئی فیصلہ جسے بادشاہ منظور کرے یا بادشاہ کی تجویز جسے رکسداگ منظور کرے وہ نظام حکومت کے متعلق قانون کی صورت میں آجائیگا +

یہ مسودات یا تجاویز کی تکمیل دفعہ ۸۰ کے مطابق جو نظام حکومت کے قانون سے متعلق ہے اور نیز رکسداگ کے طرز عمل مجریہ ۱۸۶۶ء سے ہوتی ہے:-

نظام حکومت کے قانون کے اختیار کرنے۔ ترمیم کرنے۔ تشریح کرنے یا منسوخ کرنے کی تجاویز جو کسی معمولی اجلاس میں پیش کی جاسکتی ہیں وہ ایک ہی اجلاس کے زمانہ میں ہوسکتی ہیں۔ لیکن وہ محض تجاویز کی صورت میں نہ انفیا کی جاسکتی ہیں اور نہ منظور۔ اُس وقت وہ تجاویز ملتوی کردی جائیں گی یہانتک کہ پہلا معمولی اجلاس جو دوسرے ہاؤس کے انتخاب کے بعد منعقد کیا گیا ہو اُس وقت تک ملتوی رہینگی۔ اسکے بعد اُن کو دوبارہ پیش کرکے جانے کیلئے اختیار کیا جائیگا۔ اگر وہ اُس اجلاس میں دونوں ہاؤس میں منظور ہوجائے تو وہ رکسداگ کی تجویز سمجھی جائیگی۔ مزید براں دونو ہاؤس کو اُس میں ترمیم کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ کوئی تجویز جو ملتوی شدہ امور کی بابت ہو سوائے اُس اجلاس کے جو اُس کے لئے مخصوص کردیا گیا ہو کسی دوسرے اجلاس میں پیش نہیں کی جائیگی۔ لیکن اگر اُس کے بارہ میں کوئی بات بادشاہ اور دونوں ہاؤس کے درمیان طے ہوجائیگی تو وہ تجویز ضرور دوسرے اجلاس میں پیش ہوسکیگی" +

سویڈن کے قانون نے نظام حکومت کے متعلق قوانین کی ساخت اور ترقی میں ایک سانی پیدا کردی ہے۔ اور یہ بات اُس نے شروع ہی

سے روا رکھی ہے اور اس کی عام آزادی کا ضامن
بھی سمجھا ہے۔ لیکن اُس نے یہ قرار دے لیا ہے
کہ قوانین کی نوعیت میں فرق نہ پڑنے پائے نظام
حکومت کی ساخت کے طریقہ اور عمل میں کوئی نقصان
پڑنے کے امکان کو روکنے کیلئے بہت سی سنجیدہ
باتیں مقرر کردی گئی ہیں۔ بادشاہ اور دونو ہاؤس
اُن پر تخت کے کمرے میں گفتگو اور صلاح ومشورہ
کرتے ہیں تاکہ اس عہد کی تجدید ہوتی رہے جس
کے ذریعہ قوم اور شاہی خاندان کا اتحاد ہوتا ہے۔
اُن کے علاوہ جو ترمیمات نظام حکومت کے متعلق
ہوتی ہیں اُن پر جداگانہ طریقہ میں کبھی بھی بحث نہیں
کی جاتی ہے۔ بلکہ اُن کے اختیار اور تسلیم کرنے
کے بعد سرکاری احکام کی اشاعت کی جاتی ہے
اور کل قانون میں ایک ترمیم ہو جاتی ہے +

فنلینڈ کی نوابی جو ۱۸۰۹ء تک سوئڈن
کے طرز کی تھی اُسے شاہ گستاوس سویم نے
۱۷۷۲ء میں اور ۱۷۸۹ء میں ایک فرمان
دیا تھا۔ اس فرمان کو الگزنڈر اوّل زار روس نے
تسلیم وتصدیق کیا تھا۔ اور اس وقت بھی تسلیم و
تصدیق کیا جبکہ وہ فنلینڈ کا نواب مقرر کیا گیا۔
۱۸۶۴ء میں پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی کو الگزنڈر
دویم نے دو قوانین کے مرتب اور ترمیم وغیرہ
کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ساتھ ہی رائج الوقت
عام اور سرکاری قانون اور قواعد کو مستحکم قانون
کی شکل میں لانے کے لئے بھی مقرر کیا۔ اس قانون
کی دفعہ ۷۱ میں ترمیم کے متعلق قدیم فرامین کی
نوعیت کا اعادہ کیا گیا تھا اور آخرکار ۱۸۶۹ء
والے سوئڈن کے نظام حکومت کے قانون کی
ترمیم کا بھی اعادہ کیا گیا تھا۔ اور اُسے پیشتر قوانین
کے مطابق بنایا گیا تھا۔ مگر اس میں زار روس نے
ایک اصلاح یہ کردی تھی کہ بادشاہ اور نواب
کو اُس کے متعلق زیادہ اختیار دیا جائے۔ برعکس
اس کے مجوزہ ترمیمات اور اصلاحیں جو پارلیمنٹ
میں پیش کی جائیں وہ بعد کے اجلاس میں فیصل
کئے جانے کے لئے مخصوص کردی جائیں۔ بشرطیکہ
چار طبقے کے لوگوں میں سے دو کی رائے اُس
کے متعلق ہوں +

دفعہ ۷۱ "کوئی قانون جو نظام حکومت سے
متعلق ہو اُس کی ترمیم۔ اُس کی تشریح۔ اُس کی
منسوخی اور اس کا بنایا جانا سوائے بادشاہ اور
نواب کی تجویز اور چاروں طبقوں کی منظوری
کے اور کوئی بھی تجویز نہیں کرسکتا۔ اس قسم کی
تجویز جس اجلاس میں کی جائے گی اُسی میں
اُس پر مباحثہ بھی کیا جائیگا۔ بشرطیکہ اس کی خواہش
کم از کم دو طبقہ کے لوگ کریں۔ ورنہ وہ دوسرے
اجلاس کے لئے ملتوی کردی جائے گی اور
وہی اُس پر آخری رائے دیگا" +

چار طبقے کے لوگوں سے مراد سورما
اور امرا۔ پیشوایان دین۔ زراعت پیشہ لوگ
اور عام شہری ہیں۔ وہ ایک ہی جگہ کسی
بات پر رائے یا مشورہ قائم کرنے کیلئے جمع
ہو سکتے ہیں۔ لیکن کسی بات کے منظور کرنے
کے لئے نہیں +

آئس لینڈ اور ڈنمارک کا نظام حکومت

ڈنمارک میں جو قانون نظام حکومت کا ہے وہ اُسی آزادانہ تحریک کا نتیجہ ہے جس کا ظہور ۱۸۴۸-۴۹ء میں ہوا تھا - اُس میں کئی بار ترمیم کی گئی اور سب سے بڑی اور عمدہ ترمیم ۱۸۶۶ء میں کی گئی تھی - اس وقت جس تجویز کی رو سے ترمیم کی گئی تھی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے :-

دفعہ ۹۵ ۔" تجویز کیا جاتا ہے کہ نظام حکومت کے موجودہ قانون کی ترمیم رکسداگ میں پیش کی۔ خواہ معمولی اجلاس میں یا غیر معمولی اجلاس میں - جب دونوں ہاؤس مجوزہ ترمیم کو قبول اور منظور کرلیں گے تب بشرطیکہ گورنمنٹ اُسے منظور کرے تو رکسداگ یعنی پارلیمنٹ توڑ دی جائے گی - اور نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی کارروائی شروع کی جائے گی - اور دونوں ہاؤس کے انتخاب کے لئے - اگر یہ تجویز بلا کسی تبدل و ترمیم کے نئی پارلیمنٹ میں منظور ہو جائے گی تو وہ قانونی شکل اختیار کرے گی" +

نظام حکومت کے متعلق قوانین سازی کا یہ طریقہ سوئڈن کے طریقہ کی مانند ہے ۱۸۴۹ء میں یہ بات ضروری سمجھی گئی کہ دو باتیں رکسداگ میں اختیار کی جائیں - اور پارلیمنٹ کو توڑ کر از سر نو رائے لی جائے ۔ ۱۸۵۵ء میں جرمنی کی قسم کا کورم ۱/۲ ممبروں کا اور کثرت رائے ۱/۲ ممبروں قرار دی جائے ۔ ۱۸۶۶ء میں ڈنمارک میں اُن بے شمار قیود کی دقت محسوس کی گئی - ۱۸۵۵ء کی ترمیم کو ترک کر دیا گیا - اور رکسداگ کا ایک ابتدائی اصول منسوخ کر دیا گیا +

۱۸۷۴ء میں آئس لینڈ میں خاص طور پر ایک نیا نظام حکومت قائم کیا گیا - اور وہ الثنگ یعنی پارلیمنٹ کی خواہش پر کیا گیا تھا - اُس میں ایک ایسی دفعہ بھی تھی جس میں ڈنمارک کے نظام حکومت کے قانون کی دفعہ ۹۵ کا اعادہ کیا گیا تھا - اس میں صرف یہ فرق تھا کہ اُس کے ذریعہ سے پارلیمنٹ کا طریق عمل اور کاروبار کسی قدر سیدھا سادہ ہو گیا تھا - وہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ دونوں ہاؤس میں نئی ترمیم کے تجویز کئے جانے پر توڑی جاسکتی ہے +

دفعہ ۶۱ ۔" مجوزہ ترمیمات جو موجودہ نظام حکومت کے متعلق ہوں وہ پارلیمنٹ میں پیش کی جائیں - خواہ معمولی اجلاس میں اور خواہ غیر معمولی میں - اور جب نظام حکومت کے متعلق مجوزہ ترمیم دونوں ہاؤس میں منظور کرلی جائے تو نئی آلتھنگ یعنی نئی پارلیمنٹ مجوزہ ترمیم بلا تبدیلی کے اختیار اور منظور کرے گی اور پھر اُس کے متعلق شاہی منظوری لی جائے گی - اور اِس کے بعد وہ قانون کی شکل میں آجائے گی +

جو کاغذ الومینیم دہات سے بنایا جاتا ہے اگر اُس کے اندر مکھن لپیٹ دیا جائے تو اُس کے ذائقہ میں مدت تک کوئی فرق نہیں آتا +

میکائیل فیریڈے

اُنیسویں صدی میں میکائیل فیریڈے سے زیادہ لائق فلسفی اور سائنسدان دنیا بھر میں کوئی اور شخص نہیں ہوا۔ گویا وہ فلسفیوں اور سائنس دانوں کے حلقہ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نظام شمشی میں آفتاب۔ اُس کی ساری زندگی محنت اور دریافتوں میں گزری۔ اُسکے متعلق نہایت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ باوجود ایک بے نظیر سائنسدان ہونے کے وہ دہریہ نہیں تھا بلکہ خدا کا قائل اور اپنے مذہب یعنی دین عیسوی کا سچا پیرو۔ ورنہ اکثر سائنس دان دہریے ہوا کرتے ہیں +

میکائیل فیریڈے کا باپ ایک غریب لوہار تھا۔ اور اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ لندن میں اس کا مسکن ایک اصطبل کی بالائی منزل تھی۔ میکائیل فیریڈے اسی غریب گھر میں ۲۲۔ ستمبر ۱۷۹۱ء کو پیدا ہوا تھا۔ اگرچہ میکائیل کے والدین اسقدر غریب تھے کہ اُسے یا اُس کی بہنوں اور بھائیوں میں سے کسی اور کو تعلیم دلانا مشکل تھا تاہم نیک دل۔ پابند مذہب اور خدا ترس والدین نے میکائیل کو مذہبی تعلیم نہایت احتیاط سے دی۔ فیریڈے لوہار کو اپنے بچوں کی محنت سے جو کچھ مدد ملتی تھی وہ نہایت مفید ثابت ہوتی تھی +

بارہ سال کی عمر میں میکائیل ایک کتب فروش اور جلد ساز کے ہاں ملازم ہوگیا۔ اُسکی خدمات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنے آقا کے گاہکوں کے ہاں اخبارات پہونچایا کرے۔ میکائیل نے اپنی محنت اور ذہانت سے اپنے آقا کو اپنا اسقدر مہربان بنالیا کہ اُس نے اُسے اپنے ہاں اپنا پیشہ سکھانے کیلئے بلا ضمانت کے اُمیدوار کر لیا +

اسی پیشے سے اُسکی فلسفہ دانی اور سائنس دانی کی ابتدا ہوئی۔ کیونکہ جو کتابیں اُسے جلد سازی کے لئے ملتی تھیں اُنہیں وہ کام کرتے وقت اور نیز فرصت کے وقت خوب پڑھا کرتا تھا۔ ان ہی کتابوں کے مطالعہ سے اُسے علم برق اور کیمسٹری کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اُس نے سائنس کے لیکچروں میں شریک ہونا شروع کیا۔ اُمیدواری کا زمانہ ختم ہونے کے بعد جس میں اُس کے آقا نے اُسکے مطالعہ میں کوئی دخل نہ دیا۔ اُس نے سائنس کے لیکچروں کا سُننا جاری رکھا اور اُس کے آقا کے ایک گاہک نے اُسے سر ہمفرے ڈیوی کے لیکچروں میں شریک کرا دیا +

میکائیل نے سر ہمفرے کے سارے لیکچروں کو اس طرح قلمبند کیا کہ اُسی سوال۔ پر اُس کا حل اور حل کے متعلق تصاویر اور آخر میں انڈیکس یعنی کلید مضامین۔ اور اُن کو معہ ایک خط کے جس میں اُس نے اپنی حالت کا ذکر کیا تھا سر ہمفرے کے پاس بھیجدیا۔ سر ہمفرے نے میکائیل کی استعداد اور ذہانت سے خوش ہو کر اُسے اپنا نائب رائیل انسٹی ٹیوشن کے تجربہ خانہ میں مقرر کرا دیا۔ اور جو کام اُس کے سپرد کیا گیا اُس نے نہ صرف اُسی کو قابلیت سے انجام دیا۔ بلکہ فرصت کے وقت اپنے طور پر تجربات بھی کرتا رہا +

۱۸۱۳ و ۱۴ء میں میکائیل اپنے اُستاد سر ہمفرے ڈیوی کے ہمراہ یورپ کی سیاحت کیلئے گیا جو

علمی تحقیقات کے خیال سے کی گئی تھی۔ اس سیاحت میں جتنے سائنس دانوں سے میکائیل کا واسطہ پڑا اُن سب نے اُس کی قابلیت کو تسلیم کیا۔ ۱۸۲۱ء میں اُس نے ایک پادری کی لڑکی سے شادی کی۔ اور اسی سال وہ رائل انسٹی ٹیوشن کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ اُس وقت سے اُس کی شہرت بحیثیت ایک لیکچرار اور تجربہ کرنے والے کے ترقی کرنے لگی۔ لیکچروں اور تجربوں کے ساتھ ساتھ اُس نے دینی خدمت بھی جاری رکھی۔ اور نئی نئی دریافتیں کرتا رہا +

جب اُسے زمانہ نے ایک بے نظیر سائنس داں اور فلسفی مان لیا تو چاروں طرف سے یہ تحریک شروع کی گئی وہ تجارت و صنعت وغیرہ کو اختیار کرے۔ لیکن اُس نے اس تحریک کا مطلق خیال نہ کرتے ہوئے سائنس کے تجربات اور دریافتوں ہی پر قناعت کی۔ اور یا تو لیکچر دیتا۔ اور یا تجربات اور مشاہدات میں مصروف رہتا۔ اور پبلک لائف سے بالکل الگ تھلگ رہتا +

میکائیل کو بچپن میں اور ابتدائی تجربات میں آلات نہ ملنے کے باعث برق کا تجربہ کرنے کیلئے ایک بوتل کی بیٹری بنانا پڑی تھی۔ پس آخری عمر میں بھی جب کسی تجربے کے لائق آلات نہ ملتے تو وہ نئے آلات بنا لیا کرتا تھا۔ اور اُس کے سیدھے سادے آلات لوگوں کو حیرت کا پتلا بنا دیتے تھے +

وہ اپنے تجربات کو نہایت سیدھے سادے طریقے میں انجام دیا کرتا تھا۔ بحیثیت ایک لیکچرار کے بھی اُس کا طرز ادا نہایت سیدھا سادہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کے لیکچروں کو بچے بھی بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ لیتے تھے۔ یہ کہنا مبالغہ سے بالکل خالی ہوگا کہ صرف میکائیل فیرڈے ہی کے لیکچروں اور تجربات اور دریافتوں کے ذریعہ یورپ میں سائنس کی ترقی کو اسقدر تیز رفتاری حاصل ہوگئی تھی +

فیرڈے نے اپنی ساری عمر سائنس کی خدمت میں گزار دی۔ اور جو شہرت اُسے حاصل ہوئی وہ بے مثال تھی۔ لیکن اخیر دم تک وہ ویسا ہی منکسر مزاج رہا جیسا کہ ابتدا میں اور شہرت حاصل ہونے سے پیشتر تھا۔ جب فیرڈے بوڑھا ہوگیا تو گورنمنٹ نے اُسے معقول پنشن عطا کر دی اور ہیمپٹن کورٹ میں ایک مکان رہنے کیلئے بھی دے دیا۔ اگرچہ سرکار نے اُسے کوئی خطاب بھی عطا کرنا چاہا تھا۔ لیکن اُس کے انکسار نے اُسے اس کے قبول کرنے پر راضی نہ کیا۔ اور اُس نے خطاب لینے سے بالکل انکار کر دیا۔ خطابات عطا کئے جانے کی تحریکیں بار بار کی گئیں۔ مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ اُس نے کسی شان و شوکت اور خطاب و القاب کی جگہ محض انکسار اور سادگی کو ترجیح دی۔ اور کہا کہ میکائیل فیرڈے کو اُن کی مطلق ضرورت نہیں ہے +

میکائیل فیرڈے کا انتقال ۲۵۔ اگست ۱۸۶۷ء کو ۷۷ سال کی عمر میں ہوا۔ اُس کی وفات کا ماتم یورپ بھر کے اخبارات نے کیا۔ مگر سب سے زیادہ سچے الفاظ میں لنڈن ٹائمز نے جس کا لب لباب یہ ہے کہ ”میکائیل فیرڈے سے زیادہ بے غرض اور زیادہ محبوب شخص اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ منکسر مزاج۔ راستباز۔ صداقت شعار۔ بیباک۔ صاف دل اور بڑا ہی جفاکش تھا۔ بڑا ہی زبردست فلسفی سائنس داں جس کا نظیر ملنا دشوار ہے۔ مزید براں ایک سچا اور پکا مسیحی بھی“ +

کچھ شک نہیں کہ میکائیل فیرڈے یگانۂ زمانہ فلسفی اور سائنس دان تھا۔ اُسکے تجربات اور دریافتوں کا بیان طویل ہے اسلئے قلم انداز کر دیا گیا۔ جو صاحب چاہیں کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ اُس کی زندگی بتا رہی ہے کہ اُس نے بے نظیر عزت و شہرت اور قابلیت محض قوت بازو اور ذاتی محنت و کوشش ۔

روئی کا پودہ

کپاس کا فراہم کرنا۔ صاف کرنا۔ روئی کا اوٹنا وغیرہ

دُھنائی۔ جب کپاس کی روئی کی کتائی میں ایک نہایت
اہم اور ضروری کام [...] کرتے ہیں۔ جن سے مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں
(۱) کوڑا کرکٹ کا نکالنا۔ ٹوٹے ہوئے پتے۔ بنولے
اور چھلکے۔ گویا کپاس کی پیداوار اور دھنائی کے عمل میں یہ
آخری بات ہوتی ہے اور پہلے عمل میں جو کچھ کوڑا کرکٹ
باقی رہ جاتا ہے وہ اس کے ذریعہ سے نکل جاتا ہے۔
(۲) جتنے جتنے ریشوں کو سلجھانا۔ اور انہیں ایسی
حالت میں کر دینا کہ ان کی آسانی کے ساتھ پورا
ہو سکے۔ اور ریشے بالکل ایک دوسرے کے برابر برابر
رہ سکیں۔ اور بالکل سیدھے۔ (۳) چھوٹے چھوٹے
اور ٹوٹے ہوئے ریشے ہر قسم کی کپاس اور روئی میں
پائے رہتے ہیں۔ اور تجارتی پہلو کے اعتبار سے
ناقابل اور بالکل بیکار ہوتے ہیں (۴) بڑے اور
چھوٹے ریشوں وغیرہ کا پتلا اور [...] بنانا ٭

مختلف قسم کی کلیں دھنائی کا کام دیتی ہیں۔
زمانہ حال کی وہ مشین جس کا بہت زیادہ رواج ہے
اُسے ریوالونگ فلیٹ کارڈ کہتے ہیں۔ اسے مسٹر
اَیوان لیہہ نے بنایا تھا۔ مگر اُس کے بعد اس میں
بہت کچھ اصلاح کی گئی۔ کل کے جو حصے ریشے
نکالنے کے کام آتے ہیں وہ مختلف موٹائی اور
لمبائی کے رولر ہیں۔ جن میں بعض جو صرف روئی
آگے کو بڑھاتے ہیں۔ باقیوں میں فولادی دانتے
ہوتے ہیں جن کے ذریعہ روئی کے ریشے کھلتے اور
علیحدہ علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔ گویا اُن میں کنگھی
کی جاتی ہے ٭

روئی کے ریشے اور پونیاں مشین کے پیچھے رکھ
دی جاتی ہیں اور وہ ایک رولر جس کا قطر ۲ انچ ہوتا
ہے کھینچی جاتی ہیں۔ اور یہ رولر پونیوں کو فی منٹ
۹۔۱ انچ کے حساب سے کھینچ لیتا ہے۔ اس رولر اور مشین
کے دوسرے رولروں کی موٹائی یا چوڑائی ۴۰۔ انچ
یا ۴۵ انچ ہوتی ہے۔ مگر دھنائی کی سابقہ مشینوں
کی نسبت موجودہ مشینوں کو فراخ رکھتے ہیں تاکہ
مشینوں میں زیادہ فرق آجائے۔ اس رولر پر سے
پونیاں ایک چکنے رولر پر ہو کر کوئی آٹھ انچ تک
پہنچ جاتی ہیں۔ اس رولر کے نیچے ایک اور رولر ۹
انچ قطر والا ہوتا ہے۔ اس کی رفتار [...] ہوتی
ہے جیسی کہ پہلے رولر کی جس پر پونیاں رکھی جاتی
ہیں۔ مگر اس سے بھی کسی قدر زیادہ ٭

اس رولر پر آکر دھنائی کا خاص کام شروع ہوتا
ہے۔ جہاں سے رولر اور پلیٹ مل کر پونیوں کو ۹۔۱
انچ فی منٹ کی رفتار سے آگے بڑھاتے ہیں [...]
پہنچکر اسکی دھنائی سوکریوں سے شروع ہوتی ہے۔
ان سوکریوں میں آرے کے سے دانتے ہوتے ہیں
یہ سوکری فی منٹ ایک ہزار فٹ کی رفتار سے گھومتی ہے

اس دھنائی کے وقت جو کچھ کوڑا کرکٹ کہ پیشتر
سے روئی میں باقی رہ گیا ہو وہ بالکل دور ہو جاتا ہے۔

اور وہ رولر کے نیچے گرجاتا ہے۔ یہاں سے پونیاں اور ریشے آگے بڑھ جاتے ہیں اور اصلی موگری کے دانتوں سے صاف ہونے لگتے ہیں۔ اس موگری میں ایک مربع ۶۰۰ فولادی دانتے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بیلن یا موگری ۴۰ انچ چوڑی ہو اور اس کا قطر ۵۰ انچ ہو تو اس میں ۴۸۰۰۰۰ فولادی دانتے ہوتے ہیں۔ اور ہر دانتہ ½ انچ لمبا ہوتا ہے۔ یہ دانتے ایک ربڑ کے خول میں لگے ہوتے ہیں جو کہ بیلن یا موگری پر چڑھا یا جاتا ہے۔ اس موگری کی سطح کی رفتار فی منٹ ۲۰۰۰ فٹ ہوتی ہے۔ دُھنائی کی مشین کے مختلف حصے یا پرزے ایک دوسرے کے بہت پاس پاس ہوتے ہیں گویا کہ ہر دو کے درمیان ¹⁄₁₀₀₀ انچ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور دانتے بیلن یا موگری سے بالکل ملا کر لگائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ ریشوں کو خوب اچھی طرح سے پکڑ سکیں اور اُن کو کھولنے میں خوب کام دے سکیں +

بیلن سے گزر کر روئی ایک تختہ پر رکھدی جاتی ہے۔ یہ تختہ بھی بیلن نما ہوتا ہے جسکا قطر ۴۴ انچ کا ہوتا ہے۔ اُسمیں بھی دانتے لگے ہوتے ہیں۔ اور اُس کی رفتار فی منٹ ۵۰ فٹ کی ہوتی ہے۔ اس بیلن پر گزرنے کے بعد دھنائی کا کام مکمل ہو جاتا ہے +

اسکے بعد روئی مشین میں سے نکالی جاتی، جمع کی جاتی اور آئندہ عمل کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ آخری بیلن پر سے روئی ایک کنگھی کے ذریعہ چھڑا یا علیحدہ کی جاتی ہے۔ اس کنگھی کی رفتار فی منٹ ۱۰۰۰ چکر ہوتی ہے۔ اس کنگھی پر سے روئی ایک پونی کی شکل میں بگل کے دہانہ نما حصہ میں جمع کیجاتی ہے۔ اور اسکے دو بیلنوں میں ہو کر جو ۲ انچ چوڑے اور ۴ انچ قطر کے ہوتے ہیں گزرتی ہے +

یہاں سے روئی کو اوپر کو اٹھایا جاتا ہے اور ایک اور مشین میں ڈالا جاتا ہے۔ جسے کپا کہتے ہیں۔ یہ دس انچ قطر کا ہوتا ہے اور اس کی لمبائی ۴۲ انچ ہوتی ہے +

ایثار کی مثال۔ یوں تو ایثار کی بہت سی مثالیں اس دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن سر فلپ سڈنی کی مثال بے نظیر ہے۔ وہ سلطنت برطانیہ کا ایک مشہور جنرل تھا۔ جب زٹفن کے مقام میدان جنگ میں اُس کے زخم کاری آیا تو اُسے شدت تشنگی نے ستایا۔ قاعدہ کی بات ہے کہ میدان جنگ کے زخمیوں کو شدت سے پیاس لگتی ہے۔ پانی بہت تلاش کیا گیا۔ لیکن نایاب ہونے کے باعث نہ مل سکا۔ سپاہی اپنے ہر دلعزیز سپہ سالار کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور پانی کی تلاش میں چاروں طرف دوڑتے پھرتے تھے۔ آخر کار کہیں سے بدقت تمام ایک پیالہ پانی دستیاب ہوا۔ جسے سر فلپ کے پاس لایا گیا۔ سر فلپ نے پیالہ لیکر منہ لگانا ہی چاہا تھا کہ یکایک اُس کی نظر ایک اور زخمی سپاہی پر جا پڑی جو پاس ہی پڑا ہوا تھا۔ اور پانی کے پیالہ کی طرف حسرت اور شوق کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ شدت تشنگی سے وہ بھی جاں بلب تھا۔ سر فلپ کو اُس کے حال زار پر رحم آگیا۔ اور اُس نے یہ کہکر پیالہ اُسے دیدیا کہ "میری نسبت اس سپاہی کو پانی کے اس پیالہ کی زیادہ ضرورت ہے"۔ یہ ۲۲ ستمبر ۱۵۸۶ء کا واقعہ ہے۔ یہ ہے سچے ایثار کی مثال۔ جبیں انسان اپنی ضرورت کو دوسرے کی ضرورت کی خاطر

غلامی کی تاریخ

غلاموں کا حامی گرینو ایل شارپ

سنہ ۱۷۶۵ء میں شہر لندن میں ایک نوجوان گرینو ایل شارپ ورہم سے آیا۔ وہ ایک پادری کا بیٹا اور صدر اسقف کا پوتا تھا۔ سات سال تک ایک بزاز کے ہاں کام کر کے اُس نے اورڈینینس ڈپارٹمنٹ میں ملازمت کر لی۔ اور مذہبی امور سے واقفیت حاصل کرنے کے خیال سے اُسنے یونانی اور عبرانی زبانوں کو سیکھا۔

اُس زمانہ میں لندن میں حبشی غلاموں کی کثرت تھی۔ کیونکہ جزائر ہند غربی سے سوداگر اُن کو لاتے تھے۔ اخباروں میں حبشی غلاموں کی فروخت اور گرفتاری کے متعلق اشتہارات شائع کئے جاتے تھے۔ بہت سے حبشی غلام جن کو آقا نکال دیتے تھے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ ایک دن صبح کے وقت شارپ نے ایک نہائت خراب خستہ ناتواں اور نحیف و زار حبشی کو دیکھا۔ اُسکا نام یونتن اسٹرونگ تھا۔ اُس کے آقا ڈیوڈ لسل نے جو جزیرہ بار بوڈیز میں بیرسٹری کرتا تھا اُسے پستول سے اسقدر مارا کہ اُسکا سر سخت زخمی ہو گیا۔ اور وہ قریب قریب اندھا ہو گیا پھر آقا نے اُسے نکال دیا۔ شارپ اُسے لے آیا اور بارتھلمیو اسپتال میں اُسکا علاج کرا کر اُسے ایک جگہ ملازم کرا دیا۔ دو سال بعد اُس کے آقا نے اُسے تندرست و مضبوط دیکھ کر گرفتار کرا دیا۔ اُسنے شارپ کے پاس اپنی تازہ مصیبت کی اطلاع کرائی۔ شارپ نے وارنٹ منسوخ کرایا اور حاکم شہر سے آقا کے نام ایک سمن بھی جاری کرایا۔ یہ سنہ ۱۷۶۷ء کا واقعہ ہے۔

حاکم شہر نے تحقیقات کے بعد حبشی کو "آزاد" قرار دیا۔ مگر جہاز کے کپتان نے جو اُسے اُسکے آقا کے پاس لے جانا چاہتا تھا اُسے پکڑ لیا۔ اس پر شارپ نے کپتان سے کہا کہ تم ایک بیکس پر حملہ آور ہونے کے ملزم قرار دئے جاتے ہو۔ اُس کا مقدمہ عدالت تک گیا۔ جہاں سے یہ حکم صادر ہوا کہ "انگلستان میں کوئی شخص جب تک کہ اپنی مرضی سے ایک مدت کے لئے پابند قرار نہ دے خواہ وہ انگریز ہو یا غیر ملکی غلامی میں نہیں رہ سکتا ایک قانون جو شاہ ایڈورڈ ہفتم کے عہد میں آوارہ گرد لوگوں کو غلام بنانے کے بارہ میں جاری کیا گیا وہ اُس عہد میں منسوخ کر دیا گیا۔ اور کسی دوسرے قانون میں غلامی کا کہیں ذکر تک نہیں ہے"۔

اس کے بعد شارپ نے غلاموں کی حمائت میں ایک رسالہ لکھا جو امریکہ میں بکثرت تقسیم کیا گیا۔ اور اُسکا لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔ پھر شارپ نے دو اور غلاموں کو عدالت سے آزاد کرایا۔ اور ایک غلام کو حکماً جہاز میں سے اُتروا لیا۔ پھر ایک حبشی غلام جیمس سمرسٹ ساکن ورجینیہ کا مقدمہ لندن کے لارڈ چیف جسٹس مینسفیلڈ کی اجلاس میں پیش ہوا۔ شارپ نے اُس میں حبشی غلام کی مدد کی اور ایک وکیل کے ذریعہ سے مقدمہ لڑایا۔ وکیل نے یہ اعتراض کیا کہ "آجکل انگلستان میں نہ کوئی شخص غلام

ہے اور نہ ہوسکتا ہے"۔ لارڈ مینسفیلڈ نے اس رائے کو
تسلیم کر کے مقدمہ حبشی غلام کے حق میں فیصل کیا۔ کہ سرزمین
انگلستان میں قانوناً غلامی جائز نہیں ہے۔ اسی اثنا میں
ایک حکم اجلاسی چیف جسٹس ہولٹ کی شارپ نے اپیل
کی۔ اور کہا کہ "ایک غلام بھی سرزمین انگلستان میں
قدم رکھتے ہی آزاد ہو جاتا ہے" اس میں بھی شارپ
کو کامیابی حاصل ہوئی ٭

لارڈ مینسفیلڈ کا فیصلہ ۱۷۷۲ء میں دیا گیا۔ اُسے
ایک نظم کی صورت میں ملک الشعرا کاؤپر نے اخبار ٹاسک میں
شائع کرایا۔ اُسمیں کاؤپر نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "جب
ہم انگلستان میں کسی کو غلام نہیں بناتے تو غیر ملک میں
کیوں بنائیں" ٭

غلاموں کی تجارت کے خلاف سب سے پہلی تحریک امریکہ
میں کی گئی۔ ورجینیئے نے غلاموں کو غیر ملک میں لیجانے کے
لئے ممانعت کر دی۔ مگر کسی نے اُس پر خیال نہیں کیا۔
سائوتھ کیرولینا نے بھی اُسے بند کرنا چاہا۔ ۱۷۷۲ء میں
بینیزٹ نے ایک خط کے ذریعہ شارپ کو مطلع کیا۔ کہ
میری لینڈ اور ورجینیئے کے لوگ بادشاہ انگلستان کی
خدمت میں انسداد غلامی کے لئے درخواست بھیجنے والے
ہیں۔ ۸ لاکھ ۵۰ ہزار حبشی غلام اسوقت انگلستان کی
نوآبادیوں میں ہیں۔ جزیرہ جمیکا میں ۱۷۶۸ء میں
۱۶۶۹۱۴ غلاموں سے ٹیکس لیا جاتا تھا۔ اب تک غلاموں
کی تجارت زوروں پر ہے اور ایک لاکھ غلام ہر سال
انگلستان کے لوگ افریقہ سے لاتے ہیں۔ جن سے نو
آبادیوں میں کام لیا جاتا ہے اور پھر جن کو اہل اسپین
کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے ٭

جب امریکہ میں جنگ شروع ہوئی تو گرینوائیل شارپ نے اپنی
ملازمت سے مستعفی ہوگیا۔ اور اُس نے انگلستان اور امریکہ کے
درمیان صلح کرانے کے لئے بیحد کوشش کی۔ اُسکی بے غرضانہ اور
ہمدردانہ کوششوں سے اُسکی عزت دن بدن ترقی کرتی گئی
جب شاہ انگلستان نے نئے قوانین بعض خرابیوں کے دُور کرنے
کے لئے بنانے کی تجویز کی تو شارپ نے لارڈ نارتھ وزیر اعظم
کو لکھا کہ سب سے بڑی خرابی جو فوری توجّہ کے قابل ہے
وہ حبشی غلاموں کی مصیبت ہے پھر اُس نے ایک ایک کے
انگلستان کے سارے بشپ صاحبان سے ملاقات اور غلامی
کے بارے میں گفتگو کی۔ اور اُنہیں غلاموں کی آزادی کا
حامی بنایا ٭

غلاموں کی مصائب میں سے ایک مصیبت جسکی خبر اُسے ایک
حبشی غلام نے دی یہ تھی کہ ایک انگریزی جہاز سے ۱۳۲ غلاموں
کو زندہ سمندر میں پھینکدیا گیا۔ غلاموں کے مالکوں نے جہاز
کے مالکوں پر نالش دائر کی اور اُن کے خلاف ڈگری حاصل
کرلی۔ شارپ اس مقدمہ کی ساری کارروائی دیکھا کیا۔ اُس
نے ایک وکیل کیا۔ اور پھر اُسنے محکمہ بحری کے کمشنروں کو
اس بارہ میں ایک طویل مراسلہ لکھا۔ اور اُسکی ایک نقل
وزیر اعظم کی خدمت میں بھی روانہ کی۔ اور اُس سے
انسداد غلامی کے لئے بڑے زور شور کے ساتھ سفارش کی ٭

آخر کار جب شارپ کی اور دیگر لوگوں کی کوشش سے
انگلستان میں انسداد غلامی کا قانون پاس ہوگیا تو لندن
غلاموں کی جائے پناہ بن گیا۔ اُسوقت شارپ نے آزاد
شدہ غلاموں کو ایک جگہ بھیج دینے کے لئے کوشش کی۔
اور آخر کار سیرالیون میں ان غلاموں کی نوآبادی قائم
کرنے کے لئے ایک کمپنی بنائی گئی تاکہ نوآبادی کے ذریعہ
وہاں کے گردونواح کے وحشیوں کو تہذیب کا سبق
سکھایا جائے۔ اوّل اوّل تین چار آزاد شدہ غلام ان

روانہ کئے گئے۔ اور ۱۷۹۲ء میں نیو فاؤنڈلینڈ سے بارہ سو
حبشی اور روانہ کئے گئے۔ مگر اس نو آبادی پر ایک تازہ
مصیبت نازل ہوئی۔ کیونکہ اس کے قائم ہونے کے بعد
ہی نواح کے ایک دیسی حکمران نے اس پر حملہ آور ہو کر آگ
لگا دی۔ اور غلاموں کی تجارت بند ہونے سے اسے
جو نقصان پہنچا تھا اس کا اس نے اس طریقہ میں
بدلہ لے لیا +

غلاموں کے حامی کلارکسن اور ولبرفورس

بوسول نے ڈاکٹر جانسن کی سوانح عمری میں واقعہ
لکھا ہے کہ ۱۷۷۷ء میں ڈاکٹر جانسن نے آکسفورڈ میں
ایک جلسہ میں غلاموں کی آزادی کا جام پیتے وقت کہا کہ
لیجئے یہ دوسرا جام غلاموں کی آزادی کا ہے جو جزائر
ہند غربی میں عمل میں آئی ہے۔ ڈاکٹر جانسن نے اسی
سال ایک حبشی غلام کی طرف سے عدالت سشن میں اس
کی رہائی کے بارہ میں یہ درخواست پیش کی تھی کہ "کوئی
آدمی طبعاً دوسرے کا غلام نہیں ہے اس لئے مدعا علیہ
یعنی حبشی غلام قدرتاً آزاد ہے۔ قدرتی حقوق کی وجہ سے
ضبط ہو جائیں۔ اسوقت وہ بیکار ہو سکتے ہیں۔ لیکن مدعا علیہ
کے حقوق قدرتاً ضبط یا ختم نہیں ہوئے۔ اس لئے اسے
آزادی ملنی چاہیئے" +

رفتہ رفتہ لوگوں کی رائیں انسداد غلامی کی طرف
مائل ہوتی گئیں۔ چنانچہ ایڈم اسمتھ نے اپنی کتاب موسوم
"قوموں کی دولت" میں لکھا ہے کہ غلامی تجارتی پہلو
سے بھی قابل نفرت ہے۔ پیلی صاحب نے اپنی "مارل اینڈ
پولیٹیکل اکونومی" میں لکھا ہے کہ غلاموں کی تجارت قوانین
قدرت کے خلاف ہے +

لیکن غلاموں کے زبردست حامیوں میں سے علاوہ
گرینوائل شارپ کے ریمسے کلارکسن اور ولبرفورس بھی
تھے۔ حالانکہ دو آخر الذکر شخصوں کی تو قریباً ساری کوشش
اسی باب میں مصروف رہی۔ جیمس ریمسے ساکن ایبرڈین
بہ حیثیت ایک ڈاکٹر کے جزائر ہند غربی میں گیا۔ جہاں اس نے
۱۹ سال ملازمت کی۔ انہی ایام میں وہ پادری کے عہدے
پر مامور کر دیا گیا۔ وہاں سے واپس آ کر اس نے کینٹ میں پادری
کی خدمت شروع کی اور ایک رسالہ بنام "ایسے ان دی
کنڈیشن آف اسلیوز" یعنی "مروج غلامی" جاری کیا۔
لوگوں نے اسکی ہر طرح پر مخالفت کی۔ لیکن وہ اپنے کام
میں لگا رہا۔ اس کے بعد جیمس اسٹیفن نے جو جزائر ہند
غربی میں دس سال رہا تھا غلاموں کی بہت کچھ حمایت کی +

شارپ کا پر دادا صدر اسقف شارپ جس نے
ملکہ این کی سیم تا جپوشی کی عبادت میں خطبہ کہا تھا شارپ
نے ہاؤس آف کامنز کے اجلاس میں غلاموں کی حمایت میں
ایک تقریر کی۔ اسی طرح ڈاکٹر پیکرڈ نے جو کیمبرج یونیورسٹی
میں وائس چانسلر تھے۔ اس نے بھی غلاموں کی حمایت
میں تقریر کی اور یونیورسٹی کے مباحثہ طلباء میں اس مضمون
پر بحث کرائی کہ "کیا دوسروں کو ان کی مرضی کے
خلاف بنانا جائز ہے" +

جس سال یہ مباحثہ ہوا تھا اسی سال ایک تیز اور
قابل طالبعلم ٹامس کلارکسن نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل
کی۔ اس کے دل پر اس مباحثہ کا بہت اثر ہوا۔ جب وہ
لنڈن آیا تو اسے غلاموں کی تجارت اور انکی بری حالت
کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ اسنے ایک مضمون
انسداد غلامی کے متعلق شائع کیا۔ جس میں شارپ نے
اسے بیحد مدد دی +

کلارک سن نے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اور غلاموں کے متعلق بہت سی باتیں معلوم کیں۔ اس زمانہ میں ولبرفورس کا نام بھی غلاموں کے حامیوں میں مشہور ہونے لگا تھا۔ اُس نے اخبار میں انسداد غلامی کے متعلق مضامین لکھے تھے۔ کلارک سن نے اُس سے بھی اس بارہ میں مشورہ لیا۔ اور ایک جلسہ میں یہ قرار پایا کہ ولبرفورس اس سوال کو پارلیمنٹ میں پیش کرے۔ آخرکار ۱۷۸۷ء میں ایک کمیٹی غلاموں کی حالت کے متعلق شہادت فراہم کرنے کیلئے منعقد کی گئی جس میں لندن کے بارہ اشخاص تھے۔ اور شارپ اس کمیٹی کا ممبر مجلس بنایا گیا ✤

ولبرفورس اکیس سال کی عمر میں پارلیمنٹ کا ممبر منتخب کیا گیا۔ اُسی سال پٹ بھی پارلیمنٹ میں شریک ہوا جو تین ہی سال بعد وزیر اعظم کے منصب پر مامور کیا گیا ان دونوں میں بڑی گہری دوستی تھی۔ ولبرفورس نے ۱۷۸۱ء میں رسالہ جرنل میں ایک مضمون لکھا جس میں دو باتیں درج کیں۔ ایک تو انسداد غلامی اور دوسرے عادات کی اصلاح ✤

اس سے گیارہ سال پیشتر قصبہ ہل کی طرف مسٹر ہارٹلے ممبر بنائے گئے تھے۔ جنہوں نے پارلیمنٹ میں یہ تحریک کی تھی کہ غلامی قوانین کے خلاف ہے۔ اور نیز انسانوں کے حقوق کے خلاف بھی۔ لیکن کسی کے دل پر بھی اس تحریک نے اثر نہیں کیا۔ حالانکہ برک نے برائیوں کی اصلاح کے متعلق ایک قانون کا مسودہ تیار کیا۔ لیکن اُسنے انسداد غلامی کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔ لیکن ولبرفورس کی کوشش سے پریوی کونسل نے ایک کمیٹی غلاموں کی تجارت کے متعلق تحقیقات کرنے کیلئے منعقد کی۔ یہ ۱۷۸۸ء کی بات ہے ✤

پٹ نے جو وزیر اعظم تھا ولبرفورس سے کہا کہ انسداد غلامی کے متعلق کوشش برابر جاری رہے۔ چنانچہ پریوی کونسل کی کمیٹی نے شہادتیں اور واقعات قلمبند کئے۔ کلارک سن نے اس کام میں بڑی مدد دی۔ اور مسٹر ولیم ڈولبن کی معرفت انسداد غلامی کا قانون پارلیمنٹ میں پیش ہوا اور ہاؤس آف کامنز میں منظور ہو کر ہاؤس آف لارڈز میں بھی گیا۔ جہاں وہ نامنظور کر دیا گیا۔ مگر یہ قانون دوبارہ ہاؤس آف لارڈز میں پیش کیا گیا۔ اور اس مسودہ کے متعلق ولبرفورس نے ایک بڑی فصیح تقریر کی جس میں غلامی اور غلاموں کی تجارت کے متعلق تمام خرابیوں کو مفصّل طور پر اور مؤثر پیرایہ میں بیان کیا۔ مسٹر برک نے مسٹر ولیم ولبرفورس کے مدعا کی نہائت زور شور کے ساتھ تائید کی۔ مسٹر فوکس نے بھی نہائت شد و مد کے ساتھ انسداد غلامی کے لئے زور لگایا۔ اور خود وزیر اعظم مسٹر پٹ نے انسداد غلامی کے لئے پُر تاثیر تقریر کے ذریعہ رائے دی۔ اس پر ایک کمیٹی مزید اور کامل شہادتوں کے فراہم کرنے کے لئے مقرر کی گئی۔ مگر اس کام کے انجام تک پہنچنے سے پیشتر ہی پارلیمنٹ کا اجلاس بند ہو گیا ✤

مجھ سے مسکیں کے ساتھ رہتا ہے
کتنا مسکین نواز ہے غم دوست (امیر مینائی)

سفرنامہ ہیونگ شیانگ

چمپہ سے کامروپ تک کا سفر (۱)

ہیونگ شیانگ سفر کرتا ہؤا ریاست چمپہ میں پہنچا جہاں دس خانقاہیں اور ۲۰۰ پوجاری رہتے ہیں۔ یہ لوگ صحایف اصفر کی تحصیل کرتے ہیں۔ شہر پناہ اونچی اور شہر کے ارد گرد ایک وسیع کھائی یا خندق ہے۔ کہتے ہیں کہ قدیم ترین زمانہ میں لوگ غاروں میں رہتے تھے۔ اُس کے بعد ایک ایشور صفت کنواری پیدا ہوئی۔ اُس کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ اُس نے چاروں میں ملک جمبدھوپ تقسیم کر دیا اور اُن کے پایہ تخت مقرر کر دئے۔ چنانچہ ایک بیٹے کا پایہ تخت چمپہ تھا۔ اس ریاست میں ایک بڑا جنگل ہے جس میں شیر۔ تیندوئے۔ گینڈے اور ہاتھی بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے چمپہ اور ہرانیہ میں ہاتھیوں کی بڑی فوج ہے ۔

اس ملک میں ایک روائت ہے کہ ایک گڈریہ یا گوالہ اپنے ریوڑ یا گلّہ کو جنگل میں چرایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہؤا کہ شام کو واپس آتے وقت اُس کا ایک بیل بھٹک کر چلا گیا۔ دوسرے روز وہ آیا تو اُسکی آواز اور رنگ بدلا ہؤا تھا۔ دوسرے دن دوسرا بیل گم ہو گیا۔ تیسرے دن وہ اسی طرح کا بن کر آگیا۔ یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔ ان تبدیل شدہ بیلوں سے باقی بیل اور ریوڑ کے جانور بیحد خوف کھانے لگے۔ ایک دن ایک بیل کے پیچھے خود گلّہ بان لگا چلا گیا بیل ایک چٹان کے سُوراخ میں داخل ہو کر اور کئی میل کا فاصلہ طے کر کے ایک ایسے مقام میں پہنچا جہاں رنگا رنگ پھول کھلے تھے۔ اور طرح طرح کے لذیذ میوے لگے ہوئے تھے۔ بیل نے ایک قسم کی زرد گھاس خوب کھائی۔ جب وہ واپس ہؤا تو گلّہ بان بھی اُس کے ساتھ چلدیا۔ مگر ایک پھل وہاں سے لایا جسے اُس نے خوف کے مارے نہ کھایا۔ راستہ میں ایک عفریت نے وہ پھل چھین لیا اُس کا ذکر گلّہ بان نے ایک حکیم سے کیا۔ جسنے رائے دی کہ کسی ترکیب سے اُس پھل کو میرے پاس لے آ۔ دوسرے دن گلّہ بان پھر گیا۔ اور پھل لے کر آنے لگا۔ عفریت اُس سے پھل پھر چھیننے کے لئے آگیا۔ مگر گلّہ بان پھل کو نگل گیا جس کے اثر سے یکایک اُسکا جسم اسقدر پھول گیا کہ صرف سر چٹانی سُوراخ کے باہر آگیا۔ باقی جسم اندر ہی رہا۔ اُس کے رشتہ داروں نے اُسے تلاش کیا۔ تو اس حالت میں پایا۔ اُنہوں نے اُسے نکالنے کے لئے کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اس کی خبر بادشاہ کو ہو گئی اُسنے چٹان کھدوا کر اُسے نکالنا چاہا۔ مگر اُس کی کوشش بے سود گئی۔ اس کے بعد ایک بادشاہ اس ملک میں ایسا ہؤا جسے ایک عجیب و غریب بوٹی معلوم تھی اُس نے اُس بوٹی کو اُسکے جسم پر جو پتھر ہو گیا تھا مگر شکل میں انسانی رہا تھا ملوایا۔ اُس سے اُس کا جسم تبدیل ہو کر پھر انسانوں کا سا ہو گیا۔ پھر بادشاہ نے وزیروں کی رائے سے اُسکے جسم میں سے چند ٹکڑے کٹوا کر اپنے پاس رکھ لئے۔ وہ جسم اب تک وہاں موجود ہے ۔

چچپہ سے روانہ ہو کر اور ۲۰۰ میل کا سفر کر کے ہیونگ شیانگ کا جُوگرا پہنچ گیا۔ جہاں چھ سات خانقاہیں اور ۳۰۰ پوجاری تھے۔ اس مقام کی متبرک چیزوں کا نظارہ کر کے وہ آگے بڑھا اور مقام پُنڈرورتن پہنچ گیا۔ جہاں صحائف اکبر و صحائف اصغر دونوں ہی کے تحصیل کرنیوالے پوجاری تھے۔ زیارت سے فارغ ہو کر وہ آگے بڑھا۔ اور ایک مینار پر پہنچا جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ اس جگہ ٹاتھاگاٹہ قدیم زمانہ میں تین ماہ تک رہا تھا۔ اس مینار میں سے روشن شعاعیں خارج ہوتی رہتی ہیں۔ اُس کے نزدیک ہی چاروں بُدھ کے نشانات موجود ہیں +

اس مقام سے روانہ ہو کر وہ کرتاسُوورم پہنچا۔ اور زیارت سے فارغ ہو کر آگے کا سفر کیا۔ اور اُسی طرح زیارتیں کرتا ہوا اُس مینار اور خانقاہ میں جا پہنچا جہاں کسی زمانہ میں بُدھ رہا کرتا تھا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر ایک معبد ملا جس میں سے نورانی شعاعیں خارج ہوتی رہتی ہیں۔ یہ شعاعیں پانچ رنگ کی ہوتی ہیں +

ان مقامات سے گذر کر ہیونگ شیانگ ملک پنگو اور وہاں سے ملک سکیم میں پہنچ گیا۔ جہاں کے لوگوں کے عادت و اطوار۔ رسوم و رواج اور علوم و فنون سے اُس نے خوب واقفیت حاصل کی۔ اور پھر وہاں سے واپس آکر ملک اُڑیسہ میں آیا۔ اس ملک میں اُسے ۱۰۰ خانقاہیں اور دس ہزار پوجاری ملے۔ جو صحائف اکبر کی تحصیل کرتے تھے۔ اس ملک کے معابد۔ مینار یں اور خانقاہیں راجہ اشوک نے بنوائی ہیں +

اُڑیسہ سے روانہ ہو کر وہ گنجام پہنچا۔ اور وہاں سے کالنگا۔ اس جگہ بھی بدھ مذہب کی خانقاہیں ہیں۔ اور ان میں پوجاری رہتے ہیں۔ یہ ملک قدیم زمانہ میں بہت گنجان بسا تھا۔ لیکن ایک رشی وہاں کے لوگوں سے کسی بات پر ناخوش ہو گیا۔ اُس کے غیظ و غضب کے باعث شہر میں آگ لگ گئی۔ وہ صاحب کرامات تھا۔ اُس کی ناخوشی کے باعث ملک تباہ ہو گیا اور لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس مقام سے روانہ ہو کر ہیونگ شیانگ جنوبی کُسالہ پہنچا۔ جہاں کا بادشاہ کشتری ہے وہ بُدھ مذہب کا سچّا دھارمک اور معتقد ہے۔ اور علوم و فنون کا حامی و سرپرست۔ اس شہر میں ایکسو خانقاہیں اور دس ہزار پوجاری ہیں۔ شہر کے قریب ہی ایک مینار ہے جس میں قدیم زمانہ میں ٹاتھاگاٹہ رہا کرتا تھا۔ اور بعد میں نگرجُن بُدھ ستوا۔ اس زمانہ میں اس شہر میں دیو بُدھ ستوا آیا تھا۔ نگرجُن کے ساتھ مذہبی امور میں مباحثہ کرنے کیلئے اُس کی آمد کی خبر سُنکر نگرجُن نے ایک تھالی میں پانی بھروایا اور ایک چیلے سے کہا کہ جا یہ تھالی اُس خاص رشی کو دکھا دے۔ دیو بدھ ستوا نے تھالی کو دیکھ کر اُسمیں سُوئی ڈالدی اور چیلا تھالی لیکر نگرجُن کے پاس واپس چلا گیا +

تھالی کو دیکھ کر نگرجُن نے کہا کہ یہ تھالی میرے پاکیزہ باطن کا مرقع ہے۔ نووارد نے اُس میں سوئی ڈالدی۔ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ میرے پاک باطن کو خوب اچھی طرح جاننا چاہتا ہے۔ پس مَیں اُس سے بحث کرونگا۔ اُسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ چیلے اُسے لے آئے۔ جب وہ اندر آیا تو دونوں میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نگرجُن نے کہا کہ اب میں چراغ سحری ہوں کیا تجھ میں دانش ہے یعنی تو میرا جانشین بننے کے لائق ہے +

یہ سُنکر دیو بدھ ستوا اُٹھا اور اُس نے آداب بجا کر گنگر جن کے قدم لئے اور کہنے لگا کہ اگرچہ آپ کا یہ خادم کم لیاقت ہے تو بھی آپ کی ہدایات پر عمل کریگا اس ملک میں ایک برہمن بڑا فاضل تھا۔ ہیونگ شیانگ نے اُس جگہ ایک ماہ تحصیل علم کے لئے قیام کیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر وہ شہر اندھرا پہنچا۔ جس کے نواح میں ایک بڑی خانقاہ ارھت اچالہ کی بنائی ہوئی ہے وہاں سے بیس میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر ایک مینار ہے جسے بدھ ستوا جنا نے تعمیر کرایا تھا وہاں ہتو دیا کی تعلیم دی جاتی ہے +

یہاں سے آگے جا کر ملک دھن کٹک آتا ہے جس کے دونوں طرف پر ترو سیلا اور رسیلا کی خانقاہیں ہیں۔ ان کو ایک راجہ نے بدھ کی خاطر سے تعمیر کرایا تھا۔ اس جگہ بہت فاضل لوگ رہتے ہیں۔ مقام بڑا دلفریب ہے۔ وہاں چشمہ ہے۔ مرغزار ہے۔ پہاڑی ہے لیکن اس مقام کے پوجاریوں کو کوہستان کی بد ارواح نے بہت دق کیا۔ اس لئے یہ مقام اب ویرانہ ہے۔ اس مقام کے جنوب میں ایک پہاڑی ہے جہاں شاستر بھوادیو کا ایک فاضل میتریئہ بدھ ستوا کے انتظار میں رہتا ہے۔ اس ملک میں ہیونگ شیانگ کو دو پوجاری سُوریہ اور سُوبھوتی نامی ملے جو بدھ مذہب کی تمام صحائف کے زبردست فاضل تھے۔ پس ہیونگ شیانگ اس مقام میں کئی ماہ تک رہا اور مہا سنگھیکا فرقہ کے مُول ابھے دھرم شاستر کی تحصیل کرتا رہا۔ جس سے فارغ ہو کر اُس نے متبرک چیزوں کی زیارت کی +

اس مقام سے روانہ ہو کر ہیونگ شیانگ چولیا پہنچا۔ جس کے جنوب و مشرق میں راجہ اشوک کی بنوائی ہوئی ایک خانقاہ ہے۔ اس مقام پر بدھ نے بہت سی کرامات دکھائی تھیں۔ اور وعظ و نصائح کے ذریعہ بیدینوں کو اپنا معتقد بنا لیا تھا۔ خانقاہ کے مغرب میں ایک اور خانقاہ اُس مقام پر ہے جہاں کہ دیو بدھ ستوا نے ارھت اُترا کے ساتھ مباحثہ کیا تھا۔ سات سوالوں کے بعد ارھت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن وہ اپنی عقلی قواء کے ذریعہ تُسیتا میں داخل ہو گیا اور وہاں اُسنے میتریئہ بدھ ستوا سے اُن مشکلات کو حل کیا جو اُسے زندگی میں پیش آئی تھیں۔ میتریئہ نے اُس کے شکوک رفع کرنے کے بعد کہا کہ اس بھدر کلپ میں دیو بدھ ستوا دانش و حکمت کے کمال کو پہنچیگا تو اُس سے بعزت و تعظیم پیش آنا۔ واپس آکر ارھت نے اُن مشکلات پر تقریر شروع کی۔ مگر دیو بدھ ستوا نے کہا کہ یہ تو میتریئہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ پس ارھت نے پریشان ہو کر اقرار کر لیا کہ میں قابلیت میں ادنےٰ تر ہوں اور تو بالا تر +

یہاں سے روانہ ہو کر جانب جنوب کئی سو میل کے فاصلہ پر ایک ملک آتا ہے جس کا نام دریوا ہے۔ اُس کا پایہ تخت کانچی پورہ ہے۔ اس جگہ دھرم دیو بدھ ستوا پیدا ہوا تھا۔ وہ اس سلطنت کے وزیر کا بیٹا تھا۔ وہ بچپن ہی میں بڑا دانشمند تھا۔ بادشاہ اُس سے اسقدر خوش ہوا کہ اُس نے اُس کے ساتھ شاہی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کر دینا چاہی۔ مگر یہ بدھ ستوا شادی کرنا نہیں چاہتا تھا اس لئے اُسنے شادی سے پہلے ہی بدھ کی ایک مورت کے سامنے اپنے دل کا حال کھول کر یہ دعا مانگی کہ اُسے شادی

نجات دی جائے۔ اُس ملک میں ارواح پر حکمرانی کرنیوالا ایک بڑا شخص تھا جس نے اُس بُدھ ستوا کو راتوں رات کئی ہزار میل کے فاصلہ پر پہنچا دیا۔ اور ایک کوہستانی خانقاہ میں بُدھ کے مسکن کے اندر جا کر بٹھا دیا۔ پوجاریوں نے اُسے دیکھ کر خیال کیا کہ وہ چور ہے۔ لیکن جب بُدھ ستوا نے اپنی داستان سنائی تو سب عش عش کرنے لگے۔ اس کے بعد اُسنے مذہبی زندگی اختیار کی۔ اور بُدھ مذہب کے احکام کی بڑی خوشی اور پابندی کے ساتھ تعمیل کرنے لگا۔ یہانتک کہ وہ اپنے زمانہ کا ایک نہائت فاضل اور دھارمک شخص ہو گیا۔ اُسنے بہت سی مذہبی کتب قلمبند کیں +

اس بُدھ ستوا کی ذاتی باتوں کے متعلق ایک قصہ یُوں مشہور ہے کہ شہر کانچی پورہ جنوبی ہند میں ساحل سمندر پر ایک خلیج کے دہانہ پر واقع ہے اُس سے تین دن کے سفر کے فاصلہ پر ملک سمہالہ ہے۔ جب اُس کا بادشاہ فوت ہوا تو ملک میں سخت قحط اور بڑی بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ اُس ملک میں دو مشہور پوجاری بودھی مگھیشور اور ابا ہیا وہنشتر نامی تھے۔ یہ دونوں معہ ۳۰۰ پوجاریوں کے ہندوستان کی طرف جاتے ہوئے کانچی پورہ میں پہنچے +

ہیونگ شیا نگ نے اُن سے ملاقات کی اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم میں کئی فاضل بھی ہیں جو یوگ شاستر وغیرہ کے اُس قاعدہ کے مطابق جو ستوویر فرقہ نے منضبط کئے ہیں تعلیم دے سکتے ہیں۔ میں اُن کے پاس جانا چاہتا تھا مگر تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اُنہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارے ملک کا بادشاہ فوت ہو گیا۔ اور ملک میں قحط اور بدامنی کا دور دورہ ہے۔ ہم کہیں سے مدد لینے جاتے ہیں۔ ہم نے سُنا ہے کہ جمبدھوپ کے پاس بہت خوراک ہے اور وہ امن و امان کی زندگی گذار رہا ہے۔ اسی لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ ہماری جماعت میں مذہبی باتوں میں ہم دو باقی سبھوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اگر تمہیں مذہبی امور میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو ہم سے رفع کر دو۔ اس پر ہیونگ شیا نگ نے اُن سے خاص خاص باتیں یوگ شاستر کی جن میں اُسے شک تھا دریافت کیں +

یہاں سے آگے چل کر ملک مالاکوٹ ہے۔ جہاں جواہرات بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ملک ساحل سمندر پر واقع ہے۔ پایۂ تخت کے مشرق میں راجہ اشوک کا تعمیر کرایا ہوا ایک معبد ہے۔ جس جگہ وہ بنایا گیا ہے وہاں قدیم زمانہ میں ٹاتھاگاٹہ نے مذہبی باتوں پر درس دئے تھے۔ اور بہت سی رُوحانی کرامات بھی دکھائی تھیں اور اُن کے ذریعہ بہت لوگوں کو بُدھ مذہب کا معتقد بنا لیا تھا +

اس ملک کے جنوب میں اور ساحل سمندر پر ایک اور ملک ہے جسے ملایا گری کہتے ہیں۔ اُس کے ساحل پر بلند چٹانیں اور گہری دراریں ہیں۔ اس ملک میں سفید صندل کے درخت ہیں۔ اور چند نیو یر کے درخت بھی۔ ان دونوں قسم کے درختوں سے خوشبو نکلتی رہتی ہے اور موسم گرما میں ان سے سانپ لپٹے رہتے ہیں۔ مگر موسم سرما میں سردی کے باعث علیحدہ ہو کر سوراخوں میں چھپ جاتے ہیں +

ریویوز

صنمخانۂ عشق ۔ شاعر باکمال ناظم بے مثال۔ اردو شاعری کے فخر۔ ملک الشعرا مفتی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی مرحوم استاد نواب کلب علیخان بہادر والئے ریاست رامپور خلد آشیاں کا عاشقانہ دیوان موسومہ "صنمخانۂ عشق" دوبارہ بہ اہتمام مینجر صاحب دبدبۂ آصفی حیدرآباد دکن طبع ہو کر بغرض ریویو ہمارے دفتر میں موصول ہوا +

دیوان کیا ہے ایک گلشن بےنظیر ہے جس میں اچھوتے مضامین۔ انوکھے خیالات اور معاملے کے رنگ رنگ کے گل بوٹے لگائے گئے ہیں۔ منشی صاحب نے اُن عام اور پامال مضامین و خیالات وغیرہ سے گذر کر جن کے پھندوں میں اردو شاعری کے آخری دور کے شعرا جکڑے ہوئے معلوم دیتے ہیں گہرے اور اعلےٰ مضامین۔ نئے اور پاکیزہ خیالات اور حقائق نفس الامری کی خوبیوں کو اشعار کا لباس پہنا کر دلفریب دلہن بنایا ہے اشعار میں کہیں تو انسان کی مختلف حالتوں اور فطرت و کائنات کی خصوصیتوں کو نہائت باریک بینی اور دقیقہ سنجی کے ساتھ باندھا ہے کہیں معاملہ ایسے بےساختہ پن کے ساتھ ادا کیا ہے کہ مضمون شعر کا آنکھوں کے سامنے ہُو بہو نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ اور کہیں تخیل کی وہ بلند پروازیاں دکھائی ہیں کہ باید و شاید۔ سچ تو یہ ہے کہ تخیل و معاملہ دونوں ہی جو کہ ایک اعلیٰ پایہ کے بےنظیر اور مسلم الثبوت شاعر کی سچی صفات ہیں نہایت خوشگوار طریقہ و دلکش انداز میں اور بدرجۂ کمال ادا کئے گئے ہیں اور اُس پر طرّہ یہ ہے کہ آمد کے ساتھ نہ کہ آورد کے۔ جنکا مضمون نہائت بےساختہ اور الفاظ نہائت سادہ شیریں اور دلکش ہیں۔ اور جہاں کہیں محاورہ باندھا گیا ہے وہاں تو غضب کر دیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بندھا چلا آیا ہے۔ ایک ایک شعر جو خود رفتہ بنانے دینے کے لئے کافی ہے ایک ایک دیوان کی وقعت رکھتا ہے۔ طرز ادا میں وہ شوخی نیز سادگی اور وہ شوکت الفاظ پائی جاتی ہے جو سننے والے کے دل پر جادو کا اثر کر جاتی ہے سیکڑوں اشعار میں اعلیٰ قدر کا حسن قبول ہے کہ نغز شعرا اُنکو دلوں کو تسخیر کیا کرتے ہیں کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ جہاں کہیں ناصح مشفق کا اخلاقی فرض ادا کیا ہے وہاں تو سبق آموزی کا خاتمہ ہی کر دیا ہے جو لوگوں کے دلوں کو ایک طرف سے دوسری طرف دعوے کے ساتھ پھیر دیتا ہے۔ جہاں تعلّی کی لی ہے وہاں مبالغہ مبالغہ نہیں معلوم دیتا۔ بلکہ اظہار حقیقت سیکڑوں اشعار ہیں انسانی جذبات پر حکمرانی کرنیوالی معجز نما تاثیر و قدرت یک ہی ہے۔ خیالات۔ الفاظ۔ تراکیب۔ اسالیب۔ تشبیہات۔ استعارات میں وہ جدت گنگئی ہے جسے شاعرانہ اصطلاح میں کامل و خوشگوار اصلاح کہتے ہیں۔ اور اختراعات بلحاظ مضامین۔ الفاظ بندش۔ طرز ادا نہائت پاکیزہ۔ دلکش درست اور چست ہیں فصاحت کے گل کھلائے گئے اور بلاغت کے بوٹے لگائے گئے ہیں۔ ہجر کی کوفت۔ وصل کی مسرت۔ ناز و نیاز کی دلفریبیاں معشوقانہ انداز و کرشموں کی تاثیر معشوق کی سردمہری اور ستمگری کا شکوہ۔ اشارے کنائے کی لذت۔ نوک جھونک کا لطف عاشقانہ حسرت امید و یاس۔ صبر و ضبط اور ستم کشی کی مصائب۔ رقابت کی خلش معشوق کی بیوفائی اور دغابازی کا گلہ کا عاشقانہ آہ و نالہ کی تاثیر اور قبولیت کا زعم تمناؤں اور ارمانوں کے خون ہو جانیکا افسوس حسن و عشق کی کارسازیاں۔ زمانہ اور فلک کی نیرنگیاں وغیرہ وغیرہ کی ایک نہیں بلکہ ہزاروں اشعار میں بولتی چالتی اور جیتی جاگتی تصویر کھینچ دی ہے جس شعر میں جو مضمون ادا کیا ہے اُسے سنکر شاعری کا مذاق رکھنے اور دردمند دل والے کلیجہ تھام کر بیٹھ جاتے ہیں جس شعر میں حسن و عشق اور مسرت کا مضمون باندھا ہے اُسے سنتے ہی منہ سے بے اختیار واہ وا کا کلمہ نکل جاتا ہے۔ اور جس شعر میں اشارے کنائے کا ذکر کیا ہے اُسے سنکر دل میں گدگدی پیدا ہونے لگتی ہے الغرض یہ صنمخانۂ عشق اردو زبان میں اپنی طرز کا پہلا اور یکتا دیوان ہے۔ اردو دانوں اور اردو شاعری کے دلدادوں کو اس دیوان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے لکھائی چھپائی کاغذ نہائت عمدہ تقطیع ۲۰ × ۲۶ حجم مع سورق رنگین ۴۲۴ صفحہ۔ باوجود ان خوبیوں کے کوڑیوں کے

مخزن حکمت الموسوم به گھر کا ڈاکٹر و حکیم

مصنفہ شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر خان صاحب غلام جیلانی صاحب سابق ڈاکٹر سفارت خانہ دولت عظمٰی برطانیہ مقام سیستان (ایران) و ممبر مجلس حفظ الصحۃ بنام ہمایوں اعلیحضرت شہنشاہ ایران و ممبر انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کلکتہ +

یہ ہوم میڈیسن یعنی طب خانگی ڈاکٹری و یونانی پیرا اردو زبان میں نو تصنیف مگر قابل قدر مفید عام - اپنی طرز کی پہلی - جامع اور مکمل کتاب ہے جسکی تصنیف سے شمس الاطبا نے علم طب - اہل ملک اور زبان اردو کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے - اوصاف کے لحاظ سے بھی وہ ڈاکٹری و طب یونانی کی اپنی طرز کی پہلی جامع اور بینظیر کتاب ہے - کیونکہ حکماء متقدمین و متاخرین کی صدہا اعلےٰ تصانیف کا لُب لباب ہے - اس میں از روئے ڈاکٹری و طب یونانی ہر مرض کی صحیح تطبیق کر کے اُس کا ڈاکٹری و یونانی دونوں قسم کا علاج درج کیا گیا ہے تاکہ اطبا کو ڈاکٹری اور ڈاکٹروں کو طب یونانی سے واقفیت ہو جائے - اور دونوں گروہ میں باہمی مخالفت جو لاعلمی کا نتیجہ ہے دُور ہو جائے - ڈاکٹری و طبی اصطلاحات پہلو بہ پہلو درج کی گئی ہیں - اور اُن کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ وضع کئے گئے ہیں جن سے علاوہ اور فوائد کے اردو زبان میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے - امراض کے مشہور اردو نام - طبی عربی نام - ڈاکٹری نام (بخط اردو انگریزی) درج کئے گئے ہیں - ہر مرض کی کیفیت - اسباب علامات تشخیص - عوارض - نتائج - انجام - علاج ڈاکٹری و طبی دونوں بتائے گئے ہیں - اس کتاب کے مطالعہ سے ہر مریض اپنا علاج خود بھی کر سکتا ہے - جیسا کہ منشی عبد العزیز صاحب مینجر کارخانہ پیسہ اخبار نے مرض نقرس کا جس میں وہ مبتلا تھے کر لیا - وقت ضرورت جبکہ ڈاکٹر یا طبیب کا ملنا دشوار ہو یا قابل اخفا مرض میں ڈاکٹر یا طبیب کا مشورہ لینا ناگوار ہو تو یہ کتاب صحیح طبی مشورہ دیگی مزید امراض و معالجہ کے حسن و قبح سے واقف بنا سکیگی - اور برائے تمام ڈاکٹروں اور طبیبوں کے مقابلہ میں بہتر طریق علاج و ادویہ بتا سکیگی جن باتوں میں اطبا اور ڈاکٹروں میں اختلاف ہے اُن پر مفید و بسیط نوٹ درج ہیں - اس لئے حکماء - ڈاکٹروں - مدرسین و تدریس اور طلبہ کے لئے بہت مفید ہے - طرز بیان سلیس و آسان ہے - کتاب کیا ہے ڈاکٹری و طب یونانی کا نہایت عمدہ - عام فہم اور بہترین مجموعہ ہے جسے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں نے نہ صرف پسند فرمایا - بلکہ خاص و عام کے لئے مفید بتایا ہے - کتاب کے تین حصے ہیں اور ہر حصہ مضامین کے اعتبار سے بیش بہا ہے - اُس میں علاوہ کالبد - عضلات - عروق - نظام عصبی - دماغ نخاع - احشا کی رنگین تصاویر کے بہت سی سادہ تصویریں بھی ہیں جن سے مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے - مثلاً کھوپڑی مہروں کا ستون - سینہ کا پنجر - اوپر نیچے کا دھڑ - بند کلائی - عروق جاذبہ - قناط الصدر - دماغ کی بالائی و زیرین سطح - حرام مغز - آنکھ - کان - نرخرہ - پھیپھڑہ - قلب و شرائین - حنجرہ - دوران خون - معدہ امعا - جگر - احشا وغیرہ وغیرہ - مزید براں ہڈیوں اور دماغی اعصاب کے اردو انگریزی عربی نام - بڑی شرائین اور وریدوں کے اردو انگریزی عربی نام - آغاز - انجام اور وضع قیام وغیرہ - نظام عصبی و نظام عروقی - نقشہ اجزائے غذائیہ ماکولات بحساب فیصدی - نقشہ مدت ہضم مختلف اغذیہ - مختلف حیوانات کے دودھ کے اجزا کا اور میوجات اور اُنکے مزاج - مقدار - خوراک - افعال و خواص بحسب طب یونانی اور نباتاتی و حیوانی اشیائے غذائی معہ مزاج - مقدار خوراک - افعال و خواص اور حرارت غریزی و دریافت تاریخ وضع حمل کے نقشے ہیں - شروع کتاب میں فہرست مضامین بترتیب ابواب اور آخیر میں فہرست مضامین بترتیب حروف تہجی جسکی مدد سے مرض یا مضمون نہایت آسانی سے نکل آتا ہے - آخیر میں طبی و ڈاکٹری ادویہ مندرجہ کتاب کے ضمیمے اور کتاب کی لغات کے فرہنگ درج ہیں +

کتاب کی خوبی حصص و ابواب سے جو ذیل میں درج ہے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے +

حصہ اول - باب ۱ :- تشریح جسم انسان و افعال الاعضاء رنگین و سادہ تصاویر جیسی کہ سوائے اس کتاب کے اور کسی ڈاکٹری و طبی کتاب میں نہیں - باب ۲ - حفظ صحت کے متعلق تمام ضروری مسائل جو صحت جسمانی کے لئے نہایت مفید - جنکا جاننا لوگوں کے لئے ضروری ہے اور جن میں ایسے نئے مضامین بھی ہیں جو دیگر طبی کتب میں بکم پائے جاتے ہیں - باب ۳ - تیمارداری کے متعلق تمام ضروری باتیں جو طبی و ڈاکٹری کتب میں مذکور نہیں - **حصہ دوم** باب ۱ - تعریف علم طب و صحت و مرض - امراض کے اسباب - علامات تشخیص عوارض نتائج - علاج - باب ۲ - امراض عامہ - باب ۳ - حمیات (تپ) - باب ۴ - متعدی و مسری امراض یعنی آتشی و گنی بیماریاں جو دوسری کتب میں نہیں - باب ۵ - نظام عصبی و امراض و دماغ و نخاع و اعصاب - باب ۶ - امراض چشم - باب ۷ - امراض کان - باب ۸ - امراض ناک - باب ۹ - امراض آلات تنفس - باب ۱۰ - امراض قلب

چیونٹی کے حالات

کام کرنے والی چیونٹیاں (۲)

یہ چیونٹی ضرور ٹرمیکا نوع کی ہوگی۔ اور اس کے کسی نہ کسی صنف میں سے۔ لیکن اس نوع کی جتنی اصناف ہیں اُن سب کی چیونٹیوں نے ایک ملکی کانفرس منعقد کی اور اپنی ایک بادشاہت مقرر کرلی اور جملہ اصناف نے آپس میں ایک معاہدہ کرلیا جس کے ذریعہ وہ ایک متحد قوم بن گئیں۔ مسٹر وائٹ جو چیونٹیوں کے بڑے ماہر ہیں۔ اُنہوں نے ۱۸۶۰ء میں ایک اسی قسم کی کانفرنس دیکھی جس نے کوبرگ کے لوگوں کو حیرت میں ڈالدیا۔ ڈودر روبل میں بھی مسٹر وائٹ نے چیونٹیوں کا ایک گروہ دیکھا جو ناشپاتی کے ایک درخت پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ سورج بڑی آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا جس کے باعث اُن کے بازو بادامی رنگ کے ہو گئے تھے۔ اور اُنکی چمک دمک سے بادامی رنگت ظاہر ہوتی تھی۔ اُسی مقام سے جہاں مسٹر وائٹ کھڑے تھے کوئی تیس قدم سے اُنھوں نے دھوآں سا اوپر کو اُٹھتے ہوئے دیکھا۔ اور درخت میں کوئی چالیس قدم کے فاصلہ آگ سی لگی ہوئی معلوم دی۔ اور پچاس قدم کے فاصلہ پر وہ دھوآں بالکل نظر نہ آیا۔ پس مسٹر وائٹ نے آگے بڑھ کر اُن میں سے چند چیونٹیوں کو پکڑ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ٹرمیکا لیو ینوڈس قسم کی نر چیونٹیاں تھیں ؛

اس قسم کی مادہ چیونٹیوں کے سر کی چوٹی پر شفاف اور چمکیلے موتی سے تھے اور ایک گچھے کی شکل کے۔ وہ تعداد میں تین تھے اور ایک مثلث کی شکل میں تھے۔ اور اُن کی سُرخ کھال میں واقعی موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ لیکن اسقدر چھوٹے تھے کہ صرف دوربین ہی کے ذریعہ اُن کی جسامت اور رنگت کا اندازہ ہو سکتا تھا وہ اس اندازے سے لگائے گئے ہیں کہ اُڑتے وقت اُن کی چمک سے دور ہی سے شکاری پرند نظر آجاتے ہیں اور نیز اُن مادہ چیونٹیوں کے لُبھانے کے لئے جو اُن کی خواہاں ہوں۔ ٹرمیکا اسکیبر ینوڈس صنف کی چیونٹیوں میں شاہی خاندان کے نر و مادہ میں کسی قدر صورت میں اختلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ رنگت کے اعتبار سے وہ سفیدی مائل سیاہ نہیں ہوتے۔ بلکہ سفیدی مائل سُرخ۔ لیکن قدوقامت میں نر و مادہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا ؛

اس قسم کی چیونٹیوں کی اہلی زندگی یعنی وہ زندگی جو شادی کے بعد کا زمانہ ہوتا ہے عموماً مختصر ہوتی ہے۔ اور اُن کے بچوں کے سمجھدار ہونے سے پیشتر ہی اور بعض اوقات وہ مدت ختم ہونے سے بیشتر ہی جسے ہنی مون کہتے ہیں ختم ہو جاتی ہے۔ اور اُسکے بعد ہی اُنکی زندگی کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ یا تو وہ ڈوب کر مر جاتی ہیں یا اُنکو حشرات خور جانور کھا جاتے ہیں۔ اگر شادی کے بعد اتفاقاً زناشوئی ذرا دیر میں عمل میں لائے جاتے ہیں تو زندگی ذرا طول پکڑ جاتی اور کئی ماہ کی ہوتی ہے۔ مگر اس عرصہ بھر اُنکو گھر سے باہر قدم نہیں نکالنا پڑتا۔ اُن کی خوراک۔ آسایش اور حفاظت وغیرہ کا انتظام خادم چیونٹیوں کو کرنا پڑتا ہے جو بڑی ہی محنتی اور جفاکش اور بے غرض ہوتی ہیں۔

مسٹر وائٹ لکھتے ہیں کہ ۱۸۷۵ء میں فورمیکا امبراٹا قسم کے نروں کا ایک مسکن اُن کے مکان ہی کے پاس کوئی ۰۲- نومبر کے قریب نظر آیا۔ اس مسکن کی چیونٹیوں کی عمر تین یا چار ماہ کی تھی۔ ۱۸۷۹ء میں مسٹر وائٹ نے ایک مسکن فورمیکا ایلینہ کلیبورن ماؤ میں ماہ نومبر میں دیکھا۔ اُس کی چیونٹیوں کی عمر تین ماہ کی تھی۔ بعض مسکنوں یا چھتوں میں مسٹر وائٹ کو فورمیکا فلیو اصنف کی نر چیونٹیاں ملیں۔ اُن کی عمر بھی کوئی تین ہی ماہ کی تھی ✣

عام طور پر نر چیونٹیوں کی زندگی صرف موسم سرما بھر کی ہوتی ہے۔ لیکن گھروں کے اندر محبوس رہنے سے اُن کی زندگی کسی قدر بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ سر جان لبک نے مرمیکا اوگینوڈس قسم کی دو نر چیونٹیوں کو ۱۴- اگست کو پکڑا اور ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ تو دونوں موسم سرما بسر کرکے موسم بہار تک زندہ رہیں۔ ایک ماہ اپریل تک۔ دوسری وسط مئی تک

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مادہ چیونٹی کی مدت زندگی ایک سال کی ہوتی ہے۔ مگر سر جان لبک نے ۱۸۸۲ء میں لکھا تھا کہ اُن کے پاس دو مادہ چیونٹیاں ۱۸۷۴ء سے ہیں۔ گویا اُن کی عمر قریب سات سال کے ہے۔ اور چند کام کرنیوالی چیونٹیاں ۱۸۷۵ء سے ہیں۔ ۱۸۸۲ء کے اخیر میں سر جان نے لینیئن سوسائٹی کے سامنے ایک مضمون پڑھا جس میں بیان کیا کہ یہ ساری چیونٹیاں اب تک زندہ ہیں گویا مادہ چیونٹیوں کی عمر آٹھ سال کی ہے اور کام کرنے والیوں کی سات سال کی میرے پاس کئی چیونٹیاں ۲-۳-۴-۵ سال کی ہیں اور کئی دس دس سال کی اور ایک چیونٹی کی عمر تو دس سال سے بھی زیادہ کی ہوئی تھی ✣

سُرخی مائل رنگ والی چیونٹیاں زرد رنگ والی چیونٹیوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ سُرخ رنگ کی دایہ چیونٹی اور کامیدہ چیونٹی عموماً زرد رنگ کی کامیدہ چیونٹی سے قد و قامت میں دُگنی ہوتی ہے۔ سُرخ چیونٹی کے پاس ایک ڈنک بھی ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی حفاظت کرسکتی اور دُشمن کو شکست دے سکتی ہے۔ مگر زرد چیونٹی کے پاس یہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن زرد چیونٹی کے پاس ایک ایسی چیز ہوتی ہے جو سُرخ کے پاس نہیں ہوتی۔ یعنی اُس کے سر کی چوٹی پر موتیوں کا سا ایک تاج ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے آگے کی چیزوں کو دیکھ اور خطرے اور حملے کو معلوم کرلیتی ہے۔ زرد چیونٹی کے سینگ جوڑ دار ہوتے ہیں اور پیالے کی شکل کے۔ زرد ملکہ بہ نسبت اپنی ماتحت چیونٹیوں کے قد آور ہوتی ہے اور قد و قامت میں چوگنی۔ اُس کا لباس بھی سُرخ ملکہ کے لباس کے مقابلہ میں زیادہ شاندار ہوتا ہے اور اُسکی رنگت بھی زیادہ چمکدار ہوتی ہے ✣

نر چیونٹیوں کے بازو زیادہ زرد ہوتے ہیں۔ قریباً کل جسم سیاہ ہوتا ہے اور ٹانگیں زردی مائل۔ وہ نر اور کامیدہ چیونٹیوں کے بازوؤں سے زیادہ چھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر سینگ اور ٹانگیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ زرد اور سُرخ چیونٹیاں دو قسم کی چیونٹیوں اور دو بڑی قوموں کی قائم مقام ہیں۔ اور اُن دونوں میں عادات و اطوار اور ترکیب اجسام اور اعضا کی چھوٹائی اور بڑھائی کے لحاظ سے ایک نمایاں اختلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف اُنہی لوگوں کو معلوم ہوسکتا ہے جو ان باتوں کا علم رکھتے ہیں اور جو ان سارے امور کا

زلزلوں کے فوائد

کچھ شک نہیں کہ خدا کی مخلوق میں انسان اگرچہ نہائت عقلمند ہے۔ لیکن طاقت کے اعتبار سے نہ صرف دیگر مخلوق ہی کے مقابلہ میں بلکہ نیچر کی طاقتوں کے مقابلہ میں بیحد کمزور ہے۔ مثلاً آندھی۔ پانی اور زلزلہ کے مقابلہ میں اُس کا بالکل بس نہیں چلتا۔ یہ طاقتیں اور نیز دیگر طاقتیں انسان کے زور و ہمت اور کاموں کو ذرا ہی دیر میں درہم برہم اور تباہ کر دیتی ہیں ہم ان طاقتوں میں سے سردست زلزلہ کی بابت کچھ بیان کرتے ہیں اور اُس کے نقصان دہ اور مفید ہونے کے متعلق کچھ اثبات پیش کرینگے +

بظاہر زلزلہ ایک نہائت خوفناک اور بربادی پھیلانے والا قدرتی مظہر ہے۔ لیکن ایک طریقہ میں وہ بیحد مفید بھی ہے۔ عام طور پر لوگ اُسکی تباہ کُن طاقت ہی کے مُقر ہوتے ہیں۔ اور اُسکی فیض رسانی کا کچھ بھی خیال و لحاظ نہیں کرتے۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ فیض رسانی سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ جو جو فوائد زلزلوں سے ظہور میں آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر قدیم زمانوں میں زلزلے نہ آتے تو روئے زمین پر کسی جاندار مخلوق کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا۔ مزید برآں انسان کی عمر ایک خاص مدت کی ہوجاتی وغیرہ وغیرہ

اگر اُس زمانہ میں جس کے حالات ہمیں ازروئے علم الارض معلوم نہیں ہوئے زمین کا وجود تھا تو وہ سمندر کے پانی میں غرق ہوگی۔ اگر زمین دوز حرارت زور نہ لگاتی تو زمین پانی سے نکل کر باہر نہ آسکتی۔ پس جب زمین دوز بڑی حرارت نے زور لگایا اور اُس کے ذریعہ سے زمین کی سطح میں تحریک ہوئی تو زمین اوپر اُٹھتے اُٹھتے پانی سے بالکل باہر نکل آئی +

خشکی کا سب سے زبردست دشمن پانی ہے۔ اور زمین یعنی خشکی کو دو طریقوں میں تباہ یا برباد کرتا ہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سمندر کی لہریں ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر زمین کو بہالے جاتی ہیں۔ یہ عمل بہت ہی سست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ واقع ہوتا اور جاری رہتا ہے لیکن براعظموں کی ساخت میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہونے پاتا۔ اس لئے وہ سست معلوم دیتا ہے۔ مزید برآں اُسکے تباہ کُن اثر کے مقابلہ میں قدرت کی فیض رساں طاقتیں بھی کام کرتی رہتی ہیں۔ اس لئے بھی یہ عمل سست ہی نظر آتا ہے

سمندر کئی طریقوں میں زمین کو برباد کرتا ہے۔ روئے زمین پر جزائر شیٹ لینڈ اس قسم کے بنائے گئے ہیں جو سمندر کی طاقت کا ہر دم مقابلہ کرسکتے ہیں۔ تو بھی بحر اوقیانوس نے پانی کی لہروں اور ہلوروں کے ذریعہ اُسکے ساحل میں دراڑیں اور شگاف پیدا کردئے ہیں۔ اس امر کی تائید میں دو مشہور ماہرین علم الارض یعنی سر چارلس لایل۔ اور ڈاکٹر ہبنرٹ کا بیان پیش کیا جاتا ہے۔ اور جب کبھی سمندر میں تلاطم آتا ہے تو ان جزائر کے سواحل پر سے کمزور چٹانیں سمندر میں جا پڑتی ہیں۔ چنانچہ ۱۸۰۲ء میں ایک چٹان کو سمندر بہالیگیا اور ایک مقام پر سمندر کی لہروں نے ۲۵۰ فٹ لمبا غار کردیا تھا۔ موسم سرما میں جب زور کی آندھی چلتی ہے تو بحر اوقیانوس کی لہریں جزائر کے سواحل سے اس زور سے آکر لگتی ہیں جیسی زور سے کہ توپ کا گولہ لگتا ہو۔ اور غار جو غار نادر کے نام سے مشہور ہے وہ ہر سال انہی لہروں کے ذریعہ زیادہ کشادہ ہوتا جاتا ہے

اب ساحل انگلستان کو لو جس پر نہ تو بحر اوقیانوس کا
حملہ زور شور سے ہوتا ہے اور نہ اُسکی حفاظت کے لئے کوئی
سامان لیا گیا ہے تاہم یارک شائر کے ساحل پر تباہی کے
مسلسل آثار نظر آتے ہیں۔ فلیمرو اور اسپرن پوئنٹ میں
تباہی ذرا جلد آتی ہے۔ اور بہت سے مقامات جہاں اب
ریت کے ٹیلے ہیں وہاں پہلے نقشے میں گاؤں آباد تھے۔
ریون اسپرنگ جو کسی زمانہ میں بندرگاہ ہل کا مدمقابل
تھا اب ویران ہے۔ سنہ ۱۳۳۲ء میں وہ بڑی آباد جگہ تھی
اور اُسی جگہ سے ایڈورڈ بالئیل اور انگلستان کے نوابوں
نے اسکاٹ لینڈ پر جہازوں کے ذریعہ حملہ کیا تھا۔ اور
ہنری چہارم نے سنہ ۱۳۹۹ء میں اسی مقام پر اُتر کر رچرڈ
دوئم کو معزول کرنے کی فکر میں تھی۔ اب اس جگہ کو سمندر
نے تباہ کر دیا ہے۔ اسی طرح نارفاک اور سفاک میں بھی
تباہی آگئی۔ سنہ ۱۸۲۹-۱۸۴۷ء میں ۷ ایکڑ زمین سمندر نگل گیا
سمندر کے ذریعہ تباہی آنے کی یہ چند مثالیں ہیں +

دوسرا سبب زمین کی تباہی کا بارش ہے جو مٹی
بہا بہا کر لے جاتی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے دریاؤں کے
دہانوں پر ڈیلٹا بن جاتے ہیں۔ اگر زمین کی تباہی اسی طرح
جاری رہے اور قدرت کی طرف سے اُس کے روکنے کا سامان
نہ کیا جائے تو زمین کا نام و نشان تک نہ رہے۔ لیکن ان
تباہ کن عملوں کے ساتھ ساتھ ایک اور قدرتی عمل جاری رہتا
ہے جو تباہی کا نعم البدل ہوتا ہے +

اول تو زمین کے اندر کی حرارت سے جو زلزلے
آتے ہیں اُن کے ذریعہ زمین نئی جزیروں کی صورت میں
سمندر کے بیچوں بیچ برآمد ہو جاتی ہے۔ دوسرے بارش
اور سمندر کی لہروں سے جس قدر مٹی کہ سمندر میں جا
پہنچتی ہے اُس کا خاص خاص مقامات پر ڈھیر لگتا رہتا
ہے اور اس طرح نئے نئے جزیرے پیدا ہوتے رہتے
ہیں۔ زمین دوز حرارت روئے زمین کو ہموار بناتی رہتی
ہے۔ اور اس سے ساحل سمندر پر نئی اراضی پیدا ہو
جاتی ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ زلزلہ کے ذریعہ
ایک جگہ تو زمین اوپر اُٹھ جاتی ہے اور دوسری جگہ نیچے
کو بیٹھ جاتی ہے مگر کوہ آتش فشاں جن کے ذریعہ اراضی
برآمد ہوتی ہے وہ زیادہ تر ساحل سمندر پر ہی ہوتے
ہیں۔ کوہ آتش فشاں اگرچہ بربادی پھیلاتے ہیں۔ لیکن
زمین کے اندر سے جو چیزیں خارج کرتے ہیں اُنکے ذریعہ
سے نئی زمین بن جاتی ہے۔ زمین دوز حرارت کے ذریعہ
سطح زمین کا اُٹھنا بیٹھنا جاری رہتا ہے جس کی مثال یہ
ہے کہ سویڈن کا برآمد ہونا۔ اور گرین لینڈ کا دھسک
جانا۔ نیوو اسکوشیہ اور ہڈسن بے کے دہانہ کا اُٹھ جانا
اس طریقہ سے نئی زمین بنتی رہتی ہے۔ ۱۹۔ نومبر سنہ ۱۸۲۲ء
میں ملک چلی میں زور کا زلزلہ آیا۔ دوسرے ہی دن دیکھا گیا
کہ کوئی سو میل لمبا ساحل برآمد ہو گیا اور سمندر اُس سے
دُور ہٹ گیا ہے۔ ماہ فروری سنہ ۱۸۳۵ء میں اور نومبر سنہ ۱۸۳۷ء
میں بھی چلی کے ساحل پر اسی طریقہ میں زمین برآمد ہوتی
گئی۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں ہندوستان میں کچھ میں جو زلزلہ آیا تھا
اُس کے ذریعہ سے خلیج کچھ کا دہانہ کشادہ ہو گیا تھا۔
اگرچہ اس زلزلہ سے ملک میں بڑی تباہی آئی۔ لیکن
نئی زمین بھی پیدا ہو گئی۔ اور موضع سمندری جو تباہ
ہو گیا تھا اُس کے باشندوں کو مقام موضع سے
پانچ میل کے فاصلہ تک اُبھری ہوئی زمین نظر
آئی۔ یہ نیا قطع آراضی کا شرقاً غرباً پچاس میل
ہے +

کامیاب بنانے والی باتیں

میابی حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص طریقہ ضروری اور
می نہیں ہے۔ بلکہ بہت سے طریقے ہیں جن میں ہر ایک
محنت و کوشش اور جسمانی اور دماغی طاقت کی ضرورت
تی ہے +

کامیابی حاصل کرنے کے لئے سب سے اوّل
مانی محنت ضروری ہے۔ کیونکہ اُس کے بغیر نہ صرف
میابی کا راستہ ہی دشوار ہوتا ہے۔ بلکہ خود کامیابی بھی
ران بار اور خشک اور بے لطف معلوم دیتی ہے۔ اور
مانی صحت حاصل کرنے کے مختلف طریقے اور ذرائع
ں مثلاً غذا کی مقدار گھٹا دینا۔ اس سے مراد یہ نہیں
ے کہ غذا النصف مقدار میں کھائی جائے۔ بلکہ یہ ہے کہ
ربلی اور نشیلی اور محرک چیزوں کو غذا میں ترک کر دیا
ئے۔ اور مختلف اغذیہ میں صحت کا خیال ملحوظ رکھا جائے
نی اور میٹھی غذا کم استعمال کی جائے (۲) غذا کو
ب چبا کر کھایا جائے۔ اور دیر میں کھایا جائے۔ جلد
ہ نہیں کھانا چاہیئے (۳) صبح کے وقت ایک گلاس
رو پانی پیا اور اُس کے ساتھ کچھ پھل یا اور کوئی
ے کھائی جائے۔ (۴) تھوڑی سی مفید ورزش بھی
ی جائے۔ ورزش ایسی ہو جو جسمانی طاقت کے اعتبار
ے مفید پڑے۔ اور جس کا جسم متحمل ہو سکے۔ اور جس کے
یعہ پھیپھڑے یا اعضائے رئیسہ میں سے کسی کو کوئی
صان نہ پہنچ سکے۔ ورزشوں میں سب سے زیادہ مفید اور آسان
رزش صاف و پاک ہوا میں گہرے گہرے سانس لینا ہے
ن کے ذریعہ خون میں کی کثافت اور سمیت دور ہو جاتی

ہے۔ مزید برآں چہل قدمی یا کوئی دوڑ بھاگ ہلکا سا
کھیل ہے +

ان ترکیبوں اور طریقوں کے ذریعہ انسان کی
صحت کو بہت کچھ فائدہ ہوتا ہے اور دماغی کام آسان
معلوم دیتے ہیں۔ اور کامیابی سہل ہو جاتی ہے اور اُس
میں ایک گونہ خوشی بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔ کیونکہ
اس میں شبہ کو مطلق گنجائش نہیں ہے کہ جس شخص کا جسم
صاف اور مضبوط ہوتا ہے اُس کا فعل۔ خیال اور قوت
ارادی بھی زوردار ہوتی ہے۔ اس لئے وہ جس کام
میں ہاتھ لگاتا ہے اُسے آسانی اور خوبی کے ساتھ انجام
دے سکتا ہے۔ اگرچہ اس بارہ میں تعلیم یافتہ لوگ یہ
عذر کر سکتے ہیں کہ انسانوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں
اس لئے وہ ان سب باتوں پر عمل نہیں کر سکتے لیکن
یہ ایک لنگڑا عذر ہے +

دوسرا طریقہ کامیابی حاصل کرنے کا دستور یا قاعدہ
ہے۔ اس کے متعلق بہت سی باتیں اس قسم کی ہیں جنہیں
سب لوگ کر سکتے ہیں۔ پہلی بات رفتہ رفتہ کسی کام کو کرنے کا
نام ہے۔ ایک نہایت کامیاب شخص لکھتا ہے کہ جوانی میں
مجھے کئی قسم کے تفریحی کھیلوں کا شوق تھا۔ لیکن اُن میں
سے کسی ایک میں بھی ایک کامیاب نہیں ہؤا۔ بلکہ رفتہ رفتہ
اور بتدریج۔ اور اس طریقے میں مجھے کامیابی حاصل کرنے
میں آسانی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ میں پولو اور گولف کی
کھیلوں میں بھی طاق ہو گیا۔ اور جن باتوں کا مجھے پہلے
خیال رکھنا پڑتا ہے اب اُن کا خیال مطلق نہیں کرنا پڑتا

بلکہ وہ موقع اور وقت پر خود بخود یاد آ جاتی ہیں۔ ایک مشہور نامہ نگار لکھتا ہے کہ جب میں نے ایام طالب علمی میں مضمون نگاری شروع کی تو میرے مضامین بالکل بھدّے اور ناقص ہوتے تھے۔ مگر میں مارلبرو اور کیمبرج کے قیام میں مضامین لکھتا ہی رہا۔ اور اس سے مجھے مضامین لکھنے میں خود بخود آسانی ہوتی گئی اور میرے مضامین میں زیادہ زیادہ خوبی آتی گئی۔ اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ کہ مضامین نویسی کا دستور اور قاعدہ جب تک کہ میں اُس پر حاوی نہ ہؤا نہ آیا اور مجھے ناکام بناتا رہا +

تیسری بات کامیابی حاصل کرنے کی مذاق یا رجحانِ خاطر ہے۔ پس جس کام کرنیکا طبیعت میں قدرتی مادّہ، خواہش اور رجحان ہو۔ اُس میں انسان آسانی کے ساتھ اور ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ اگر کسی میں مضمون نگاری کا مادّہ ہے تو اُسے مضمون نگاری میں اعلےٰ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور علیٰ ہذا۔ بعض لوگ ایک قسم کی قوت یا لیاقت کوشش سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ پس جب شوق پیدا ہو گیا تو کامیابی بچوں کی باندی ہو گئی +

چوتھی بات جس کے ذریعہ کامیابی آسان اور یقینی ہو جاتی ہے وہ پابندی یا خوش اسلوبی ہے۔ جو شخص ہر روز ۸ بجے صبح بیدار ہوتا ہے وہ بیداری کے اعتبار سے پابند ہے۔ جو شخص جسمانی صفائی کا عادی ہے وہ گویا صفائی کے لحاظ سے پابند ہے۔ جو شخص ہر روز دوپہر کا کھانا ٹھیک گیارہ بجے کھاتا ہے وہ بھی پابند ہے۔ اسی طرح جو شخص ہر روز ورزش کرتا ہے وہ بھی پابند ہے۔ اسیطرح اگر کسی کام کو پابندی کے ساتھ ہر روز ایک خاص وقت تک کیا جائے تو اُس کام میں آسانی کے ساتھ کامیابی حاصل ہو جاتی ہے +

کامیابی کا پانچواں ذریعہ یہ ہے کہ انسان کام کے وقت مطمئن رہے اور گھبرائے نہیں۔ کیونکہ گھبراہٹ سے کام خراب ہو جاتا ہے۔ گھبراہٹ انسان کو تھکاتی بھی ہے۔ گھبراہٹ سے مراد لاپروائی نہیں ہے۔ بلکہ حتی المقدور کوشش سے ہے۔ اُس میں بھی جسمانی اور دماغی قوت صرف ہوتی ہے۔ وہ ایک قسم کی بے اعتباری ہے جسے لوگ خدا کی مسبب الاسبابی میں صرف کرتے ہیں۔ اُس سے نقصان ہوتا ہے اور وہ دوسروں کو بھی ناگوار ہوتی ہے۔ اُس کے باعث کام پر توجّہ نہیں جمنے پاتی اور اسی لئے کام اچھی طرح نہیں ہو سکتا +

سب سے آخری بات کامیابی کی ضامن یہ ہے کہ انسان کبھی اُس کام کو اختیار نہ کرے جس میں اُس کا جی نہ لگتا ہو۔ کیونکہ جہاں انسان کا دل ہوتا ہے۔ وہیں وہ کچھ کر بھی سکتا ہے۔ مزید برآں ایمانداری۔ مہربان مزاجی اور خودداری بھی کامیابی کی دلیل ہیں اور وہ ایسے اسباب ہیں جن کے ذریعہ انسان کو کامیابی حاصل کرنے میں بہت کچھ امداد مل سکتی ہے +

ایک نہائت کامیاب شخص جس نے تجربات کے ذریعہ مذکورہ بالا باتوں کو کامیابی کا اصلی ذریعہ قرار دیا ہے نوجوانوں سے خواہش کرتا ہے کہ اگر وہ ان باتوں پر عمل کرینگے تو اُسے ممنون احسان بنائینگے۔ دراصل مذکورۂ بالا باتوں میں بہت کچھ حقیقت ہے اور اگر اُن پر عمل کیا جائے تو ضرور کامیابی کی رُونمائی حاصل ہو سکتی ہے +

نصیحت گوش کن اے جاں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

ملکۂ پرستان

مسکین پر تیر نگاری

دونوں بہت پریشان [illegible] ہانپ کر
بعد شاہزادہ آرتھر نے اپنی [illegible] اور سر گاؤین نے
اپنی ڈھال - اور دونوں شاہزادے باتیں کرتے ہوئے چلے
قریب تھا وہ ایک شاندار قلعہ کے نزدیک پہنچ گئے جو لب
دریا ایک خوشنما وادی میں تھا۔ دونوں [illegible] رات گذارنے
کے خیال سے اسکی طرف [illegible] ہوئے [illegible] دروازے پر پہنچکر
معلوم ہوا کہ دشمنوں کے خوف کے باعث قلعہ کے پھاٹک
بند ہیں۔ پس انھوں نے اپنی آمد کی اطلاع نرسنگا بجا کر دی
اور نعرے لگائے۔ پہرے دار نے [illegible] اوپر والی مینار میں سے
جھانک کر دریافت کیا کہ کیا چاہتے ہو۔ سورماؤں نے جواب
دیا کہ ہم اندر آنا چاہتے ہیں +

پہرے دار نے کہا کہ اے بہادرو بھاگ جاؤ۔ جلد
بھاگ جاؤ۔ اپنی جان لے کر چمپت ہو۔ ورنہ تمہاری جان
کی خیر نہیں۔ اگرچہ ہم تمہیں اندر داخل ہونے دیں بھی تو
بھی تم داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارے گرداگرد ہزاروں
دشمن موجود ہیں۔ جنکے مقابلے میں ہم اس قلعے کو سات
سال سے بچاتے رہے ہیں۔ اور بہت سے سورما جو ہماری
کمک آئے تھے وہ میدان جنگ میں کام آئے اور مفت انکی
جانیں ضائع گئیں +

ابھی پہرے دار یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ ہزاروں جان
لیوا خونخوار بدعہد وسفاک اور بدمعاش نکل آئے۔ اور چیختے
چلاتے اور برہنہ تلواریں لئے ہوئے سورماؤں کی طرف
بڑھے۔ ان کی صورت سے ہیبت اور خونخواری ٹپک رہی
تھی۔ انھوں نے سورماؤں پر اس جوش وخروش کے
ساتھ حملہ کیا کہ گویا انھیں ابھی ابھی مٹا دینگے۔ لیکن
جب شاہزادہ آرتھر اور سر گاؤین نے اپنی حفاظت کے
لئے ان پر حملہ کیا تو وہ پسپا ہونے لگے۔ اور ذرا ہی دیر بعد
انکے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ اور انمیں سے جو
زد پر آ گیا اس کی ہستی مٹ گئی۔ لیکن جتنے مارے گئے
وہ سب آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ کیونکہ وہ سایہ تھے +

ان سفاک اور بدوں کو بھگا کر دونوں سورما پھر
قلعے کے پھاٹک پر آئے۔ اور بدستور سابق اندر جانے
کے لئے مصر ہوئے۔ اتنی دیر میں اس خاتون نے جو قلعہ
کے اندر محصور تھی باہر کی جنگ وجدال کا حال سن لیا۔ اور وہ
سورماؤں کا استقبال کرنے اور انہیں مبارکباد دینے کیلئے
معہ اپنے لوگوں کے دوڑی ہوئی آئی۔ اس خاتون کا نام
الماس تھا۔ وہ بڑی ہی حسین اور نوجوان تھی۔ لیکن باحیا
اور نیکدل۔ وہ نہایت زرق برق پوشاک اور جواہرات پہنے
ہوئے تھی۔ اسنے بالوں کا سنگھار طرح طرح کے پھولوں سے
کیا تھا۔ اس نے سورماؤں کی اندر بڑی خاطر تواضع کی۔
جسکے بعد سورماؤں نے کہا کہ انھیں قلعے کی سیر کرائی
جائے۔ اس خاتون نے اس بات کو بخوشی منظور کر لیا۔
اور انہیں بذات خود انکے ساتھ جا کر سیر کرائی +

سب سے اول وہ انھیں فصیل پر لے گئی جو نہایت
بلند مضبوط اور خوش نما تھی وہ مٹی سے بنائی گئی تھی اس
میں دو پھاٹک لگائے گئے تھے۔ ایک دروازے سے

لوگ اندر جاتے تھے۔ جب اُسے بند کر دیا جاتا تھا تو وہ کھل نہیں سکتا تھا اور جب کھول لیا جاتا تھا تو بند نہیں ہو سکتا تھا۔ اُسکے بند کرنے اور کھول لینے کے متعلق ایک حکمت تھی جو صرف اہلِ قلعہ ہی کو معلوم تھی۔ اُسکے اوپر والے مینار میں ایک پہرے دار بیٹھا رہتا تھا۔ اس قلعے میں بہت سی چیزیں دکھانے کے بعد الماس سماؤں کو ایک مینار میں لے گئی جہاں تین بزرگ نمادے رہتے تھے۔ جو الماس کو رموز سلطنت اور طریق حکمرانی بتاتے رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک تو واقع ہونے والی باتوں کو معلوم کر سکتا تھا۔ دوسرا موجودہ باتوں کی نسبت صلاح دیتا تھا۔ تیسرا گذشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھتا تھا۔ پس زمانے کے واقعات میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کا انتظام یہ تینوں دانشمند نہیں کر سکتے تھے۔ الماس کے اِن تینوں مشیروں کے نام تصور۔ تمیز۔ اور حافظہ تھے ✦

ملامت کی چٹان اور رواں جزیرہ۔

رات گذارنے کے بعد سرگاین مع اپنے نوکر کے اکرآسیہ ساحرہ کی تلاش کے لئے روانہ ہوا۔ سمندر کے گھاٹ پر انہیں ایک ملاح مع کشتی کے ملا جسے الماس نے وہاں مامور کر دیا تھا۔ اس ملاح نے سرگاین اور اُسکے نوکر کو کشتی کے ذریعہ دریا سے پار کر دیا۔ آہادسنی اور ملاح نے دریافت کرنے پر کہا خلیج حرص آ گیا۔ جو لوگ اُسکے ہتے چڑھ جاتے ہیں اُنہیں نگل جاتی ہے۔ اس خلیج میں ایک طرف کو چٹان ملامت واقع تھی۔ جو اپنی طرف کشتی میں سوار ہو کر سفر کرنے والوں کو کھینچکر تباہ کر ڈالتی تھی ✦

جونہی کہ کشتی اِن خطرناک چیزوں کے نزدیک پہونچی ملاح نے اُسے سارے زور سے کھینا شروع کیا۔ تاکہ اُنکی زد سے بچ جائے۔ خدا خدا کر کے کشتی بامن وامان اُنکے پاس سے گذر گئی۔ اور وہاں ایک جزیرہ نظر آیا۔ سرگاین کے نوکر نے کہا کہ لیجئے خشکی آ گئی۔ اس پر ملاح نے کہا کہ وہ ہے تو خشکی لیکن خطرناک اور دھوکہ باز۔ وہ رواں جزیرہ ہے۔ جو غائب بھی ہو جاتا ہے۔ اُن سے دور ہی رہنا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس جزیرہ اور اس قسم کے دیگر جزیروں میں قدم رکھتے ہیں جو یہاں کثرت پائے جاتے ہیں وہ گویا موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں ✦

اِن سیلانی جزیروں سے گذر کر ملاح نے کہا کہ اب سفر کا سب سے زیادہ خطرناک حصہ آتا ہے دیکھو وہ سامنے ریگِ رواں ہے۔ اور اُسکے پاس ہی ایک غارِ ہلاکت خطروں سے بھرا ہوا ہے۔ ان دونوں کے بیچ میں ہو کر ایک تنگ راستہ جاتا ہے۔ کوئی کشتی یا جہاز جو اس ریگِ رواں پر چڑھ جاتی ہے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ ملاحوں اور تاجروں نے اس تباہی پھیلانے والی ریگ کو دور کرنے کے لئے بہت کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس ریگ رواں سے گذر کر کشتی غارِ ہلاکت کے نزدیک پہونچی۔ اُسکا پانی اس زور سے چکر کھاتا تھا کہ جو چیز بھی اُسکی گرفت میں آ جاتی ڈوب کر ہلاک ہو جاتی تھی۔ لیکن ملاح اپنی کوشش اور دانائی کے ذریعے کشتی کو اِن آفات سے بھی بچا کر لے گیا ✦

آگے بڑھ کر سمندر کے بیچوں بیچ پانی فوارے کی شکل میں اوپر کو اُٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ جو شے اِس پانی کے پھیر میں آ جاتی وہ دُنیا سے نیست و نابود ہو جاتی تھی۔ اِس تلاطم خیز پانی کو دیکھ کر سرگاین سے کڑے دل شخص کا زہرہ بھی آب آب ہو گیا ✦

بحر و بر کے عفریت

ذرا اور آگے بڑھکر خشکی اور تری کے عفریت دکھائی دئے۔ ان کی شکلیں نہایت کریہ اور وحشت انگیز تھیں۔ جنہوں نے ترگاین کو اس باختہ کر دیا اور اسکی ہمت جواب دے گئی۔ لیکن دراصل وہ عفریب اصلی نہ تھے۔ بلکہ سایہ۔ ترگاین کے نوکر کے پاس جادو کا عصا تھا جس سے اُسنے سمندر کے پانی کو پھٹکارنا شروع کیا اور عفریت غائب ہو گئے۔ ان بلاؤں سے آگے بڑھکر انہوں نے کسی کی دردانگیز چیخیں سنیں۔ اور نگاہیں دوڑائیں تو ایک حسین و شکیل عورت پر نظر پڑی جو مدد کی طالب تھی۔ ترگاین نے اُسے مصیبت زدہ تصور کیا۔ اور اُس کی مدد کے لئے آمادہ ہو گیا۔ لیکن ملاح نے کہا کہ وہ مصیبت میں نہیں بلکہ مکار ہے اور دھوکہ دینے والی۔ اگر اسکی بات سنوگے تو ضرور کسی خطرے میں پڑ جاؤگے +

اور آگے بڑھکر وہ ایک خوشنما خلیج میں پہونچے۔ جسکے ایک طرف تو ڈھلوان پہاڑی تھی اور دوسری طرف ایک بلند چٹان تھی۔ اور دونوں کے درمیان ایک غار۔ اس خلیج میں بحری نازنینیں رہتی تھیں۔ وہ اپنے راگوں کے ذریعے مسافروں کو للچاکر اور اپنے قابو میں کرکے ہلاک کر ڈالتی تھیں۔ اسلئے جب ترگاین اُنکے نزدیک پہونچا تو انہوں نے راگنی شروع کر دی۔ اُن کا راگ اس قدر شیریں اور دلفریب تھا کہ ترگاین نے ملاح سے کہا کہ کشتی ذرا آہستہ آہستہ چلاؤ۔ لیکن اسکے خادم نے کہا کہ جناب بندہ آپ اس راگ کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ کشتی کو جلد چلانے دیں۔ اور یہاں سے گذر جائیں۔ کیونکہ یہ راگ ہی لوگوں کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔

غرض ترگاین نے نوکر کی بات پر عمل کیا اور بہت جلد اس ملک کے نزدیک پہونچ گئے جہاں کہ وہ جانا چاہتے تھے +

یکایک ایک بڑے کہر نے آکر کشتی کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ ترگاین وغیرہ کی نگاہوں سے ساری دنیا اوجھل ہو گئی۔ اور ساتھ ہی ہولناک پرندوں کی ایک جماعت نے اُن پر زور شور سے حملہ کیا۔ لیکن ملاح نے حواس بجا رکھے اور کشتی کو کھیتا ہوا آگے کو لے گیا۔ اور اس تیرہ و تاریک کہر سے آگے بڑھ گیا۔ اور پھر مطلوبہ سرزمین نظر آنے لگی۔ اس وقت نوکر نے ترگاین سے کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ اور تلوار کھینچ لو۔ کیونکہ ایک سخت خطرہ آنے والا ہے +

ترگاین نے یہ بات مان لی اور جب کشتی کنارے پر پہنچی تو نوکر اور ترگاین مسلح ہو کر اس سے اُترے تاکہ ہر خطرے کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ ابھی وہ دور نہ گئے تھے کہ انہوں نے درندوں کی سی خوفناک آوازیں اور چیخیں سنیں۔ جو اُن کو پھاڑ کر کھا جانے کے لئے تیز حملہ آور ہونے تھے۔ یہ دیکھ کر نوکر نے جادو کا عصا اوپر کو اُٹھایا اور وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اور پیچھے کو ہٹ گئے +

ان سے گذر کر سوداگر ترگاین اور اُسکا نوکر منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ یعنے جادوگرنی کے مسکن جو ایک خوشنما جزیرے کے اندر واقع تھا اور جس کی تلاش میں وہ مدتوں مارے پھرتے تھے +

ساحرہ کا مسکن

یہ ایک بڑا دلفریب مسکن تھا۔ اعلےٰ دستکاری اور صناعی کا نمونہ۔ بلکہ قدرت کے ہو بہو۔ جہاں عیش

وعشرت کا ہر طرح کا سامان مہیا کیا گیا تھا۔ مسکن کے دروازہ پر ایک دراز قامت اور وجیہہ دربان بیٹھا رہتا تھا۔ جو غریب دیگر مسافروں کو اندر بلا لیتا تھا۔ یہ دربان باغ مسرت کا محافظ تھا۔ اس کے ہاتھ میں جام شراب رہتا تھا۔ جسے اس نے سرگاین کے نذر کیا۔ مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ باغ کے اندر داخل ہو کر سرگاین کو بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ باغ خوشنمائی اور دلفریبی میں اپنا نظیر آپ ہی تھا۔ باغ میں ایک سایہ دار محرابی روش تھی جو رنگارنگ دلپسند اور معطر پھولوں اور خوش ذائقہ پھلوں سے لدی ہوئی تھی۔ اس روشنی کے اندر ایک خوب صورت اور جوان عورت پرتکلف لباس زیب بدن کئے ہوئے بڑی آن بان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جس کے ہاتھ میں پھولوں کے عرق کا ایک پیالہ تھا۔ جسے اس نے سرگاین کی نذر کیا۔ مگر اس نے لے کر پھینک دیا۔ اس پر وہ عورت (اس عورت کا نام بے اعتدالی تھا) بہت ناخوش ہوئی اور سرگاین اس کے پاس سے گذرا ✣

آگے بڑھ کر ایک کنج آیا۔ جس میں بے نظیر قسم قسم کے گوناگون پھول تھے اور بیچوں بیچ ایک فوارہ چل رہا تھا۔ نوکر نے سرگاین سے کہا بس اسی کنج میں ساحرہ رہتی ہے۔ ابھی وہ اس کے نزدیک نہ پہونچے تھے کہ دلفریب راگ سنائی دینے لگا۔ مگر اسکا سرگاین نے کچھ خیال نہ کیا۔ وہ مع نوکر کے قدم بڑھاتا ہوا کنج تک اور ساحرہ کے مقابل جا پہونچا ✣

ساحرہ سوتا نیندی میں پھولوں کی سیج پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر ریشمی نقاب پڑا ہوا تھا۔ اور پاس ہی ایک خوب صورت نوجوان اسکی جادو کے اثر سے بیہوش پڑا تھا۔ اسکے گرداگرد بہت سی عورتیں کھڑی تھیں۔ سرگاین نے پھرتی سے اس جال میں پھنسا لیا جسے اس کے نوکر نے تیار کیا تھا۔ اور اسکی ساری سہیلیاں اور نوکرنیاں بھاگ گئیں۔ ساحرہ نے رہائی کے لئے بہت سی ترکیبیں کیں۔ لیکن ایک بھی پیش نہ گئی۔ سرگاین نے اسکا کنج اور باغ وغیرہ تباہ کر ڈالا اور ساحرہ کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا ✣

قید کرنے کے بعد سرگاین نے ساحرہ سے دریافت کیا۔ کہ یہ خونخوار درندے کیسے تھے تو اس نے بتایا کہ وہ انسان تھے جن کو اس نے جادو کے زور سے حیوان بنا لیا تھا۔ سرگاین نے ساحرہ سے کہا کہ تم انہیں انسان بنا کر رہا کر دو۔ ساحرہ نے اس بات کو مان لیا۔ اور سرگاین کے رہبر یا نوکر نے ان پر جادو کا عصا پھیرا۔ اور وہ انسان کی شکل میں آ گئے۔ اور اپنے اپنے گھر کو سدھارے ✣

اس کے بعد سرگاین اور اس کے رہبر اس کے پاس واپس گئے۔ اور اپنے ساتھ ساحرہ کو بھی لے گئے جسے انہوں نے حراست میں کر کے ملکۂ پرستان کے پاس مع اس پیغام کے روانہ کیا کہ اسے ملکہ گلوریانہ کے پاس روانہ کر دیا جائے تاکہ گلوریانہ کو معلوم ہو جائے کہ سرگاین نے کیسے کیسے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ اور خود مع شاہزادہ آرتھر اور اپنے رہبر کے کسی سمت کو اور اور کارہائے نمایاں انجام دینے کیلئے روانہ ہوا ✣

ملک اٹلی میں مجرموں کا تناسب دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ ہے۔ فی دس لاکھ کے پیچھے ۱۴۰۵ مجرم ہوتے ہیں ✣
چار سال میں خرگوشوں کے ایک جوڑے کی نسل ۱۵ لاکھ ہو سکتی ہے۔ مادہ خرگوش ایک سال میں ۷ جھول دیتی ہے ✣

کفایت شعاری

پس اندازہ کرنے کے ذرائع (۲)

اکثر سننے میں آتا ہے کہ "علم کا نام طاقت ہے" لیکن کبھی یہ سننے میں نہیں آتا کہ "جہالت کا نام طاقت ہے" تاہم علم کے مقابلہ میں جہالت کا دنیا میں زیادہ اثر اور دور دورہ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ انسان کی بری عادات اور سرکار کی غرملی باتوں کا آجکل رواج ہے۔ یہ جہالت نہ صرف انسانوں کو ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار کرتی ہے۔ بلکہ جیل خانوں۔ پاگل خانوں کو بھی بھرتی اور پولس کے قائم کرانے کا موجب ہوتی ہے۔ سلطنت کی جسمانی طاقت کا منبع بھی جہالت ہے۔ اسلئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ جہالت بڑی طاقت ہے +

جہالت اسلئے بھی ایک زبردست طاقت ہے کہ علم کی پہونچ اب تک بہت کم لوگوں تک ہوئی ہے اس لئے مناسب ہے کہ علم کو ترقی دیجائے۔ اسکی اشاعت میں دل سے کوشش کی جائے تاکہ لوگونکی واقفیت وسیع ہونے اور عقل میں ترقی ہونے کے باعث علم کو جہالت پر برتری حاصل ہو جائے +

اگر جرائم کی فہرست۔ شرابیونکی فہرست۔ اور فضول خرچ لوگوں کی فہرست کا ملاحظہ کیا جائے تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ انمیں جہاں ایک تعلیم یافتہ شخص ہے۔ وہاں سو جاہل ہیں۔ گویا جہالت کا پلہ بھاری ہے۔ انگلستان کی تشویش اور سوشل تکالیف کا باعث بقول مسٹر سیموئیل اسمائلز جہالت ہے۔ برائیوں کے مٹانے کے لئے انجمنیں اور سوسائٹیاں قائم کیجاتی۔ روپیہ خرچ کیا جاتا اور محنت و کوشش کیجاتی ہے لیکن جہالت کی طاقت اسقدر زیادہ ہے کہ وہ ان سب باتوں پر غالب رہتی ہے۔ اس سے ہمیں اکثر افسوس اور ناامیدی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات علم جہالت کے خلاف جد و جہد کرنے سے دستبردار ہو جانے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔

جہالت کی حکومت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ نیک باتیں جو انھیں سنائی جاتی ہیں وہ ان کے دل و دماغ میں اسلئے اثر نہیں کر سکتیں کہ وہ دل و دماغ کے قابل نہیں ہوتیں۔ نیک باتیں جاہلوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں عاقلانہ خیالات انکے دماغ میں اپنے لئے گنجائش پیدا نہیں کرسکتے جاہلوں میں صرف تھوڑے ہی لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جن پر مذکورۂ بالا قسم کی باتیں کچھ اثر کر سکیں +

جو محکمے اور سوسائٹیاں لوگوں کی جسمانی صحت کو ترقی دینے کے لئے قائم کی گئی ہیں جو اپنے معا کو اشاعت دینے کے لئے کتابیں اور رسالے شایع کرتی ہیں لیکن جن لوگوں کی خاطر یہ چیزیں مہیا کی جاتی ہیں ان میں سے نصف بھی تو انکو نہیں پڑھتے۔ اور جو لوگ کہ انھیں پڑھتے ہیں ان میں بہت ہی کم ایسے ہیں جو انکی باتوں پر غور کرتے ہیں؟۔ اس طرح قوانین حفظ صحت کا ستیاناس مارا جاتا ہے۔ اور جب کوئی مرض نمودار ہوتا ہے۔ تو لوگ اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور موت کا بازار گرم ہوتا ہے۔ بہت سے بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سی عورتیں بیوہ۔ اور اسیطرح بہت سے مرد رنڈوے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ جہالت ہی طاقت ہے؟

اس جہالت پر غالب آنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ ذریعہ یہ ہے کہ جب آفتاب عالمتاب چاہ۔ گرتا ہے تو نہ بچی کا قزمو ہانی۔ اور الو۔ چمگادڑ۔ اور دیگر

جانور جو تاریکی پسند ہیں اپنے اپنے مسکنوں میں چلے جاتے
ہیں۔ اس طرح جب آفتاب علم جلوہ گر ہوگا تو جہالت بھی
کافور ہو جائے گی۔ لوگوں کو اچھی تعلیم دو گے تو جرائم کی
تعداد گھٹ جائے گی۔ شراب خوری۔ فضول خرچی۔
قانون کی خلاف ورزی۔ اور ہر قسم کی برائی دور ہو جائیگی
اگرچہ بالکل نہیں تاہم ایک بڑی حد تک تو ضرور۔

آجکل جہالت کا زمانہ ہے اور جہالت کا دور دورہ۔
اس سے ظاہر ہے کہ علم کا بازار مندا پڑ گیا ہے۔ چالاک آدمی
زیادہ شریر ہو سکتا ہے۔ اس لئے کوئی انسان جس قدر
زیادہ چالاک اور ذہین ہوگا وہ اسیقدر زیادہ شریر بھی
ہوگا۔ اسلئے تعلیم جو لوگوں کو بہم پہنچائی جاتی ہے اس کی
بنیاد مذہب اور اخلاق پر ہونی چاہئے۔ کیونکہ محض تعلیم
ہی لوگوں کے دلوں سے برائی کا نقش نہیں مٹا سکتی۔
بہت سے چالاک لوگ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ لیکن انکی خصلت
اور اطوار کسی کام کے نہیں۔ بلکہ برعکس اسکے ان میں
شراب خوری اور برائی بہت زیادہ ہے۔ اور نیز فضول
خرچی اور جھگڑا فساد۔

مفلسی لوگوں کی سوشل تنزل کا موجب نہیں ہے
جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اخلاقی حالت کی
خرابی۔ اگر مزدوری پیشہ لوگوں کی آمدنی ایک ساتھ
دگنی کر دیجائے تو انکی مسرت اور سوشل حالت میں کسی قسم
کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان باتوں کا تعلق روپے سے
نہیں ہے۔ بلکہ روپے سے تو زیادہ تر خرابیاں پیدا ہوتی
ہیں۔

مرحوم مسٹر کلے جو پرسٹن کے اصلاح خانہ میں پادری تھے
انہوں نے شراب خوری کی بابت پتہ لگا کر قائم کی ہے کہ شراب
خوری نے مزدوروں تک نیک باتوں کے پہونچنے کا رستہ
بند کر دیا ہے۔ بظاہر مذہبی تعلیم کی کمی اور علم سے ناواقفیت
یہ باتیں جرائم اور بد اطوار کو ترقی دینے والی ہیں۔"

مرحوم سر آرتھر ہیلپس نے ایک مرتبہ زیادہ اور کم اجرتوں
کی بابت تقریر کرتے وقت کہا تھا کہ "اگرچہ فی زمانہ
اجرتیں کم ہیں۔ لیکن اس قدر کافی ضرور ہیں کہ مزدوری
پیشہ لوگوں کی گذر ہو سکے۔ انگلستان میں ہر سال اجرتوں
میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اجرتوں کو اچھے
کاموں میں کم خرچ کیا جاتا ہے۔ اور یہی بات مزدوری
پیشہ لوگوں کے تنزل کا موجب ہے۔ ان لوگوں کے لئے
دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ ہے کہ روپیہ کیسے پیدا کیا
جائے۔ دوسرے یہ کہ اسے کیسے خرچ کیا جائے۔ لیکن
تجربہ بتا رہا ہے کہ جو لوگ فی ہفتہ ۲۰ شلنگ پاتے ہیں۔
انکی نہ تو گذران ہی اچھی طرح ہوتی ہے اور نہ وہ دوسری
قسم کے کام کرنے والوں کے مقابلے میں جو فی ہفتہ صرف
چودہ شلنگ ہی پیدا کرتے زیادہ پس انداز نہیں کرتے۔
اگر ۲۰ شلنگ اور ۱۴ شلنگ اجرت والے ایسے خاندانوں کا
مقابلہ کیا جائے جن میں انسانوں کی تعداد برابر برابر ہو تو
۲۰ شلنگ والے خاندانوں کی حالت ابتر نکلتی ہے۔ اس کا
سبب یہ ہے کہ وہ روپیہ خرچ کرنے کا طریقہ نہیں جانتے۔"

جوں جوں لوگوں کی علمی۔ اخلاقی اور مذہبی تعلیم کو
ترقی ہوگی توں توں وہ زیادہ احتیاط اور دوربینی سے
کام لینے لگیں گے۔ اور اپنی آمدنی کو زیادہ سود مند
طریقہ میں خرچ کرینگے جس طرح روپے کے استعمال میں
اچھے طریقہ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اسی طرح تعلیم کے استعمال
میں بھی۔ لیکن افسوس کہ عام طور پر ایسا نہیں کیا جاتا۔

تعلیم انسان کو ہمیشہ نفع ہی پہونچاتی ہے۔ سادی
ترقی حاصل کرنے کا ذریعہ یہی سمجھ کر اسے حاصل کرنا خالی از

نفع نہیں۔ ڈاکٹر ملاین ہیفیر کی رائے ہے کہ اگر انگلستان اپنے مزدوری پیشہ لوگوں کی تعلیم کا انتظام نہیں کریگا تو اُسے تنزل ہو جائے گا۔ ڈاکٹر ہیر یوسٹر ساکن اڈنبرا کی رائے ہے کہ سوسائٹی کے امن اور مسرت کی مادی باتوں کو تعلیم یافتہ اور دانشمند لوگوں ہی تک محدود کرنے سے کوئی ترقی نہیں ہوگی۔ بلکہ سوسائٹی کے ہر درجہ اور ہر طبقہ کو تعلیم سے فیضیاب ہونے دیا جائے۔ اگرچہ سوسائٹی بدارواح اور مہلک امراض سے بچ سکتی ہے۔ لیکن جہالت سے نہیں۔ اسلئے سرکار کا فرض ہے کہ وہ تعلیم سب کو دے۔

اگرچہ سرکاری مدارس میں لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن اُسے سارے ملک میں رواج دئے بغیر کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔ اگر انگلستان میں بھی تعلیم ویسی ہی عام ہو جائے جیسے کہ جرمنی میں ہے تو لوگوں کو بہت نفع پہونچے۔ اور بیس ہی سال کے اندر اندر لوگوں کے اطوار میں بے حد ترقی ہو جائے۔ تعلیم کی افزونی اور ترقی نے جرمنی میں شراب خوری بالکل شادی ہے۔ پس انگلستان کی شراب خوری۔ فضول خرچی۔ اور سوشل برائیوں کا قلع قمع بھی ترقی تعلیم ہی سے ہو سکے گا۔

جب تعلیم کی ترقی کے ذریعہ مزدوری پیشہ لوگوں میں اخلاق کو ترقی ہوگی تو ان میں لامحالا کفایت شعاری۔ پرہیزگاری اور دوراندیشی کو بھی ترقی ہوگی اور یہی باتیں سوشل ترقی کا ذریعہ ہیں۔ تعلیم یافتہ اور خوش حال لوگوں میں اب یہ خواہش روز افزوں ترقی کر رہی ہے کہ مزدوری پیشہ اصحاب کی حالت میں ترقی پیدا کی جائے۔ کیونکہ یہی لوگ قوم کی دولت اور خوش اقبالی کا ذریعہ ہیں۔ اسلئے اُن کو اس درجہ پر پہونچا دیا جائے جسکے وہ مستحق ہیں اور جو انہیں ابتک حاصل نہیں ہوا۔ اس سے یہ امید ہوتی ہے کہ اب وہ وقت نزدیک ہے جبکہ مزدوری پیشہ اصحاب میں عقل اخلاق۔ دور اندیشی۔ روشن خیالی اور خود مختاری کو زیادہ ترقی ہو جائے گی۔ اور ان باتوں کے اثر سے لوگ کفایت شعاری کے عادی ہو کر مصیبت۔ ضرورت اور پیرانہ سالی میں بھی راحت و آرام سے ہم آغوش رہ سکیں گے۔

مسٹر ولیم ملیکان مرحوم جو مانچسٹر میں حاکم شہر تھے اور مزدوری پیشہ لوگوں میں سے تھے ان کا قول ہے۔ کہ مزدوری پیشہ شخص جس قدر زیادہ کما سکتا ہے کمائے۔ اور جس قدر ہو سکے کم خرچ کرے۔ اور جو کچھ خرچ کرے وہ اپنے اور اپنے خاندان کے نفع کی خاطر۔ اور سب سے مقدم کفایت شعاری کو سمجھے۔ کیونکہ خود مختاری اسی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اور نیز فارغ البالی۔ لازم ہے کہ ہر شخص اپنے اخراجات کو آمدنی سے کم ہی رکھے اور جہاں تک ہو سکے۔ پس انداز کے لئے کوشش کرے۔ تاکہ اُسے اپنے فرائض اور ضروریات میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہو۔ مگر یہ بات محض کفایت شعاری۔ اور دور اندیشی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ کفایت شعاری ایک ایسی چیز ہے جس کی سب کو خواہش کرنی چاہئے۔

کفایت شعاری

شائستگی کامیابی کے ممکن ہونے کو بتاتی ہے۔ (ڈکنس)

دماغی لیاقت یا جسمانی طاقت کسی شخص کے لئے ترقی

کا راستہ بتاتی ہے۔ (شیکسپیئر)

سلطنت اور خاندان دونو ہی میں حصول دولت کا ذریعہ کفایت شعاری ہے۔ (سسرو)

کفایت شعاری ہی وہ ترتیب ہے جو خانگی انتظام اور ترتیب میں کام میں لائی جاتی ہے۔ اسکا خاص مقصد یہ ہے کہ خاندان کے ذرائع کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ چیزوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ اور فضول خرچی سے ہاتھ اٹھایا جائے۔ کفایت شعاری دانش اور دوراندیشی پر منحصر ہے۔ اور کبھی بھی اتفاق سے یا اچانک نہیں پیدا کی جا سکتی۔ بلکہ کوشش و اکتساب سے۔ کفایت شعاری کے ذریعہ بہت سی خوشگوار باتوں کو [illegible] کے آئندہ کے نفع کے لئے قربان کر دیا جاتا ہے۔

مسٹر انچبالڈ جو کتاب موسومہ سمپل اسٹوری (سادہ کہانی) کی مصنف تھیں انہوں نے کفایت شعاری کے ذریعے اپنی چھوٹی سی آمدنی کا نصف حصہ اپنی بیکس اور حاجتمند بہن کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور باقی نصف میں اپنی اور اپنے خاندان کی گذر کرتا تھا۔ مسٹر والٹر اسکاٹ کا مکان ایبٹسفورڈ میں واقع تھا۔ ان کے باورچیخانے میں ایک چھوٹا سا جملہ کندہ تھا "کسی چیز کو ضائع نہ کرو تاکہ محتاج نہ ہو" یہ جملہ کفایت شعاری کا راز ہے۔ کفایت شعاری کے لئے ترتیب ایک بڑا ذریعہ ہے۔ خواہ اسکا تعلق گھر کے کاموں سے ہو۔ خواہ کالج سے۔ خواہ فوج سے۔ خواہ کارخانہ سے۔ ہر چیز کے لئے ایک جگہ مقرر ہونی چاہئے اور ہر چیز کو اسی کی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جو مدعا اس کہاوت میں بیان کیا گیا ہے اسکا نام ترتیب ہے اور ترتیب ہی سے دولت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کوئی بھی اپنی دولت کے خرچ کرنے میں ترتیب سے کام لیتا ہے وہی کچھ پس انداز کر سکتا ہے۔ برعکس اسکے جو لوگ ترتیب سے نابلد ہوتے ہیں وہ نہ پس انداز کر سکتے ہیں اور نہ دولت مند ہو سکتے ہیں۔

ترتیب سے وقت کا انتظام بھی خوب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب تک کام میں ترتیب کو اچھی طرح ملحوظ نہ رکھا جائے تب تک وقت رائگاں جاتا ہے۔ اور جب وقت ایک بار ضائع کیا تو سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لئے گیا۔ ترتیب بہت سی باتوں کی شامل ہے۔ مثلاً اخلاقی اور قدرتی اطاعت اور پیروی بھی ایک قسم کی ترتیب ہے۔ دوسروں کی حقوق و فرائض کا لحاظ کرنا بھی داخل ترتیب ہے نیکی اور خوبی بھی ترتیب ہے۔ دنیا کی بہتری بھی ترتیب ہی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور جو لوگ ترتیب کے پابند رہتے ہیں وہ کبھی نہ پیچھے نہیں رہتے۔

کفایت شعاری انسانی زندگی میں ایک ترتیب ہے جو بہت سے خاندانوں کو فاقہ سے بچاتی ہے۔ گھر کے کاروبار کا تعلق زیادہ تر عورتوں سے ہوتا ہے اسلئے انکا کفایت شعار ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس خیال سے عورتوں کو ابتدائی عمر ہی سے ترتیب کفایت شعاری کی تعلیم دی جانی چاہئے۔

نواب۔ تاجر۔ ساہوکار۔ دستکار۔ کاریگر اور مزدور پیدائشی طور پر ایک ہی طبیعت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ مختلف حیثیتوں میں پیدا ہوتے ہیں مگر ان کا زندگی کو عمدہ طریقہ میں گذارنا یا برے طریقے میں یہ انکی طبیعت اور کوشش پر منحصر ہے۔ جس سے صاف صاف عیاں ہوتا ہے کہ جو شخص چاہے نیک بن سکتا ہے اور جو چاہے بد۔ اسی طرح جو چاہے دولتمند ہو سکتا ہے اور جو چاہے مفلس۔

حفظ صحت

پانی اور اسکا خارجی و داخلی استعمال

بہت سی حالتوں میں ایک مرد یا عورت جسکی تندرستی میں کوئی نقص نہ ہو چھ ہفتے تک فاقہ کشی کو برداشت کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے صاف اور عمدہ پانی بکثرت پینے کے لئے ملتا رہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پانی کا کافی مقدار میں استعمال کھانے کی نسبت زندگی کے لئے زیادہ مفید ہے۔ تندرستی زندگی کے لئے ہر چوبیس گھنٹے میں کئی بار پانی پینا چاہئے۔ مزید براں خارجی طور پر بھی یعنی غسل وغیرہ میں پانی کو کافی مقدار میں استعمال کیا جائے۔

خون پر اسکی حالت کے اعتبار سے کئی الفاظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی لئے لوگ بعض اوقات کہتے ہیں کہ خون "گاڑھا یا ساکن" ہے۔ بعض اوقات اسے "پتلے یا متحرک" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کبھی "منجمد" یا "رقیق" کے نام سے اور کبھی "گرم" یا "سرد" کے نام سے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ ان الفاظ سے مراد کیا ہے۔ مگر صرف معدودے چند لوگ جو علم ترکیب اجسام کے ماہر ہوتے ہیں کہہ سکتے ہیں کہ خون اور خون کی بناوٹ سے پانی کو کیا تعلق ہے؟

پانی خون کی بنیاد ہے۔ پانی کے بغیر خون کا ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ پانی ہی سے خون اس قدر رقیق ہو سکتا ہے کہ وہ قلب۔ پھیپھڑوں۔ رگوں۔ ہڈیوں۔ اعصاب۔ لفافات وغیرہ میں آسانی کے ساتھ گردش کر سکے۔ پس جب تک خون رقیق حالت میں رہے تب تک اس میں خون ضرور رہے گا۔ قدرت نے پانی کا خود انتظام کیا ہے۔ اور اسے ہر غذا میں کم و بیش مقدار میں شامل کر دیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ میں مجبوراً چند روز تک قیام کرے جہاں پانی نہ ملتا ہو تو پانی کی کمی کو غذا پورا کرتی ہے۔ پانی جسم انسانی کے اندر نہ صرف خون ہی میں پایا جاتا ہے بلکہ باریک ترین رگوں۔ طبقات اور ہڈیوں میں بھی۔ اگر ہڈیوں میں سے سارا پانی نکال لیا جائے تو وہ ایک گھنٹہ زندہ نہیں رہ سکتیں۔ جسم کے اندر کئی قسم کی رطوبات ہوتی ہیں۔ مثلاً تھوک۔ لعاب دہن۔ لعاب معدہ۔ انتڑیوں میں کا لعاب وغیرہ وغیرہ۔ ان سب میں پانی ملا ہوتا ہے۔ پیشاب میں پانی زیادہ مقدار میں ہوتا۔ وہ پانی جس سے پیشاب بنتا ہے کہاں سے آتا ہے۔ وہ براہ راست معدے سے نہیں آتا جیسا کہ بہت لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ خون ہی سے۔ پیشاب میں علاوہ پانی کے اور سالم یا ٹھوس چیزیں بھی ہوتی ہیں اور یہ سب جسم کے اندر کے زہریلے فضلے ہوتے ہیں۔ جسے جسم خارج کر دیتا ہے۔

اگر متعدد ایام تک پانی پینے کو بالکل نہ ملے تو جسم کا ہر فعل بند ہو جاتا ہے اور پیاس۔ خشکی اور جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر اس حالت میں پانی پینے کو نہ ملے تو سلسلۂ حیات منقطع ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ خالص پانی قطعی نہیں پیتے۔ تاہم وہ اور قسم کے عروق ضرور استعمال کرتے ہیں جن میں پانی کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص دن میں تین بار دو دو پیالے چاء یا قہوہ کے پیتا ہے وہ ڈیڑھ بوتل پانی پی لیتا ہے۔ سوائے بول

ویرا اور پسینے کی صورت کے اور کسی صورت میں پانی جسم سے براہ راست خارج نہیں ہوتا۔ وہ خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور مختلف طریقوں سے خارج ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک عمل تنفس بھی ہے۔

چوبیس گھنٹے میں کس قدر پانی پینا چاہئے؟ یہ ایک بڑا ضروری سوال ہے اور اس کے متعلق کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ پانی کی مقدار انسان کی عمر اور جسامت۔ کام کی مقدار۔ غذا کی مقدار اور دیگر عرقوں کی مقدار پر منحصر ہے۔ موسم کا بھی پانی سے تعلق ہے۔ ماہرین علم ترکیب اجسام نے یہ قرار دیا ہے کہ دو سے لے کر تین نصف بوتل پانی ہر روز پینا چاہیے۔ مگر بعض کی رائے ہے کہ چار یا پانچ نصف بوتل پینا چاہئے۔ لیکن دو یا تین۔ چار یا پانچ نصف بوتل پانی تو اس حالت میں کافی ہو سکتا ہے جبکہ اور اور قسم کے عروق بھی استعمال کئے جائیں۔ قدیم زمانہ میں جاپانی پہلوان پر روز ایک گیلن پانی ۲۴ گھنٹے کے اندر پی جاتے تھے۔ زمانہ حال کی ورزش کے جستجو کے ماہر بھی قریب ایک گیلن پانی روزمرہ استعمال کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ میں فوجی اسکول واقع نیو پوئنٹ کے ڈاکٹر لفٹنٹ کوہلر کی رائے ہے کہ پانی کو بکثرت پینا چاہئے۔ یہاں تک کہ رات کو سوتے وقت بھی نصف بوتل کے قریب بچا لینا چاہئے۔ اور جاپانی پہلوانوں کی تو یہ رائے ہے کہ ورزش شروع کرنے سے پیشتر اگر ایک گلاس پانی پی لیا جائے تو ورزش سے تکان بہت کم ہوتی ہے۔

جس قدر پانی خون اور دیگر رطوبات کے کام میں نہیں آتا۔ یا لیفات اور شرائین ہڈیوں اور انتڑیوں کے کام میں نہیں آ سکتا۔ اسے گردے چھپتے تک نہیں۔ بلکہ وہ جلد کے مسامات میں ہو کر خارج ہو جاتا ہے۔ یا عمل تنفس کے ذریعہ جسم سے نکل جاتا ہے۔ اس لئے زیادہ پانی پینے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ برعکس اس کے پانی نہ پینے کی حالت میں انسان کے لئے زیادہ خطرہ ہے۔

موسم گرما میں پانی پیا جاتا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ جسم کے اعضا زیادہ کام کرتے ہیں۔ اور جسم کے اندر رطوبات زیادہ مقدار میں ضائع جاتی ہیں۔ اسلئے فضلات کو جسم سے خارج کرنے کے لئے بھی زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے جو لوگ زیادہ محنت کرتے یا ورزش کرتے ہیں انھیں زیادہ پانی پینے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں کم پانی استعمال کرنا گویا خون کو زیادہ گاڑھا بنانا اور اسے سڑانا ہے۔

بعض لوگ موسم گرما کی نسبت موسم سرما میں بہت ہی کم پانی پیتے ہیں۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ دیگر موسموں کی مانند جاڑوں میں بھی زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس موسم میں بھی جسم سے اسی قدر پانی خارج ہوتا ہے جس قدر کہ اور اور موسموں میں۔ پس پانی زیادہ مقدار میں پینا اور استعمال کرنا غلطی نہیں ہے۔ بلکہ کم مقدار میں۔ خون کا زیادہ گاڑھا ہو کر زہر ہونا پانی کی قلت پر منحصر ہے۔ پانی زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے خون۔ رگیں۔ لیفات۔ ہڈیاں وغیرہ وغیرہ۔ زیادہ تندرست رہتی ہیں گویا پانی میں ادویہ کے خواص بھی ہیں۔ پانی ایک قدرتی دوا اور علاج ہے۔ اور صحت کے خواستگاروں کو اسے کافی اور مقررہ یا ضروری مقدار میں پینا اور استعمال کرنا چاہئے۔

نیو یارک کے ایک بڑے ہسپتال کے ڈاکٹر نے مسٹر آئرونگ ہنکوک سے جو جسمانی قواء کے نشو و نما اور ترقی

کے بڑے بڑے زبردست ماہر ہیں ایک مرتبہ بیان کیا کہ "اگر مجھے صرف ایک ہی دوا سے علاج کرنا پڑتا تو وہ دوا پانی ہوتا۔ اور میں گرم و سرد پانی کو داخلی اور خارجی ادویہ کے طور پر استعمال کرتا"۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ پانی کا استعمال انسان کو زیادہ فربہ بنا دیتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ پانی میں غذائیت نہیں ہے۔ بلکہ پانی کا خاص کام یہ ہے کہ وہ جسم کے اندر کی رطوبات کو کافی طور پر رقیق بنائے رکھے بعض کا خیال ہے کہ پانی بکثرت پینے سے مرض استسقا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔

پروفیسر ہچنسن صاحب جو لندن ہسپتال سے تعلق رکھتے ہیں وہ اپنے رسالہ موسومہ "غذا اور پرہیز" میں لکھتے ہیں کہ "جسم کے کیمیاوی عملوں پر پانی کا اثر بہت ہی کم معلوم دیتا ہے۔ گذشتہ زمانہ میں لوگوں کا خیال تھا کہ جس قدر زیادہ پانی پیا جائے گا اس قدر زیادہ شرائین پیدا کرنے والے مادہ ضائع جائے گا مگر اب یہ خیال غلط مانا جاتا ہے۔ کیونکہ اب تو پانی کا زیادہ استعمال کرنا جسم کا نقصان نہیں سمجھا جاتا بلکہ شرائین کا صاف کیا جانا اور ان میں کے فاسد مادہ اور فضلہ کو خارج کرنا۔ اور یہ اخراج نہایت اہم اور ضروری بات ہے۔ گنٹھیا۔ ذیابیطس۔ بخار وغیرہ امراض گردہ میں پانی کا زیادہ مقدار میں استعمال کرنا اچھا ہوتا ہے"۔

انسان کا جسم ایک قسم کی کنڈی ہے جسے پانی صاف کرتا رہتا ہے۔ گذشتہ چند سالوں کے عرصہ میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امراض گنٹھیا۔ وجع مفاصل وغیرہ میں جب زہریلا مادہ اور فضلہ جسم کے مختلف اعضا میں حرکت کرتا اور جمع ہو جاتا ہے تو پانی کے کثیر استعمال سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور شدت مرض میں کمی ہو جاتی ہے۔

زہریلے مادہ اور فضلہ کا بہت بڑا حصہ جسم سے مسامات کے ذریعہ خارج ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ جلد سے اجزات ہر دم خارج ہوتے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ اجزات ہمیں نظر نہیں آتے۔ جب تک جلد صاف نہ ہو تب تک مسامات بند رہتے ہیں اور وہ اجزات کے خارج کرنے کا کام اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے۔ جب جلد کے مسامات بند ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ جلد میلی اور غلیظ ہے۔ جسم اور جلد صاف۔ اور مسامات کو کھلا رکھنے کے لئے سب سے بہتر علاج یا ترکیب غسل ہے۔ چونکہ مسامات ہمیشہ کام کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے غسل باقاعدہ اور مقررہ وقت پر ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ غسل روزمرہ کیا جائے۔ تاہم روزانہ غسل نفع سے خالی نہیں ہے۔ اور زیادہ تر اطبا اس کی تائید میں رائے دیتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزانہ غسل سے جسم کمزور ہوتا ہے لیکن یہ رائے نادرست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب انسان روز غذا کھاتا ہے تو جسم کو غسل کیونکر کمزور کر سکتا ہے۔ غسل روزمرہ کے کاموں میں شمار ہی نہیں کیا جائے۔ بلکہ اسے پوری طرح کرنا چاہئے۔ جو زہریلا فضلہ کہ جلد کے مسامات کے ذریعہ خارج نہیں ہو سکتا وہ پھیپھڑوں، گردوں اور آنتوں کے ذریعہ خارج ہو جاتا ہے۔

روزمرہ غسل کا بہترین وقت غذا کھانے سے پیشتر یا بعد میں ہے۔ لیکن بعد میں ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد۔ رہی یہ بات کہ غسل کس قسم کا ہو سو وہ ضرورت پر منحصر ہے غسل کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً گرم۔ نیم گرم۔ اور سرد۔ غسل جس قدر زیادہ گرم ہوگا اسی قدر زیادہ مسامات کھل جاتے ہیں۔ اور پسینے کے ذریعہ فاسد مادہ زیادہ مقدار

میں خارج ہوتا ہے۔
مگر سب سے بہتر غسل گرم پانی کی بارش ہے۔ جس میں صابون ملا ہوا ہو۔ جس کے بعد کم گرم پانی سے جسم صاف کیا جائے۔ اور سب سے آخیر میں سرد پانی میں غوطہ لگایا جائے۔ یا سرد پانی جسم پر سے بہایا جائے۔ جب غسل صبح بیدار ہونے کے چند گھنٹے بعد کیا جائے تو مناسب ہے کہ غسل کرنے والا تو دیر تک پانی کے اندر ڈوبکی لگاتے رہے۔ اس سے غسل کرنے والے کو بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے +
اس بارے میں لوگوں میں اختلاف رائے ہے کہ سارے آدمی محفوظ اور بے خطر طریقہ میں سرد غسل نہیں کر سکتے۔ یہ رائے ایک حد تک تو درست ہے۔ اور بعض لوگ نے الواقع سرد غسل سے وہ نفع نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہتے کیونکہ وہ ایک غلط اور نقصان دہ طریقہ میں غسل کرتے ہیں۔

بعض حالتوں نہیں بے خطر طریقہ میں غسل کرنے کا طریقہ ناممکن خیال کیا جاتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا غسل ٹھیک طور پر کرنا ممکن نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرد پانی یکایک غسل کرنے سے ٹمپریچر میں آ جاتا ہے۔ اور اس سے صحت جسمانی کو نقصان پہونچتا ہے۔ اگرچہ گرم غسل سے جسم خوب صاف ہو جاتا ہے اور مسامات کھل جاتے ہیں لیکن اگر اس کے بعد ہی سرد پانی میں غوطہ نہ لگایا جاوے تو بعد میں کاہلی اور سستی لانے والا ہوتا ہے لیکن سرد پانی میں غوطہ لگانے سے ہی جسم میں تحریک پیدا ہو جاتی اور توانائی بھی آ جاتی ہے۔ پس جو لوگ اس عادت کے عادی ہو جاتے ہیں ان کو بڑی ہی تفریح معلوم اور محسوس ہوتی ہے +

ایک بڑے آدمی کی نصیحت نوجوانوں کو

۱۔ کم چیز پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ اس بڑی سی بڑی بات کیلئے کوشش کرو جو ممکن ہو سکے۔ اور جس چیز کا حاصل ہونا ممکن ہو اُسے ضائع نہ کرو +
۲۔ خدا نے تمہیں جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اپنے کو اُس کے کرنے کے قابل بناؤ۔ اور جب کام ہاتھ میں ہو تو اُسے جی لگا کر کرو۔ اور جب وہ ختم ہو جائے تو کھیلو کودو +
۳۔ وقت کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ وہ بیش بہا شے ہے۔ تم کھوئی ہوئی دولت کی کمی پوری کر سکتے ہو۔ مگر وقت کی کمی نہیں +
۴۔ کام کرو محنت کرو۔ اگر غریب ہو تو کام امیر بنا دیگا + ۵۔ شہرت کی جگہ ایمانداری زیادہ بہتر ہے +
۶۔ اگر تمہیں کسی کام کو کرتے وقت یہ معلوم ہو کہ وہ کام بُرا ہے تو اُسے چھوڑ کر دوسرا کام اختیار کر لو اور اپنی غلطیوں سے سبق سیکھو +
۷۔ روپیہ کماؤ۔ لیکن اُسے نیک کاموں میں لگاؤ +
۸۔ جو باتیں درست ہیں۔ اُن ہی کے بل پر دُنیا کا کاروبار چلتا ہے۔ اسلئے درست بات پر ضرور عمل کرنا چاہئے +
۹۔ جس تعریف کے تم مستحق ہو اُسے ضرور کرو۔ اور جسکے مستحق نہیں ہو اُس سے دُور بھاگو +
۱۰۔ اپنی ذات کا اندازہ کرو۔ جو باپ شہادت اور قرائن سے سچی ہو اُسے ضرور کرو۔ اور جب یقین ہو جائے کہ تم راستی پر ہو تو

سیلاس مارنر

گوڈفرے کی بیوی کی وفات

سیلاس مارنر اس بچے کے ساتھ ساتھ لگا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس جھاڑی کے پاس پہنچ گئی جہاں اسکی ماں پڑی ہوئی تھی۔ اگرچہ ماں بظاہر نیند میں تھی مگر درحقیقت خواب عدم میں مصروف۔ لڑکی اس کے پاس ہی کھڑی ہوکر "ام۔ آں"۔ "ام۔ آں" کہنے لگی۔ سیلاس مارنر نے جھک کر بغور دیکھا تو اسے جھاڑی کے نیچے ایک عورت پڑی ہوئی نظر آئی +

جس وقت سیلاس مارنر نے جھاڑی کے نیچے گوڈفرے کی مردہ بیوی کو دیکھا اس وقت گوڈفرے کے باپ کاس صاحب کے ہاں جشن ہو رہا تھا۔ چونکہ کاس صاحب قصبہ ریولو میں بڑے ذی رتبہ شخص تھے اور سیلاس مارنر کو معلوم تھا کہ انکی بزم طرب میں قصبہ کا حاکم بھی شریک ہے اسلئے وہ اطلاع دینے کی غرض سے سیدھا ان کے دولت خانہ کی طرف چل دیا +

کاس کے مکان کے اس کمرے میں جس میں جشن ہو رہا تھا دو دروازے تھے۔ اسوقت دونوں ہوا کے غرض سے کھلے ہوئے تھے۔ چنانچہ سیلاس مارنر ایک دروازے سے داخل ہوا اور حاکم قصبہ کی طرف لڑکی کو گود میں لئے ہوئے بڑھا۔ اسوقت اتفاق سے گوڈفرے کی نگاہیں کہیں لڑکی پر پڑ گئیں۔ یکایک افشائے راز کے خیال سے انکا دل دھڑکنے لگا۔ اور چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ مگر اس اثنا میں مارنر حاکم قصبہ کے پاس پہنچ گیا +

کاس صاحب (مارنر کو ڈانٹ بتاکر) "تو اس وقت یہاں کیوں آیا ہے؟" +

سیلاس مارنر "میں حاکم قصبہ کے پاس آیا ہوں۔ اور ڈاکٹر صاحب کو اپنے ہمراہ لے جاؤنگا!" +

کاس صاحب "کیوں؟ کیا بات ہے؟" +

سیلاس مارنر "ایک عورت برف کے باعث مرگئی ہے اور کنکرڈ کی کان کے پاس ایک جھاڑی کے تلے پڑی ہے" +

اس اثنا میں لیڈیاں جو جشن میں شریک تھیں سیلاس مارنر کے گرد جمع ہوگئیں۔ تاکہ اس کی آمد وغیرہ کا حال دریافت کر سکیں۔ اور ان میں سے کسی نے ایک ساتھ دریافت کرنا شروع کیا کہ یہ کس کا بچہ ہے۔ کسی نے گوڈفرے سے پوچھا کہ نہیں معلوم ہے کہ یہ معصوم بچہ کس کا ہے۔ جسکے جواب میں گوڈفرے نے صاف انکار کردیا۔ سیلاس مارنر اس بچے کو اس خیال سے سینہ سے لگائے ہوئے تھا کہ کہیں کوئی اسے چھین نہ لے۔ اتنے ہی میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔ اور انہوں نے سیلاس مارنر سے کچھ باتیں کیں۔ جسکے بعد ہی وہ اسکے ہمراہ چلدئے۔ خود گوڈفرے بھی دوسرے دروازے سے نکل کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایک لیڈی بھی گئی۔ جسنے گوڈفرے کو راستہ میں سے واپس کرنا چاہا۔ مگر وہ واپس نہ آیا +

ڈاکٹر صاحب جھاڑی پر پہنچے اور انہوں نے گوڈفرے کی بیوی کو دیکھا بھالا۔ اس کا مرغ روح جسم خاکی سے پرواز کرگیا اور اس دکھیاری کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا تھا۔ گوڈفرے نے ڈاکٹر صاحب

دریافت کیا کہ وہ عورت زندہ ہے یا مرگئی۔ ڈاکٹر نے جواب میں کہا کہ
مردہ ہے۔ نہ معلوم کب کی مرگئی۔ ڈاکٹر صاحب کاس صاحب کے
مکان کی طرف چلے اور گوڈفرے اپنی بیوی کو دیکھنے کے لئے
ٹھیرگیا۔ تاکہ مزید اطمینان کرسکے ؛

گوڈفرے اپنا خوب اطمینان کرکے شاد شاد لوٹا۔ کیونکہ
جسکا اُسے کھٹکا لگا رہتا تھا وہ اس دُنیا سے کوچ کر گئی تھی۔
اسلئے جب وہ بزم طرب میں پھر داخل ہوا تو بیحد بشاش تھا۔
اُسے یقین تھا کہ اُس کی بیوی کو ریوویں تو کوئی بھی
نہیں جانتا اور پہچانتا۔ پس صبح کو اُس بدنصیب کی نعش
دفن کی جائیگی۔ ڈاکٹر صاحب نے کاس صاحب اور اُن کے
مہمانوں سے کہدیا کہ ایک عورت بظاہر اور غالبًا برف کی
شدت اور سردی کے مارے مرگئی ہے۔ نہ معلوم وہ
کون ہے اور کہاں کی رہنے والی۔ پھر سب لوگ جشن میں
مصروف ہو گئے۔ اور جب دل بھر کے لطف اٹھا چکے تو
سو رہے ؛

صبح ہوئی۔ اور بدنصیب عورت کی نعش دفن کرا
دیگئی۔ اور قصبہ یا حلقے میں جہاں یہ بدنصیب کچھ عرصہ
سے رہتی تھی لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ کہیں چلی گئی۔ کسی کو
خبر بھی نہ تھی کہ کہاں سے آئی تھی اور کہاں چلی گئی۔ اور
اُسکی بچی سیلاس مارنر کے پاس رہی۔ ریوو کے لوگوں
اور خصوصًا صاحب اولاد عورتوں کو اس بات پر بڑی
حیرت ہوئی کہ سیلاس مارنر جو ایک گوشہ نشین شخص ہے
اور دُنیا کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا اُسے اُس یتیم
بچی کے ساتھ کیوں اسقدر اُنس ہو گیا۔ اور وہ کیوں اُس
ننھی سی لاوارث جان پر اسقدر ترس کھانے لگا۔ بعض
کو اس بات سے حیرت ہوئی تھی کہ ایک تنہائی پسند شخص
کیونکر ایک دو سالہ شیر خوار کی پرورش کر سکیگا ؛

گوڈفرے ایک دن سیلاس کے پاس آیا اور اُس سے
کہنے لگا کہ تم اس لڑکی کو قصبہ کے پادری کے حوالے کردو
کیونکہ وہاں اُسکی پرورش خوب اچھی طرح ہو سکے گی۔ لیکن
سیلاس نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ گوڈفرے چلتے وقت
اُسے ایک ہاف گنی یعنی ساڑھے سات روپیہ کا سکہ دے
گیا تھا۔ جب مسز ونتھروپ جو ایک بیحد رحمدل عورت تھی اس
لڑکی کو دیکھنے کے لئے سیلاس مارنر کے گھر گئی تو سیلاس نے
اُس سے کہا کہ اُسے گوڈفرے صاحب اس قدر نقدی اس
لڑکی کے لئے دے گیا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ اُسے
کس قسم کے کپڑے وغیرہ بنوا دئے جائیں۔ جس کے
جواب میں مسز ونتھروپ نے کہا کہ تم اس نقدی کو اپنے
پاس رکھو۔ میں اپنے بچوں کے پرانے کپڑے دے دونگی
جو اس بچی کے ٹھیک آئینگے۔ پس وہ گھر گئی اور وہاں کپڑے
اور جوتے لائی۔ اور اُنکو سیلاس مارنر کے حوالے کر دیا۔ مسز
ونتھروپ اور سیلاس مارنر میں لڑکی کے بپتسمہ وغیرہ کی
نسبت کچھ باتیں ہوئیں۔ اور چند ہی دن بعد اس کا بپتسمہ
ہو گیا۔ سیلاس مارنر جو کبھی گرجے میں نہیں جھانکتا تھا۔ اب
اُس بچی کی بھلائی کے خیال سے گرجے جانے لگا۔ اُسکی
اشرفیاں جنکی وہ بیحد نگرانی کرتا تھا اور جو بظاہر اُسے کوئی
نفع نہیں دیتی تھیں۔ اُسکے پاس سے جاتی رہی تھیں۔ مگر اس
لڑکی نے اُسکی زندگی میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ اور
اُس کا تعلق دُنیا کی بہت سی باتوں کے ساتھ کرا دیا ؛

لڑکی جوں جوں بڑی ہوتی گئی۔ توں توں سیلاس مارنر
کی زندگی میں بھی ایک نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں۔ اب وہ
گوشہ تنہائی میں بہت ہی کم رہتا تھا۔ بلکہ بچی کو شام کو ساتھ
لیکر سیر کیلئے نکلتا اور مرغزار میں جاتا۔ پھول چنتا اور
پرندوں کے نغمے سنتا۔ گرجے بھی جاتا۔ لوگوں سے ربط و ضبط

بھی بڑھانے لگا۔ اُس لڑکی کا نام ایپی رکھا گیا۔ اور وہ عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ عقل و سمجھ میں بھی ترقی کرنے لگی۔ اور اسی طرح شرارت میں بھی جو بچوں کا خاصہ ہوتا ہے۔ اُسکی شرارتوں سے مارنر کسی قدر دق بھی ہوتا تھا۔ ایپی جوں جوں بڑی ہوتی گئی توں توں شرارت میں بھی دن بدن ترقی کرتی گئی۔ وہ طرح طرح پر سیلاس مارنر کو دق کرتی اکثر گھر سے نکل جاتی اور سیلاس کو جب اس کی خبر ہوتی تو وہ بیچارا اُسے ڈھونڈھتا پھرتا۔ اگرچہ غصے کے مارے وہ اُسے گاہے گاہے سزا دینے کے لئے بھی آمادہ ہو جاتا لیکن چونکہ اُسے ایپی سے ایسا ہی اُنس ہو گیا تھا جیسے کہ باپ کو اپنے بچوں سے اسلئے وہ اُسے سزا تو نہ دیتا۔ ایپی کی وجہ سے سیلاس مارنر کو پندرہ سال کامل کے بعد ریوِلو اور اُسکے لوگوں کے ساتھ ایک خاص دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ قصبے کے بچے جو پہلے سیلاس کے پاس آتے ہوئے ڈرتے تھے اب ایپی کے باعث اُسکا گھر گھیرے رہتے تھے۔ ایپی اور اُسکی باتوں اور منصوبوں کے باعث اسقدر مصروفیت پیدا ہو گئی تھی کہ اب اُسے اپنی گم شدہ دولت کا بھی خیال نہ رہا۔ گویا تو وہ کبھی دولتمند ہی نہ تھا یا یوں کہو کہ اُسکی دولت زلزلے کے باعث زمین کے اندر دھنس گئی تھی۔ الغرض یہ کہ ایپی عمر میں ترقی کرتی گئی اور سیلاس مارنر کے تعلقات بھی دنیا اور اہل دُنیا کے ساتھ بڑھاتی گئی +

اگرچہ ریوِلو کے اور لوگ بھی ایپی پر ترس کھاتے تھے۔ کیونکہ وہ یتیم تھی اور سیلاس مارنر سے غریب شخص کے پاس۔ لیکن سب سے زیادہ ترس گوڈفرے صاحب کھاتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کی بیٹی تھی اور ان کے نطفہ سے پیدا۔ وہ اکثر سیلاس مارنر کو کوئی نہ کوئی چیز ایپی کیلئے دیدیتے تھے۔ اور اکثر خیال کیا کرتے تھے کہ جب وہ بڑی ہو گی تو وہ اُس کی آئندہ بہتری کیلئے کچھ انتظام کرینگے +

گوڈفرے صاحب کی بیوی جو اُن کے ارادوں میں ایک روک تھی اس دُنیا سے چل بسی تھی اور اب وہ بالکل بیفکر ہو گئے تھے۔ دن بدن اُنکی صورت پر رونق بڑھتی جاتی تھی اور اپنے دلی منصوبوں اور خواہشوں کے پورا کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ ڈنسٹن ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اسلئے لوگ خیال کرنے لگے تھے کہ یا تو وہ فوج میں بھرتی ہو گیا اور یا کسی ملک کو چلا گیا۔ گوڈفرے کو ڈنسٹن کی یاد بھی نہ رہی۔ گوڈفرے نے اپنے اطوار بھی درست کر لئے۔ اور اب اُسے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی آئندہ زندگی راحت و آرام سے بسر ہو گی +

باغیچہ کی تجویز

خزاں کا موسم ہے اور اتوار کا دن۔ آج سیلاس مارنر کے پاس آئے ہوئے گوڈفرے صاحب کی لڑکی کو پورے سولہ سال گزر چکے ہیں۔ صبح کا وقت ہے۔ اور گرجے میں گھنٹہ بجنا بند ہو گیا ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے، کہ صبح کی نماز ختم ہو چکی۔ اور گرجے کے اندر سے محرابی دروازہ میں ہو کر گرجے جانے والے نکل رہے ہیں۔ اُن میں سب آگے چند ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم بھی پہچانتے ہیں۔ مگر مرد جوان میں ایک نمایاں شخص ہے۔ اور جسکی عمر ۴۰ سال کی ہے اُسکی شکل و صورت میں ابتدا زمانہ سے کوئی فرق نہیں آیا۔ البتہ اُس کے چہرے پر سے جوانی کے آثار رخصت ہوتے جاتے ہیں مگر عورت جو اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے آ رہی اگرچہ وہ عمر میں اُس سے صرف کسی قدر چھوٹی ہے۔ تاہم اُس میں بہت کچھ تبدیلی واقع ہو گئی ہے +

یہ دونو شخص مسٹر گوڈفرے کاس اور مسز گوڈفرے کاس ہیں۔ یہ دونو ایک راستہ پر مڑ گئے جو ریڈ ہاؤس کو جاتا

تھا۔ لیکن ان ہی پرستاروں میں ایک اور شخص بھی ہے یعنی سیلاس مارنر۔ اُس کی شکل و صورت میں بہت فرق آگیا ہے۔ اُسکے شانے نیچے کو جھک گئے ہیں۔ اور بال زیادہ سفید ہوگئے ہیں۔ اور ان علامات کے باعث اُسکی عمر بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ عمر درحقیقت ۵۴ سال کی ہے۔ اسکے برابر ہی ایک نوخیز لڑکی ہے جسکا شباب شروع ہوگیا ہے۔ اُسکی عمر ۱۸ سال کی ہے۔ اسکا نام ایپی ہے اُس نے بال نہایت خوشنما انداز سے بنائے ہیں۔ اور کاکلوں کو پیشانی پر چھوڑ دیا ہے۔ ریولو میں جتنی جوان لڑکیاں ہیں اُن میں ایپی کے بال سب سے اچھے ہیں۔ ایپی سیلاس مارنر کو باپ کہتی اور سمجھتی ہے +

ایپی (سیلاس مارنر سے) "ابا جان میں چاہتی ہوں کہ مکان کے آگے ایک باغیچہ لگاؤں۔ جس میں مختلف قسم کے پھول ہوں۔ جیسے کہ مسز ونتھروپ کے باغیچہ میں ہیں۔ لیکن اس میں بہت محنت کرنی پڑیگی۔ زمین کا کھودنا اور تازہ مٹی لانا۔ اور تم اس کام میں مدد نہیں دے سکتے۔ کیا دے سکتے ہو؟ خیر کچھ ہی ہو۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ آپ سے اسقدر محنت کراؤں" +

سیلاس مارنر "بیٹی اگر تم یہی چاہتی ہو تو میں محنت کے لئے آمادہ ہوں۔ شام کو کام سے فارغ ہونے کے بعد میں تھوڑی دیر محنت کرسکتا ہوں۔ اور اسی طرح صبح کو کام شروع کرنے سے پیشتر۔ تم نے مجھ سے پیشتر کیوں نہ کہا کہ تم باغیچہ لگانا چاہتی ہو؟" +

ایک نوجوان (جو ایپی کے برابر جا رہا تھا) "ماسٹر مارنر میں تمہارے عوض کھدائی کا کام کرسکتا ہوں کیونکہ فرصت کا وقت اُسمیں لگا دینے میں بڑی ہی تفریح ہوگی۔ میں کاس صاحب کے باغ میں سے کچھ مٹی اور کھاد بھی لے آؤنگا۔ کیونکہ وہ مجھے اسکی اجازت دے دینگے" +

سیلاس مارنر "اہا ہارون تم بھی آ پہونچے۔ مجھے اس کی خبر نہ ہوئی۔ کیونکہ جب ایپی مجھ سے باتیں کرتی ہے تو میں اُس کی باتوں کو اسقدر غور سے سُنتا ہوں کہ مجھے اور کسی بات کا خیال تک نہیں رہتا۔ اگر آپ بھی ہاتھ بٹائیں تو ایپی کیلئے ایک باغیچہ ضرور بنجائے۔ اور جلد تر" +

سیلاس مارنر "خیر اگر تم خیال کرو اور مناسب سمجھو تو میں اسٹون (لنکڈ کی کان) پر روز آ جاؤں۔ اور وہاں ہم تم باغیچہ کے لئے زمین پسند کرلیں" +

ایپی "مگر ابا جان میں تم سے محنت کرانا نہیں چاہتی۔ ہارون باغیچہ میں کام دینے کیلئے کچھ اپنی رائے سے نہیں کہہ رہا ہے۔ بلکہ مسز ونتھروپ کی رائے سے" +

ہارون "اور میری ماں نے تو تم سے ایسا کہا ہی نہیں۔ پھر تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوگئی۔ ماسٹر مارنر جانتا ہے کہ میں اُسکے عوض کام دینے کیلئے راضی ہوں" +

ایپی "ابا جان میں اور تم اتنا کام ضرور کرینگے کہ کیاریاں بنائیں اور لکڑیاں گاڑیں اور پودے لگا دیں۔ جب ہم پھول لگالینگے تو اسٹون پٹ پر بڑی بہار ہوگی۔ میں وہاں طرح طرح کے خوشرنگ اور معطر پھول لگانا چاہتی ہوں۔ مگر لیونڈر تو یہاں کہیں ہیگا نہیں" +

ہارون "خیر تلاش سے بن جائیگا۔ خود ریڈ ہاؤس محل میں لیونڈر کا ایک بڑا تختہ ہے۔ کیونکہ مسز کاس اُس کی بڑی شائق ہے" +

سیلاس مارنر "مگر تم وہاں سے ہمارے نام سے کوئی چیز نہ لانا۔ کیونکہ مسٹر گوڈفرے کاس ہم پر بیحد مہربانی کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے مکان بنوادیا۔ اور اور"

تاریخ یورپ

ہالینڈ

لفظ ہالینڈ کے معنی ہیں نشیبی ملک کے۔ اس ملک کو علاوہ لفظ ہالینڈ کے لولینڈ، وکنٹریز۔ اور نیدرلینڈز کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جو دقتیں کہ ترقی کرنے میں یورپ کے اور اور ملکوں کو ہوئیں رہی۔ بلکہ اُن سے بھی بڑھکر ہالینڈ کو پیش آئیں چنانچہ اول اول تو اس ملک کو اہل اسپین اور اہل آسٹریہ سے جنگ وجدل درپیش رہی۔ اور پھر اہل فرانس اور اہل انگلستان سے۔ لیکن اس کا سب سے زبردست دشمن سمندر تھا جس کے باعث اُسے بیحد اور نہایت سخت دقتوں کا سامنا ہوتا تھا +

ہالینڈ ایک نشیبی ملک ہے۔ اور اس میں دریاؤں کے دہانے سمندر کے نزدیک ہیں۔ موسم سرما میں جب سمندر کی طرف سے زور کی ہوا چلتی ہے تو سمندر کا پانی دریا کے دہانوں میں ہو کر ملک کے اندر داخل ہوتا اور بربادی پھیلاتا ہے۔ اور بعض وقت سمندر کے پانی سے سارے ملک میں ایک سیلاب آجاتا ہے۔ ہالینڈ اور بلجیم کے ساحل پر نہ چٹانیں ہیں۔ اور نہ پہاڑ۔ اس لئے اہل ہالینڈ کو سمندر کے تلاطم خیز پانی کے مقابلہ میں بڑی پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے +

وسطی یورپ میں کوہستان سوئٹزرلینڈ سے بہت سے دریا نکلتے ہیں۔ جن میں سے رائن۔ میوز اور شیلٹ سرزمین ہالینڈ میں ہو کر بہتے ہیں۔ موسم سرما میں اُن کے باعث ملک ہالینڈ میں کئی کئی فٹ گہری برف جم جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے ٹکڑوں میں منقسم ہو کر دریاؤں کے ذریعہ سمندر میں پہنچ جاتی ہے۔ اور جب کڑاکے کا جاڑا پڑتا ہے تو برف کے باعث ملک میں سخت سردی ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات دریا میں کسی مقام پر برف جم کر دریا کی رفتار کو بند کر دیتی ہے۔ اور دریا کا پانی ادھر اُدھر نکل کر ملک میں پھیل جاتا ہے +

ہالینڈ کے شمالی حصہ میں ایک بحیرہ ہے جسے زوئیڈرزی کہتے ہیں۔ وہ کبھی خشک حصہ تھا۔ لیکن اب سے کوئی ۵۰۰ سال پیشتر پانی کے طوفان سے وہ بحیرہ بن گیا۔ اس کا رقبہ ۲۱۰۰ مربع میل ہے۔ اس طوفان نے ۱۰۰ ہزار جانیں ہلاک کر دیں۔ پھر اس کے بعد پانی کے ایک طوفان نے ۴۴ گانوں تباہ کر دئے۔ کوئی ۲۰۰ سال ہوئے کہ ۱۵۰۰ مکانات ایک طوفان نے تباہ کر دئے۔ ان سب مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ملک نے بڑے بڑے پشتے بنائے ہیں۔ جن کے ذریعہ طوفان یا سیلاب کے موقع پر پانی کو روک دیا جاتا ہے۔ ان پشتوں کی نگرانی کے لئے سرکار نے ایک محکمہ قائم کیا ہے +

اہل ہالینڈ کو اُن دریاؤں اور دریاؤں کے دہانوں سے جو ملک میں ہو کر گذرتے ہیں جہاں بہت سی تکالیف کا سامنا رہتا ہے وہاں ترقی کرنے کے

بہت سے موقع بھی ملتے ہیں۔ جب تک بحری محکمے قائم نہیں ہوتے تھے تب تک ممالک یورپ میں بندرگاہ بھی نہیں تھے۔ صرف دریاؤں کے دہانے اور خلیج ہی بنادر کا کام دیتے تھے۔ کسی زمانہ میں اہل ہالینڈ اعلےٰ درجہ کے جہازراں تھے۔ اس پیشہ کی بدولت اس ملک کے رہنے والوں میں ماہی گیری کا پیشہ ہونے لگا۔ ڈیوک آف نارمنڈی کے انگلستان پر حملہ آور ہونے سے پیشتر یہ پیشہ ہوتا تھا۔ اگرچہ ماہی گیری کے پیشہ کے لئے انگلستان اور فرانس میں بہت کچھ جنگ وجدل ہوتی رہی۔ لیکن اہل ہالینڈ نے اس پیشہ میں کمال حاصل کرلیا ہے۔ الغرض یہ کہ اہل ہالینڈ فن جہازرانی میں ید طولے رکھتے ہیں۔ گویا اس ملک نے دیگر ممالک یورپ کو جہازرانی میں مات کردیا تھا۔ انگلستان اور فرانس کی جنگ وجدل کا خاتمہ ہونے سے پہلے ہی یورپ کی بحری اشیاء کی تجارت اور نیز بحری تجارت بالکل اہل ہالینڈ ہی کے ہاتھوں میں تھی +

اہل روم نے یورپ کے اکثر ملکوں پر تو قبضہ کرلیا۔ مگر ہالینڈ پر نہیں۔ اس خیال سے وہ ملک حکمرانی کے قابل نظر نہیں آتا۔ بلکہ اُس سے عہدنامہ کرلیا۔ لیکن جب یورپ میں شاہ شارلیمین حکمران تھا تو ہالینڈ کو ہولی رومن اسپائر میں شامل کرلیا گیا۔ کچھ عرصہ تک تو اہل ہالینڈ ماتحتی میں رہے اور بعض اوقات اُن سے اور حکمرانوں سے جنگ بھی چھڑ جاتی تھی۔ آخرکار مختلف صوبوں کے گورنر خودمختار ہوگئے اور اُنہوں نے ہالینڈ اور بلجیم کی سلطنتوں کی بنیاد ڈالی۔ شاہ شارلیمین نے اُن کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا۔

جس کے باعث وہ تجارتی اور صنعتی امور میں روز افزوں ترقی کرتی گئیں +

ان صوبوں نے آپس میں اپنی حفاظت کے لئے اتحاد کرلیا۔ اور اُن سے آگے چل کر ایک متحد سلطنت پیدا ہوگئی۔ جس کا نام ہالینڈ رکھا گیا۔ اس کے بعد ہی اُس پر فلپ الملقب بہ جری نے جو برگنڈی کا نواب تھا قبضہ کرلیا۔ برگنڈی فرانس کا صوبہ تھا۔ ہالینڈ اور برگنڈی میں تعلق اس طرح پیدا ہوا کہ ڈیوک آف برگنڈی نے ہالینڈ کے صوبہ فلانڈرس کے نواب کی بیٹی مارگریٹ سے شادی کی تھی۔ پس اُس نے اس رشتہ کو ہالینڈ پر قبضہ کرنے کے لئے کافی سمجھا اس ڈیوک کی وفات کے سو سال بعد چارلس الملقب بہ جری سوئٹزرلینڈ والوں کے جنگ کرتے وقت مارا گیا۔ اور لوئی نام کے گیارہویں فرانسیسی بادشاہ نے برگنڈی پر قبضہ کرلیا۔ اور اُسے فرانس میں شامل کرلیا۔ مگر اُس نے ہالینڈ پر قبضہ نہیں کیا +

اس وقت برگنڈی کے نواب کی بیٹی میری نے ہولی رومن امپائر کے سردار سے شادی کرلی۔ اور ہالینڈ اُس کے جہیز میں دیدیا گیا۔ اس سردار کا نام میکسی میلن تھا۔ اُس سے اور میری سے فلپ پیدا ہوا تھا جس نے فرڈینڈ اور اسابیلا کی بیٹی کے ساتھ شادی کی۔ فلپ اور اُس کی بیوی سے چارلس پیدا ہوا اور وہ ہالینڈ کا بادشاہ بنایا گیا اور جب اس کی ماں کا انتقال ہوا تو وہ اسپین کا بادشاہ بھی بنادیا گیا۔ اور جب اُس کا دادا فوت ہوگیا تو ہولی رومن امپائر کا سردار بھی بنادیا گیا۔ اُس کا نام چارلس پنجم یا چارلس پنجم رکھا گیا +

خصلت

عادت

جو لوگ شریف خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں اُن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اُن کے عادات واطوار خاص قسم کے اور اچھے ہونگے۔ کچھ شک نہیں کہ یہ بات ایک حد تک درست ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کو ابتدائی عمر میں اچھے مواقع زیادہ ملتے ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہے کہ جس طرح دولتمند خاندانوں کے لوگ آپس میں نیک عادات اور حسن سلوک کو برتتے ہیں اسی طرح غریب کیوں نہ برتیں۔ جو لوگ اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے ہیں اور جو لوگ ہاتھ سے محنت نہیں کرتے۔ یہ دونو ایک دوسرے کی اور خود اپنی عزت کر سکتے ہیں۔ اُن کی زندگی میں بمشکل ایک لمحہ بھی اس قسم کا ہوتا ہے جس میں وہ باہمدگر عزت کے برتاؤ نہ کرسکیں۔ کارخانہ میں۔ دوکان میں۔ راستہ میں اور گھر پر۔ الغرض یہ کہ ہر جگہ عزت کا سلوک عمل میں آسکتا ہے۔ جو کاریگر خلیق ہے وہ اپنے گروہ میں اپنی مثال قائم کراسکتا ہے۔ کیونکہ بنجمن فرنکلن نے ایک کاریگر ہونے کی حالت میں کل کارخانے کے لوگوں کے عادات واطوار میں خوب ہی اصلاح کی تھی +

ایک شخص جس کے پاس مطلق دولت نہیں وہ بھی مہذب اور خلیق ہوسکتا ہے۔ تہذیب اور خلق کا اثر تو بہت کچھ ہوتا ہے۔ حالانکہ انہیں خرچ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگرچہ خلق اور تہذیب ایک نہایت ادنےٰ پیشہ ہے۔ لیکن اس قدر مسرت بخش اور مفید ہے کہ وہ اعلےٰ ترین پیشوں میں شمار کیا جائے +

ہر قوم دوسری قوم سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتی ہے۔ پس اگر انگریزوں کی اور قوم میں کوئی بات زیادہ ہو اور انگریز اوسے سیکھیں تو یہ ان کی تہذیب سمجھو۔ فرانس اور جرمنی کے ادنےٰ ترین لوگ بھی عادات و اطوار کے اعتبار سے اچھے ہوتے ہیں۔ بڑے ہی خلیق۔ مہذب اور شریف طینت۔ وہ دوسرے ملک کے ہم پیشہ لوگوں سے حسن سلوک اور انکسار کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ایسا کرنا مردمی کے خلاف نہیں۔ بلکہ شان وعزت کا باعث ہے۔ اگر ان ملکوں کے مزدوری پیشہ لوگوں کو انگلستان کے مزدوری پیشہ لوگوں کے مقابلہ میں دُگنی آمدنی ہوتی ہے۔ لیکن وہ شراب خوری وغیرہ بُری عادات میں غرق نہیں ہو جاتے بلکہ اچھی گذران کرتے ہیں +

عادات واطوار کے سیکھنے کا بہترین مدرسہ گھر ہے جہاں ایک عورت معلم ہوتی ہے۔ سوسائٹی کے عادات واطوار خاندانوں کے عادات واطوار کا مرقع اور آئینہ ہوتے ہیں۔ تاہم لوگ اُن عادات کے خلاف جو خاندان یا گھر میں سیکھی جاتی ہیں عمدہ عادات سیکھ سکتے ہیں۔ اور سوسائٹی میں آکر ایک دوسرے سے ملکر اور اُن کے

عادات سے متاثر ہو کر خلیق اور مہذب بن سکتے ہیں ۔
بعض لوگ ظاہرا طور پر تو خلیق اور مہذب ہوتے ہیں۔
لیکن باطنی طور پر نہیں ۔ لیکن ضرورت اصل میں اس
بات کی ہے کہ لوگوں کو ظاہر اور باطن دونوں ہی کے
اعتبار سے خلیق اور مہذب ہونا چاہئے +

کامیابی کا دار و مدار زیادہ تر شعور پر ہوتا ہے ۔
اور شعور عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے ۔ اسی لئے اُن
کا مردوں کی نسبت زیادہ اثر پڑتا ہے ۔ عورتوں میں
ضبط زیادہ ہوتا ہے ۔ اور وہ طبعاً زیادہ خلیق اور مہذب
ہوتی ہیں ۔ اس لئے مرد عورتوں سے عادات و اطوار
سیکھ سکتے ہیں ۔ یہی شعور انسان کو علم و تجربہ کی نسبت
زیادہ کامیاب بناتا ہے ۔ عقل و دانش تو طاقت و قوت
سمجھو ۔ مگر شعور کو ہنر ۔ دانش سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ
کونسا کام کرنا چاہئے ۔ اور شعور اُسکا کرنا سکھاتا ہے ۔ دانش
کسی کو قابلِ عزت بنا دیتی ہے ۔ لیکن شعور صاحب
عزت بناتا ہے ۔ اگر دانش دولت ہے تو شعور زر ہے +

ایک مرتبہ لارڈ پامرسٹن اور مسٹر بہینیر سنگ تراش
میں ملاقات ہوئی تو شعور اور بے شعوری کا فرق خوب
نمایاں ہوا ۔ ملاقات میں مسٹر بہینیر نے دریافت کیا ۔
"جناب والا کیا فرانس سے کوئی تازہ خبر آئی ؟ ہم نے
نپولین کا مقابلہ کس طرح کیا؟" یہ سنکر لارڈ پامرسٹن نے
نگاہ اُٹھائی اور جواب دیا کہ "مسٹر میں نے اخبارات نہیں
دیکھے ۔ اس لئے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا" اگرچہ مسٹر بہینیر
میں بہت سے اوصاف تھے اور وہ بڑا صاحبِ دانش تھا ۔
لیکن اس میں شعور نام کو نہیں تھا ۔ اُسے اُن معاملات سے
کیا سروکار تھا جو جنگ و جدل کے متعلق تھے +

مسٹر ولکینز جن کی خصلت بڑی استوار اور عادات
نہایت حمیدہ تھیں اور جو صاحب شعور اور صاحب تمیز
بھی تھے شکل و صورت کے اعتبار سے نہایت بھدے
تھے ۔ لیکن کہا کرتے تھے کہ خواتین کو مہربان بنانے
میں مجھ میں اور انگلستان کے خوبصورت ترین جنٹلمین میں
صرف تین ہی دن کا فرق ہے +

لیکن شعور اور تمیز ہی کو اصل الاصول نہیں سمجھنا
چاہئے ۔ اور نہ عادات ہی کو سب کچھ تصور کر لینا چاہئے ۔
بعض اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ شریف ترین طبائع
خلق اور تہذیب سے بے بہرہ ہوتی ہیں ۔ جس طرح کہ
کھُردرے چھلکے کے اندر شیریں ترین پھل بند ہوتا ہے ۔
اسی طرح بعض اوقات شریف طبیعت اور نیک دل
بدتہذیبی کا جامہ پہنے ہوئے ہوتا ہے ۔ ایک خشک مزاج
انسان بظاہر عادات کے اعتبار سے خلق و مروت
سے بے بہرہ اور بدتہذیب ہو ۔ لیکن ویسے ایماندار ۔
راستباز اور شریف طینت ہو +

جان ناکس اور مارٹن لوتھر دونوں ہی تند خو اور سخت
مزاج لوگ تھے ۔ مگر ویسے بڑے بیباک ۔ دلیر اور ثابت قدم
تھے ۔ لیکن اُنہوں نے جو کام کیا وہ دُنیا پر روشن ہے ۔
ایک مرتبہ میری ملکہ اسکاٹ لینڈ نے جان ناکس سے
دریافت کیا کہ "تو کون ہوتا ہے کہ اس ملک کے فرمانروا
اور امرا کو تعلیم و تادیب کرنے کی جرأت کرتا ہے ؟" ناکس
نے جواب دیا کہ "میں ایک رعیت ہوں اور اسی سلطنت میں پیدا
ہوا ہوں" کہتے ہیں کہ اُس کی بے شعوری یا بدتمیزی
یا بدتہذیبی کے باعث ملکہ میری کو ایک سے زیادہ مرتبہ
رونا پڑا ۔ جب ناکس ایک مرتبہ ملکہ سے نیاز حاصل کر کے
واپس آ رہا تھا تو اُس نے شاہی محل کے ملازموں میں سے
ایک کی زبان سے اپنے حق میں کلمہ کہتے سُنا کہ "ناکس کو

کیا۔ بلکہ اُس کی حتی الامکان قدر افزائی کرتا رہا۔ ہرمز نے صرف ایک سال حکمرانی کی۔ وہ بڑا نیک دل تھا۔ اُسنے شہر رام ہرمز بسایا۔ جہاں اُسنے نارنگی کا ایک درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ یہ درخت اب تک قائم ہے اور لوگ اس کی بڑی عزت کرتے ہیں +

ہرمز کا بیٹا بہرام تھا۔ ہرمز کی وفات پر وہ مالک تاج وتخت ہوا۔ وہ بڑا نرم دل اور سخی بادشاہ تھا۔ اور اپنی رعایا کا محبوب ومطلوب۔ اُس نے انصاف اور تحمل کے ساتھ حکومت کی۔ اُس کے عہد حکومت کا سب سے مشہور کام یہ تھا کہ اُس نے مانی کو جو فرقہ فرقہ مانی کا بانی ہوا تھا قتل کرایا۔ اُس نے ایک کتاب لکھی جسے وہ الہامی بتاتا تھا۔ اُس نے یہ بھی دعوے کیا کہ وہ قائم النبیین اور فارقلیط یعنی مسیح موعود ہے۔ اُس نے اپنے کو روح القدس بھی بتایا اور اپنے کو مسیح سمجھ کر بارہ رسول بھی چُنے۔ اُن سے نیکی اور بدی کے اصول کو مانتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ عالم پر بھی دو اصول حکمراں ہیں۔ گویا اُس کا مذہب ثنویہ تھا۔ اس کا مذہب ہندوؤں اور مجوسیوں کے مذہب کا مجموعہ تھا۔ اُس نے ایک انجیل بھی لکھی جو تصاویر سے مزین تھی۔ اُس کے معتقد اُس وعدہ کے منتظر تھے جو مسیح نے اپنے شاگردوں اور معتقدوں سے کیا تھا۔ مانی بڑا کامل مصور تھا۔ اُس نے ہزاروں آدمیوں کو اپنا معتقد بنا لیا تھا۔ وہ شاہ شاپور کے خوف سے فارس سے بھاگ کر تاتار اور چین کی طرف چلا گیا۔ اور بہرام کے عہد حکومت میں واپس آیا۔ بہرام اول اول تو اُس سے بحسن سلوک پیش آیا۔ لیکن بعد میں اُس نے اُسے ہلاک کرادیا۔ یعنی اُسکی کھال کھچوائی اور شہر شاپور کے دروازہ پر اُس میں بھُس بھروا کر لٹکائے جانے کے لئے حکم دیا بہرام نے صرف تین سال تین ماہ حکومت کی۔ مگر اس عرصہ بھر ملک میں نہایت امن وامان رہا +

بہرام اوّل کے بعد اُسکا بیٹا بہرام دوئم تخت نشین ہوا۔ جو بڑا ظالم تھا۔ اور جس نے اپنی عادات کے باعث امرا اور وزرا کو اپنے سے بیحد متنفر کر دیا۔ یہاں تک کہ اُن لوگوں نے ایک سازش کر کے اُسے معزول یا قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مگر ایک حاکم نے اُس کی جان بچائی۔ جس نے اُس سے یہ وعدہ کیا کہ وہ بادشاہ کو راہ راست پر لانے کے لئے کوشش کریگا اُس کی رائے سے سارے امرا اور اراکین سلطنت نے دربار میں آنا یکلخت بند کر دیا۔ اس سے بادشاہ پر بڑی وحشت غالب آئی۔ جب وہ حاکم آیا جس نے اُسے راہ راست پر لانے کے لئے وعدہ کیا تھا اور جھک کر آداب بجا لایا تو بادشاہ نے اُس سے امرا اور اراکین سلطنت کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ اُس نیک دل اور بے دھڑک حاکم نے سارا ماجرا من وعن بیان کر دیا۔ اور پھر بادشاہ سے عرض کی کہ وہ اپنا چلن اور عادات واطوار بدل ڈالے۔ اور اپنی جان کو ہلاکت سے بچائے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ میں آیندہ اپنی زندگی کو نیک بناؤنگا۔ اور کسی کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ دونگا۔ اس پر حاکم نے اشارہ کیا اور سارے امرا اور اراکین حاضر ہو گئے۔ گویا جادو کے زور سے کھنچ کر چلے آئے۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہ صرف ایک شخص کی رائے اُس کی رائے پر غالب آگئی تو کیوں نہ ہزاروں کی رائے زیادہ غالب آسکے گی زبان کھولی اور جو کچھ ایک سے کہا تھا وہی سب سے کہدیا۔ اور

وعدہ کیا کہ میں اب نیک زندگی بسر کرونگا - چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا +

بہرام دوئم نے ملک میں بہت سی اصلاحیں شروع کیں - لیکن اُن سے اصل ملک کو اس لئے کوئی معتدبہ نفع نہ ہوا کہ رومی قیصر کارُوس نے مسپتامیہ کو فتح کرکے دریائے دجلہ تک یورش کی - اور اصفہان کے صوبہ پر بھی قبضہ کر لیا - بہرام نے ۱۷ سال حکومت کی - اُس کے بعد اُس کا بیٹا بہرام سوئم تخت نشین ہوا یہ بادشاہ تاج وتخت قبول نہیں کرتا تھا - اور حکمرانی سے کوسوں دور بھاگتا تھا - لیکن مجبور کئے جانے پر بڑی مشکل سے فرمانروا بننا قبول کیا - اُس کے عہد کے حالات ایرانی مورخوں نے بہت ہی کم لکھے ہیں - صرف ایک واقعہ بیان کیا ہے - اس نے صرف چار ماہ حکومت کی +

اس بہرام کا بھائی نرسی تھا جسے یونانی نارسیس کے نام سے یاد کرتے ہیں - وہ بہرام کے بعد مالک تاج وتخت ہوا - اُس کا درجہ بھی تاریخ ایران میں بہرام سوئم کے درجہ کے برابر ہے حالانکہ اُس نے امورسلطنت میں بہت کچھ توجہ دی - اُس نے صرف نو ماہ حکومت کرکے تاج وتخت اپنے بیٹے ہُرمز کے سپرد کردیا - اس کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ اس ملک فانی سے ملک جاودانی کی طرف کوچ کرگیا +

مغربی مورخوں کے کارناموں میں نرس کے حالات بہت کچھ پائے جاتے ہیں - اُس نے قریب قریب کل آرمینیہ کو فتح کرلیا - اُس نے شاہ گالیئرس کو بھی شکست فاش دی - مگر نرس اپنی کامیابی کا کوئی پھل نہیں کھانے پایا - کیونکہ آرمینیہ کی فتح کے ایک ہی سال بعد رومیوں نے ملک پر چڑھائی کر دی - رومی فوج سرزمین مسپتامیہ میں ہوکر حملہ آور نہیں ہوئی - بلکہ کوہستان آرمینیہ میں ہوکر - اور اس نے ایرانی فوج کو شکست دے کر بہت سے ایرانیوں کو تہ تیغ کردیا +

لیکن رومیوں کی زد سے شاہ ہُرمز بچ کر نکل گیا - لیکن جنگ کے بعد ہی صلح ہوگئی اور صوبہ مسپتامیہ رومیوں کے حوالہ کردیا گیا - دریائے دجلہ کے اُس پار کے پانچ اضلاع بھی رومیوں کو دیئے گئے - ان میں کردستان یا کردوفیہ بھی شامل تھا جس کے باشندے بڑے زبردست اور جانباز سپاہی ہوتے ہیں - اور طورس یعنی زمانہ حال کا طربزیہ رومیوں نے اپنا پایہ تخت قرار دیا +

ہُرمز دوئم نے ایران میں سات سال اور پانچ ماہ حکمرانی کی - لیکن اُس کے عہد میں بڑے واقعات نہیں ہوئے - رومیوں نے جو فتح حاصل کی اُس کے ذریعہ اُنہیں صرف اسی قدر ملک ہاتھ لگ سکا جس کو ایرانیوں نے اہل آرمینیہ سے فتح کیا تھا +

چونکہ ہُرمز نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا - اس لئے ملک میں خانہ جنگی کے آثار نمایاں ہوئے - لیکن درباریوں نے یہ رائے قائم کی کہ حرم میں ایک ملکہ حاملہ ہے اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیٹا جنے گی - اسلئے اس وقت تک تاج سلطنت اُس مکان میں رکھا جائے آخرکار لوگوں کی اُمیدوں کے مطابق اس حاملہ ملکہ سے مدت مقررہ کے بعد فرزند نرینہ پیدا ہوا - اور لوگوں نے اتفاق رائے سے اس کا نام شاپور رکھا - اور اُس کی پرورش اور تربیت احتیاط کے ساتھ ہونے لگی - ابھی وہ جوان

کوئی ہم ایسے ویسے ہیں جو اٹھیں شورِ محشر سے
سنے ہیں جنکے قدموں پہ اٹھینگے اُن کی ٹھوکر سے

تم سے کیا شکوہ زمانے کا یہی دستور ہے
دور ہے آنکھوں سے جو کوئی وہ دل سے دور ہے

الٰہی چل بسی کیا خانۂ دل سے کوئی حسرت
صدا ماتم کی کیسی آ رہی ہے آج اس گھر سے

خواب سے وہ بت بے پیر جو مُنہ کھول اُٹھا
شمع خاموش ہوئی مرغِ سحر بول اُٹھا

مفلسی سب بہار کھوتی ہے مرد کا اعتبار کھوتی ہے

آسیا کہتی ہے ہر صبح باآواز بلند
رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کے

چھپا دست ہمت میں روز قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

دل چو رنجید از کسے خورسند کردن مشکل است
شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل است

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بہ اُمید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
مے کشد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است
ہر بشر را وصف و خوئے دیگر است

ہر کسی از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

عشق ابریست کہ از قالب خاکی جوشد
حسن برقیست کہ از خلوت جاں پیدا شد

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

بر میاں بر زدہ داماں نہ کجا می آئی
مرحبا گر بشکار دل ما می آئی

صبا بہ لطف بگو آں غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را

صرف بیکاری مگرداں روزگار خویش را
پردۂ روئے توکل ساز کار خویش را

شاعرا گو کہ بر اسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا بار سید

رباعی

در دیدہ عیاں تو بودۂ من غافل
در سینہ نہاں تو بودۂ من غافل
از جملہ جہاں ترا نشاں می جستم
در جملہ جہاں تو بودۂ من غافل

پانی کی توپ - جنوبی امریکہ کی کانوں میں ایسی متحرک توپوں سے کام لیا جاتا ہے جو پانی کے ذریعہ سے چلائی جاتی ہیں - یعنی جن میں گولی بارود کی وغیرہ کی جگہ پانی بھر کر چلایا جاتا ہے - جب کوئی ہنگامہ فرو کرنا ہوتا ہے تو اں توپوں کی پانی کی بوچھار کے ذریعہ فرو ہو جاتا ہے - یہ توپیں آگ کے بجھانے میں بھی بہت ہی کارآمد ثابت ہوئی ہیں +

حکمت کے موتی

خاموشی ہیبت اور وقار کو بڑھاتی ہے۔ (ارسطو)
عقلمند وہ ہے جو کم کہے اور بہت سُنے۔ (بزرجمہر)
دو سُن لو تب ایک کہو۔ (نامعلوم)
دُنیا میں دو مسرتیں ہیں۔ ایک خیالی۔ دوسری حقیقی۔ خیالی مسرت اُس وقت حاصل ہوتی ہے کہ انسان کسی کام کو شروع کرتا ہے۔ اور حقیقی مسرت اُس وقت جبکہ وہ اُسے درجۂ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے (لارڈ روز بیری)
غصہ اپنے انجام کو نہیں سمجھتا۔ اس لیے عقل اُس کا ساتھ نہیں دیتی (افلاطون)
فروتنی اور انکساری خدا اور مخلوق سب کو پسند ہے (لقمان)
آدمی کی عزت علم سے ہے نہ کہ دولت سے (سعدی)
صرف آج ہی کا دن کامیابی کا ذریعہ ہے (ایڈریو کارنیگی)
اگر کسی کے پاس صرف ٹکا ہو۔ اور وہ اسی پر قانع ہو تو اُسے افلاس ہرگز گراں نہیں گزریگا۔ (زنگلو)
قانع دل سونے کی کان ہے (تامل)
دولت چوری بھی جاسکتی ہے خرچ بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر علم ایسی دولت ہے جسے نہ چور چرا سکے اور نہ بادشاہ چھین سکے۔ وہ ایک سرچشمہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اور ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (نامی)
اونے خیال کے آدمی پوچھا کرتے ہیں کہ اپنا بھائی کسے سمجھیں۔ مگر اعلےٰ خیال کے لوگ تمام نبی آدم کو بھائی تصور کرتے ہیں۔ (پنچ تنتر)
جو کسی کی نصیحت کو نہیں سُنتا وہ ضرور ندامت اُٹھاتا ہے۔ اور جو دوسروں کی عیب بینی پر فکر کرتا ہے وہ منظور خلائق ہو جاتا ہے (ورڈز ورتھ)
ہم دُنیا میں لعنت بھیجنے کے لیے نہیں آئے۔ بلکہ اس لئے کہ لوگ ہم سے برکت حاصل کریں۔ (عربی)
اندھا آدمی تو دیکھ نہیں سکتا۔ مگر مغرور دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ (روسی)
پست گدھے پر سب چڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اونے آدمی پر سب ہی حکومت کرتے ہیں (ترکی)
مُردے کے لئے نہیں رونا چاہیئے۔ بلکہ بیوقوف کے لئے۔ (ترکی)
جہاں محبت نہیں ہوتی وہاں قصور بڑے زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ (گیلک)
جو کوئی بدمشہور ہو وہ مردے سے بدتر ہے (سنسکرت)
احمق اس مرغ کی مانند ہے جو بے وقت بانگ دیتا ہو۔ (ترکی)
جس طرح نہائی لوہے کے لئے کسوٹی ہے اُسی طرح شراب انسان کے لئے۔ (فنش)
دولت تو خرچ کرنے سے ختم ہو جاتی ہے۔ مگر دانش نہیں ہوتی۔ (عربی)
جس طرح درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے اُسی طرح انسان کو اپنی برائیاں وزنی معلوم نہیں ہوتیں (بنگالی)
جس طرح تالاب کی مچھلی کے نزدیک دنیا بہت چھوٹی ہے اسیطرح جاہل کے نزدیک وہ بات درست ہے جو ذہن نشین ہو جائے (چینی)
تجربہ عقل کے لئے ایک آئینہ ہے۔ (عربی)
[illegible] انسان کو آئینہ خوبصورت نہیں بنا سکتا (تامل)

تاریخ ایران

خاندان ساسانیان (۲)

آردشیر نے ایک مرتبہ لوگوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ "یاد رکھو کہ بہ حیثیت ایک بادشاہ کے تم ایک ساتھ اپنے مذہب اور اپنے ملک دونوں ہی کے محافظ ہو۔ قربانگاہ اور تخت دونوں کو لازم و ملزوم سمجھو۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ ایک لامذہب بادشاہ ضرور ظالم ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا وہ بنی انسان میں سب سے زیادہ خونخوار سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب بغیر سلطنت کے بھی قائم رہ سکتا ہے۔ لیکن سلطنت بغیر مذہب کے نہیں رہ سکتی۔ ملکی انجمن صرف پاک اور مذہبی قوانین کے ذریعہ قائم رہ سکتی ہے۔ بادشاہ کو اپنی رعایا کے لئے تقدس اور زہد و تقویٰ کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ لیکن ان باتوں میں نمائش یا غرور کا اظہار نہ کیا جائے"۔

ایک مرتبہ اس نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی تھی کہ "اے فرزند یاد رکھو کہ بادشاہ کی خوش اقبالی یا ملکیت پر رعایا کی مسرت اور نصیب کا دار و مدار ہے۔ اور قوموں کی قسمت کا دار و مدار اس شخص کی ذات اور خصلت پر ہے جو تخت پر بیٹھتا ہے۔ دنیا میں ہر دم انقلاب آتے رہتے ہیں اس لئے تقدیر کے غصے اور انقلاب کا مقابلہ ہمت اور استقلال سے کرنا چاہیئے۔ اور اس کی عنایت و تبسم کو اعتدال اور دانش سے قبول کرنا چاہیئے۔ المختصر یہ کہ بادشاہ کا انتظام ایسا ہونا چاہیئے کہ اس سے آئندہ ان لوگوں کو برکتیں اور آسائشیں مل سکیں جنکو خدا نے بادشاہ کے قبضۂ قدرت میں یا زیر سایہ کر دیا ہو"۔

اس بڑے بادشاہ میں وہ چار ضروری اور بڑے اوصاف تھے جن کی نسبت اس کی رائے تھی کہ وہ ہر بادشاہ کی ذات میں ہونے چاہئیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ دلی سخاوت۔ نیک مزاجی۔ استقلال۔ اصلاح کرنے والی خصلت۔ اردشیر کا بیٹا شاپور بڑا مشہور بادشاہ تھا۔ اس کی ابتدائی لڑائیوں میں سے ایک وہ تھی جس میں جو عرب سردار ماتیزن سے مقابل ہوا تھا۔ کیونکہ اس سردار نے شاپور کی خراسان سے غیر حاضری میں اس ملک پر قبضہ کر لیا تھا جو دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع تھا۔ اور اس نے قلعہ خترم کو خوب مضبوط و مستحکم کر کے ایرانی فوج کا مقابلہ کیا۔ لیکن ماتیزن کا کام خود اس کی صاحبزادی کی چالاکی سے خراب ہو گیا۔ یہاں تک کہ نہ صرف اس کے قبضہ سے یہ ملک ہی نکل گیا۔ بلکہ اس کی جان بھی گئی۔ شاپور نے اس شاہزادی سے وعدہ کیا کہ اگر تیری کوشش سے قلعہ خترم پر میرا قبضہ ہو جائیگا تو میں تیرے ساتھ شادی کرونگا۔ لیکن جب شاپور کا مطلب نکل گیا تو اس نے اس بدنصیب شاہزادی کو قاتل کے حوالہ کر دیا۔ اور قتل کرا دیا۔

جب شاپور۔ دریائے دجلہ اور فرات کے درمیانی ملک کا بہت بڑا حصہ فتح کر چکا تو اس نے قلعہ نصیبین پر حملہ کیا۔ مگر اسے مدت دراز بعد فتح کر سکا۔ اور وہ بھی قوت بازو اور شمشیر کے زور سے نہیں بلکہ دعا کے ذریعہ۔ جب اس کی فوجی طاقت کام نہ دے سکی تو

اُس نے فوج سے کہا کہ سب مل کر جناب باری میں
دست بدعا ہوں۔ پس جب وہ فتح کے لئے دعا کر
رہے تھے تو قلعہ کی دیوار گر پڑی۔ اور شاپور اور اُس
کی فوج آسانی سے قلعہ پر قبضہ کر سکے ۔

اس قلعہ کو فتح کرنے کے بعد اُس نے رومیوں
کے ملک پر یورش کی۔ اور رومیوں کو کئی معرکوں
میں شکست دی۔ اور اُن کے بادشاہ والیریَن
کو قید کر لیا۔ آخری ایام میں شاپور کو بہت سی مصائب
کا سامنا ہوا۔ جن کا مفصل حال ایرانی مؤرخوں نے
نہیں لکھا۔ ایرانی مورخوں کی رائے اور بیان کے
مطابق شاپور نے ۳۱ سال حکمرانی کی۔ اور وہ تادم
مرگ خوش حال و خوش اقبال اور بے فکر رہا۔ رومیوں
پر فتح پانے کے بعد اُس نے کئی شہر بسائے۔ جن میں
دو خود اُس کے نام پر بسائے گئے تھے۔ ایک نیشاپور
جو خراساں میں ہے۔ اور دوسرا شاپور جو صوبہ فارس
میں ہے۔ پہلا شہر تو اب تک آباد ہے۔ لیکن دوسرے
کا نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔ شاپور بڑا ہی بہادر
تھا اور وہ سب سے زیادہ روپیہ کا خواستگار تھا تاکہ اُس
کے ذریعہ بڑے بڑے اور نیک کام کر سکے ۔

شاپور کے بعد اُس کا بیٹا ہُرمز جسے یونانی ہرمسداس
کے نام سے یاد کرتے ہیں بادشاہ ہوا۔ وہ شکل وصورت
اور عادات کے اعتبار سے اپنے دادا اردشیر سے
مشابہ تھا۔ اُس کی ماں ایک سردار مہرک کی
صاحبزادی تھی جسے اردشیر نے قتل کرا دیا تھا ۔
مہرک کو اسلئے قتل کرایا گیا تھا کہ وہ ایک نجومی تھا
اور اُس نے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ اس کی نسل کا
ایک شخص تخت ایران پر بیٹھ کر حکمرانی کریگا۔ مہرک
کی جو ہرمز کی والدہ تھی وہ جان بچانے کی خاطر
گڈریوں کے ہاں پناہ گیر ہوئی۔ جب شاپور شکار کھیلنے
گیا تو اُس نے اُسے دیکھ پایا۔ وہ ایسی حسین و جمیل
تھی کہ شاپور اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اُس نے خفیہ طور پر
اُس کے ساتھ شادی کر لی۔ اور ایسی رازداری کی کہ
شادی کی خبر اردشیر کو نہ ہو سکی۔ لیکن ایک دن جب
اردشیر شاپور کے محل میں گیا تو اُس نے وہاں ہرمز
کو کھیلتے ہوئے دیکھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔ اردشیر
اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور دریافت کیا کہ یہ
کس کا بچہ ہے۔ اُس وقت شاپور نے اُس کا سارا
حال بتایا۔ اردشیر سُنکر جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ کیونکہ مہرک
کی پیشینگوئی پوری ہو گئی تھی ۔

ایرانی مورخ ہرمز کے تخت نشین ہونے سے
پہلے کا ایک عجیب واقعہ لکھتے ہیں کہ اُس کے باپ
شاپور نے اُسے خراسان کا گورنر مقرر کر دیا۔ ہرمز
نے اپنی حکمت و دانش اور بہادری سے نہ صرف بیرونی
دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اُن کے خوب مان مارے ۔
بلکہ اُس باغی صوبہ میں امن و امان کو بھی قائم رکھا ۔
حاسدوں کو اُس کے ساتھ حسد اور رشک پیدا ہو گیا۔
اور اُنہوں نے شاپور کو اُس کی طرف سے بدگمان کر دیا
جب ہرمز کو اس بات کی خبر ہوئی تو اُسے بڑا افسوس ہوا۔
کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاپور اُسے زندہ نہ چھوڑیگا۔ پس اُس
نے اپنا ایک ہاتھ کٹوا کر بادشاہ کے حضور میں بھیجدیا۔ اس سے
مراد یہ تھی کہ وہ بادشاہ کے حکم کا بندہ ہے۔ شاپور اس ہاتھ
کو دیکھ کر بیحد غمگین ہوا۔ کیونکہ اس کا کاٹا جانا محض خود اُس کے
شک کا نتیجہ تھا۔ پس اُس نے ہرمز کو اپنے دربار میں
واپس بُلا لیا۔ اور اُس پر نہ صرف ہر طرح سے اعتماد ہی

نپولین کی وفات پر ہالینڈ خود مختار ہو گیا - اور اُس نے بلجیم کے ساتھ اتحاد کر لیا - اس وقت اورینج کا نواب ہالینڈ اور بلجیم کا بادشاہ بنا دیا گیا - مگر یہ اتحاد زیادہ مدت قائم نہیں رہا - مگر اب ہالینڈ دس صوبوں میں منقسم ہے - اُس کا پایہ تخت شمال میں ایمسٹرڈیم ہے اور جنوب میں ہیگ - اُس کی مانند ہالینڈ میں بہت سے دریا اور نہریں ہیں اور جیسے کار آمد +

ہالینڈ میں ترتیب ہر بات میں پائی جاتی ہے موسم سرد و مرطوب ہے - موسم سرما میں دریاؤں اور جھیلوں میں برف جم جاتا ہے - لوگ جو محنتی ہیں - انہوں نے ملک کو ممالک یورپ میں ایک ترقی یافتہ ملک بنا دیا ہے - ہالینڈ کے آزاد ہونے پر اہل ہالینڈ یورپ کے مختلف ممالک میں کاروبار کے لئے جانے لگے - اس سے ملک کو بہت ترقی ہوئی - ڈچ بڑے الوالعزم تاجر اور سیاح ہیں - یورپ میں اول اول ڈچوں ہی کے ذریعہ سے قہوہ - گرم مصالحہ - شکر - مرچ سرخ - روئی اور گرم ملکوں کی دوسری چیزیں جا سکیں - ڈچوں نے سترہویں صدی کے شروع ہی میں جزائر ہند شرقی پر قبضہ کر لیا - اس ملک کے قوانین ایسے عاقلانہ اور پُر حکمت ہیں کہ یورپ میں سب سے کم مفلسی اسی ملک میں پائی جاتی ہے - ہر شہر میں بیماروں - اندھوں - لنگڑوں - لولوں اور کمزوروں کے لئے انجمنیں ہیں - لوگ فضول خرچ نہیں ہیں - افسروں کو زیادہ تنخواہیں نہیں دی جاتیں - ملکی قوانین کی رو سے ہر تندرست شخص پر محنت کرنا فرض ہے +

ڈچ - انگلستان - فرانس - جرمنی کے لوگوں سے سابقہ پڑنے کے باعث غیر زبانوں میں خوب مہارت رکھتے ہیں - بڑے تاجر ہیں - اس ملک میں بڑے بڑے مشہور دستکار اور فنون لطیفہ کے ماہر گذرے ہیں - قومیت کا مادہ ان میں زیادہ ہے - ہالینڈ کے باشندے اس وجہ سے کہ ملک کی قدرتی حدود نہیں ہیں اپنی ہمسایہ اقوام ڈینیں اور جرمن سے زبان اور عادات میں بہت کچھ مشابہ ہیں - ہالینڈ بحیثیت ایک سلطنت کے یورپ میں ایک پرانی سلطنت ہے - جرمنی کی ترقی سے ہالینڈ کی حالت بدل گئی ہے - جسمانی اور دماغی دونو ہی پہلوؤں کے اعتبار سے - جرمنی چاہتا ہے کہ ہالینڈ اُس کے قبضہ میں آ جائے تاکہ اُس کے قبضہ میں سمندر کا ساحل آ سکے - اگر ہالینڈ پر جرمنی کا قبضہ ہو جائے تو پھر بلجیم پر بھی اُس کا قبضہ آسانی سے ہو جائے گا - مگر فرانس تو ہالینڈ کے لئے اور روس ڈنمارک کے لئے جرمنی سے جھگڑا کرے گا - اگرچہ ہالینڈ اب بھی ایک مضبوط ملک ہے - لیکن ملکی امور کے اعتبار سے جن کے متعلق زبردست اقوام یورپ میں باہم صلح نامے ہو رہے ہیں ہالینڈ کو بہت مدت تک امن نصیب نہیں ہو سکے گا - کیونکہ ہالینڈ ایک چھوٹی سلطنت ہے اور اس کی مخالف سلطنتیں بڑی بڑی تھیں +

انگلیوں کے چھاپ سے مجرموں کی شناخت عموماً زمانہ حال کے سراغرسانوں کی جدت خیال کی جاتی ہے تاریخی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ طریقہ اب سے ۲۱ سو سال پیشتر کوریا میں استعمال کیا جاتا تھا +

معاملہ کے اشعار

کیوں تیرے لب پر تبسم مجلس ماتم میں ہے
یہ ہنسی بھی کیا مرے چھولوں میں ہے آئی ہوئی

کیا بلا تھی نگۂ ہوش ربا ساقی کی
اُٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا۔

بات رکھ لی مری قاتل نے گنہگاروں میں
اس خطا پر۔ مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

مژہ بھی کب ... کمان کی طرح
ستم ہے تیر بھی کھنچنے لگے کماں کی طرح

آتا نہیں سمجھ میں کسی کے مرا مرض
تم بھی تو آکے دیکھو یہ کیا ہو گیا مجھے

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

کوئی یہ پوچھے دردِ نہاں سے ۔ تجھے دل ڈھونڈھ لایا ہے کہاں سے
جگر کرتی ہے یادِ دوست دل میں ۔ ذرا اے درد ہٹ جا یہاں سے

شک ہے کہ زلفیں جو آپڑی ہیں کرسی کی لچک رہی ہے
بلا کی آئی ہیں دو گھٹائیں غضب کی بجلی چمک رہی ہے (//)

جو زلفِ مشکیں کا دھیان آیا تو سر میں برسوں دھمک رہی ہے
کیا تصور اگر مژہ کا تو دل میں برسوں کھٹک رہی ہے

کیا کیا خضر نے سکندر سے ۔ اب کسے رہنما کرے کوئی

کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ ایسا ہو نہیں سکتا
کہ جادوگر سے اعجازِ مسیحا ہو نہیں سکتا۔ (داغ)

مبارک خضر کو ہو عمرِ جاوید ۔ یہ تھوڑی سی گذر جائے تو اچھا
ہائے مجبوریاں محبت کی ۔ حال کہنا پڑا ہے دشمن سے

ہماری شکل تیرے غم میں پہچانی نہیں جاتی
بگڑ جاتی ہے صورت بھی مصیبت ایسی ہوتی ہے (داغ)

جہاں لگ گئی کارگر ہو گئی ۔ مری آہ تیری نظر ہو گئی

پس مردن بنائے جائینگے ساغر مری گل کے
لب جاں بخش کے بوسے ملینگے خاک میں مل کے

مجھ صید ناتواں سے مگر عار لے گیا
قاتل جو اپنی کھینچ کے تلوار لے گیا

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا ۔ خاکساری اپنی کام آئی بہت

کوئی دلسوز ہو تو کیجے بیاں ۔ سرسری دل کی واردات نہیں

بے جرم کوئی کب تک آخر سنے ملامت
ناصح سے ہم کو اپنی کہنی پڑی کہانی

مجھے کل کے وعدے پہ کرتے ہیں رخصت
کوئی وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے۔

دوستوں کی بھی نہ ہو پروا جسے ۔ بے نیازی اُس کی دیکھا چاہیے

جگر نہیں تو جگر کی عوض سہی پیکاں
کوئی تو درد رہے بیقرار ہونے کو (شعلہ)

بہرِ خدا دو سر بازار گالیاں ۔ عاشق کو راہ سے بندہ بنائیے

ناشگفتہ غنچۂ امید گو مدت سے ہے
کھل ہی جائیگا کبھی رنگ گلستاں دیکھ کر

بیٹھے بیٹھے حکم دے بیٹھے وہ قتل عام کا
جب کہا یہ کیا؟ تو بولے نازِ معشوقانہ تھا۔

اُڑتی اُڑتی خبریں سنکر آنے کا تمہارے تھا کھٹکا
بستر پہ رہا میں تا بہ سحر کبھی اس کروٹ کبھی اُس کروٹ

تھا عذرِ ساعدِ نازک وہاں سودائے شوقِ شہادت یہاں ۔ سر رکھتا تھا میں زیرِ خنجر کبھی اس کروٹ کبھی اُس کروٹ

اس چارلس کے زمانہ میں مشکلات واقع ہوئیں۔ کیونکہ اسپین اور ہالینڈ ایک دوسرے سے بالکل متضاد تھے۔ اور چارلس جو بالکل اہل اسپین کے سے اطوار رکھتا تھا وہ ہالینڈ پر اچھی طرح حکومت نہیں کرسکتا۔ اہل ہالینڈ نے مارٹن لوتھر کی وفات کے بعد ہی اصلاح شدہ مذہب اختیار کرلیا اور اہل اسپین اور چارلس کا مذہب وہی پرانا رومن کیتھلک عقیدہ رہا۔ چارلس کے جانشین فلپ نے مذہبی عدالت قائم کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک لاکھ اہل ہالینڈ کو ہلاک کرادیا۔ اس سے اہل ہالینڈ اہل اسپین سے سخت نفرت کرنے لگے۔ یہ نفرت اہل اسپین کے ہاتھوں شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ اسپین کے بادشاہ اور حکام کے ہاتھوں جو پوپ کی رائے پر چلتے تھے۔

جنوبی فرانس میں ایک نوابی آورینج کی تھی۔ اور وہاں کے نواب کی جائداد ہالینڈ میں بھی تھی۔ جب فلپ نے مذہبی عدالت قائم کی تو صوبہ ہالینڈ کا گورنر آورینج کا ایک شاہزادہ ولیم نامی تھا۔ جو کم سخن ہونے کے باعث ولیم خاموش کہلاتا تھا۔ وہ پروٹسٹنٹ مذہب کا پیرو تھا۔ اس نے مظلوم اہل ہالینڈ کی دستگیری کی۔ اس سے شکار میں شاہ فرانس نے فلپ شاہ اسپین کا ایک راز کھولا جس کا منشا یہ تھا کہ اہل ہالینڈ کو خواہ مخواہ قتل کیا جائے۔ ولیم نے ہالینڈ پہونچکر لوگوں کو اس امر سے مطلع کردیا۔ اور ان کے دو سرغناؤں یعنی نواب ہیونٹ اور نواب فلانڈرس کو اپنا طرفدار بنالیا۔ ان تینوں نے ایک مجلس منعقد کرکے یہ اعلان کردیا کہ اسپین کی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہئے اس اعلان کا نام کمپرومنز آف بریڈا رکھا گیا۔ اس وقت فلپ۔ اسپین میں موجود تھا۔ اس نے اپنی سوتیلی بہن ڈچز آف پارمہ کو اپنا نائب ہالینڈ مقرر کردیا۔ اعلان شائع ہونے کے بعد تینوں سرغنہ ڈچز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اس سے ملکی حالت کو بن وعن بیان کردیا۔ مگر ڈچز کی ایک سہیلی نے ان سرغناؤں اور ان کے معاونین کو فقرا کا مجمع بتایا۔ اس پر سرغنہ ناخوش ہوگئے۔ اور وہاں سے واپس آکر انہوں نے مجمع فقرا کو اسپینی حکومت کی بیخ کنی پر آمادہ کردیا +

اس پر فلپ نے ڈیوک آف رسوا کو اہل ہالینڈ کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ اس نے ہونٹ اور رگمونٹ کے نوابوں کو گرفتار کرکے بلجیم کے پایہ تخت بروسلز میں قتل کرایا۔ لوگ ملک سے بھاگ گئے تجارت تباہ ہوگئی۔ اور صنعت کا ناس ہوگیا۔ اور ملک میں افلاس اور پریشانی کا دور دورہ ہوگیا۔ خود ولیم یہ دیکھ کر ہالینڈ میں کچھ نہ کرسکا۔ وہاں سے چلا گیا۔ اور اس نے ایک فوج بھرتی کی اور پھر اہل ہالینڈ کی مدد کے لئے گیا۔ معرکہ میں بعض وقت وہ غالب رہتا اور بعض وقت اہل اسپین آخرکار ایک فرانسیسی امیرالبحر کولگنی کی رائے سے اس نے ایک جنگی بیڑہ جہازوں کا قائم کیا۔ اہل ہالینڈ جن کو فقرا بھی کہتے ہیں ان میں سے ایک خاصی جماعت جہاز رانوں کی نکل آئی جس نے جہازوں کی مدد سے بنادر پر قبضہ کرلیا۔ جہازرانوں کی مدد سے ولیم نے کامیابی حاصل کی۔ اور اسپینی فوج کو شکست ہونے لگی۔ ڈیوک آف الوا اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ کرسکا۔

اس لئے اُسے بلالیا گیا۔ اُس کے جانشین بھی کچھ
نہ کرسکے۔ اور ولیم نے فرانس و انگلستان سے
مدد حاصل کی۔ ان سے کامیابی پر کامیابی حاصل
ہوتی گئی اور آخرکار سات صوبوں یعنی ہالینڈ۔
زیلینڈ۔ فریسلینڈ۔ اوٹریچ۔ گلڈرلینڈ۔ اوریسیل
اور گرونجن نے اتحاد کرلیا۔ اور انھوں نے ولیم
کو اپنا سرغنہ منتخب کرلیا۔ اور ہالینڈ کی موجودہ سلطنت
کی بنیاد ڈالی گئی +

اب تک بلجیم میں دس جنوبی صوبوں کا اتحاد
ہوگیا۔ مگر وہ اہل اسپین کی طاقت کو درہم برہم کرنے
کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ پس اسپین نے ان
کو مغلوب کرکے آسٹریہ کے حوالہ کردیا۔ اگرچہ اہل آسٹریہ
نے انھیں زیادہ دق نہیں کیا۔ لیکن وہ بھی اہل
اسپین کی مانند اجنبی تھی مگر ہالینڈ کے سات متحدہ صوبے
امن و امان سے تھے۔ انگلستان نے اسپین
کے جنگی بیڑے کو تباہ کردیا۔ اس سے اہل ہالینڈ
نے بھی نفع اٹھایا اور اپنی طاقت بڑھالی +

جب فلپ کو اپنے منصوبوں میں ناکامی
ہوئی تو اس نے ایک شخص بیلتھزر جیرارڈ کی معرفت
ولیم ساکن اوریج کو قتل کرادیا۔ ولیم کی وفات
پر اہل ہالینڈ نے اس کے بیٹے کو بادشاہ منتخب
کرلیا۔ جس کا نام موریس نواب ناسو تھا۔ اس کے
بعد ہی فلپ کا انتقال ہوگیا +

اس وقت ڈچ جہازرانوں نے اسپین کے
امریکن مقبوضات پر قبضہ کرنا شروع کردیا اور فلپ
کے جانشین فلپ سوم نے بارہ سال کے لئے ڈچوں
سے صلح کرلی۔ اس مدت میں ڈچوں نے اپنی طاقت
اس قدر بڑھالی کہ میعاد صلح ختم ہونے پر وہ موریس
کی سرکردگی میں اسپین والوں سے دل کھول کر
لڑے اور آزاد ہوگئے +

مگر اس صلح سے پیشتر ہی موریس فوت ہوگیا۔
اور اس کی جگہ اس کا بھائی فریڈرک سرغنہ بنایا
گیا۔ اور ڈچوں نے اپنی اولوالعزمی سے امریکہ میں
کئی نوآبادیاں قائم کرلیں۔ مگر خوشحالی کے باعث
خود ڈچوں میں آپس میں نفاق ہوگیا۔ جس کے باعث
ان کا تعلق انگلستان اور فرانس سے ٹوٹ گیا۔ مگر
ڈچوں نے اپنے دو شیردل امیرالبحر سمیاں ڈی روئٹر
اور فان ٹرومپ کے ذریعہ انگلستان پر بحری فتح
حاصل کرلی۔ مگر آخرکار انگلستان غالب رہا۔
لیکن اس سے اہل ہالینڈ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔
اس کے بعد انگلستان میں شاہ جیمس دوئم کو معزول
کیا گیا۔ اور اس کے داماد ولیم کو جو ڈچ تھا معہ اس
کی ملکہ کے بادشاہ بنادیا گیا۔ ولیم کی وفات پر جارج
بادشاہ ہوا اور ڈچوں نے ولیم کے بھتیجے کو اپنا بادشاہ
بنالیا۔ اور فرانس نے اوریج پر قبضہ کرلیا +

اس وقت سے ڈچوں پر آفات نازل ہونے
لگیں۔ انگلستان کے ساتھ پھر جنگ چھڑی جس میں
انگلستان نے غالب رہ کر ڈچوں سے سیلون
لے لیا اور فرانس نے خود ہالینڈ پر قبضہ کرلیا۔
آخرکار نیپولین بوناپارٹ نے اپنے بھائی لوئی کو
ہالینڈ کا بادشاہ بنادیا۔ دس جنوبی صوبے جن میں
بلجیم بھی شامل تھا انقلاب فرانس تک آسٹریہ کے
قبضہ میں رہے۔ اس کے بعد وہ بھی فرانس میں
ملحق کرلئے گئے +

ڈر نہیں لگتا - وہ بڑا نڈر اور بیباک ہے"- ناکس نے لوٹ کر جواب دیا کہ "جنٹلمین کی صورت سے مجھے ڈر کیوں لگنا چاہئیے؟ - میں نے تو مغلوب الغضب لوگوں کی صورت دیکھی ہے اور پھر بھی مجھے ڈر نہیں لگا"- جب ناکس اصلاح کا کام ایک مدت دراز تک کرنے کے بعد فوت ہوا تو اُس کی قبر پر کھڑے ہو کر اسکاٹ لینڈ کے نائب سلطنت نے کہا کہ "دیکھو یہاں وہ شخص سو رہا ہے جو انسانوں سے مطلق نہیں ڈرتا تھا" +

مارٹن لوتھر بھی بڑا تند خو اور خشک مزاج شخص تھا۔ لیکن جس زمانہ میں وہ تھا اُسمیں شرافت خلق اور تہذیب کے ذریعہ کوئی کام نہیں چل سکتا تھا - یورپ کو خواب غفلت سے چونکانے کیلئے اُسے تحریر و تقریر میں جوش اور سختی برتنی پڑی - تاہم اُس کی سختی صرف یہیں تک محدود تھی - لیکن ویسے وہ بامروت - شفیق - شریف طینت اور خلیق تھا - لوتھر اپنی زندگی بھر عام اور معمولی لوگوں کے نزدیک ایک "ہیرو" رہا - اور جرمنی میں تو وہ آج تک ایسا ہی سمجھا جاتا ہے +

سموئیل جانسن عمر بھر بدخلق اور تندخو رہا - اس کا سبب یہ تھا کہ اُسے ایک اچھے مدرسہ میں تعلیم نہیں ملی تھی - مفلسی نے جس سے ابتدائی عمر میں اُس کا سابقہ پڑا تھا اُس کے عجیب و غریب دوست پیدا کر دئے تھے - چونکہ وہ اسقدر مفلس تھا کہ اُسکے پاس بستر بھی نہیں تھا جس پر وہ رات کو آرام سے سو سکے - اس لئے وہ واہیات اور بدشعور لوگوں کے ساتھ راتوں کو پھرتا رہتا تھا - اس لئے جب اُسکی محنت اور جفاکشی کے ذریعہ اُسے سوسائٹی میں درجہ اور رتبہ حاصل ہو گیا تو بھی اُسکی ابتدائی عمر کی خرابیاں دور نہ ہوسکیں - اُس کا وہی وحشیانہ مزاج رہا - اُس کے وہی بے ڈھنگے اطوار رہے - اور وہ ہی لاابالی طبیعت - وہ بڑا بیباک تھا - ایک مرتبہ کسی نے اُس سے دریافت کیا کہ "گیرک کی مانند تمہیں کیوں امرا اپنی دعوت میں نہیں بلاتے" تو اُس نے جواب دیا "اس لئے کہ امرا اور بیگمات نہیں چاہتے کہ کوئی اُن کا مُنہ بند کر سکے"- جانسن ایسا شخص تھا کہ وہ لوگوں کو باتوں میں لاجواب کر دیتا تھا اور اس انداز سے گفتگو کرتا تھا کہ دوسرے شوق سے سُنتے رہتے تھے - اُسکی باتیں قابل قدر ہوتی تھیں +

اگرچہ جانسن کے دوست اُسے "بڑے ریچھ" کے نام سے یاد کیا کرتے تھے - لیکن اُسکی سچی تعریف گولڈ اسمتھ شاعر نے کی تھی - جو یہ ہے کہ "جو لوگ بقید حیات ہیں اُن میں سے کسی کا دل اسقدر ملائم اور رقیق نہیں جیسا کہ جانسن کا - اُسمیں ریچھ کی کوئی خاصیت نہیں - سوائے کھال کے"- جانسن کی پُر محبت اور باشفقت خصلت کا اظہار اُس وقت ہوا تھا جب کہ اُس نے ایک لیڈی کو فلیٹ اسٹریٹ کے عبور کرنے میں مدد دی تھی - یہ لیڈی شراب سے مخمور تھی - مگر جانسن نے اُسکے بازو میں اپنا بازو ڈالدیا اور اسکی مطلق پرواہ نہیں کی کہ لیڈی مخمور تھی اور سہارا دیکر اُسے مکان تک پہونچا دیا +

بعض لوگ کج خلقی اور بدتہذیبی کا برتاؤ اسلئے کرتے ہیں کہ انہیں اُس کی قدر معلوم نہیں ہوتی - چنانچہ جب گبن نے رومتہ الکبرے کا عروج و زوال جلد ۲ و ۳ شائع کی تو اُس کے چند ہی دن بعد اُسے ڈیوک آف گلبر لینڈ راستہ میں ملے - اور خلق سے کہنے لگے کہ

[illegible] سرگبن کے مزاج کیسا ہے ؟ - تم تو ہر دم کاغذ سیاہ
کرنے (لکھنے) ہی میں مصروف رہتے ہو۔ اس سے
ڈاکٹر کی مراد یہ تھی کہ وہ گبن کی محنت کی داد دے اور
اس کی تعریف کرے - لیکن بظاہر انہیں کوئی عمدہ لفظ
نہیں سوجھ پڑا +

اکثر لوگ مغرور، تنہائی پسند اور سخت مزاج تصور
کئے جاتے ہیں - حالانکہ دراصل وہ شرمیلے ہوتے ہیں۔
انگلستان کے لوگوں میں شرمیلا پن بکثرت بتایا جاتا
ہے - لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ کل شمالی اقوام
کا خاصہ ہے - انگریز اگرچہ غیر ملک میں بھی چلا جائے
تو بھی اس کا شرمیلا پن نہیں جاتا - اسی لئے انگریز اور
دیگر لوگ جو شرمیلے ہوتے ہیں مغرور اور بے مروت
خیال کئے جاتے ہیں - لیکن اس کا اصلی سبب جھجک
اور شرمیلا پن ہے - لیکن فرانسیسیوں میں یہ عادت نہیں
بلکہ وہ مجلس پسند اور میل جول کے شائق ہوتے ہیں -
وہ شرمیلے پن کی خاطر انگریزوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں +
فرانس اور آئرلینڈ کے باشندے عام طور پر انگلستان
جرمنی اور امریکہ کے باشندوں پر خلق میں سبقت لے جاتے ہیں۔
کیونکہ میل جول کے زیادہ شائق ہوتے ہیں - اور لوگوں سے
ان کا ربط و ضبط میں بے تکلفی زیادہ روا رکھتے ہیں -
لیکن ان میں اس سے زیادہ باوقار اور صاف نہیں ہوتے -
اگر وہ خلیق ہوتے ہیں - لیکن خود غرض - کھلاڑی اور
اوپر کے دل سے ملنے والے +

یہ امر بالکل عیاں ہے کہ آیا خوش طبع اور خلیق
[illegible] پسند اور خشک مزاج لوگ کاروبار، سوسائٹی اور
[illegible] زیادہ اچھے اور موزوں ہوتے ہیں - ان میں
[illegible] اور [illegible]

میں کون سا زیادہ [illegible] کا صحیح
جواب نہیں دیا جا سکتا +

انگریز شرمیلے پن کے باعث جب ریل کا سفر کرتے
ہیں تو وہ خالی درجہ یا گاڑی تلاش کرتے ہیں - اور جب
وہ خالی درجہ یا گاڑی میں بیٹھ جاتے ہیں تو دوسرے
آدمی کا اس میں داخل ہونا پسند نہیں کرتے - لوگ انہیں
مغرور سمجھتے ہیں - لیکن دراصل بات یہ نہیں ہے -
شرمیلا پن انگلستان کے لوگوں کا قومی خاصہ ہے +

مرحوم پرنس البرٹ جو ایک نہایت خوش طبع شخص
تھا وہ نہایت تنہائی پسند بھی تھا - اس نے اپنے
شرمیلے پن کو دور کرنے کے لئے بہت کوشش کی -
لیکن کامیاب نہ ہوا - اُسے سوانح نگار نے لکھا ہے کہ
اُنہیں پرنس کا شرمیلا پن تھا - اسی طرح سر آئزک
نیوٹن نہایت شرمیلا شخص تھا - اس نے اپنی دریافتوں
کو مدتوں پوشیدہ رکھا - اور جب اس نے کولنس سے
اپنا اصول بابت گردش ماہتاب بیان کیا تو اس سے یہ
بھی کہلایا کہ میرا نام اس مسئلہ کے ساتھ اخبار میں درج نہ
کرنا - کیونکہ نام درج کرنے سے میری شہرت ہوگی - اور
لوگ مجھ سے ملنے آئیں گے - اور میں ان باتوں سے گھبرا
جاتا ہوں ۔ شیکسپیئر کے حالات سے ظاہر ہے کہ وہ
کا شرمیلا آدمی تھا - اسکی تصانیف کی اشاعت بہ دقت
تمام ہوئی - وہ اپنی ناٹکوں کے دکھانے میں بہت ہی
کم شریک ہوا - اور چالیس برس کی عمر کے بعد وہ گوشہ
نشین ہو گیا - اسکی تحریر میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں
جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شہرت کا طالب نہیں [illegible]
اطمینان خاطر کا [illegible] تھا -
[illegible]

فہرست کتب جدید

شوہر کا رہنما۔ اس سلسلے میں لڑکوں اور نوجوانوں کا رہنما پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب شادی کرنے والوں یا نوشادی شدہ نوجوانوں کے لئے نہایت مفید ہوگی۔ اور ان کو بہت سی خرابیوں اور تکلیفوں سے بچائے گی۔ کوئی گھر اس سے خالی نہیں رہنا چاہئے۔ قیمت ۸ر

زرین ملک کی تلاش۔ جس میں جنوبی امریکہ کے حالات ایک ناول کے پیرائے میں نہایت دلچسپ طور سے بیان ہوئے ہیں۔ قیمت ۸ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب۔ جس میں قدیم اقوام مثل مصری۔ ایرانی۔ عرب۔ بابل وغیرہ کے حالات درج ہیں۔ قیمت ۸ر

قدما کی حکمت۔ جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں و رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے۔ قیمت ۸ر

اوٹوپیا۔ جس میں ایک خیالی قوم کی طرز معاشرت و اصول حکمت وغیرہ کے پیرائے میں ایک فلاسفر نے اپنے [illegible] ظاہر کئے ہیں۔ قیمت ۸ر

آوریس۔ رومی قیصر کے عہد کا دلچسپ افسانہ۔ قیمت ۸ر

مرقع پارلیمنٹ انگلستان۔ جس میں انگریزی طرز حکومت کے نشو و نما کا حال مفصل درج ہے۔ قیمت ۸ر

خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات۔ یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا ہے۔ اور انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے تین سو صفحے سے زیادہ۔ قیمت ۱۲ر

جان ہیلیفیکس جنٹلمین۔ ایک نہایت دلچسپ مشہور انگریزی فسانہ ہے جس میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کس طرح وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی سے ترقی کر کے دولتمند ہو گیا۔ نوجوانوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ جلد اول۔ قیمت ۱۲ر

دشمن شیر۔ رومی بادشاہوں کے جور و ستم کے زمانے کا ایک ناول مع تصویر۔ قیمت ۱۲ر

رابنسن کروسو۔ مشہور انگریزی قصہ۔ قیمت ۱۲ر

آنے والی قوم۔ نہایت دلچسپ علمی ناول ہے قیمت ۸ر

ڈاکٹر جیکل و میاں حمید یعنی دو جسموں والا آدمی قیمت ۸ر

تسخیر پنجاب۔ جس میں پنجاب کے انگریزوں کے قبضے میں آنے کا حال بطور ناول کے بیان کیا گیا ہے۔ نہایت دلچسپ ہے۔ قیمت ۸ر

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ گزشتہ اٹھارھویں صدی تک یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے اور ہر ایک اہل علم کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس میں مفصل بتایا گیا ہے کہ کس طرح مختلف صدیوں کے مختلف اشخاص کے ذریعے سے علوم و فنون کے بھید دریافت ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ اس اعلیٰ پایہ کو پہنچ گئے جہاں اب دیکھتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

علوم طبعیہ کی تاریخ ۱۹ انیسویں صدی میں قیمت ۸ر

علم الارض۔ جس میں طبقات زمین کی ساخت وغیرہ کا مفصل حال درج ہے۔ علم جیالوجی کا پہلا ابتدائی رسالہ ہے جو اردو زبان میں شائع ہوا ہے۔ با تصویر۔ قیمت ۸ر

میں رومتہ الکبریٰ کے عروج و زوال و طرز حکومت کا مفصل حال درج ہے۔ قیمت ۱۲ر +

طلسم۔ سر والٹر سکاٹ کے مشہور ناول طلسمان کا ترجمہ جس میں صلیبی لڑائیوں کے نہایت دلچسپ حالات ناول کے طرز بیان ہوا ہے۔ قیمت ۱۲ر +

خصلت۔ سمائلز صاحب کی مشہور کتاب کیریکٹر کا ترجمہ ۸ر +

اصول تجارت۔ جس میں آج کل کی تجارت کے متعلق مفصل اصول و طریق کا حال درج ہے جن کا جاننا ہر ایک سوداگری پیشہ آدمی کو ضرور ہے۔ قیمت ۸ر +

خدا کی ہستی۔ جس میں نہایت فلسفیانہ اور معقولی طور پر خدا کی ہستی کے ثبوت دئے ہیں۔ کسی حق جو دیندار کو خواہ کسی مذہب کا ہو خالی نہیں رہنا چاہئے۔ قیمت ۱۲ر +

ویدوں کی تعلیم۔ جس میں ویدوں کے متعلق نہایت تحقیقات و جستجو کی گئی ہے۔ اور تاریخی اور علمی اصول کے مطابق ان کی تعلیم کا حال بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۲ر +

مکالمات افلاطون۔ جس میں افلاطون کے مکالمات تمام و کمال یونانی سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔ اور اُردو میں پہلی دفعہ شائع ہوئے ہیں۔ قیمت ۸ر +

حیات داؤد۔ جس میں حضرت داؤد کی زندگی کا مفصل حال اور اس سے جو روحانی سبق حاصل ہوتے ہیں درج ہے۔ قیمت ۱۲ر +

مسیح کے خاص دوست۔ جس میں خداوند یسوع مسیح کے خاص حواریوں اور دیگر اشخاص کا حال درج ہے۔ قیمت ۶ر +

الہام بائبل۔ مسئلہ الہام پر فلسفیانہ بحث کی گئی ہے۔ زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ۔ مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کے تاریخی ثبوت۔ قیمت ۱۲ر +

مسیحی دین اور اخلاق۔ جس میں انگلستان کے ایک مشہور عالم نے فلسفیانہ طور پر مسیحی مذہب پر بحث کی ہے۔ قیمت ۸ر +

درخواستیں بنام اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور آنی چاہئیں

ترقی ۱۹۰۶ء میں مفصلۂ ذیل مضامین و رسالہ جات شائع کئے گئے :-

قدیم تاریخ رومتہ الکبریٰ۔ زمانہ قدیم کی نابود شدہ مشرق و مغرب کی تہذیب و شائستگی کے حالات + علمی مضامین۔ تاریخ علوم طبعیہ۔ انیسویں صدی کی علمی ایجادیں اور دریافتیں اور ان کا مفصل حال۔ ایٹم آئن اور اس کی ساخت کے اصول۔ امریکہ و یورپ کے حالات۔ نئی نئی ایجادیں اور دریافتیں اور علمی خبریں۔ پولیٹیکل و سوشیل مضامین۔ ہند کی تاریخ اور دیگر ممالک کے انتظام سلطنت وغیرہ + تجارت۔ اصول تجارت + لٹریچر جدید۔ انگلستان کے مشہور ناول نویسوں کے تاریخی و اخلاقی ناول۔ طلسمات از سر والٹر سکاٹ۔ لیونگسٹن صاحب کا سفرنامہ یعنی زرین ملک کی تلاش + لٹریچر قدیم۔ مور صاحب کا یوٹوپیا یعنی ایک خیالی ملک و سلطنت کے قوانین۔ رسم و رواج کا حال۔ لارڈ بیکن کا رسالہ حکمت تمدن + علم اخلاق۔ سمائلز صاحب کی مشہور کتاب کیریکٹر یعنی خصلت۔ مشاہیر عالم کی سوانحعمریاں۔ علمی چٹکلے اور دلچسپ خبریں +

مفید عام پریس لاہور میں سیکرٹری صاحب پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کے لئے چھاپا گیا +

ترقی

ایک تاریخی - علمی - اخلاقی ماہوار رسالہ

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک پیشگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل

جلد ۶	لاہور - دسمبر ۱۹۰۶ء	نمبر ۱۲

فہرست مضامین

لاہور - بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۷ء

ایڈیٹوریل نوٹس

ناظرین ترقی کو کرسمس اور سال نو مبارک ہو

ہم اہل ملک کی توجہ عموماً اور ناظرین ترقی اور اردو خوان اصحاب کی توجہ خصوصاً ترقی کے جدید پروگرام کی طرف جو سال ۱۹۰۸ء کے لئے تجویز کیا گیا ہے منعطف کرانا چاہتے ہیں - یہ پروگرام موجودہ نمبر ترقی کے صفحات ۶۵ء ۶۸ء میں درج کیا گیا ہے - امید کہ جو اصحاب ملکی ترقی اور نیز اردو لٹریچر کی ترقی کی باتوں کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہیں وہ اُس کا مطالعہ ضرور کرینگے ◆

اس جدید پروگرام سے صاف طور پر عیاں ہے کہ ترقی کے مدعا کو وسعت دینے اور اُسے درجہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے کارکنان ترقی نے کیا کچھ کرنے کا ارادہ کیا ہے - اور یہ کہ اُس کی روش میں معقول اصلاح کر کے اُسے اردو خواں اصحاب کے لئے کسقدر دلچسپ اور مفید بنانے کا قصد کیا گیا ہے ◆

ہمارا ہمیشہ یہی ارادہ رہا ہے کہ ہم ترقی کے ذریعہ ہر سال اہل ملک کی خدمت میں زیادہ مفید مضامین اور زیادہ تعداد میں پیش کرتے رہیں - اس لئے جیسا کہ جدید پروگرام سے واضح ہوگا ہم اس مدعا میں ۱۹۰۸ء سے زیادہ کامیاب ہوسکیں گے تقطیع کے قدرے گھٹا دینے سے ۸ صفحے حجم میں اور بڑھا دئے گئے ہیں - جن کے ذریعہ اُن مضامین سے ناظرین کو مستفید کیا جائے جو اب تک عدم گنجائش کے باعث داخل نہیں ہوسکتے تھے ◆

ماہ جنوری کے نمبر سے ناظرین ترقی کے سامنے کل دنیا کے ماہواری ضروری واقعات اور اُن کے متعلق معقول رایوں اور خیالات کا خلاصہ بھی پیش کیا جائیگا تاکہ اُنہیں کسی اخبار کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے - مزید براں اُن ملکی

اور سوشل باتوں کے متعلق بھی مضامین و واقعات وغیرہ درج کرائے جائینگے جو اہل ملک کی آئندہ بہبودی کے لئے اشد ضروری ہیں۔ دُنیا کے ایسے مشاہیر کی زندگی کے سبق آموز حالات درج کئے جائینگے جو قوموں کے بنانے والے ہوئے ہیں۔ اور جن کی زندگی کی تقلید سے اہل ہند میدان ترقی میں دوسری اقوام کے پیچھے نہ رہیں گے۔ ہر نمبر میں چند نہائت ضروری تصاویر اور خاص مضامین بھی درج ہوا کرینگے +

اس بات کو مطلق گنجائش نہیں کہ جب تک اردو دان اصحاب قدیم و جدید علوم وفنون کا مطالعہ خود اردو زبان میں نہ کرینگے تب تک ان علوم و فنون کو نہ تو عمدگی کے ساتھ سمجھ سکیں گے اور نہ اچھی طرح اور نہ جلد تر حاصل کر سکینگے۔ ترقی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ اردو دان پبلک کے لئے اردو زبان میں ان مضامین کا ذخیرہ پیش کرے۔ تاکہ اُن کو اُن کے حصول میں زیادہ سہولیت ہو سکے +

ہم اُن اصحاب کے جو ترقی کی امداد میں کوشش فرماتے رہے ہیں اور نیز ان اصحاب کے جو ترقی کو بہتر سے بہتر بنانے کے متعلق مفید مشورے دیتے رہے ہیں تہ دل سے ممنون ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں وہ بدستور ترقی کے حامی رہیں گے۔ اور اردو دان اصحاب سے پھر ایک بار ملتجی ہوتے ہیں کہ وہ ترقی کی امداد کو نہایت ضروری اور اہل ملک کی ترقی کے لئے لازمی سمجھیں۔ اور اس طرح اُن روکاوٹوں کے دور کرنے والے بنیں جو ملک کی ترقی اور بہبودی کے راستے میں حائل ہیں +

گزشتہ چند سالوں سے اہل ہند کے خیالات میں ایک حیرت انگیز تغیر واقع ہو گیا ہے۔ اور وہ ملکی ترقی کے لئے طرح طرح کی تجاویز سوچنے اور اُن پر عمل کرنے لگے ہیں بعض اصحاب کا یہ خیال درجہ یقین تک پہونچ گیا ہے کہ جب تک اہل ملک کو ملکی معاملات کے ساتھ دلچسپی پیدا نہ ہوگی اور یہ کہ انہیں ملکی معاملات میں دخل حاصل نہ ہوگا تب تک ملک کی ترقی نہیں ہو سکے گی۔ یہ خیال بالکل درست ہے مگر اس میں اُسی وقت حسب منشا کامیابی کی امید ہو سکتی ہے جب کہ اہل ملک قوموں کے عروج و زوال کے اسباب۔ اور اُن کے علوم وفنون سے واقف ہو کر ایسے لائق بن جائینگے کہ اُن کی رائیں ملکی معاملات میں وزندار سمجھی جائیں اور وہ ملکی امور کو خوبی کے ساتھ تکمیل دے سکیں۔ ترقی کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ اہل ملک کو ان باتوں کا نہ صرف گرویدہ ہی بنائے بلکہ اُن کو اُن کے سامنے پیش بھی کرے۔ مطالعہ پسند اصحاب خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ یورپ امریکا اور جاپان جو آجکل بام عروج پر نظر آ رہے ہیں اُنکی موجودہ ترقیوں کا سبب یہی ہے کہ وہ قوموں کے عروج و زوال کے اسباب اور علوم وفنون کے ماہر ہیں +

ہم ناظرین ترقی سے پھر ایک بار اور خاص طور پر ملتجی ہیں کہ

دلچسپ علمی خبریں و دریافتیں

اخبار سائنس سفٹنگز رقمطراز ہے کہ قلب کی حرکت بند ہونے سے جو اموات کثرت واقع ہونے لگی ہیں اُن کا باعث قلب کی حرکت کا بند ہونا نہیں ہے - بلکہ قلب کا بھوکا رہنا ہے - آجکل لوگ ایسی غذائیں زیادہ کھاتے ہیں جن سے جسم میں چربی زیادہ ہو جاتی ہے - اس کا یہ بُرا اثر ہوتا ہے کہ قلب کے اعصاب اور شرائیں سُکڑ جاتی اور کمزور ہو جاتی ہیں - اور اُن کی جگہ چربی زیادہ مقدار میں جمع ہو جاتی ہے - جس کی زیادتی سے قلب کو پرورش کرنے والی غذا نہیں مل سکتی اور کمزوری کے باعث اُس کی حرکت بند ہو جاتی ہے +

ڈاکٹر یوجن اریوین نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جس کے ذریعہ مچھلیاں پانی سے باہر آکر بھی زندہ رہتی ہیں مچھلیوں کو درازوں میں رکھا جاتا ہے جن کے گرداگرد اندر کی طرف تر کپڑے کی تہ لگی ہوتی ہیں - اوکسیجن اول تو پانی میں ہوکر گزر جاتا ہے اور پھر دراز کے اندر داخل کر دیا جاتا ہے اس اوکسیجن میں سانس لینے سے مچھلیوں کے گلپھڑے اسی طرح تر رہتے ہیں جسطرح کہ پانی کے اندر - مزید براں وہ اُسی طرح جلد جلد سانس لیتی رہتی ہیں جس طرح کہ پانی کے اندر - اگر دراز کے اندر اوکسیجن زیادہ مقدار میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ ایک نل کے ذریعہ باہر نکل جاتا ہے +

اخبار سائنس سفٹنگز سے معلوم ہوا کہ مرگی کا مرض عمدہ عینکوں کے استعمال سے جاتا رہتا ہے +

ملک کناڈا سے ڈاکٹر آر - سی - لارینس لکھتے ہیں جس کی تصدیق شہر ہیلٹن کے کئی ڈاکٹروں نے بھی کی ہے کہ ایک عورت کے ۵۵ سال کی عمر میں پیشانی پر ایک سینگ نکلنا شروع ہوا - وہ کھوپڑی سے ملحق تھا - اور بڑھ کر دو انچہ ہو گیا - کوئی دو سال ہوئے کہ عورت کا سر دروازے میں لگنے سے یہ سینگ بقدر ایک انچہ کے ٹوٹ گیا - مگر پھر بڑھکر ۵ انچہ ہو گیا - تلی میں اُس کا قطر ایک انچہ تھا - اور اوپر کا حصہ نوکیلا تھا - ڈاکٹر لارینس نے عمل جراحی کے ذریعہ اُسے کاٹ ڈالا - وہ مینڈھے کے سینگ سے مشابہ تھا +

ایک شخص کے پاس ایک گھوڑی اور ایک کتا تھا - گھوڑی کو ایک بلی نے کاٹ کھایا زخم باوجود علاج کے اچھا نہ ہوا اور کاٹے کا اثر گھوڑی کے خون میں سرایت کر گیا - اس گھوڑی کے مرنے سے پیشتر اُس کے زخم کو کتے نے چاٹ لیا - وہ بھی مر گیا +

چین کا سب سے پُرانا اخبار جو دنیا بھر کے اخباروں سے پرانا ہے اُس کا نام "تنگ پاؤ" ہے - وہ پیکین سے شائع ہوتا ہے - اور سنہ ۔۔ء کے قریب جاری کیا گیا تھا - اُس کے کوئی دو سو سال بعد یعنی سنہ ۹۱۱ء میں ایک اور اخبار پیکین ہی سے "پیکین گزٹ" کے نام سے جاری کیا گیا تھا - اُس وقت وہ ماہواری رسالہ تھا - سنہ ۱۳۶۱ء میں

وہ ہفتہ وار کیا گیا - اور گذشتہ صدی کے شروع میں وہ روزانہ کردیا گیا - اور کچھ عرصہ بعد دن میں تین بار - مگر افسوس کہ اب یہ اخبار بند کردیا گیا +

جن لوگوں کو باغبانی اور پھولوں کی نمائش سے ازحد دلچسپی ہے - اُن کا بیان ہے کہ بعض ایسے پودے بھی دیکھے گئے ہیں جن کی ایک شاخ پر سُرخ رنگ کے پھول لگے تھے اور دوسری شاخ پر زرد رنگ کے تیسری شاخ پر نیلگوں اور بعض اس قسم کے پھول دیکھے گئے ہیں جن کا رنگ آج زرد ہے اور کل سُرخ اور پرسوں نفشی - مسٹر لوتھر بوربنک ایک مشہور بوٹانسٹ ہے جو فن فلاحت میں معجزنما عمل جانتا ہے - اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے گُل داؤدی کا ایک ایسا عجیب پھول دیکھا تھا - جو گرگٹ کی طرح دن میں ۳ بار رنگ بدلتا تھا صبح کو سرخ دوپہر کو زرد اور شام کو سفید ہوجاتا تھا - میں اس پھول کو دیکھ کر سخت حیران ہوا +

صدہا برس کا عرصہ ہوا کہ تمام روئے زمین کے عالم فاضلوں کا بالاتفاق یہ خیال تھا کہ یہ زمین مربع ہے جس میں طول عرض اور حجم شامل ہے اور یہ بالکل چورس میدان کی شکل میں پھیلی ہوئی ہے خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کے اطراف میں سنہری رسیاں ڈال کر جھولہ کی طرح آسمان سے لٹکا رکھا ہے - مصر چین اہل اسٹریا اور امریکہ مدتوں اسی اعتقاد کے پیرو رہے اور یہ خیال کرتے رہے کہ زمین کے کونے یا انتہا ہے اگر اُس سے آگے قدم بڑھاویں تو زمین سے نیچے گر پڑیں اور خدا جانے گر کر نیچے کہاں جا پہونچیں +

اُس مسئلہ زلزلہ پر آر - ایس - لٹّ نے بہت غور وخوض کیا ہے اور اپنی قیمتی تحقیق کا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صرف کوہ آتش فشاں ہی اسکے باعث نہیں ہیں - بلکہ بہت سی باتیں اس میں حصہ لیتی ہیں مثلاً زمین کے چھلکہ کی ہر ایک درز اور دراڑ بھونچال پیدا کرسکتی ہے - ڈائنامیٹ کے گولے کے صدمہ سے جو تلاطم ہوا کے امواج میں پیدا ہوتا ہے - وہ پہاڑوں کی چٹانوں میں گھُس کر اُن کو اپنی جگہ سے ہلا کر بھونچال پیدا کرسکتا ہے - اگر زمین کا کوئی حصہ اپنی جگہ سے سرک جائے تو بھونچال پیدا ہوسکتا ہے - اگر کسی غار کا بالائی حصہ گر پڑے تو اس صدمہ سے بھی بھونچال پیدا ہوجاتا ہے یہ سب باتیں خفیف جھٹکوں کا باعث ہیں لیکن زیادہ خطرناک اور مہلک باعث آتش فشاں پہاڑوں کا خروج ہے - جبکہ آتشیں مادہ اُن کی تہ میں فراہم ہوکر جل اٹھتا ہے - اور زمین کی سطح کی طرف خروج کرتا ہے تو وہ زمین کے پردوں کو پھاڑتا ہوا باہر آجاتا ہے - جسکے صدمہ سے زمین کانپنے لگتی ہے - اور جھٹکوں پر جھٹکے محسوس ہوتے ہیں - لاوا جس زور سے مندر سے نکل کر دور تک پھیلتا ہے وہ اس بات کا اندازہ بتانے کیلئے کافی ہے کہ کس قدر شدت اور سختی سے مادہ تہ میں جوش زن ہے اسمیں شک نہیں کہ جب کبھی کوئی نیا آتش فشاں پہاڑ خروج کرتا ہے - تو پہلے خفیف جھٹکے محسوس ہوتے ہیں - پھر جب لاوا جوشزن ہوکر مادہ پھوٹ نکلتا ہے تو سخت بھونچال آتا ہے اور تمام ملحقہ اضلاع کو درہم برہم کردیتا ہے - اکثر آبادیوں اور بستیوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے - لیکن جن علاقوں میں آتش فشاں پہاڑ نہ ہوں وہاں مذکورہ بالا اسباب بھونچالوں کا سبب ہوا کرتے ہیں - سن فرانسسکو اور کنگسٹن میں جو بھونچال آئے تھے اُن کا باعث زمین کے چھلکہ کی درز تھی م

ہندوستان میں مسئلہ خیرات

اس میں شک نہیں ہے کہ ہندوستان میں
مسئلہ خیرات نہایت ہی ضروری اور اصلاح طلب ہے کیونکہ
آجکل اس ملک کی قریباً تمام خیرات ٹھیک طور پر استعمال
نہیں ہوتی۔ اگرچہ ہندو و مسلمان صاحبان کی دہارمک کتابوں میں
خیرات کے متعلق بہت ہی ٹھیک قاعدے واضح طور پر بیان
کئے گئے ہیں مگر ملک میں عام جہالت کے باعث لوگ
مذہبی اصولوں سے بھی ناواقف ہیں اور اس لئے ہم شکل
اور تمدنی وغیرہ برائیوں میں پھنسکر افلاس اور جہالت کا شکار
ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اس ملک کے لوگ دیگر مہذب اور
تعلیم یافتہ قوموں اور ملکوں کی نسبت زیادہ فیاض
اور رحمدل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری قومی فیاضی اور
خیرات ٹھیک طور پر اُن طریقوں میں استعمال نہیں ہوتی
جن سے قومی ترقی اور بہبودی بڑھے۔ یورپ و امریکہ
اور جاپان جیسے مہذب اور آزاد ملکوں میں لوگ اپنی
خیرات اور فیاضی کو تعلیم کی ترقی کی طرف اور اُن لوگوں
کی امداد کی طرف صرف کرتے ہیں جو اپنی معذوری کے
باعث خود دیانتداری سے نہیں کما سکتے۔ مثلاً قومی
مدرسوں۔ کالجوں۔ یونیورسٹیوں کی قائمی یا یتیموں اور
محتاج خانوں کی پرورش میں اور نیز ان مہذب قوموں
میں اس بات کی بڑی پابندی ہے کہ ملک میں سستی یا
جہالت نہ پھیلے۔ اور اسلئے انہوں نے دو قاعدے
قانوناً باندھ رکھے ہیں۔ اول تو تعلیم ان مہذب ممالک
میں ضروری اور مفت رائج ہے۔ کیونکہ ان مہذب
ممالک کی سرکار اپنے تمام لوگوں کو علم کی روشنی سے
بے بہرہ رکھنا ایک گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اس لئے بغیر
تعلیم کے نہ تو لوگ مذہبی پابندیوں اور نہ ملکی اور قومی
ترقی سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اور اصل میں وہ اس
مصرعہ کی عملی طور پر پابندی کرتے ہیں کہ ؎

"بے علم نتواں خدا را شناخت"

اور اس لئے ان ممالک میں تعلیم بالکل مفت ہونے
کے علاوہ لازمی بھی ہے یعنی ہر بچے کو سولہ برس تک
تعلیم کی ضروری سرکار کی طرف سے تحصیل کرنی پڑتی
ہے۔ اور اس لئے علم کی روشنی سے وہاں کے لوگ
منور ہو کر محب وطن عالم اور ملک اور قوم کے خیر خواہ
ہوتے ہیں۔ اور اگر یورپین اقوام دیگر قوموں پر حکومت
کر رہی ہیں تو اس کا بڑا بھاری سبب یہی ان کی تعلیمی
ترقی ہے۔ دوئم انہوں نے اپنے ملک میں بھیک مانگنا
بھی جرم قرار دے رکھا ہے۔ کیونکہ بھیک مانگنے
سے انسان اور قوم سست بن جاتی ہیں۔ یورپ کے
قریباً تمام ممالک میں بھیک مانگنا ایک جرم ہے اور
اس لئے کوئی شخص بھی وہاں بھیک نہیں مانگ سکتا۔
کیونکہ اس جرم کی سزا چھ ماہ قید ہے۔ مگر ہندوستان
میں نہایت افسوس کا مقام ہے کہ معاملہ بالکل برعکس
ہے۔ کیونکہ نہ تو یہاں تعلیم کی ترقی ہے اور نہ بھیک
مانگنے کی کمی۔ ہندوستان میں تعلیم یافتہ اصحاب بمشکل سے
دو فیصدی ہونگے اور باقی ۹۸ فیصدی لوگ جاہل
اور علم کی روشنی سے بے بہرہ اور اسلئے وہ حیوانوں
جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یعنی نہ تو ان کو ملک اور

قوم کی حالت اور اس کی ضرورتوں سے واقفیت ہے اور نہ اُس کی بہبودی اور ترقی میں دلچسپی۔ ہندوستان میں تو بھیک مانگنے کے متعلق یہ حالت ہے کہ پچھلی مردم شماری سنہ ۱۹۱۱ء کے مطابق اس ملک میں ۵۲ لاکھ آدمی ایسے دکھلائے گئے ہیں جو صرف بھیک مانگنے پر گزارہ کرتے ہیں اور اگر چار روپیہ ماہوار بھی ایک آدمی کی خوراک اور پوشاک وغیرہ میں خرچ ہو تو ہندوستان کو صرف ان بھیک منگوں کی پرورش میں قریباً ۲۵ کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اگر محتاج لوگ یعنی یتیم اندھے۔ لُولے۔ لنگڑے اور بیمار لوگ بھیک مانگیں تو اتنا قابل اعتراض نہیں۔ مگر آجکل بھیک منگوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جوان اور مضبوط ہیں۔ مگر دیانتداری سے کما کر کھانے اور محنت کرنے سے عاری ہیں۔ اور جب ان مضبوط اور جوان لوگوں کو مفت میں بغیر محنت اور مشقت کے تمام ضروریات انسانی صرف بھیک مانگنے سے میسّر ہو جاتی ہیں تو یہ لوگ بالکل سست بنکر ملک اور قوم کے لئے ایک بڑا بھاری بوجھ بن رہے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جو لوگ کہ اصلی خیرات کے مستحق تھے وہ خیرات سے محروم ہو رہے ہیں۔ یعنی قومی مدرسے اور کالج اور محتاج خانے اور یتیم خانے کافی امداد نہ ملنے سے بہت ہی بُری حالت میں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں بھیک منگوں کی بڑی بھاری تعداد کا یہ بھی باعث ہے کہ لوگوں کو دیانتداری سے کمانے کے ذرایع اور وسائل بھی میسّر نہیں ہیں یعنی ملک کے ہر قسم کے کارخانہ جات صنعت اور حرفت جن سے لوگ دیانتداری

سے کما کر اپنی پرورش کرتے تھے آجکل بالکل معدوم ہو گئے ہیں اور ہم اپنی انسانی ضروریات کے لئے غیر اقوام کے محتاج بن گئے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر سال اسی ملک سے ایک سو پچیس کروڑ روپیہ سالانہ غیر ملکوں۔ جرمنی۔ آسٹریا۔ اٹلی وغیرہ میں نکلتا جاتا ہے جس سے کہ ہندوستان آجکل نہایت مفلس بن گیا ہے۔ اور اسی افلاس کے باعث قحط اور پلیگ یہاں کے مستقل اور بن بلائے مہمان بن گئے ہیں جن سے کہ ہر سال بیس لاکھ ہندوستانی موت کا شکار ہو جاتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قحط اور پلیگ میں بیس لاکھ آدمی ہر سال مرنے سے اُن کے یتیم بچے بھی اپنی ضروریات کا سامان بہم پہنچانے میں قاصر رہتے ہیں۔ ان تمام برائیوں کا صرف یہی ایک علاج ہے کہ ہم اپنی خیرات اور فیاضی کو صرف قومی مدرسوں اور کالجوں کی قائمی اور ترقی میں صرف کریں جس سے کہ علم کی روشنی ملک کے تمام لوگوں میں پھیلے اور اپنی انسانی ضروریات کے لئے اپنے ملک کی پیداوار یعنی مختلف کارخانہ جات صنعت اور حرفت میں طیار شدہ اشیاء پر منحصر رہیں۔ جس سے کہ نہ صرف ہمارے ملک سے ایک سو پچیس کروڑ روپیہ ہر سال غیر ملک میں نکلنے سے بچ جائے بلکہ وہی روپیہ ہندوستان میں نئے نئے کارخانہ جات صنعت اور حرفت کی قائمی میں صرف ہو تاکہ ہندوستان کے مزدوری پیشہ لوگوں کو دیانتداری سے کما کر وسائل گزارہ حاصل ہوں۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ اسلئے ہمیں ان ہر دو سوشل اصلاح کی ترقی میں کمر ہمت باندھ کر مستعد ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ دیگر اصلاحوں کے مقابلہ میں یہ اصلاحیں

برٹیومارٹ اور جادو کا آئینہ

جب برٹیومارٹ اور دوسرا سورما قلعۂ مسرت سے چلے گئے تو سورما کے دل میں یہ خیال گذرا کہ وہ برٹیومارٹ سے اُس ملک میں آنے کا سبب دریافت کرے اور نیز بھیس بدلنے کا سبب - برٹیومارٹ نے جواب میں کہا کہ جب سے میں نے دایہ کی گود سے جدائی اختیار کی تب ہی سے مجھے فن حرب کی تعلیم ملتی رہی - یہاں تک کہ عورتوں کے کاہلانہ و جاہلانہ اشغال سے میری طبیعت بالکل اوچاٹ ہوگئی - اور اب مجھے صرف جاں جوکھوں کے کاموں - کارہائے نمایاں اور جنگ و جدل ہی میں لطف آتا ہے - میں اس ملک میں صرف شہرت اور عزت حاصل کرنے کے لئے آئی ہوں +

میں نے سُنا تھا کہ "ملکۂ پرستان" کے ملک میں بہت سے سورما ہیں - اور وہاں بہت سے موقع جانبازی اور بہادری کے دکھانے کے ملتے ہیں - میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ کیا آپ کو سورما ارٹیگال کا بھی کچھ حال معلوم ہے جس نے ایک بار مجھ سے بڑی بدسلوکی کی تھی اور جس سے انتقام لینے کی آرزو میں میں اس جگہ تک پہنچی ہوں +

سورما نے جواب میں کہا کہ ارٹیگال تو ایک نہایت مشہور شہ زور اور جانباز سورما ہے - اس لئے مجھے یقین نہیں آتا کہ اس نے کبھی کسی سے کسی قسم کی بدسلوکی کی ہو - کیونکہ جو شریف طینت سورما ہوتے ہیں وہ ان باتوں سے ہمیشہ حذر کرتے ہیں +

ارٹیگال کی تعریف سُنکر برٹیومارٹ بیحد خوش ہوئی - کیونکہ وہ دراصل اس کی دلدادہ تھی - لیکن اُس نے ارٹیگال کے مزید حالات دریافت کرنے کی غرض سے ارٹیگال کی خصلت پر نکتہ چینی شروع کردی - اور دریافت کیا کہ بھلا وہ کس جگہ ملے گا - کیونکہ وہ اُس سے زور آزمائی اور معرکہ آرائی کرنا چاہتی ہے +

سورما نے جواب دیا کہ ایک ایسے زبردست سورما سے مقابلہ کرنے کا خیال نادانی سے زیادہ نہیں ہے - یہ بتانا بھی دشوار ہے کہ وہ کہاں ہوگا کیونکہ جہاں کہیں اُسے بیکسوں پر ستمرانی کی خبر ملتی ہے وہ وہیں اُن کی امداد کے لئے چلا جاتا ہے - اور اس طریقہ میں اُس نے لازوال شہرت اور بیمثال عزت حاصل کرلی ہے +

ان باتوں کو سُنکر برٹیومارٹ اور زیادہ خوش ہوئی - اور کہنے لگی کہ چونکہ ارٹیگال کا ملنا دشوار ہے اس لئے آپ مہربانی کرکے وہ علامات بتادیں جس کے ذریعہ وہ شناخت کیا جاسکے - اُس کی ڈھال اور اُسکے اسلحہ کس قسم کے ہیں - اور گھوڑا کس رنگ کا ہے - سورما نے ان سب باتوں کے جواب میں سر ارٹیگال کا مفصل حال بتادیا - برٹیومارٹ کہنے لگی کہ میں نے اُس کی صورت اُس آئینہ میں دیکھی

تھی جو مرلن جادوگر نے بنایا تھا۔ میرا باپ شاہ
رائی اینس جنوبی ویلس پر حکمران تھا۔ اس وقت
اُس نے یہ آئینہ بنایا تھا۔ جس کی شہرت کل دُنیا
میں پھیل گئی۔ اس آئینہ میں وہ دنیا کی ساری چیزوں
کا نظارہ کرا سکتا تھا۔ مرلن نے یہ آئینہ شاہ رائی اینس
کو دیدیا تھا۔ تاکہ جب کبھی کوئی دشمن اُس کے ملک
پر حملہ آور ہو تو اُسے اُس کا حال پہلے سے معلوم
ہو جائے۔ اور وہ اُس کے مقابلہ کا سامان یا اُس
کی روک تھام کر سکے۔ ایک دن میں اپنے باپ کی
خلوت میں گئی۔ اُس وقت مجھے یاد آگیا کہ اس آئینہ
میں کون سی عجیب صفت تھی۔ اُس وقت میں نے
اُس میں یہ دیکھنا چاہا کہ مجھے کون ساخاوند نصیب
ہو سکیگا۔ فی الفور میری نگاہوں سے ایک سورما کی
شبیہ دوچار ہوئی۔ جس کی صورت سے شان و شوکت
کے علاوہ جاہ و جلال اور بہادری نمایاں تھی۔
اُس کی ڈھال کے پر ایک آرمن (سموری گٹھری)
کی تصویر تھی۔ اس وقت سے میں اُس کی تلاش
میں ہوں +

سر ارٹیگال کی شبیہ آئینہ میں دیکھنے کے
بعد میرا رنگ زرد پڑ گیا اور میں بیمار ہو گئی۔ اور مجھے
اسقدر پریشانی نے گھیرا کہ کسی چیز میں لطف نہیں
آتا تھا۔ راتوں کو نیند اڑ گئی۔ اور دل سے ہر وقت
آہ و نالہ اور آنکھوں سے اشک رواں رہنے لگے
میری دایہ میری حالت زار دیکھ کر بیحد متفکر ہوئی۔
اور ایک رات جبکہ میں سخت بے چین تھی تو اُس نے
مجھ سے میرے دل کا راز نہانی اور بے قراری کا
موجب دریافت کیا۔ اُس وقت میں نے اُس سے
سارا ماجرا من و عن بیان کر دیا۔ اُس نے مجھے
تسلی دینا شروع کی اور کہا کہ آؤ چلو اُسے تلاش
کریں +

جب اس پر بھی میری تسکین نہ ہوئی تو میں
مرلن جادوگر کے پاس اُس غار میں گئی جہاں کہ
وہ ساکن تھا۔ میرے ساتھ میری دایہ بھی تھی۔
مرلن کو ہمیں دیکھکر مطلق حیرت نہ ہوئی۔ کیونکہ اُسے
پہلے ہی سے ہمارا ارادہ معلوم ہو گیا تھا۔ دایہ نے
اُس سے ساری کہانی بیان کی جسے سُنکر وہ کہنے
لگا کہ جو شخص گھر سے باہر نکل کر اپنے مدعا میں کامیاب
ہو سکتا اُسے جادو کی امداد کی کیا ضرورت ہے۔ مگر
دایہ نے کہا کہ اب تو مہربانی فرما کر ہمارے درد کا کچھ
مداوا کر دو +

یہ سُنکر مرلن نے چند منٹ تک غور کیا اور کہا
کہ تمہیں بہت سے حوادث پیش آئیں گے۔ مگر تمہارا
بال بیکا نہ ہوگا۔ جس شخص کی شبیہ تم نے آئینہ میں
دیکھی ہے وہ سر ارٹیگال ہے اور ملکہ پرستان
کے ہاں ایک سورما ہے وہ انصاف کا سورما کہلاتا
ہے۔ تم اُس کی تلاش میں جاؤ۔ وہ تمہاری مدد سے
بہت سی لڑائیاں جیت کر اپنے باپ کی کھوئی ہوئی
سلطنت پر حاصل کریگا۔ اور اُس کا بیٹا اُسکا جانشین
ہوگا۔ جس کے بعد بہت سے بادشاہ اُس کی نسل
میں ہونگے۔ یہ سُنکر میں اور میری دایہ دونوں خوش
خوش اپنے گھر چلے آئے +

برٹیومارٹ کی روانگی

اس کے بعد میں نے دایہ سے صلاح کی کہ کس

طریقہ میں سرا رٹیگال کو تلاش کر سکتے ہیں۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ میں سورما کا بھیس بدل کر اُس کی تلاش میں گھر سے نکلوں اور دایہ بھیس بدل کر خادم کی حیثیت سے میرے ساتھ چلے۔ بس میں نے سب سے عمدہ اسلحہ زیب تن کئے اور مع دایہ گلوسی کے اپنے گھر سے روانہ ہو پڑی ✦

گھر سے روانہ ہو کر دونوں برابر سفر کرتے ہوئے ملکۂ پرستان کے ملک میں آ گئے۔ جہاں ملکہ گلوریانہ کے دربار میں اُن کی ملاقات ایک سورما سے ہو گئی۔ جن کے ساتھ سرارٹیگال کی بابت بات چیت ہوئی۔ ملکہ اور برٹیومارٹ میں رشتہ الفت قائم ہو گیا۔ چند دن قیام کر کے ہم ارٹیگال کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ✦

مالبیکو کے قلعہ میں بٹومارٹ کی آمد

سفر کرتے کرتے ایک شام کو برٹیومارٹ قلعۂ مالبیکو میں پہونچ گئی۔ لیکن مالبیکو نے جو قلعہ کی مالک تھی اُسے اندر نہ آنے دیا۔ اس وقت آندھی اور پانی کا سخت طوفان زوروں پر تھا۔ برٹیومارٹ کو اُس کی کج اخلاقی پر بڑا ہی غصہ آیا۔ اور اُس نے ارادہ کر لیا کہ کبھی اس کا بدلہ لیا جائیگا ✦

چونکہ طوفان کا زور تھا۔ اس لئے برٹیومارٹ نے ارادہ کیا کہ کہیں نہ کہیں پناہ تو ضرور لینی چاہیئے قلعہ کے پھاٹک کے پاس ہی ایک جھونپڑہ تھا۔ اُس نے اُس میں رات گزارنی چاہی۔ مگر اُسے جانوروں سے بھرا ہوا پایا۔ مزید براں سورماؤں کی ایک اور جماعت جسے برٹیومارٹ کے آنے سے پیشتر مالبیکو نے قلعہ کے اندر داخل کرنے سے منع کر دیا تھا وہ بھی اُسی جھونپڑے میں موجود تھے۔ اُنہوں نے برٹیومارٹ کو اندر آنے سے روکا۔ برٹیومارٹ نے اور زیادہ غضبناک ہو کر کہا کہ میں ضرور اس جھونپڑے کے اندر آؤں گی۔ خواہ رضامندی سے خواہ بے رضامندی سے۔ اگر تم نہ آنے دوگے تو میں تم کو نکال باہر کرونگی۔ اگر حوصلہ ہے تو آ کر مقابلہ کرو ✦

برٹیومارٹ کی شیخی سے سورماؤں کو غصہ آگیا۔ اور اُن میں سے ایک تو آگ بگولہ ہو گیا۔ اُس کا نام پرنڈیل تھا۔ وہ نکل کر مقابل ہوا۔ مگر برٹیومارٹ نے اُسے زچ کر دیا۔ لیکن ایک دوسرے سورما نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ اور پھر سبھوں نے مل کر مالبیکو کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ اور قلعہ کے پھاٹک پر پہونچکر پھاٹک میں آگ لگانا چاہی ✦

جب مالبیکو کو سورماؤں کا ارادہ معلوم ہو گیا تو اُس نے معافی مانگی اور کہا کہ میں تمہیں اندر داخل کئے لیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب سب اندر پہونچ گئے تو مالبیکو نے اُنکو کھانے کے لئے دیا۔ اور ضروری سامان راحت اُن کے لئے مہیا کر دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سورماؤں نے اپنے اسلحہ اُتارے۔ برٹیومارٹ کو بھی اسلحہ اُتارنے پڑے۔ جوں ہی کہ اُس نے سر سے خود دور کیا اُس کی سنہری زلفیں لٹک کر زمین تک پہونچ گئیں۔ اس وقت باقی سورماؤں کو معلوم ہوا کہ وہ ایک نازنین

عورت ہے - اس پر ایک نے دوسرے سے
تفتیش حالات کی - اس میں آدھی رات گزر گئی -
اس وقت مالیکو نے اُن سے کہا کہ اب آرام کیجئے
چنانچہ سب سو گئے +

صبح کو برٹیومارٹ سورماؤں سے رخصت
ہو کر آگے بڑھی - اُس کے ہمراہ ایک سورما
سر سٹیپرین نامی بھی ہولیا - مگر پیرٹیل جو برٹیومارٹ
کے مقابلہ میں سخت زخمی ہو گیا تھا قلعہ ہی میں اُس
وقت تک کے لئے رہ گیا جب تک کہ اُس کے
زخم اچھے نہ ہو جائیں +

برٹیومارٹ کا آگ میں ہو کر گزرنا

برٹیومارٹ اور سرسٹیپرین ابھی تھوڑی ہی دُور
گئے تھے کہ ایک قوی ہیکل دیو ایک جوان کا تعاقب
کرتا ہوا نظر آیا - برٹیومارٹ نے دیو پر حملہ کیا - وہ
خوف کے مارے اپنا شکار چھوڑ کر بھاگا - اور
ایک جنگل میں غائب ہو گیا - برٹیومارٹ اور
سٹیپرین نے اُسے تلاش کیا - دونوں ایک دوسرے
سے جدا ہو گئے - برٹیومارٹ ایک چشمہ پر پہونچی جسکے
کنارے ایک سورما سو رہا تھا - اُسے جگا کر برٹیومارٹ
نے اُس سے باتیں شروع کیں تو معلوم ہوا کہ
اُس کی معشوقہ کو ایک جادوگر چھین کر لے گیا -
معشوقہ کا نام خاتون امورییٹہ ہے - برٹیومارٹ
نے کہا میں اُسے چھڑا کر لاؤں گی - اس پر عاشق
سورما یعنی اسکوڈامور خوش ہو گیا +

برٹیومارٹ سر اسکوڈامور کو اپنے ہمراہ
لے کر روانہ ہوئی اور بہت جلد اُس مقام پر
پہونچ گئی جہاں کہ اُنہیں جان جوکھوں کا کام
انجام دینا تھا - وہاں وہ گھوڑوں سے اُترے
اور ہتھیار لے کر قلعہ کی طرف بڑھے - دروازہ
پر نہ تو پہرہ اور نہ دروازہ بند تھے - بلکہ وہاں
گندھک کے ذریعہ آگ جل رہی تھی - اسوقت
برٹیومارٹ نے اسکوڈامور سے دریافت کیا
کہ اب کیا کیا جائے - اس پر اُس نے جواب
دیا کہ میں نے تو اسی وجہ سے کہا تھا -
کہ کوشش کرنا ہی بیکار ہے - اب تو میری
معشوقہ مجھے مل چکی +

برٹیومارٹ نے کہا کہ میں تو کوشش کو
ہاتھ سے نہ دوں گی - اور یہ کہ کر وہ آگے
بڑھی اور آگ کے پار نکل گئی - اور ایک
نہایت مرصع کمرے میں داخل ہوئی - وہاں
ایک مورت تھی جس کی اہل قلعہ پرستش کرتے
تھے - اُسے دیکھ کر وہ آگے بڑھی - اور ایک
اور زیادہ مرصع کمرے کے اندر داخل ہوئی -
اُس میں ہر طرف لکھا ہوا تھا کہ "ہمت کرو -
ہمت کرو" - وہاں وہ شام تک ٹھیری - مگر
اُسے کوئی ذی رُوح مخلوق نظر نہ آیا - رات
ہو گئی - مگر برٹیومارٹ کسی خطرے کے
خیال سے سوئی نہیں - بلکہ جاگتی رہی - کیونکہ
اُسے شک تھا کہ اگر وہ سو گئی تو کوئی ایسی آفت نہ
آجائے جو نہ صرف اُسکے موجودہ مدعا کو مٹا دے
بلکہ اُس کے آئندہ مدعا اور زندگی کو بھی +

حکمت کے موتی

درختوں پر ہر موسم بہار میں جوانی آتی ہے۔ لیکن انسان پر جوانی صرف ایک ہی بار آتی ہے۔ (چینی)

جب کوئی شخص مرتا ہے تو اُسکے ہمراہ نہ تو ماں نہ باپ۔ نہ دولت اور نہ رشتہ دار جاتے ہیں۔ بلکہ وہ اکیلا ہی جاتا ہے۔ لیکن اُسکے نیک اعمال اُس کے ساتھ ضرور جاتے ہیں۔ (مہابھارت)

اگر شیشے کے ٹکڑے کو تاج میں لگا لیا جائے اور جواہر کو پاؤں تلے روندا جائے لیکن شیشہ شیشہ ہی رہتا ہے اور جواہر جواہر ہی۔ (سنسکرت)

گوہر اگر کیچڑ میں گر پڑے تب بھی گوہر ہے۔ (فارسی)

علم جہالت پر اسی طرح غالب آتا ہے جس طرح کہ تاریکی پر نور (اُتم بودھ پرکسیکا)

احمق اور عاشق کا کوئی علاج نہیں ہے (جاپانی)

سنہری بستر بیمار کو چنگا نہیں کر سکتا۔ (روسی)

اگر بھیڑیے کو پوجاری کے کپڑے پہنا دئے جائیں تو وہ نیک نہیں بن سکتا۔ (جاپانی)

وہ دولت جمع کرنی چاہیئے جسے نہ بادشاہ لے سکے اور نہ چور چرا سکے۔ بلکہ جو مرنے کے بعد بھی ساتھ ہے یعنی نیکی (مہابھارت)

میٹھی بات دل کو مقید کر لیتی ہے۔ (عربی)

عقلمند گم شدہ چیز۔ مرے ہوئے انسان اور گذرے زمانہ کو یاد نہیں کرتے (پنچ تنتر)

موت کے لئے تیار رہو مگر بیج بونے یعنی کام کرنے سے نہ رکو (روسی)

صبر مسرت کی کنجی ہے۔ توبہ معافی کی اور انکساری اطمینان کی۔ (عربی)

دُعا ایمان کے لئے ستون ہے۔ (عربی)

تجربہ سب سے اچھا اُستاد ہے۔ اور بیوقوف تجربہ کے بعد نصیحت سیکھتے ہیں۔ (سنسکرت)

لینے سے دینا مبارک ہے۔ (قول المسیح)

مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ (")

جس جسم میں عقل نہیں وہ مورت کی مانند ہے (روسی)

سالوں کی بُری عادت گھنٹوں میں نہیں سدھرتی۔ (جرمن)

بُری صحبت میں رہنے سے تو تنہا رہنا بہتر ہے (ہسپینی)

جو سب سے زیادہ چالاک ہوتے ہیں وہی پہلے پھنستے ہیں (فرنچ)

اچھا نمونہ سب سے اچھا وعظ۔ (انگریزی)

سب سے اچھا معلم زمانہ ہے (فارسی)

اگر میلے میں اینٹ ڈالو گے تو تم پر چھینٹیں آئینگی۔ (تیلیگو)

نہ گو میں اینٹ ڈالو نہ چھینٹ کھاؤ۔ (اردو)

اپاہج کے سامنے تو لنگڑا بھی بہادر ہے (تامل)

شریر کی محبت ریت کی دیوار ہے (مرہٹی)

دو جورو کا خاوند ہر وقت نشانہ غم و الم رہتا ہے۔ (بنگالی)

کار آمد اشعار

مثال گنج قارون اہل حاجت سے نہیں چھپتا
جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈھ کر سائل سے ملتا ہے

ضعف سے اٹھتے نہیں دست دعا
اب ہماری شرم اس کے ہاتھ ہے

دنیا میں کوئی لطف کرے یا جفا کرے
جب میں نہیں بلا سے مری کچھ ہوا کرے

پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی
ہم بھی رسوا ہو چکے اُن کی بھی شہرت ہو چکی

غم کی دیوار کھڑی ہو گئی دل کے اندر
مرے ارماں ترستے ہیں نکلنے کیلئے

صبح ہونے تو دو چلے جانا ۔ شب کی نیت حرام ہوتی ہے
میرے مطلب سے کیا غرض مطلب ۔ آپ اپنا تو مدعا کہئے۔
آپ کا خیر خواہ میرے سوا ۔ ہے کوئی اور دوسرا کہئے

حسرت ہے ایسے آنے پہ کب آئے پاس وہ
جب جان پہنچ چکی تھی نکل کر بدن سے دور

ضبط فغاں سے آگئی ہونٹوں پہ جان تک
دیکھو گے میرے صبر کی طاقت کہاں تلک

وصل کیا جب نہ جیتے ہو مرے ۔ وعدہ کیا جب کا انتظار نہیں

تصور ہے کسی کا کوئی تو آنکھوں میں پھرتا ہے
نظر آتا ہے اک پردہ نشیں مژگاں کی چلمن میں

کیا میرا بس ہے ضبط سوز جگر نہ ہو
اور سرد مہر آگ مری بات پر نہ ہو

تم دل کو جلا کے اور رلا کے ۔ جاتے ہو کہاں لگا بجھا کے
نہ آئے اگر یار پیمان شکن ۔ اجل آنے میں تو نہ کرنا کمی

قیامت میں ملے یاس بھڑکنے ترے ہجر کی شاخ امید مرجھا گئی۔

امتحاں خوب وفا کا بھی جفا کا بھی ہوا
تم ہمیں جان گئے ہم تمہیں پہچان گئے

کبھی سونی نہیں ہوتی ہے سرائے دنیا
اور دس آگئے دو چار جو مہماں گئے

ہزاروں برس کی بوڑھی یہ دنیا ۔ مگر تاکتی ہے جواں کیسے کیسے

ہر اک دل پہ ہیں داغ ناکامیوں کے
نشان دے گئے بے نشاں کیسے کیسے

جگر میں تڑپ دل میں درد آنکھوں میں دم
ملے ہیں ہمیں مہرباں کیسے کیسے

امنگیں ترنگیں جوانی ہی تک تھیں
رہے رات بھر مہماں کیسے کیسے

ساغر اکبرآبادی تلمیذ حضرت امیر مینائی

حیرت نہ تجلی تھی حسن دلربا کی ۔ اب کیا کہیں کہ کیا تھا اک نشان نقش پا کی
بس نیچے تڑپتے دم نکلے بیوفا وفا کی ۔ جیسی ابتدا کی ویسی ہی انتہا کی

اٹھ اٹھ کے درد دل نے دل کی جگہ بتائی
اس پر بھی اے ستمگر کیوں تیر نے خطا کی

یارب کسی کا آنا ظاہر نہ ہو کسی پر ۔ پہچان ہے نہ کوئی تحریر نقش پا کی
وہ نیچی نیچی نظریں وہ بھولی بھالی صورت ۔ وہ نازنین سراپا تصویر ہے حیا کی
کیسے لگا تھا یہ دل اپنے لگا تھا یہ دل ۔ کچھ بھی ابتدا کی کچھ تم نے ابتدا کی
دل کس کو چاہتا ہے دل تم کو چاہتا ہے ۔ خواہش کسے جفا کی خواہش اسے جفا کی
اے دل مجھے قضا میں آتی ہے بو بقا کی ۔ جلدی ہے اب کہیں تو کچھ فکر کر قضا کی
کہنا کسی کا ساغر منہ سے ہم کے دل کی تشبیہ ۔ ہمکو جو کوئی چھیڑے تو مار ہو خدا کی

تاریخ یورپ

ڈنمارک

سوئیڈن کا جنوبی ضلع جو ڈنمارک کے شمال و مشرقی حصہ کے نزدیک ہے وہ گوتھ لینڈ کہلاتا ہے کوئی ایک ہزار سال گزرے کہ اس ضلع کا فرمانروا ایک نواب مسمیٰ ہیرالڈ یا ہیروڈ تھا۔ اُس کے ایک خوبصورت بیٹی تھورہ نامی تھی۔ اُسے ہیرالڈ بہت عزیز رکھتا تھا اور قلعہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس خیال سے کہ کوئی اُسے اُڑا نہ لیجائے +

ہیرالڈ نے ایک چھپکلی ایک پنجرے میں بند کر کے اپنی بیٹی کو انعام میں دی تھی۔ جب وہ بڑی ہوگئی تو اُسے اور بڑے پنجرے میں رکھنا پڑا اور بڑھتے بڑھتے اژدھے کے برابر ہوگئی۔ اور اُس نے کنڈل مار کر قلعہ کو گھیر لیا۔ اور نہ تو کسی کو باہر جانے دیتی تھی اور نہ اندر آنے۔ یہ دیکھ کر ہیرالڈ نے اشتہار دیا کہ جو کوئی اُسے ہلاک کرے اُس کے ساتھ میں اپنی بیٹی کی شادی کر دونگا +

ایک شخص جسکا نام ریگنر تھا اُس نے اس مہیب حیوان کے ساتھ جنگ کی اور اُسے ہلاک کر دیا۔ یہ ریگنر سوئیڈن کے بادشاہ سیگرڈ کا فرزند تھا۔ پس ریگنر اور تھورہ دونوں کی باہم شادی ہوگئی۔ لیکن افسوس کہ شادی کے چند ہی سال بعد تھورہ دو بیٹوں ایریک اور اگنر چھوڑ کر فوت ہوگئی

ڈنمارک کا سب سے پہلا بادشاہ ریگنر ہوا۔ حالانکہ یہ مشہور ہے کہ اُس سے پیشتر ۱۸ بادشاہ ہو چکے تھے۔ یہ بادشاہ انگلستان پر فوجکشی کرنے کی کوشش میں انگریزوں کے ہاتھوں سے قتل کیا گیا۔ لفظ ڈنمارک لفظ ڈین سے مشتق ہے جو اسکینڈ نیویئن زبان کا لفظ ہے اور جسکے معنی نشانہ یا ملک کے ہیں۔ ڈین اس ملک کا سردار یا فرمانروا تھا اور انگلستان کے بادشاہ ایجبرٹ سے پیشتر ہوا تھا۔ ڈنمارک جیسا کہ ریگنر کے زمانہ میں تھا ویسا ہی اب بھی ہے +

ڈنمارک میں ڈنمارک خاص۔ جٹ لینڈ اور جزائر زیلینڈ اور فونین اور جزائر زیبلنڈی شامل ہیں۔ ڈنمارک خاص نشیبی ملک ہے۔ جزائر زیلینڈ اور زیبلنڈ کی بناوٹ کے ذریعہ خاص ملک سے جدا ہیں۔ ڈنمارک کے ابتدائی تاریخی حالات اچھی طرح معلوم نہیں ہو سکے ریگنر کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک چھوٹا سا سردار اُس کے ایک جانشین سوین جزیرہ نما اسکینڈنیویہ کا ایک حصہ فتح کیا جسے ناروے کہتے ہیں۔ اُس نے انگلستان پر بھی فوجکشی کی۔ اُس کے بیٹے کینیوٹ اعظم نے کل ناروے پر قبضہ کر لیا اور کچھ عرصہ انگلستان پر بھی حکومت کی +

کینیوٹ کے بیٹوں نے جنگ و جدل کے ذریعہ اپنی حکومت کو ترقی دیکر موجودہ پروشیہ کے شمالی حصہ اور اُسی کی سرحد تک قائم کر دیا۔ ایک دن ڈنمارک کا بادشاہ والڈیمر ایک جگہ کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح ڈنمارک۔ ناروے اور سوئیڈن

تینوں سے ایک متحدہ سلطنت قائم کرسکتا ہے تو
ایک شخص نے کہا کہ یہ کام تم انجام نہیں دے سکتے۔
بلکہ تمہاری بیٹی مارگریٹ - یہ شاہزادی اپنے باپ
کی اکلوتی اولاد ہونے کے باعث باپ کی وفات پر
فرمانروائے ڈنمارک مقرر ہوئی - وہ بڑی عقلمند تھی۔
اسلئے اُسے قدیم بابل کی عقلمند ملکہ سیمیرامس کے
نام سیمیرامس شمالی کا لقب دیا گیا۔ اُس نے ۱۳۹۷ء
میں کالمر کے مقام ایک عہدنامہ کیا جس کی رو سے
تینوں ملکوں کو ایک متحدہ سلطنت بنادیا +

اسوقت سے چار سو سال تک یعنی شاہ نپولین
کی معزولی تک سوائے تھوڑے سے عرصہ کے جبکہ
ناروے متحدہ سلطنت سے علیحدہ ہوگیا تھا تینوں
ملک متحد رہے۔ مگر ۱۸۱۴ء کے بعد کچھ ہی عرصہ
بعد سویڈن جو تینوں ملکوں میں زیادہ بڑا اور طاقتور
تھا ایک جداگانہ سلطنت بن گیا +

عہدنامہ کالمر کے ۵۰ سال بعد مارگریٹ
جانشینوں کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ اس پر اولڈن برگ
کے نواب کرسچین کو اہل ڈنمارک نے اپنا بادشاہ منتخب
کیا۔ اُس نے اسلیسوگ اور ہولسٹین کے صوبے
جو اب ایلب کی نوابیاں کہلاتے ہیں ڈنمارک میں
شامل کرلئے۔ مگر اس سے ڈنمارک کو بہت نقصان
ہوا۔ کیونکہ اُن کے الحاق کے ۴ سال بعد یعنی ۱۸۴۸ء
میں جنگ شروع ہوئی جس میں اول اول اہل ڈنمارک
غالب رہے۔ مگر آخرکار دونوں صوبے غالب آکر ڈنمارک
کے قبضہ سے نکل گئے اسلئے ۱۸۶۴ء میں پھر ڈنمارک اور
ان دونوں صوبوں میں جنگ ہوئی اور پرنس بسمارک
وزیر اعظم جرمنی نے اُن کو ڈنمارک سے چھین کر پروشیہ
میں شامل کردیا +

شاہ کرسچین کے بعد اُس کا پوتا کرسچین جو نیرو
قیصر روم کی مانند شریر ہونے کے باعث شمال کا نیرو
کہلایا بادشاہ ہوا۔ اُسکے جانشین کرسچین سوم نے
ڈنمارک میں اصلاح شروع کی۔ جس سے ڈنمارک
پر آفات کی بھرمار ہونے لگی۔ کیونکہ کرسچین چہارم نے
تیس سالہ جنگ میں جو ۱۶۱۸ء سے ۱۶۴۸ء تک وسطی یورپ کی
بربادی کا موجب رہے شرکت اختیار کی۔ اور اسٹریا کے
مقابلہ میں جو کیتھولک مذہب کا حامی تھا ڈنمارک
پروٹسٹینٹ مذہب کی حمایت میں لڑتا رہا +

انقلاب فرانس اور نپولین کا ظہور ان دونوں
امور نے بالواسطہ یا غیر واسطہ طور پر یورپ میں بہت
کچھ انقلاب پیدا کیا۔ منجملہ اور باتوں کے اُن کا ایک
کرشمہ یہ تھا کہ ڈنمارک اور انگلستان میں جنگ کرادی
جسمیں انگریزوں نے ڈنمارک کے پایۂ تخت کوپن ہیگن
پر گولہ باری کرکے دو ہزار باشندوں کو ہلاک کردیا +

نپولین کی معزولی کے وقت تک ناروے اور
ڈنمارک متحد رہے اگرچہ بادشاہ ایک تھا۔ مگر دونوں
کا نظام حکومت جدا جدا تھا۔ نپولین کے زوال کے
بعد ہی ناروے ڈنمارک سے چھن گیا اور سویڈن
کے ساتھ متحد کردیا گیا۔ یہ انتظام بہت اچھا تھا۔
لیکن اس سے اَور اَور خرابیاں پیدا ہوئیں جیسا
کہ آگے چل کر اسی بیان میں ذکر کیا جائیگا +

اسلیسوگ اور ہولسٹین کے جدا ہو جانے کے
بعد ڈنمارک ایک چھوٹا ملک رہ گیا۔ ڈنمارک کے قبضہ
میں اَور کئی ملک ہیں۔ اُن میں جزائر غرب الہند میں
جو جزیرے اُس کے قبضہ میں ہیں وہ بہت چھوٹے

ہیں اور اُن سے ڈنمارک کو کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ کچھ جزیرہ اسکاٹ لینڈ کے شمال میں۔ آئسلینڈ پر قبضہ ہے ۔ اور گرین لینڈ پر بھی ۔ ان ممالک سے مچھلیاں اور سمور۔ دریائی جانور۔ بحری پرند حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے حاصل کرنے کے لئے ڈنمارک نے جابجا کارخانے قائم کر دئے ہیں اور اُن کی تجارت سے اُسے بہت کچھ نفع ہو جاتا ہے +

ڈنمارک کا سب سے اچھا حصہ زیلینڈ ہے ۔ جسکے شمالی ساحل پر کوپن ہیگن پایۂ تخت واقع ہے ۔ کوپن ہیگن کے بعد بڑا شہر ایلسینور ہے جو ابنائے ساؤنڈ پر واقع ہے ۔ کوپن ہیگن کے مقابل جزیرہ آماک ہے جو ایک پل کے ذریعہ ملحق ہے ۔ ایلسینور زیلینڈ اور سویڈن کے درمیان واقع ہے والڈیمر سویم کے زمانہ میں ڈنمارک نے اُن جہازوں پر جو ساؤنڈ میں ہو کر گزرتے تھے محصول لگا دیا تھا۔ اس وقت ڈنمارک بڑی زبردست سلطنت سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ موجودہ اُس کا وجود نہ تھا۔ نہ ہالینڈ کا وجود۔ نہ متحدہ فرانس کا +

عہد نامۂ کالمر کے بعد جس کی رو سے سویڈن اور ڈنمارک متحد ہوگئے ۔ تب بھی ڈنمارک کا قبضہ ساؤنڈ کے دونوں ساحل پر رہا ۔ پس جو جہاز اس ساؤنڈ میں سے گذرتے تھے اُن سے ڈنمارک محصول لے لیتا تھا۔ مگر جب سویڈن اور ڈنمارک کا اتحاد ٹوٹ گیا تو ڈنمارک نے یورپ کے ہر ملک سے جسکے پاس جہاز تھے ۔ محصول قائم رکھنے کی بابت عہدنامہ کر لیا +

اس طریقہ میں جہازوں کا محصول تسلیم ہو کر مسلمہ ہوگیا ۔ اسی عرصہ میں روس ۔ فرانس ۔ انگلستان اور ہالینڈ بھی ترقی کرکے تجارتی ممالک بن گئے ۔ مزید براں ممالک جو بحر روم کے ساحل پر تھے اور ممالک متحدہ بھی ترقی کرکے بڑے بڑے ملک بن گئے ۔ تجارتی جہازوں کی جسامت اور تعداد اور مال کی نوعیت بھی ترقی کرگئی +

فن لینڈ ۔ روس ۔ پروشیہ ۔ وائی برگ ۔ کرونسٹیڈ ۔ ریگا اور ونبرگ سے آنے یا وہاں جانے والے جہاز مختلف قسم کی تجارتی اشیاء لاد کر قلعہ ایلسینور کے پاس گزرتے تھے ۔ اُن سے ڈنمارک محصول بندرگاہ ۹ سو سال تک وصول کرتا رہا ۔ محصول کے عہدنامے کے وقت امریکہ کا وجود معلوم نہ تھا ۔ پس جب امریکہ نے تجارت شروع کی تو چونکہ اُس کے ساتھ محصول کی بابت ڈنمارک کا کوئی عہدنامہ نہیں تھا۔ اس لئے اُس نے محصول دینے سے انکار کیا ۔ اس وقت محصول کا سوال از سر نو اُٹھایا گیا ۔ سلامی جو جہازوں کی ڈنمارک کے جھنڈے کو دی جاتی تھی وہ تو ۱۸۲۹ء میں فسخ ہو چکی تھی ۔ اور ۱۸۵۶ء میں یورپ کے بحری ممالک نے ڈنمارک کو محصول دائمی کے عوض ۴ ملین ساورن انگریزی سکّے کے ادا کر دئے اور جہازوں کا محصول توڑ دیا گیا +

ڈنمارک کا دوسرا چھوٹا حصہ فونین بہت زرخیز ہے ۔ اس میں سب سے بڑا شہر اوڈینی ہے جو اوڈن دیوتا کے نام پر بسایا گیا تھا ۔ مزید براں اور بھی شہر اس حصّے میں ہیں ۔ ڈنمارک کے خاص حصّے یا جزیرہ نما میں صوبہ شمالی جٹ لینڈ بھی شامل ہے ۔ وہ ابتدا میں بنجر تھا ۔ مگر اہل جٹ لینڈ نے ریت کے روکنے کے لئے جو ہوا سے اُڑ کر آتا اور اُسے بنجر بناتا تھا اُس کے ساحل پر ایسے درخت لگا دئے

جمہوریت کو روک سکیں۔ ڈنمارک کا ساحل نیچا ہے۔ خصوصاً جٹ لینڈ کے مغربی کنارے پر۔ اس لئے اکثر ملک میں سیلاب آتے رہتے ہیں۔ سب سے برباد کن سیلاب صوبہ اسلیسوئس میں ۱۸۶۲ء میں آیا۔ اس لئے ساحل پر پشتے بنا دئے گئے ہیں جن کی حفاظت خاص پولس کرتی ہے۔ ان پشتوں کی مرمت ہوتی رہتی ہے +

اسلیسوگ اور ہولسٹین جو ۱۸۴۸ء میں متحد ہو گئے تھے اُن کو جرمنی نے ۱۸۶۴ء میں ڈنمارک سے چھین کر پروشیہ کے قبضہ میں دے دیا۔ یہ صوبے دراصل ڈنمارک ہی کے تھے۔ اور ان کے ساحل جہ زرانی کے لئے مفید تھے۔ پرنس بسمارک وزیر اعظم جرمنی نے ساحل کی تلاش کی اور ان کو ایک بہانہ سے حاصل کر لیا +

جرمنی نے اول ڈنمارک کے بندرگاہ موٹکی پر قبضہ کر لیا۔ پر کیل کا بندرگاہ بنایا۔ اُس کے بعد دریائے ویلب کے دہانے پر برنس بُل کا بندرگاہ۔ ان بندرگاہوں سے جرمنی بحیرہ بالٹک میں ہو کر اپنے جہاز شمالی سمندر میں بھیج سکتا ہے۔ ان بندرگاہوں کو حاصل کرنے اور بنانے کے بعد جرمنی نے اپنے جنگی بیڑے کو ترقی دی ۱۸۶۴ء میں نہ تو روس اور نہ انگلستان نے ڈنمارک کی مدد کی +

ہولسٹین کے متعلق جس میں بندرگاہ کیل ہے ابھی ایک جھگڑا باقی ہے۔ جو یہ ہے کہ روس کا شہنشاہ پیٹر سویم ہولسٹین کا نواب بھی تھا۔ اس کی جانشین ملکہ کیتھرن نے ہولسٹین ڈنمارک کو دے دیا۔ روس کے شہنشاہ نکولس اول نے اس کو تصدیق کیا اور ڈنمارک بادشاہ کو شہین ... کے قبضہ میں ہولسٹین کو مئی ۱۸۵۲ء کے عہدنامے کی رو سے رہنے دیا۔ جب ۱۸۶۴ء میں ہولسٹین کو پروشیہ میں ملحق کیا گیا تو زار روس کو دخل دینے سے روکا گیا۔ مگر روس اب تک اپنے دعوے سے دست بردار نہیں ہوا۔ اور جب موقع ملیگا تو وہ اپنے دعوے پر پھر زور دیگا۔ ڈنمارک کو جرمنی نگل جانے کی فکر میں ہے۔ مگر روس حارج ہو رہا ہے۔ اس سے امید پڑتی ہے کہ ڈنمارک بچ رہیگا +

بندرگاہ کیل پر روس کی مدت سے نیت ہے اس لئے اس نے فرانس سے عہدنامہ کر لیا ہے۔ گویا دونوں کے بیچ میں جرمنی واقع ہے۔ اور کبھی نہ کبھی یہ بندرگاہ اس سے چھین جائیگا۔ ۱۹۰۰ء میں کل ڈنمارک کی آبادی ..... ۵ تھی۔ ڈنمارک خاص کی ..... ۹ اور اسلیسوگ اور ہولسٹین کی ..... ۱۔ لیکن اگرچہ اُسکے قبضہ سے اسلیسوگ اور ہولسٹین نکل گئے۔ تاہم اُنکی آبادی اب ..... ۲۵ ہے۔ آبادی کے لحاظ سے ڈنمارک یورپ کی سلطنتوں میں سوائے انگلستان باقی تمام ممالک سے بڑھا ہوا ہے ڈنمارک میں اور ملکوں کی نسبت اخبارات کی اشاعت بھی زیادہ ہے۔ اُسکے کاشتکار دنیا بھر کے کاشتکاروں سے زیادہ محنتی اور سمجھدار ہیں ۱۸۹۴ء میں ڈنمارک سے انگلستان میں دس لاکھ پونڈ مکھن اور ۱۲ کروڑ انڈے گئے تھے +

نہر کیل کے قبضہ سے نکل جانے ... بِ ... نے اپنی نہر ساؤنڈ کو زیادہ مضبوط بنا لیا۔ ۱۸۶۷ء میں ڈنمارک کے پاس صرف ایک لائیٹ ہاؤس تھا۔ مگر اب ۵ ہیں ۱۸۸۰ء میں ساحل پر روشنی کی مینار ہیں

تمباکو کا استعمال نہایت مضر صحت ہے

(نوشتہ جناب شمس الاطباء حکیم و ڈاکٹر خانصاحب غلام جیلانی مقیم لاہور)

اگرچہ رسالہ ترقی میں اس سے پہلے کئی مضامین محققانہ طور پر تمباکو نوشی کے نقصانات کے متعلق لکھے جا چکے ہیں۔ مگر یہ مضمون ایسے دِل و دِماغ کے آدمی کا لکھا ہے جسکو طب یونانی میں بھی اسی طرح دست رس ہے۔ جس طرح کہ ڈاکٹری میں۔ اور جو اپنے علوم مرتب کے لحاظ سے ایک اعلےٰ پایہ کا انگریزی میڈیکل افسر بھی رہ چکا ہے۔ جناب شمس الاطبا نے اپنے مضمون کے آخر میں ایک بینظیر رائے تحریر فرمائی ہے۔ اُس پر حکام اور نیز عوام الناس کو ضرور فوری توجہ دینی چاہیئے۔ تاکہ اس بدعت کے روکنے میں بہت کچھ مدد مل جائے +

جنوبی امریکہ کے اصلی باشندے تو مدتوں سے تمباکو کا استعمال برابر کرتے تھے۔ لیکن ۱۴۹۲ء میں جب کولمبس کے جہاز مقام کوبا میں پہونچے تو اُس نے ملاحوں کو اس جزیرے کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ واپسی پر اُنہوں نے دیگر عجائبات کے درمیان یہ بات بھی بتلائی۔ کہ اُنہوں نے وہاں کے باشندوں کو ناک اور مُنہ سے دھواں نکالتے ہوئے دیکھا۔ بعد ازاں دیگر سیاحوں کو بھی نئی دُنیا یعنی امریکہ کے مختلف مقامات کے باشندوں کی یہ خاص عادت دیکھ کر تعجب ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس وقت سے ایک صدی بعد تک بھی تمباکو پرانی دنیا یعنی ایشیا یورپ افریقہ وغیرہ میں نہیں لایا گیا تھا۔ اگرچہ ٹھیک تاریخ معلوم نہیں مگر غالباً پندرہویں صدی عیسوی میں انگلستان میں پہلے پہل سر والٹر ریلے نے پائپ (تمباکو پینے کا چھوٹا حقہ) پیا۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور ہے کہ جب سر والٹر ریلے کے ایک نوکر نے اُن کے مُنہ سے دھواں نکلتا دیکھا۔ تو یہ خیال کرکے کہ شائد مُنہ میں آگ لگ گئی۔ ان پر پانی کی بالٹی ڈال دی

ملک ایران میں شاہ عباس ثانی کے زمانہ میں تمباکو پہنچا اور ملک ہندوستان میں بادشاہ اکبر کے آخری عہد غالباً سولھویں صدی میں پرتگالی اور فرانسیسی تمباکو لائے تھے۔ یورپ میں اوّل اوّل تمباکو نوشی کی بہت مخالفت کی گئی۔ چنانچہ مسلمان اور نصرانی بادشاہوں نے اس کی ترقی کے روکنے کے لئے متفقہ کوششیں کیں۔ انگلستان کی ملکہ الزبتھ نے تمباکو نوشی کی مخالفت میں ایک تحریری حکم نافذ فرمایا۔ اس کے بعد شاہ جیمس نے تمباکو نوشی پر سخت جرمانہ مقرر فرمایا۔ اور اس کے جانشین شاہ چارلس نے اس کے حکم کو بحال رکھا۔ ہندوستان میں بھی غالباً شاہجہان بادشاہ کے عہد میں تمباکو نوشی حکماً بند تھی۔ مگر باوجود اس مخالفت کے اس کے رواج کو روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ قریباً تمام دنیا میں اس کا رواج ہوگیا +

بلاڈونا۔ دھتورہ۔ اور اجوائن خراسانی کی طرح تمباکو بھی ایک نباتاتی دوا ہے۔ جسکو اطباء اور ڈاکٹر مدتوں استعمال کرتے رہے ہیں۔ مگر

اب وہ قریب قریب متروک ہوگئی ہے۔ پھر بھی وقت ضرورت طبیب یا ڈاکٹر کی ہدایت کے موافق اس دوا کا استعمال کرنا کچھ بیجا نہیں۔ مگر خود بخود دیکھا دیکھی یا مذاقیہ اس کا استعمال کرنا خالی از مضرت نہیں۔ یہی سبب ہے۔ کہ جب کوئی شخص پہلی دفعہ تمباکو پیتا ہے۔ تو اس کا جی متلاتا ہے سر درد کرتا اور چکراتا ہے۔ کمزوری معلوم ہوتی اور جسم پر پسینہ آتا ہے۔ اور دل ڈوبا جاتا ہے۔ گویا یہ سب طبعی تنبیہی اشارات ہوتے ہیں۔ مگر وہ شخص اپنے دیگر ہمجنسوں کو ذوق وشوق سے تمباکو نوشی کا عادی دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی اچھی عادت ہے کہ اکثر لوگ اس کے معتاد ہیں۔ پس وہ شخص بھی مذکورہ بالا طبعی تنبیہی اشارات کی پروا نہ کرکے بار بار تمباکو نوشی کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پکا تمباکو نوش بن جاتا ہے اور پھر بقول "العادۃ الطبیعت الثانیہ" اس کی عادت بھی طبیعت ثانی ہی ہو جاتی ہے۔ جس کا ترک کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ انگلستان کے مشہور شعراء ملٹن اور ٹینی سن اور مشہور فلاسفر و حکما کارلائل اور سپنسر اور ہکسلے اور امریکہ کے مشہور عالم پادری بال صاحب وغیرہ وغیرہ تمباکو نوشی کی عادت سے ایسے مغلوب ہوئے کہ مدت العمر اُسے ترک نہ کر سکے چنانچہ لارڈ ٹینی سن کی نسبت یہ حکایت مشہور ہے۔ کہ ایک شام کو اُنھوں نے تمباکو نوشی کے ترک کر دینے کا عزم بالجزم کر کے اپنا پائپ پھینک دیا۔ مگر اگلی فجر کو بیچارے

اپنے گھر کے پیچھے باغ میں اپنے اسی پرانے پائپ کو تلاش کر رہے تھے۔ ایسا ہی امریکہ کے پادری بال صاحب کی نسبت جو بڑے عالم تھے مذکور ہے کہ وہ بیچارے تمباکو نوشی کے ایسے دلدادہ ہوئے کہ آخر اُس کے غلام بن ہی گئے۔ اور تمباکو پر اس طرح غالب نہ آ سکتے تھے۔ کہ اُسی کو اعتدال سے پئیں کیونکہ دیگر مسکرات کی طرح تمباکو سے بھی قوت ارادی بہت ضعیف ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ پادری صاحب موصوف کو ان کے ایک دوست نے ڈاکٹر کلارک صاحب کا رسالہ دربارہ مضرات تمباکو بھیجا۔ پادری صاحب نے اُسے پڑھ کر اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُنہیں لکھا کہ ڈاکٹر صاحب کے دلائل دربارہ نقصانات تمباکو واقعی بہت درست ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ سے تمباکو نوشی چھٹ نہیں سکتی +

اطباء نے تمباکو کے افعال و خواص بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ تمباکو کا استعمال دل و دماغ کے لئے مضر ہے۔ سر چکراتا اور دل دھڑکتا ہے حواس مکدر ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یورپ اور امریکہ کے بعض مشہور اور لائق ڈاکٹروں نے تمباکو کے زہریلے اجزاء کی نسبت جو تحقیقات کی ہیں۔ اُن کا لب لباب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اگر تمباکو کا معمولی طور پر عرق کھینچا جائے۔ تو اس میں تھوڑی مقدار میں نکوٹین نامی سم قاتل پایا جاتا ہے۔ جس کے ایک یا دو قطرات پینے سے بڑے سے بڑا کتا بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے جانور تو محض اس کی بو سے ہی مرجاتے

ہیں۔ اسی طرح سے تمباکو میں سے ایک تیل نکلتا ہے۔
یہ بھی زہر ہلاہل ہے۔ بڑو ایک فرنچی سیاح بطور یقین
فرماتے ہیں۔ کہ وہاں کے باشندے سانپ
کے ہلاک کرنے میں تمباکو استعمال کرتے ہیں۔
وہ اپنے حقے کی نے کا ذرا سا میل سانپ کے
منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ جس سے سانپ آناً فاناً
مرجاتا ہے۔ چنانچہ یہ عمل ہندوستان اور پنجاب
کے بعض مقامات میں بھی رائج ہے۔ چونکہ تمباکو
عضلات (گوشت) کو ڈھیلا اور سست کر دیتا
ہے اسی لئے کچلا کی زہر میں اور مرض تشنج
میں کہ جس میں عضلات اکڑ کر سخت ہو جاتے
ہیں۔ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن بقول
ڈاکٹر مستی صاحب ۲۰ یا ۳۰ گرین قریباً (ماشہ
ڈیڑھ ماشہ) تمباکو کا جوشاندہ رفع تشنج کے لئے
مکرر کر دینے سے کئی مریض تلف ہو گئے
ہیں +

اگرچہ بعض بعض اشخاص میں تمباکو کے
مضرات چنداں محسوس نہیں ہوتے۔ پر انہیں یہ
یاد رہے کہ اس کا اثر رفتہ رفتہ بالضرور مضر ہی
ثابت ہوگا۔ کیونکہ بالعموم تمباکو کا اثر مضر صحت
ہوتا ہے بڈھوں کی نسبت جوانوں میں اور
جوانوں کی نسبت نوجوانوں میں اس کے نقصانات
زیادہ تر محسوس ہوتے ہیں۔ خاصکر دماغی محنت کرنے
والے اور طالب علموں میں کیونکہ تمباکو نوشی
وغیرہ سے جسم میں خون رقیق اور قلیل ہو جاتا
ہے۔ اور دماغ کی کمزوری پرورش نہ ہونے
سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی لئے امریکہ
اور یورپ کے اکثر ممالک میں نوجوانوں خاصکر
طالب علموں کے لئے تمباکو نوشی قانوناً ممنوع
ہے۔ جس کی تقلید میں دولت جاپان نے
بھی اپنی مملکت میں ایسے ہی امتناعی احکامات
نافذ فرمائے ہیں +

بقول امریکہ کے مشہور ڈاکٹر رش صاحب
و ڈاکٹر وڈورڈ صاحب و پروفیسر سلمان صاحب
اور پروفیسر ہانڈ صاحب اور انگلینڈ کے ڈاکٹر
نکلسن صاحب اور ڈاکٹر رچرڈسن صاحب وغیرہ
وغیرہ تمباکو کے کثرت استعمال سے بلکہ بعض
اوقات اوسط استعمال سے بھی دماغی امراض وغیرہ
مثلاً دردسر۔ سر چکرانا۔ رعشہ۔ مرگی۔ ضعف حافظہ
سکتہ۔ مراق۔ فالج۔ بےخوابی۔ دیوانگی۔ ضعف بصارت
نابینائی۔ بحتہ الصوت۔ کھانسی۔ سل۔ کمزوری۔
خفقان۔ ضعف باہ۔ نامردی وغیرہ ہو جاتے
ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ملک فرانس کی طبی مجلس کے
سرگرم ممبر نے وہاں کے ایک نہایت مقبول عام
اخبار میں تمباکو کی نسبت محققانہ طور پر یہ مضمون
شائع کر دیا تھا۔ کہ تمباکو نوشی کی کثرت سے اس
ملک میں سرطان دیوانگی اور فالج وغیرہ امراض
کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ ایسا ہی۔ انگلستان
فرانس اور امریکہ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں کا
یقینی خیال ہے۔ کثرت شراب و تمباکو نوشی سے
ان ممالک میں عصبی امراض خصوصاً مرض فالج کی
بہت زیادتی ہو گئی ہے۔ ملک جرمن کے ڈاکٹر
صاحبان فرماتے ہیں۔ کہ ان کے ملک میں ۱۸
سے ۳۰ سال کی عمر کے جتنے لوگ مرتے ہیں

ان میں سے نصف محض کثرت تمباکو نوشی سے ہلاک ہوتے ہیں +

ہندوستان میں بھی کثرت تمباکو نوشی سے بلاشبہ ہزاروں جانیں تلف ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ یہاں کوئی اس امر کی تحقیق نہیں کرتا۔ اس لئے کسی کو کچھ خبر نہیں۔ دل و دماغ و معدہ اور پھیپھڑوں پر تمباکو کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ تمباکو نوشی سے دل دھڑکنے لگ جاتا اور کمزور ہو جاتا ہے۔ جب تمباکو کا زہریلا اثر شدت سے ہوتا ہے۔ تو دل کی حرکت بند ہو کر موت واقع ہوتی ہے۔ اختلاج قلب کے سو مریضوں میں سے ۹۰ ضرور ایسے ہونگے۔ جن میں اس مرض کا سبب صرف تمباکو نوشی ہوگی۔ اسی طرح سے امراض دماغی میں دردِ سر۔ دوران سر۔ بے خوابی۔ ضعف حافظہ اور ضعف بصارت۔ اکثر تمباکو نوشی کے سبب ضعف حافظہ اور ضعف بصارت کے مریض تو بہت سے دیکھنے میں آتے ہیں "ضعف بصارت تمباکی" کو ڈاکٹری میں ٹباکو امبلی اوپیا کہتے ہیں۔ امراض شش میں سے پرانی کھانسی اکثر تمباکو نوشی کے سبب سے ہوتی ہے۔ اور جو لوگ تمباکو کھاتے ہیں اُن کا معدہ ضعیف ہو کر ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ اور بسبب آفتوں کے عضلاتی ریشوں کے ڈھیلا ہو جانے کے انہیں اکثر حیض کی شکایت رہتی ہے۔ چونکہ دماغ کی طرح حرام مغز پر بھی تمباکو کا اثر مضعف ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت تمباکو نوشی سے ضعف باہ کی شکایت بھی عام ہوتی ہے۔ جس کو اکثر اشخاص نہیں سمجھتے اور باوجود مقوی ادویات کے کھانے کے۔ اُن کو کچھ فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تمباکو نوشی کو کم یا ترک نہیں کردیتے مجھے اس بات کو دیکھ کر نہائت سخت افسوس آتا ہے کہ ہندوستان میں تمباکو کا استعمال روز افزوں ترقی پر ہے۔ سیگرٹ نوشی تو گویا آجکل کا فیشن ہے۔ اور اکثر نوجوان اس فیشن کے دلدادہ ہیں۔ مگر افسوس! کہ وہ اس کے بدنتائج کو نہیں جانتے اور شائد وہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ زہریلی ادویات مثلاً بس۔ دھتورہ۔ کچلہ۔ افیون۔ بھنگ وغیرہ کی فہرست میں تمباکو بھی شامل ہے +

جناب مستطاب مسٹر ولیم بل صاحب بہادر سی آئی ای۔ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب اہل پنجاب کی طرف سے نہایت شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ جنہوں نے تمام مدارس میں تمباکو نوشی کی مخالفت کردی ہے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ بھی کمال مہربانی سے اس قسم کا ایک سرکلر جاری کردے کہ آئندہ ہر ایک محکمہ میں امیدواروں میں سے ملازمت کے لئے اس شخص کو ترجیح دی جایا کرے گی۔ جو تمباکو کا استعمال نہ کرتا ہو تو اُمید قوی ہے کہ تمباکو نوشی کا بہت کچھ انسداد ہو جائے +

(از مہر نس گائڈ)

کہ گیا ہم سے سرراہ یہ ہنسکر کوئی
ہم بھی سن لیں جو کہیگا سر محشر کوئی
(ساغر اکبرآبادی)

کفایت شعاری

کفایت شعاری کی مثالیں

(۲)

اسمائلز صاحب لکھتے ہیں کہ تین جوان ایک مزرعہ میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس میں زیادہ آمدنی ہو سکے پس انہوں نے تو موسم گرما میں محنت کر کے زیادہ کمایا اور بچایا بھی۔ بچت سے دونوں نے تعلیم حاصل کی۔ اور ایک تو ایک مدرسہ میں معلم بن گیا۔ اور دوسرا پادری تیسرے نے اور ہی طریقہ اختیار کیا۔ اس نے ایک آلات سازی کی انجمن میں داخل ہو کر آلات سازی اور انجنیری سیکھی اور انجنیر بن گیا۔ یہ محض کفایت شعاری کا نتیجہ تھا +

اگرچہ آلات سازی اور کل سازی کے کارخانے بہت اعلےٰ درجہ کے نہیں ہیں۔ تاہم انہوں نے بہت سے لوگوں کو اعلےٰ درجہ کا بنا دیا ہے۔ تاجروں میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے کچھ بچت کر کے کسی اعلےٰ پیشہ کے لئے راہ پیدا کی۔ ہرشل صاحب نے اپنی گزر اوقات فن موسیقی کے ذریعہ کی اور علم ہیئت میں ایجادیں اور دریافتیں کرتے رہے۔ مقام باتھ میں جب اسے تھوڑی سی فرصت باجہ بجانے سے مل جاتی تو وہ چھت پر پہونچکر آسمانوں کا نظارہ کرتا۔ اور جب اس کی ایک ایجاد کو رائل سوسائٹی نے تسلیم کیا اور اس کے متعلق اخبارات میں چرچا ہوا تو موسیقی خانہ سے تعلق رکھنے والوں کو بڑی ہی حیرت ہوئی +

بنجمن فرینکلن نے ابتدا میں چھاپہ خانہ کا کام کیا۔ وہ بڑا محنتی اور کفایت شعار تھا۔ روپیہ کا بچانا اور وقت کا بچانا اس کا خاص مقصد تھا۔ اسے اپنی ذات پر بہت بھروسہ تھا۔ اور یہ بات اسے اپنی خصلت کو استوار کرنے کے بعد حاصل ہوئی تھی۔ ان ہی باتوں کے اثر سے وہ ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اپنے زمانہ کا زبردست سائنس داں اور مدبر تسلیم کیا گیا +

فرگسن ہیئت داں اس وقت تک جب تک کہ اسے لوگوں نے ایک زبردست سائنس داں تسلیم نہیں کر لیا۔ تب تک وہ تصویر پر روغن کر کے اپنی گزر کرتا رہا۔ جان ڈونلڈ ریشمی کپڑے بن کر گزارہ کرتا رہا۔ مگر اس نے مطالعہ کو ہاتھ سے نہ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے کئی قسم کی دوربین بنا لیں۔ اور اپنے زمانہ کا ایک زبردست فلسفی تسلیم کیا گیا۔ اسوقت جا کر اس نے اپنا نوربافی کا پیشہ ترک کیا +

ونیکلمان جو آثار قدیمہ اور فنون لطیفہ کا ایک بڑا مشہور مصنف گزرا ہے وہ موچی کا بیٹا تھا اس کا باپ اسے عمدہ تعلیم دلانا چاہتا تھا۔ لیکن کثرت امراض سے مجبور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسے خود ایک اسپتال میں جانا پڑا۔ تاہم اس کی صحت بحال

نہ ہوئی۔ اسلئے گذارہ کے لئے اور بیٹے کی فیس ادا کرنے
کیلئے وہ معہ بیٹے کے سڑکوں پر گیت گا کر پیدا کر لیتا
تھا۔ جب بیٹا کچھ پڑھ گیا تو اُس نے مدرسی اختیار
کی جکی آمدنی سے اپنا اور باپ کا گذارہ چلتا رہا اور
ساتھ کالج میں تعلیم بھی حاصل کرتا رہا۔ یہاں تک
کہ وہ عالم اور مصنف ہو گیا +

سیموئیل رچرڈسن جو مشہور ناولسٹ تھا وہ
اپنی تصانیف کے زمانہ میں کتب فروشی کرتا رہا جتنی
فرصت پیشہ کے کام سے ملتی اُسے وہ ناول نویسی
میں صرف کرتا تھا۔ اُس نے کبھی کسی کی سرپرستی
تلاش نہیں کی۔ بلکہ اپنی کوشش اور کفایت شعاری
کے ذریعہ خودمختاری حاصل کی +

مرحوم ڈاکٹر اولنتھس گریگوری نے جب
ویتھفرڈ میں کل سازوں کی ایک انجمن میں لیکچر
دیا تو بیان کیا کہ اُس نے بہت سے ایسے لوگوں
کا حال بیان کیا جنھوں نے محنت اور کفایت
شعاری کے اعلےٰ درجہ کا علم حاصل کیا۔ اُن
میں سے ایک شخص نیوبریٹر تھا جو یونانی زبان اور
علوم کا فاضل تھا۔ دوسرا ایک فائیفر تھا جو فوج میں
سپاہی تھا مگر اپنی محنت سے زبردست ریاضی داں بن گیا۔
اور ایک بڑے مدرسہ میں مدرس اور علم طبعی کا لیکچرار۔
تیسرا ایک شخص جو ایسا ریاضی داں بن گیا کہ فوجی مدرسوں
ڈبلن اور کیمبرج یونیورسٹی میں لیکچر دینے لگا۔ چوتھا
ایک درزی جس نے علم ہندسہ میں بہت سی ایسی
باتیں دریافت کیں جو نیوٹن کے خیال میں بھی نہیں
آئی تھیں۔ وہ ساٹھ سال کی عمر میں سائنس کے
ایک کام پر مقرر کیا گیا۔ پانچواں ایک موچی تھا۔ جو
علم طبعی کا زبردست مصنف بن گیا +

فنون کے شائقوں کو بھی اپنی خواہشوں کو
مارنا اور کفایت شعاری کرنا پڑی ہے۔ کوینٹن
میٹسائز جو لوہار تھا ایک مصور کی لڑکی پر عاشق
ہو گیا۔ مگر لڑکی نے اُس سے شادی کرنے سے
انکار کر دیا۔ اس پر اُس نے مصوری میں دل لگایا
اور ایسا اعلےٰ درجہ کا مصور ہو گیا کہ اُس کی معشوقہ
کو اُس کے ساتھ شادی کرنی پڑی۔ فلیکسمین جو
ایک مشہور صناع تھا اور فنون لطیفہ کا ماہر
اُس نے ان باتوں میں شہرت حاصل کرنے سے
پیشتر ہی اپنی شادی ایک عورت آن ڈینھم
سے کر لی۔ جب اُس کے اُستاد سر جوشوا رینلڈز
نے سُنا تو کہنے لگا کہ فلیکسمین نے اپنی بربادی کا سامان
خرید لیا۔ جب یہ بات اُسکی بیوی نے سُنی تو خاوند سے
کہنے لگی کہ ہم ایسا چلن اختیار کریں کہ تم اپنے فن میں
ترقی کر سکو۔ چنانچہ دونوں نے روپیہ بچایا اور پانچ سال
بعد روم گئے جہاں فلیکسمین نے اپنے فن کی تکمیل
کی۔ اور انگلستان کے بت تراشوں کا سرگروہ بن گیا +

فنون لطیفہ کے زیادہ ماہر ادنےٰ درجہ کے
لوگوں میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُنکو ایک حالت سے
ترقی کر کے دوسری حالت تک پہونچنا پڑا ہے۔
ہوگر اُن بلوں پر نقاشی کرتا رہا جو دوکانوں میں استعمال
کئے جاتے ہیں۔ ولیم شارپ دروازوں پر ملائم
پتھروں کو کندہ کرتا تھا۔ اُس نے ایک مرتبہ بہت سی
تصاویر دیکھیں اور مصور بننے کے لئے مصوری کے
ایک مدرسہ میں داخل ہوا۔ پس سنگ تراشی کی آمدنی
سے وہ مصوری سیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ اعلےٰ درجہ کا

مصور بن گیا +
چاٹرٹی جو شفیلڈ کا رہنے والا تھا - وہ روپیہ اور وقت کا بڑا کفایت شعار تھا - وہ قلعی گر تھا - اُس نے ۵۰ پونڈ جمع کر کے اپنے اُستاد کو دے کر اُس کے ہاں سے امیدواری منقطع کی اور لنڈن جاکر مصوری اختیار کی اور بڑا اعلےٰ درجہ کا مصور بن گیا +
کانووا اپنے بزرگوں کی مانند کان میں سے پتھر نکالا کرتا تھا - مگر اُسے سنگ تراشی اور بت سازی کا شوق ہوا - وہ اٹلی گیا - اور وینس میں رہ کر اُس نے نقشہ کشی اور شاعری - اور یونانی اور رومی زبانوں کو سیکھا اور سنگ تراشی میں بھی ید طولےٰ حاصل کر لیا +
انگلستان کا مشہور سنگتراش نوف جب مدرسہ میں پڑھتا تھا تو حیوانات کی تصاویر بناتا تھا - رات کو وہ سنگ تراشی کر کے بت بنایا کرتا تھا - اُس نے اپنے پیشہ کو ترقی دینے کی غرض سے لنڈن میں قیام اختیار کیا اور بڑا بت ملو بنایا - جو عجائبات میں سے ہے - اور اعلےٰ درجہ کا سنگ تراش مشہور ہو گیا اُس نے اور بہت سے بت اور یادگاریں بنائیں جس میں سنگ تراشی کا اعلےٰ ہنر دکھایا +
مسٹر نیسمتھ نے جو نہائت غریب تھا اُس نے وہ ہتھوڑا ایجاد کیا جو بھاپ کی طاقت سے کام دیتا ہے - بچپن میں وہ خوش طبع اور ذہین اور کامیدہ تھا - اُسے کل سازی اور مصوری سے شوق تھا - اُس نے آہنی چیزوں کا بنانا اور ڈھالنا سیکھا - یہ کام اُس نے ہر سینچر کا آدھا دن صرف کر کے سیکھا تھا - اُس نے بہت سی چیزوں کے

نمونے بنائے اور ان نمونوں کو فروخت کر کے اس قدر روپیہ فراہم کر لیا کہ اُس نے ایڈنبرا یونیورسٹی میں علم طبعی اور کیمسٹری کی تعلیم حاصل کی - اُس نے لنڈن کے ایک بڑے کارخانے "ہنسری موڈسلے کا کارخانہ" میں ملازمت کر کے انجیری سیکھی اور وہاں پہونچکر اُس نے موڈسلے کو اپنے نمونوں کی تصاویر جو خود کھینچی تھیں دکھائیں اور نوکر ہو گیا اور انجنیری سیکھنے لگا - اُس وقت اُس کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا - وہ گیارہ بھائی بہنوں میں سے چھوٹا تھا - اُس نے ارادہ کیا کہ اپنے والدین کی مدد بغیر اپنا گذارہ کرے - جسے اُس نے بڑی عمدگی سے پورا کیا - حالانکہ ایسا کرنے میں اُسے بہت سی خواہشوں اور ارمانوں کا خون کرنا پڑا +
نیسمتھ کو موڈسلے انجیر نے اپنے کارخانہ میں دس شلنگ فی ہفتہ کی اُجرت پر رکھا تھا - اس آمدنی میں سخت کفائت شعاری کر کے اس کا گذارہ ہو سکتا تھا - پس اُس نے ایک چولھا اپنے ہاتھ سے بنایا اور اور کام بھی اسی قسم کے کئے جن میں کفائت شعاری ضروری اور لازمی تھی - الغرض یہ کہ وہ بڑی سادہ زندگی بسر کرتا رہا +
دوسرے سال اُس کی اُجرت بڑھ گئی - اُس وقت وہ کچھ بچانے لگا - یہ بچت وہ کسی بنک میں جمع نہیں کرتا تھا - بلکہ اُن سے آلات اور اوزار خریدتا رہا - تاکہ اپنے پیشہ کو ترقی دے سکے - تیسرے سال اُس کی اُجرت اور بڑھ گئی - تیسرا سال ختم ہونے کے بعد اُس نے ایک دوست سے کہا کہ "یہ تین سال میرے لئے بڑے ہی مسرت

کے تھے ۔اگر اور جوان بھی اُس کی طرح محنت
اور کفائت شعاری اختیار کریں تو اُن کو بھی ویسی
ہی سی خوشی حاصل ہو جائے۔ اور وہ ترقی کرنے
لگیں +

نیسمتھ نے موڈسیلے کے کارخانہ میں تین
سال گزار کر ایڈنبرا کو واپسی کی ٹھیرائی۔ تاکہ وہاں
اپنا پیشہ جاری کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا کارخانہ
بنائے ۔اُس نے ایک مکان کرایہ لیا اور اپنے ہاتھوں
سے اُسے درست کر کے اپنے آلات و اوزار اُس
میں رکھے ۱۸۳۴ء میں وہ اپنی کلیں اور آلات
وغیرہ اُٹھا کر منچسٹر کو لے گیا ۔ وہاں اُس نے
کام اونچے پیمانہ پر جاری کیا۔ مگر کام جلد اس قدر
ترقی کر گیا کہ وہ اُس جگہ سے کارخانہ اُسی شہر میں
دوسری جگہ یعنی برجواٹر کینال پر لے گیا ۔اور وہاں
اُسنے برجواٹر فونڈری قائم کی جس میں آلات۔
اوزار اور کلوں کے پُرزے ڈھالے جاتے ہیں +

ایک دفعہ نیسمتھ نے ایک دوست کو اپنے
اس کارخانہ کی بابت یوں لکھا کہ "اس جگہ میں نے
۱۳۔ دسمبر ۱۸۵۶ء تک بڑی محنت سے کام کیا۔
وہاں میں نے اپنی زندگی کے بہت سے مبارک
سال گزارے ۔ اور وہیں میں نے بہت سی مفید
دریافتیں اور ایجادیں کیں ۔ جو کل اور آلات سازی
کی اس زمانہ کی دُنیا میں نمایاں درجہ رکھتی ہیں۔
دُنیا میں کوئی ایسا دخانی جہاز یا ایسی دُخانی کل نہ
ہوگی جو میرے بھاپ سے کام دینے والے ہتھوڑے
کی ممنون نہ ہو۔ اگر میرا ہتھوڑا معرض ایجاد میں نہ
آتا تو توپیں اور جنگی جہاز وغیرہ کا وجود باقی نہ رہ سکتا"

نیسمتھ نے ۴۸ سال کی عمر میں کاروبار سے
ہاتھ اُٹھا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ کیونکہ وہ
دولت مند ہو گیا تھا۔ اور اُسے زیادہ محنت کی
ضرورت نہ رہی تھی۔ تاہم وہ بیکار نہ رہا۔ بلکہ بیحد
مشغول۔ لیکن اب اُس نے ایک اور ہی قسم
کی محنت اختیار کی۔ کیونکہ اُس نے علم ہیئت
کی تحصیل اور تحقیقات شروع کی۔ اور اپنے ہاتھ کی
بنائی ہوئی دوربین سے اجسام فلکی کا نظارہ کیا اور
اُن کی رنگین تصاویر بنائیں ۔ علم ہیئت کی تحقیقات
اور دریافت اُس نے اپنے مکان واقع ہیمرفیلڈ
میں رہکر کی +

نیسمتھ نے ایک مرتبہ اپنی بابت یہ بیان
کیا تھا کہ "اگر میں اپنے سارے تجربات کا جو
مجھے کامیدہ اور کامیاب زندگی میں حاصل ہوئے
تھے اور جنکو میں نوجوانوں کو شاہراہ کامیابی کے
رہنما کے طور پر پیش کر سکوں لب لباب بیان کروں
تو اُن الفاظ میں کروں گا کہ "اول کام۔ بعدہ آرام"
مجھے نوجوان کی ترقیات کو دیکھ کر معلوم ہوا ہے کہ
جس بات کو نوجوان بدقسمتی۔ شومئی طالع۔ نحوست
بخت یا مصیبت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
وہ دس حالتوں میں سے نو میرے مقولہ کے
برعکس عمل کرنے کے نتائج ہیں۔ جیسا تجربہ کہ
زندگی میں مجھے ہوا ہے وہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ
ناکامی زیادہ تر حالتوں میں خود انگاری اور سمجھ
کے نہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ سب سے
بُرا مقولہ یہ ہے کہ "اول مسرت و آرام۔ بعدہ فرض
اور کام" +

چیونٹی کے حالات

پونیرڈائی چیونٹی

لاسیئس امبراٹس کی چیونٹیوں میں سے بعض کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ بعض کا زردی مائل سفید۔ اور بعض کا سیاہی مائل سفید۔ اس چیونٹی کی ایک آبادی مسٹر بگنولڈ کے ہاں ہے۔ مگر سالہا سال تک اس چیونٹی نے نر چیونٹیاں جنیں۔ اور مادہ چیونٹی ایک بھی نہیں جنی۔ مسٹر اسمتھ کے ہاں چیونٹیوں کا جو مجموعہ ہے اُن میں مکسٹس قسم کی چیونٹی بھی جو امبراٹس قسم کی چیونٹی سے بالکل مشابہ ہے۔ مسٹر فورل کی رائے میں مکسٹس اور امبراٹس دونوں ایک ہی نوع سے ہیں۔ لیکن مسٹر ساندرس اُس چیونٹی کو مسٹر بگنولڈ کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ امبراٹس ہی نوع کی چیونٹیاں خیال کرتے ہیں۔ ہیں ان مذکورۂ بالا بانوں سے میں یہ رائے قائم کرتا ہوں کہ صرف تین مذکورہ بالا قسم کی چیونٹیاں ہی برطانیہ کی چیونٹیاں ہو سکتی ہیں۔ یعنی وہ چیونٹیاں جو مجلس پسند ہیں۔ اور جن میں نر و مادہ اور کام کرنے والی چیونٹیاں شامل ہیں۔

لیکن ایک چوتھی قسم بھی چیونٹیوں کی ہے۔ یعنی موٹلی ڈائی جس کے معنی ہیں تنہائی پسند چیونٹیاں اس قسم کی چار اصناف ہیں۔ جن کا ذکر اسمتھ صاحب کی فہرست میں پایا جاتا ہے۔ اُن میں سے دو اصناف یعنی موٹلا یوروپا۔ اور موٹلا ایفی پیتیم مسٹر وائٹ کو بورن ماؤتھ میں ملی تھیں۔ ایفی پیتیم چیونٹی بھی کرائسٹ چرچ کے نزدیک سینڈاون بے میں ملی تھی۔ اور نیز ڈیل کے مقام سینڈہل پر بھی۔ تیسری نوع مرموسا میلا نوسیپالا کینٹ میں چارٹن کے مقام ملی تھی۔ اور نیز بورن ماؤتھ میں۔ چوتھی نوع میتھو کا اخنیو مونیڈس مسٹر اسمتھ کے ہاں ملی تھی۔

ان تنہائی پسند چیونٹیوں میں دو ہی جنس ہوتی ہیں۔ یعنی نر و مادہ۔ نروں کے بازو ہوتے ہیں اور مادوں کے نہیں ہوتے۔ کوئی تیسری جنس کام کرنے والی چیونٹیوں کی قائم مقام نہیں ہوتی موٹلا یوروپا تو شہد کی معمولی مکھیوں کے چھتوں میں پائی گئی ہے۔ ڈرپوسن صاحب ساکن کوپن ہیگن ذیل کی رائے قائم کرتے ہیں "کہ ایک قسم کی شہد کی مکھیوں کے چھتے میں سے مجھے صرف دو مکھیاں ملیں۔ مگر ۷۶، موٹلا یوروپا چیونٹیاں۔ جن میں سے ۴۴ نر تھیں اور ۳۲ مادہ۔ شہد کی کوٹھڑیوں میں اس چیونٹی کے انڈے بچے پائے گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی چیونٹی اجرام میں سے ہے۔ اور بچے وہ لاروا کی حالت میں ہوتی ہے تو گوشت کھاتی ہے"۔ کرسٹس بھی یہی لکھتا ہے کہ یہ چیونٹی شہد کے چھتے میں پائی گئی تھی۔ وہ نہ صرف شہد کی مکھیوں ہی پر حملہ آور ہوتی ہے بلکہ اور ذی روح مخلوق پر بھی۔ مگر یہ چیونٹی اب تک نہ تو اسٹریلیا میں پائی جاتی ہے اور نہ افریقہ کے

محرور حصوں میں - مگر برازل میں اُس کی بڑی کثرت ہے جہاں کہ شہد کی بومبس مکھی بہت کم ہوتی ہے +

برطانیہ میں ۱۸۵۵ء تک موٹلا نوع کی چیونٹیوں کی بہت کمی تھی - اور وہ کسی کو بھی شہد کے چھتوں میں نہیں ملتی تھیں - مسٹر اسمتھ نے بومبس بکورم کے عنوان کے نیچے بیان کیا ہے کہ کس طرح موٹلا یورو پا اجرام بومبس مکھی کے چھتے میں پائے گئے تھے - جب وہ ایک چھتے میں پائے گئے تو اور بہت سے چھتے پائے گئے - اُن سب میں یہ اجرام ملے +

۱۸۶۶ء میں بورن ماؤتھ کے مقام مسٹر وائٹ نے ایک چیونٹی موٹلا یوروپا قسم کی پکڑی تھی - وہ اس وقت ایک پشتہ پر دوڑتی ہوئی اور ایسی آواز نکالتی ہوئی جا رہی تھی جیسی اسفنگ اٹروپس کی ہوتی ہے - گویا وہ مسٹر وائٹ کو اپنے پاس آ کر آزادی میں خلل انداز ہونے پر لعنت ملامت کر رہی تھی - یہ چیونٹی معمولی چیونٹی سے قد و قامت میں بہت بڑی ہوتی ہے - اُس کا سر سیاہ - اور حلق کا رنگ سرخی مائل سفید ہوتا ہے - اور معدہ بالکل سیاہ ہوتا ہے اور اُس پر چکنے چکنے زردی مائل بالوں کی کئی قطاریں ہوتی ہیں +

مسٹر وائٹ نے مس پالی صاحب کی چیونٹیوں کا مجموعہ دیکھا تو میں نے اُن سے اس چیونٹی کا ذکر کیا - مگر کوئی حال معلوم نہ ہوا - البتہ مسٹر ایس مارییٹ ساکن تنفیلڈ گرینج نے مجھے یہ حال بتا دیا اور کہا کہ وہ ایک شہد کی مکھی ہوتی ہے جس کے پر نہیں ہوتے +

میں نے بھی ان چیونٹیوں کو بغور دیکھا - جونہی کہ اُن کا آشیانہ ہلایا گیا توں ہی اُن میں سے ایک مادہ چیونٹی باہر نکل آئی - ان میں سے ایک چیونٹی پکڑ کر میں لے آیا - وہ ایک خاص قسم کا عجیب شور کرتی تھی - جو نہ تو مکھیوں کا سا شور تھا اور نہ چیخ ہی تھی - چونکہ میں نے اس قسم کے حیوان کا ایسا شور کبھی بھی نہیں سُنا تھا - اس لئے میں نے اُسے بغور دیکھا - وہ اپنا جسم سکوڑتی اور پھیلا دیتی تھی - اور اپنے بینگ سے ادھر اُدھر کو دیکھتی تھی - اور برابر شور کرتی اور صندوق کے اندر چاروں طرف جھکولے لیتی ہوئی بھاگتی پھرتی تھی +

اس موٹلا چیونٹی میں اسٹیماٹا یعنی آنکھیں جو مقرر ہوتی ہیں وہ تعداد میں صرف تین ہوتی ہیں - اور وہ ایک درست مثلث کی شکل میں نر چیونٹی کی پیشانی پر مثلث کے اُس حصہ میں ہوتی ہیں جسے ورٹیکس یعنی راس کہتے ہیں یہ آنکھیں در اصل نر چیونٹی ہی کے ہوتی ہیں مگر مادہ چیونٹی میں اس قسم کی کوئی آنکھ نہیں ہوتی +

نوجوانو! شراب سے بچنا!! اثرِ زہرِ ناب سے بچنا!!
آبِ آتش لباس ہے بیٹے رنگ سے - آب و تاب سے بچنا!
ہے کب دل کی پیاس بجھتی ہے یاں فریبِ سراب سے بچنا!
میکدہ یہ نہیں - جہنم ہے یاں نہ جانا - عذاب سے بچنا!
نہیں بوتل میں آب خنجر ہے تیغ بُراں کی آب سے بچنا!
کہیں کر دے نہ خانماں برباد اسی خانہ خراب سے بچنا!
مُنہ لگا کر اسے نہیں ممکن بوسہ ہائے گلاب سے بچنا!
میکشی ہے خدا کو نامنظور آسمانی عتاب سے بچنا!

سیلاس مارنر

اختلاف رائے

جب سیلاس مارنر اور ایپی پشتہ کے پاس درخت کے سایہ تلے بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے تو مس نینسی والیمیرا اپنے باپ سے کہہ رہی تھی کہ آپ چارپی کر سو رہیں اور آرام کرنے کے بعد کھانا کھائیں۔ پھر سوار ہو کر گھر جائیں۔ یہ عورت جب سے گوڈفرے کے نکاح میں آئی تھی تب سے رڈ ہاؤس یعنی گوڈفرے کے مکان کی ہیئت بدل گئی تھی۔ ہر شے حسن انتظام سے رکھی ہوئی تھی۔ مکان میں ہر قسم کی آرائش بھی تھی۔ کیونکہ مسز گوڈفرے بڑی سلیقہ شعار اور منتظم تھی۔ اور جو بدانتظام گوڈفرے کے باپ کے وقت میں تھی اُس کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔

اسی دن سہ پہر کو نینسی اپنی بڑی بہن پرسکلا کے ہمراہ باغ میں سیر کو گئی۔ جہاں پرسکلا نے نینسی سے کہا کہ تمہاری شادی کو مدتیں گزر گئیں۔ مگر تمہارے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تم تو اپنا جی گھر کے دھندوں میں بہلا لیتی ہو۔ مگر گوڈفرے کا دل جو بچوں میں بہل جاتا ذرا اوداس رہتا ہے۔ اس لئے تم کوئی ایسا کام شروع کرو جس میں گوڈفرے کا دل لگا رہے اور وقت بھی کٹتا رہے خود نینسی بھی اس ضرورت کو محسوس کرتی رہتی تھی۔ لیکن اُسے کبھی بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ ایپی اُس کی سوتیلی بیٹی تھی یا یہ کہ اُس کے ساتھ کوئی سلوک کرنا چاہیئے +

گوڈفرے کو جب سالہاسال کے انتظار کے بعد اولاد کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ کسی کو متبنےٰ کرلے۔ لیکن کیا نینسی نے اُس کی مخالفت کی تھی۔ اگرچہ اُس زمانہ کے لوگ متبنے بنانے کے خلاف تھے۔ اس لئے نینسی نے اُس کی مخالفت کی محض اس بنیاد پر کہ جب خدا کی طرف سے اولاد نہیں ملتی تو دوسرے کی اولاد اپنی بنالینا محض فضول ہوگا۔ اُس کا خیال تھا کہ ایسی اولاد اچھی نہیں نکلتی۔ اور جن لوگوں نے ایسا کیا ہے ان کو پچھتانا پڑا ہے۔ ایک دن جب گوڈفرے نے نینسی سے تبنیت کی بابت زور کے ساتھ گفتگو کی تو اُس نے یہی رائے قائم کی اس سودے میں خسارہ ہی رہیگا +

گوڈفرے "مگر تمہارے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوگیا کہ ایسی اولاد اچھی نہیں ہوتی۔ دیکھو ایپی کو سیلاس مارنر نے متبنے کیا اور وہ بہت اچھی لڑکی نکلی ہمارے علاقہ بھر میں ایسی عمدہ لڑکی نظر نہیں آتی۔ وہ تو کسی کے لئے بھی زحمت کا باعث نہیں ہوسکتی" +

نینسی "مو پیارے یہ لڑکی جولاہے کے ہاں رہ کر بُری نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر تمہارے ہاں ہو تو ضرور بُری نہ نکلے گی۔ کیا تم نے اس لیڈی کا

بیان نہیں سُنا جو اُس روز رومستن بانڈ میں ملی تھی اور کہتی تھی کہ اُس نے ایک بچے کو متبنیٰ بنایا تھا - جب یہ بچہ ۳۰ سال کا ہوا تو اس نے ایسا جرم کیا کہ جلاوطن کیا گیا - آپ مجھے یہ نہ پوچھیں کہ میں اس بات کے خلاف کیوں ہوں" +

جب اپی کوئی بارہ سال کی تھی تب ہی سے گوڈفرے نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اُسے متبنیٰ بنائے - لیکن اُسے یہ گمان بھی نہ تھا کہ سیلاس مارنر اُسے جدا نہیں کر سکے گا - اسی طرح خود اپی بھی اُس سے جدا ہونا نہ چاہے گی - کیونکہ وہ اُس کی ممنون ہے - اس لئے کہ سیلاس نے اُسے بڑی محبت اور احتیاط سے پرورش کیا تھا - وہ اُس کے ساتھ ایسا ہی اُنس کرتا تھا جیسا کہ کوئی اپنی خاص اولاد کے ساتھ کرتا ہو - گوڈفرے کا اپی کو متبنیٰ بنانا اس خیال سے زیادہ درست اور موزوں تھا کہ وہ غریبوں کی امداد کے زمرے میں آ سکتا تھا - اس امر سے تو صرف گوڈفرے ہی واقف تھا کہ اپی اُس کی اپنی بیٹی تھی - مگر اس کا اظہار وہ صاف صاف طور پر نہیں کر سکتا تھا +

اگرچہ نینسی کو گوڈفرے کی تجویز پر بیحد افسوس ہوا - کیونکہ وہ اس کی اپنی مرضی کے خلاف تھی - اور اسی لئے اُس نے اُس کی خواہش کی مخالفت بھی کی تھی - لیکن گوڈفرے نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی تجویز پر ضرور عمل کرے گا - اور اُس کو درجۂ تکمیل تک پہونچانے میں وہ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ بھی حائل نہیں ہونے دیگا - وہ جانتا تھا کہ اُس کی بیوی یعنی نینسی کو اس امر کا بہت قلق ہوگا - لیکن اُسنے اُس کی بھی کوئی پروا نہیں کی +

نینسی کو صرف اس خیال سے ایک قسم کی تسکین ہوتی تھی کہ اگرچہ گوڈفرے کو میرے صاحب اولاد نہ ہونے سے ایک گونہ پژمردگی اور افسوس رہتا ہے - لیکن اگر اُس کی بیوی ایسی ہوتی جس کے بچے ہوتے تو بھی اُسے کسی نہ کسی قسم کی پژمردگی اور افسوس رہتا - اکثر نینسی کے دل میں اس خیال کا بھی گذر ہوتا تھا کہ وہ گوڈفرے سے بیحد محبت کرتی ہے - اسی حالت میں اُس کے دل سے بچوں کا خیال کیوں دور نہیں رہتا +

ایک دن نینسی ان ہی خیالات میں غرق تھی کہ یکایک اُسے اُس کی خادمہ جین کی آمد نے چونکا دیا اور اُس نے جین سے سوال کیا کہ کیا تمہارا آقا یعنی گوڈفرے صحن میں موجود ہے ؟" جس کے جواب میں جین نے کہا کہ " وہ وہاں نہیں ہے "- اُس وقت نینسی کو اس خیال نے بے چین کر رکھا تھا کہ " مردوں کی عمر جوں جوں زیادہ ہوتی جاتی ہے توں توں اولاد کا خیال اُن کے دل میں زیادہ زیادہ جاگزیں ہوتا جاتا ہے - اگر آبا جان کے پاس پرسکلا نہ ہو تو اُس کی حالت کیسی ہو ؟ اور اگر میں مرجاؤں تو گوڈفرے کو کس قدر پریشانی ہو - بھائیوں سے اُن کا بناؤ اور نبھاؤ ہونا ناممکن سا ہے "- اور ساتھ ہی اُس کے دل میں یہ خواہش زور مار رہی تھی کہ کسی طرح گوڈفرے جلد گھر آ جائے - بے چین ہو کر وہ اُس کا انتظار دروازے پر کھڑی ہو کر کرنے لگی

پردہ کھل گیا

نینسی ایک دروازے پر منتظر تھی کہ دوسرے دروازے کو کسی نے کھولا - اور نینسی اس خیال سے کہ آنے والا ضرور اُس کا خاوند گوڈ فرے ہوگا اُس طرف کو بڑھی - درحقیقت وہ گوڈ فرے ہی تھا - چنانچہ اُس نے آگے بڑھکر کہا :-

نینسی " پیارے شکر ہے کہ تم آ گئے میں تو .... ہونے لگی تھی " +

گوڈ فرے نے جواب تو نہ دیا - بلکہ کھڑا ہوکر اپنی ٹوپی ایک طرف رکھنے لگا - اُس کی نگاہوں سے ایک قسم کی حیرت عیاں تھی - نینسی نے بڑھکر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا - لیکن گوڈ فرے کو اُس کی خبر بھی نہ ہوئی - اور وہ کرسی پر بیٹھ گیا - جین بھی دروازے پر آ پہونچی +

گوڈ فرے (نینسی سے) " جین سے کہدو کہ وہ ابھی یہاں نہ آئے - اور دروازہ بند کردو " +

جب دروازہ بند ہوگیا تو گوڈ فرے نے ذرا صاف لہجہ میں باتیں کرنے کیلئے کوشش کی - اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا تاکہ نینسی اُس پر بیٹھ جائے +

گوڈ فرے " اچھا وہاں بیٹھ جاؤ - میں حتی الامکان جلد واپس آگیا - تاکہ تم کو کوئی اور شخص خبر نہ کرے - بلکہ میں ہی کرسکوں - مجھے ایک بڑا صدمہ پہونچا ہے +

نینسی " کیا ابا جان یا پرسکلا کی طرف سے " ؟ +

گوڈ فرے " نہیں - کسی زندہ شخص کی طرف سے نہیں - بلکہ ڈنسٹن کی طرف سے جسے غائب ہوئے سولہ سال گذر چکے - آج مجھے اُس کی نعش - ہاں اُس کی ٹھٹھری مل گئی " +

نینسی جو لفظ " صدمہ " سُنکر بہت پریشان ہوگئی تھی اُسے اصل ماجرا معلوم ہونے پر قدرے تسکین ہوگئی - اور وہ سنبھلکر بیٹھ گئی - اس انتظار میں کہ دیکھئے آگے چلکر گوڈ فرے کیا بیان کرتا ہے +

گوڈ فرے " اسٹون پٹ کھیتوں کو سیراب کرنے کے باعث بالکل خشک ہوگیا - اور ڈنسٹن کی نعش برآمد ہوئی - دو پتھروں کے درمیان پڑی ہوئی ہے - میری گھڑی - میری مہر اور میرا شکاری چابک جنکو وہ بغیر میری اجازت کے لے گیا تھا وہ بھی وہاں موجود ہیں - آخری بار ہمنے اُسے اُس روز دیکھا تھا جبکہ وہ میرے گھوڑے وائلڈ فائر پر سوار ہوکر یہاں سے چلا گیا تھا " +

نینسی " کیا تمہارے خیال سے وہ ڈوب کر مر گیا " +

گوڈ فرے " نہیں وہ اُس میں کسی طرح گر پڑا ہوگا - اُس نے سیلاس مارنر کی چوری کی تھی " +

یہ سُنکر شرم کے مارے نینسی کا چہرہ تمتما گیا - اور اُس کے دل سے فی الفور یہ خیال دوچار ہوا کہ اس واقعہ سے اُس کے خاوند کو ندامت ہوگی +

نینسی " افسوس گوڈ فرے " +

گوڈ فرے " نعش کے پاس ہی سیلاس مارنر کا سارا روپیہ بھی ملا ہے - لوگ اُس کی نعش کو نکال کر ریبنو کو لے جا رہے تھے کہ میں تم سے سارا ماجرا بیان کرنے کے لئے چلا آیا " +

نینسی نے اس خیال سے کوئی جواب نہ دیا کہ ابھی گوڈ فرے کچھ اور بیان کریگا - اُسکا خیال درست نکلا +

گوڈفرے "نینسی دیر سویر سب باتیں کھل جائینگی۔ خدا جب چاہتا ہے ہمارے بھیدوں کو آشکارا کر دیتا ہے۔ میں نے ایک راز تم سے بھی بیان نہیں کیا۔ مگر اب ضرور کرنا پڑا۔ اور وہ بھی ضرور تھا۔"

یہ سنتے ہی نینسی پر ایک طرح کا خوف غالب آیا۔

گوڈفرے "میں نے جب تم سے شادی کی تھی تو ایک بھید چھپا لیا تھا۔ وہ عورت جسے سیلاس مارنر نے جھاڑی میں مردہ پایا وہ ایپی کی ماں تھی اور میری بیوی۔ ایپی میری بیٹی ہے"۔

یہ کہکر گوڈفرے خاموش ہو گیا۔ اور ایپی سارا ماجرا سنکر حیرت کا پتلا بن گئی۔

گوڈفرے (تھوڑی دیر بعد) "نینسی اب تم مجھے وہ نہیں سمجھو گی جو اب تک سمجھتی رہی ہو"۔

نینسی نے جواب نہ دیا

گوڈفرے "مجھے لازم تھا کہ میں ایپی کو اپنی بیٹی تسلیم کرتا اور تم سے اس راز کو چھپائے رہتا۔ لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔ میں نے اس کی ماں سے ایک وجہ سے شادی کر لی تھی۔ مگر مجھے اس کا عوض مل گیا۔ مجھے بہت نقصان پہونچا"۔

نینسی نے اب بھی جواب نہ دیا۔ گوڈفرے اس خیال میں تھا کہ وہ ابھی غصے میں آکر اٹھتی اور یہ کہتی ہے کہ لو میں اپنے باپ کے گھر جاتی ہوں۔ میں ایسے قصور پر رحم نہیں کر سکتی۔ لیکن برعکس اس کے نینسی نے آنکھیں اٹھائیں اور افسوس کے لہجہ میں کہنے لگی۔

نینسی "گوڈفرے اگر تم یہ بات مجھ سے ۶ سال پیشتر کہہ دیتے تو ہم کچھ نہ کچھ اس بچی کے لئے کرتے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر مجھے حقیقتاً معلوم ہو جاتی تو میں ایپی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی؟"

اسوقت گوڈفرے کو محسوس ہوا کہ اس نے سخت غلطی کی اور اپنے مدعا کو کھو دیا۔ وہ اس بیوی کو جس کے ساتھ اس نے سالہا سال گزارے نہیں پہچان سکا کہ وہ کس قسم کی انسان تھی۔

نینسی "اور۔ او گوڈفرے۔ اگر تم ایپی کو شروع سے لے لیتے تو وہ مجھ سے مانوس ہو کر میرے ساتھ ایسی ہی محبت کرتی جیسی کہ اپنی ماں کے ساتھ اور تم کو یہ دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی"۔

ابھی یہ کلمہ زبان سے نکلا ہی تھا کہ نینسی کی آواز بند ہو گئی اور آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپکنے لگے۔

گوڈفرے (شرمندہ ہو کر) "اگر تم کو یہ معلوم ہو جاتا تو تم میرے ساتھ شادی ہی نہ کرتیں۔ تمہارا غرور اور تمہارے باپ کا غرور تمہیں اس بات کی اجازت ہی نہ دیتے"۔

نینسی "میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس وقت میں کیا کرتی۔ مگر یہ ضرور ہوتا کہ میں کسی اور شخص کے ساتھ شادی ہی نہ کرتی۔ مگر میں تمہیں نقصان نہ پہونچاتی"۔

گوڈفرے "نینسی میں بڑا خراب انسان ہوں۔ کیا تم مجھے میرے قصور کی معافی دے سکتی ہو"؟

نینسی "مجھے تو بہت ہی تھوڑا نقصان پہونچا ہے تم نے شادی کے وقت سے لے کر اب تک بہت

ساتھ نیک سلوک کیا۔ مگر جو تصور تم سے ہو چکا
اُس کی تلافی ممکن نہیں"۔

گوڈفرے "مگر ہم اب بھی ایپی کے لئے کر سکتے ہیں"۔

نینسی "مگر اب تو وہ بڑی ہو گئی۔ اور اب
اُس کا قبول کرنا زیادہ اچھا نہ ہوگا۔ تم اُسے بیٹی
مان لو۔ اور اُس کے کفیل ہو جاؤ۔ میں بھی اپنا فرض
ادا کروں گی۔ اور خدا سے دعا کیا کروں گی کہ ایپی
مجھ سے محبت کرنے لگے"۔

گوڈفرے "تو آج رات کو جونہی کاسٹون
پر خاموشی ہو جائے ہم تم سیلاس مارنر کے
پاس چلیں گے"۔

گوڈفرے اور مارنر وغیرہ کی گفتگو

شام کو ۸-۹ بجے کے درمیان جب کہ سیلاس مارنر
کو اُس سہ پہر کے جوش و خروش سے فرصت ملی تو
اُس نے مسز ونتھروپ اور ایرون کو بھی رخصت
کر دیا کہ وہ معہ ایپی کے تنہائی میں رہ جائے۔ اس
وقت ایک میز پر جس پر لیمپ جل رہا تھا بازیافتہ
اشرفیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور سیلاس ایپی کو
بتا رہا تھا کہ وہ انہیں ہر شام کو کس طرح شمار
کیا کرتا تھا۔ اور جب وہ میرے پاس سے جاتی
رہیں تو میں اسی انتظار میں رہتا تھا کہ وہ کسی
طرح واپس آجائیں۔ تو ایک دن میں نے تجھے
یہاں پایا۔ اُس وقت تو بچہ تھی۔ ایپی کہنے لگی
کہ اگر میں تمہارے پاس نہ آجاتی تو کسی کارخانہ
میں بھیج دی جاتی۔ جس کے جواب میں سیلاس نے
کہا کہ تمہارا آنا میرے لئے بھی مفید ہوا۔ کیونکہ
اگر تم نہ آتیں تو میں ان اشرفیوں کے غم میں
دیوانہ ہو جاتا۔

اس وقت کسی نے دروازے پر دستک
دی۔ ایپی نے دروازہ کھول دیا اور مسٹر گوڈفرے
اور اُن کی بیوی اندر داخل ہوئے۔ ایپی نے دونو
کے بیٹھنے کے لئے کرسیاں رکھ دیں۔ اور مسز
گوڈفرے نے ایپی سے کہا کہ تمہیں ہمارے
آنے سے تکلیف ہوئی۔ اور گوڈفرے نے کہا
کہ مارنر مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ تمہارا روپیہ
مل گیا۔ میں شرمندہ ہوں کہ میرے بھائی نے
تم کو اُس سے محروم کیا تھا۔ اس کی تلافی ہر طرح
کرنے کے لئے میں موجود ہوں۔ آج ایک خاص بات
تم سے کہنے آیا ہوں۔ سیلاس مارنر نے جواب
میں شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ میری تکلیف اور صدمہ
کے آپ ذمہ دار یا قصوروار نہیں ہیں۔

گوڈفرے "خیر روپیہ مل گیا۔ مگر اب تم سخت محنت
کے قابل نہیں رہے۔ اور بڈھے ہو گئے ہو"۔

سیلاس مارنر "جی ہاں۔ مگر ابھی تندرست ہوں
میں اور ایپی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ایپی کی خواہش
ہے کہ ایک باغیچہ بنلائے"۔

گوڈفرے "ہمارا باغیچہ حاضر ہے۔ ایپی اُس سے
دل بہلائے۔ ہم کو بھی اس سے خوشی ہوگی کہ
وہ اعلیٰ خاندانوں کے سے اطوار سیکھے اور
شائستہ بنے۔ اس لئے تمہیں اس میں کچھ عذر
نہ ہوگا کہ جو لوگ اعلیٰ رتبہ کے ہیں اور شائستہ وہ
ایپی کی نگرانی کریں"۔

سیلاس مارنر "میں آپ کی باتوں کو سمجھا نہیں"۔

گوڈفرے" ہمارے کوئی اولاد نہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اپی کو جو ہونہار اور اچھی لڑکی ہے اپنی لڑکی بنا کر رکھیں۔ وہ تم سے بھی جدا نہ کیجائے۔ تم بھی ہمارے پاس رہو۔ ہم دونوں کے کفیل ہوں اس سے تم کو بھی خوشی ہو گی۔ اپی تمہاری بہت خدمت کرے گی اور ہمارا گھر بھی بھرا بھرا معلوم دیگا"۔

سیلاس نے کہا میں اپی کی مرضی میں مخل نہ ہوؤں گا۔ اپی اس خیال سے کہ اُسے مارنر سے جدا کیا جائیگا کہنے لگی کہ میں آپ دونوں کی ممنون ہوں۔ مگر اپنے باپ مارنر سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ گوڈفرے نے کہا کہ مارنر اپی میری بیٹی ہے اُس کی ماں میری بیوی تھی۔ اس لئے میں اُس کا دعویدار ہوں۔ مارنر نے جواب میں کہا کہ یہ سچ ہوگا۔ مگر اُسے تو مجھے خدا نے دیا تھا۔ تمہارا ۱۶ سال کے بعد یہ کہنا کہ جو تمہاری بیٹی اس قابل نہیں ہم اور اپی کا رشتہ قطع کرا سکے۔ گوڈفرے نے کہا کہ میں تُسے تم سے جدا نہیں کرنا چاہتا۔ میری خواہش یہ ہے کہ وہ اور تم دونوں میرے پاس رہو۔ اگر تم اس بات کو منظور نہیں کرتے تو گویا تم اُس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہو۔ مارنر نے کہا کہ تم خود اپی سے رائے لو۔ گوڈفرے نے اپی سے کہا کہ تم سیلاس سے محبت کرو۔ اُس کی مدد کرو۔ اُسے آرام دو۔ مگر ہم سے بھی محبت کرو۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ اور میری یہ بیوی تمہاری خاص ماں کی مانند شفقت کرے گی۔ اس پر مسز گوڈفرے بول اُٹھی کہ ہاں اپی میں تم سے ایسا ہی سلوک کرونگی جیسا کہ ماں اپنی خاص بیٹی سے کرتی ہے۔ مگر اپی نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ میں مارنر سے جدا رہکر خوش نہیں رہ سکتی۔ اور نہ وہ خود۔ مجھے شان و عزت کی خواہش نہیں۔ میں سوکھے ٹکڑوں اور چیتھڑوں کو اعلےٰ النعمت سمجھتی ہوں۔ اس کے جواب میں نینسی نے کہا کہ بچی یہ قدرتی بات ہے کہ تم اپنے پرورش کرنے والے سے محبت کرو۔ مگر یہ بھی صحیح ہے کہ تم پر تمہارے قدرتی اور حقیقی باپ کا بھی حق ہے مگر اپی نے اب بھی یہی جواب دیا کہ میں غریبی میں خوش رہونگی۔ مجھے لیڈی بننے کے لائق تربیت ہی نہیں ملی۔ اس لئے مجھے آپ کے گھر میں نہ اصلی راحت ملے گی اور نہ حقیقی مسرت۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

گوڈفرے (بیوی سے) "آؤ اب چلیں"۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا"۔

نینسی" اب ہم اس بارہ میں اور زیادہ ذکر نہیں کرینگے۔ اپی ہم تمہارے اور نیز مارنر کے خیر خواہ ہیں اب زیادہ دیر ہوگئی ہے۔ اس لئے اب جاتے ہیں اور پھر کبھی آئینگے"۔ یہ کہکر وہ بھی چلدی۔

انجام

گھر پہونچکر گوڈفرے نے نینسی سے کہا کہ اب میں اپی کو اپنی بیٹی بنانے اور کہنے سے باز آیا۔ اُسے شریفانہ روش پر تربیت دینے میں ہمیں کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ البتہ میں اُسکی اور طرح مدد کرونگا۔ اور بے اولاد ہی رہنا پسند کرونگا۔

صبح کو اپی سے مارنر نے کہا کہ ہم کچھ دنوں کے لئے لینٹرن یارڈ کی سیر کے لئے چلینگے جہاں میں کبھی رہتا تھا چنانچہ وہ چار دن بعد وہاں گئے۔ وہاں سے واپس آکر اپی کی شادی ہارون ونتھروپ کے ساتھ کردی گئی۔ اسکے بعد اپی کیلئے باغیچہ بھی تیار کرایا گیا اور

خصلت

کتابوں کی رفاقت

میں اُن لوگوں کے خیالات میں شریک رہتا ہوں جو اس جہان فانی سے رخصت ہوچکے ہیں۔ میری زندگی اُن کی صحبت میں گذرتی ہے۔ میں اُن کی خوبیوں کو پسند کرتا اور اُن کی کمزوریوں سے نفرت کرتا۔ اور اُن کی اُمیدوں اور خطروں میں حصّہ لیتا ہوں اور اُن کی نصیحتوں (یعنی باتوں سے جو کتابوں میں درج ہیں) سے انکسار کے ساتھ سبق حاصل کرتا ہوں۔ (سودھے شاعر) +

ہم جانتے ہیں کہ کتابیں پاکیزگی اور نیکی سے معمور دُنیائیں ہیں۔ جن پر ہماری تفریحیں اور مسرتیں مبنی ہیں۔ (ورڈزورتھ شاعر) +

جس طرح ایک شخص اُن لوگوں کی وجہ سے جن کی جمعیت میں وہ رہتا ہے جانا یا پہچانا جاتا ہے اُسی طرح اُن کتابوں سے بھی جن کا وہ مطالعہ کرتا ہے۔ جیسی کہ انسانوں کی رفاقت ہے ویسی ہی کتابوں کی بھی۔ پس ہر شخص کو اچھی رفاقت یا جمعیت میں رہنا چاہیئے۔ خواہ وہ رفاقت کتابوں کی ہو یا انسانوں کی +

اچھی کتاب سب سے اچھا دوست ہے۔ اور اُس کی رفاقت یا دوستی میں کبھی فرق نہیں آتا کیونکہ جیسی کہ وہ آج ہے ویسی ہی کل تھی۔ اور ویسی ہی آئندہ بھی رہیگی۔ کتاب سب سے زیادہ خوش کرنے اور تفریح دینے والی اور ثابت قدم رفیق ہوتی ہے۔ وہ مصیبت یا آفت کے زمانہ میں بھی ہم سے منہ نہیں موڑتی اور رفاقت نہیں چھوڑتی بلکہ ہم سے ہمیشہ یکساں شفقت کے ساتھ پیش آتی ہے

وہ جوانی میں ہمیں خوش کرتی اور نصیحت کرتی ہے اور بڑھاپے میں تسکین اور اطمینان بخشتی ہے +

لوگ اکثر ایک دوسرے کے ساتھ اُس محبّت کے باعث جو اُن کو ایک ہی کتاب کے ساتھ ہوتی ہے محبّت کرنے لگتے ہیں۔ کتاب میل و محبّت کا ایک سچّا اور قوی ذریعہ ہے۔ لوگ ایک ہی مصنّف کی وساطت سے آپس میں محبّت کرتے ہیں۔ گویا اُس مصنّف کی ذات میں دونوں ایک دل ہوجاتے ہیں +

ایک اچھی کتاب اکثر زندگی کے سنوارنے اور سُدھارنے کے لئے سب سے بہتر ذریعہ ہوتی ہے اور انسان میں اُن اعلیٰ اور بہترین خیالات کو داخل کردیتی ہے۔ جن کے حاصل کرنے کے قابل وہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کی زندگی زیادہ تر خیالات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ عمدہ کتابیں۔ عمدہ الفاظ۔ زریں اقوال و اعلےٰ خیالات کا مخزن ہوتی ہے۔ اگر اُن کو

یاد رکھا اور اُن میں دل لگایا جاتا ہے تو اُن کے باعث کتاب بھی انسان کی دائمی رفیق اور تسلّی دینے والی بن جاتی ہے۔ سر فلپ لڈنی کا قول ہے کہ جن لوگوں کی رفاقت عمدہ اور اعلیٰ خیالات کے ساتھ ہوتی ہے وہ کبھی بھی تنہا نہیں رہتے۔ نیک خیالات کسی بڑی آزمائش یا تحریک کے وقت رحمت کا فرشتہ بن جاتے ہیں۔ اور رُوح کو پاکیزہ بناتے اور اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔ انہی خیالات کے اثر سے انسان کے افعال بھی نیک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ نیک باتیں نیک افعال کا موجب ہوتی ہیں۔

سر ہنری لارنس سب کتابوں سے زیادہ قدر اُس کتاب کی کرتا تھا جس کا نام "خوشحال سورما کی خصلت" اور جسے ورڈز ورتھ شاعر نے انگریزی زبان میں تصنیف کیا ہے۔ سر ہنری اُس کتاب کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھتا اور اُسے ایک نمونہ سمجھتا تھا۔ سر ہنری کی سوانح عمری لکھنے والا لکھتا ہے کہ "سر ہنری اپنی روشن زندگی اور اپنی خصلت کو اُسی سورما کی سی زندگی اور خصلت بنانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا جس کا ذکر اس کتاب میں ہے۔ اس مدعا میں سر ہنری کو خوب کامیابی نصیب ہو گئی تھی"۔

کتابوں میں ایک غیر فانی عنصر ہوتا ہے۔ جو انسان کو امر اور غیر فانی بنا دیتا ہے۔ عمارتیں گر کر خاک میں مل جاتی ہیں۔ تصویر اور بُت برباد ہو جاتے ہیں۔ اور چیزیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ لیکن کتابیں زندہ رہتی ہیں۔ وقت بھی اعلیٰ خیالات کے ساتھ کچھ نہیں کھا سکتا۔ وہ بھی پُرانا ہو جاتا ہے لیکن خیالات ویسے ہی تازہ رہتے ہیں جیسے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت ہوتے ہیں۔ اسی لئے جو باتیں کہ اب سے ہزارہا سال پیشتر کہی گئی تھیں وہ اب تک کتابوں میں مقفل ہونے پر بھی تازہ معلوم دیتی ہیں۔ وقت کا باتوں اور خیالات پر صرف اسقدر اثر ضرور ہو جاتا ہے کہ اُن میں سے فضولیات کو اسی طرح نکال دیتا ہے جس طرح کہ سُوپ سے پھٹک کر غلّہ میں بھوسی دور کر دی جاتی ہے۔ کیونکہ علم ادب میں صرف وہی شے زندہ رہ سکتی ہے جو درحقیقت عمدہ ہوتی ہے۔

کتابیں ہمیں عمدہ اور اعلیٰ سوسائٹی سے روشناس کراتی ہیں۔ وہ ہمیں اُن عالی دماغ اصحاب کی رُو نمائی کراتی ہیں جو ہم سے صدیوں پیشتر ہوئے ہوں۔ کتابوں ہی سے ہمیں اُن کے افعال و اقوال معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے خیالات کسی کتاب میں درج ہوتے ہیں وہ کتاب کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں زندہ معلوم دیتے ہیں۔ ہم اُن کے خیالات میں حصّہ دار ہو جاتے ہیں۔ ہم اُن کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ خوشی مناتے ہیں اور اُن کے ساتھ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اُن کے تجربات گویا ہمارے تجربات بن جاتے ہیں۔ اور ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اُن کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں نیک اور عالی دماغ مشاہیر کبھی فوت نہیں ہوتے۔ کیونکہ اُن کے خیالات کتابوں میں درج ہونے کے باعث وہ زندہ رہتے ہیں اور ہمارے شریک حال۔ خود کتابیں اُن کی آواز کا کام دیتی ہیں۔ چونکہ ہم قدیم زمانہ کے عقلا کی باتوں سے کتابوں کے ذریعہ

فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہم اُن لوگوں
کے زیر اثر اور پابند ہوتے ہیں +

جو لوگ اس دنیا میں رہے ہیں اُن کی عاقلانہ
باتیں اب بھی اُسی طرح زندہ اور برقرار ہیں جیسے کہ آج سے
صدیوں پیشتر تھیں۔ ہومر اب بھی زندہ ہے اور اگرچہ
اُس کی ذات سے متعلق تاریخ پر پردہ پڑ گیا ہے۔ مگر اُس
کی نظمیں اور اشعار اب تک بے پردہ ہوتے کے باعث
بالکل تازہ اور نو تصنیف معلوم دیتے ہیں۔ افلاطون اب تک
اپنا عمدہ ترین فلسفہ سکھاتا ہے۔ ہوریس، ورجل، دانتے، شیکسپیر
سعدی، جامی، بھیشم پتامہ اور والمیک اب تک اپنے خیالات
کا اظہار کر رہے ہیں +

اب ان بڑے لوگوں کی صحبت میں منکسر سے منکسر اور
غریب سے غریب شخص داخل ہو کر اُس سے فیضیاب ہو سکتا
ہے۔ ان بڑے بڑے اور عالی خیال مصنفوں کی کتابوں ہی
کے ذریعہ ہم صحت حاصل کر سکتے ہیں۔ ثابت قدم رہتے۔ غم و
الم میں تسکین پاتے اور بدبختی کو خوشحالی سے بدل سکتے ہیں +

انسان کے لئے اس دنیا میں سب سے زیادہ دلچسپ
چیز انسان ہی ہے۔ جو بات کہ انسانی زندگی کے متعلق ہوتی
ہے۔ وہ خواہ اُس کے تجربات ہوں۔ خواہ آرام یا خوشیاں
یا تکالیف یا کارہائے نمایاں وہ انسان کے دل کو اپنی طرف
اور باتوں کی نسبت زیادہ کھینچتی ہیں۔ ہر شخص دوسرے
شخص کے ساتھ بحیثیت ایک ہی درخت کے شاخیں ہونے
کے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔ پس کسی انسان کی دماغی قوتوں
کا دائرہ جسقدر زیادہ وسیع ہوگا وہ اُسی قدر زیادہ لوگوں کو
اپنا ہمدرد بنا سکیگا۔ اور اُسی قدر زیادہ اپنے ہم جنسوں کو
نفع پہنچا سکے گا +

انسانوں کی دلچسپی ایکدوسرے کے ساتھ بہت سی
صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اُن تصاویر میں جن کو وہ چھاپتے
ہیں۔ اور مورتوں میں جن کو وہ تراش کر بناتے ہیں۔ اُن خطوط
میں جو وہ ایکدوسرے کو لکھتے ہیں۔ اور اُن باتوں میں جو
ایکدوسرے سے کرتے ہیں۔ اسی لئے ایمرسن صاحب لکھتے
ہیں کہ "انسان سوائے انسان کے نہ اور کسی کی تو تصویر بناتا
نہ بت بناتا اور نہ خیال کرتا ہے" +

مگر سب سے زیادہ دلچسپی انسان کو دوسرے انسانوں کی
زندگی کے حالات سے ہوتی ہیں۔ افسانے کیا ہیں جن کو
لوگ بکثرت مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ فرضی سوانح عمریاں ہوتی
ہیں۔ ناٹکیں جن کو کہ لوگ تھیٹر میں جا کر بار بار خوشی اور
لطف سے دیکھتے ہیں وہ کیا ہیں؟ وہ بھی ایک قسم کی سوانح
عمریاں ہیں۔ مگر اصلی سوانح عمریوں کے پڑھنے میں اور زیادہ
لطف آتا ہے۔ کیونکہ وہ حقیقی ہوتی ہیں اور بہت ہی دلفریب
ہر شخص دوسرے شخص کی زندگی کے تجربہ کی حالات میں سے
بہت کچھ نصیحت حاصل کر سکتا اور بہت کچھ سیکھ سکتا ہے +

نیک لوگوں کی زندگی کے حالات واقعی اور کارگر
مفید ہوتے ہیں۔ اُن کا ہمارے دلوں پر اثر پڑتا ہے۔
وہ ہم میں ہمت پیدا کرتے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے
اعلےٰ درجے کے نمونے رکھتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص اپنی
زندگی میں کوئی بہت بڑا کام کرتا ہے تو اُس کا اثر کبھی
زائل نہیں ہوتا۔ بقول ہربرٹ اسپینسر "نیک زندگی
کبھی بھی پرانی اور بے لطف نہیں ہوتی" +

گوئٹے شاعر کا قول ہے کہ کوئی ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ
کا آدمی ایسا نہیں ہے جس سے عقلمند سے عقلمند شخص بھی
کوئی سبق نہ سیکھ سکے۔ چنانچہ سروالٹر اسکاٹ کو جب کبھی سفر
کرنیکا اتفاق ہوتا تو اپنے ہم سفر لوگوں کی خصلت میں سے کوئی
نہ کوئی بات اُڑا لیتا۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر جانسن نے لکھا تھا کہ

راہگیروں میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جسکی سوانح عمری میں بخوشی سننا گوارا نہ کروں۔ اُسکی زندگی کے تجربات۔ اُسکی آزمائشیں۔ اُسکی کوششیں۔ اُسکی مشکلات۔ اُسکی کامیابیاں اور ناکامیاں سننے سے کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی جاتا ہے۔ جب عام لوگوں کی نسبت عقلا کا خیال یہ ہے تو مشاہیر کی نسبت جنھوں نے اس دُنیا میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہوں کیا خیال ہونا چاہئیے۔ ایسے لوگوں کی زندگی سے اُن کی آئندہ نسلیں تہذیب و شائستگی وغیرہ کے متعلق بہت کچھ مدد حاصل کر سکتی ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی زندگی سے متعلق باتیں مثلاً اُن کی عادات۔ اُن کے اطوار۔ اُن کی طرز معاشرت۔ اُن کی ذاتیات۔ اُن کی گفتگو۔ اُن کے اقوال۔ اُن کی خوبیاں اور اُن کی عظمت۔ یہ سب باتیں دلچسپی۔ لطف نصیحت۔ ہمت اور مثال یا نمونہ سے پُر ہوتی ہیں۔

سوانح عمریوں سے سب سے بڑا سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ انسان کیا ہو سکتا ہے اور کیا کچھ کر سکتا ہے۔ ایک شریف زندگی کے حالات اگر عمدہ پیرائے میں بیان کئے جائیں تو اُن کا اثر دوسروں کی زندگی پر بہت زیادہ اور بہت اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی میں کس قسم کے بن جانے کی قابلیت ہے۔ اُن سے ہماری رُوح تر و تازہ اور بشاش ہوتی ہے۔ اُن سے ہماری اُمیدیں بڑھتی ہیں اور اُن سے ہم میں ہمت پیدا ہوتی ہے اور ایمان بھی اور نیز یہ کہ ہمیں خود اپنی ذات کے اوپر بھروسہ ہو جاتا ہے۔ اُس سے ہمارے ارادوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اُس سے ہم کسی کام پر جھک پڑتے ہیں ایسے لوگوں کی سوانح عمریوں کو نمونہ بنانا گویا نیک لوگوں کی صحبت میں زندگی بسر کرنا ہے +

سب سے مفید سوانح عمری بائبل ہے۔ جو سب کتابوں سے زیادہ تاثیر ڈالنے والی ہے۔ وہ جوانوں کی تعلیم و رہنما۔ اور انسانوں کی رہبر اور دلوں کو تسکین دینے والی ہے۔ کیونکہ اُس میں ایک سلسلہ بڑے بڑے سورماؤں نبیوں۔ بادشاہوں وغیرہ وغیرہ کی سوانح عمریوں کا ہے اس کتاب کے مطالعہ سے جو "دُنیا کی سب سے بڑی کتاب" کہلاتی ہے بے شمار لوگوں نے ہمت۔ نیکی۔ اخلاق۔ قومی ہمدردی۔ حب الوطنی وغیرہ جیسی اعلیٰ صفات کی تعلیم حاصل کی۔ اور اُن برگزیدہ لوگوں کے کارناموں سے متاثر ہو کر جنکی زندگیوں کے حالات اس صحیفہ اعظم و متبرک میں درج ہیں۔ ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے جن کا نظیر نہیں ملتا +

جن نیک اور بڑے لوگوں کی زندگی کے حالات نے بنی نوع انسان کی زندگیوں پر عمدہ اثر ڈالا ہے اُس اثر کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ انسان ایسے لوگوں کی سوانح عمریوں کو پڑھ کر ضرور روشنی حاصل کرتا ہے اور اُن کا ہم خیال اور ہم فعل ہو جاتا ہے۔ الغرض اُن کی سوانح عمریوں میں اُن کی آئندہ نسلوں کو بہت کچھ نفع ہوتا ہے +

تاریخ کا مطالعہ سوانح عمری ہی کے ذریعہ بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ دراصل تاریخ کا دوسرا نام سوانح عمری ہے۔ امرسن صاحب لکھتے ہیں کہ "تاریخ کیا ہے؟ محض لوگوں کے خیالات و افعال کا نتیجہ ہے۔ تاریخ کے صفحات میں اصول درج نہیں ہیں بلکہ لوگوں کی زندگیوں کے حالات۔ اُنکی تکالیف اُن کے کارہائے نمایاں۔ اُن کی کامیابیاں۔ اُنکی ناکامیاں اُن کے خیالات۔ تاریخ میں ہمارا سابقہ مُردہ لوگوں سے پڑتا ہے۔ مگر اُن کے افعال زندہ ہیں۔ اُس کے ذریعہ ہم اُن کے خیالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اُن کی آواز سنتے۔ اُن کے

سفرنامہ ہیونگ شیانگ

اس مقام سے روانہ ہوکر جنوب مغرب کی جانب
ملک بروچ ہے۔ اس کے بعد مالوہ آتا ہے۔ جہاں
کے لوگ مہذب اور باسلیقہ ہیں اور فنون لطیفہ کے
بڑے شائق۔ مگدھ اور مالوہ دونوں ایسے ملک ہیں
جہاں کے لوگ علم ادب۔ دیوتاؤں کی عزت اور تہذیب
کے دلدادہ ہیں۔ مالوہ میں کوئی سو معابد ہیں۔ جن
میں ۲۰ ہزار پوجاری رہتے ہیں۔ یہ صحائف اصغر کی
تحصیل کرتے ہیں۔ اس ملک میں بیدین لوگ بھی
ہیں جو جسم پر بھبوت ملے رہتے ہیں۔ اور دیوؤں
اور بدروحوں کی عبادت کرتے ہیں +

جب ہیونگ شیانگ اس ملک میں گیا تو اس
سے کوئی ۶۰ سال پیشتر وہاں کا حکمران راجہ سلادت
تھا جو بڑا ہی ذہین وعقیل اور زبردست عالم تھا۔
وہ انسانیت کا مرقع۔ محبت و فیاضی اور نیکی کی جیتی
جاگتی تصویر تھا جتنے دن اس نے حکمرانی کی اس کی
زبان سے ایک بھی گندہ لفظ نہیں نکلا۔ اور نہ اس
نے کبھی غصہ کیا +

وہ اراکین سلطنت اور اپنی رانیوں سے
بہ خلق و مسرت پیش آتا تھا۔ اور چیونٹی تک کو بھی
تکلیف نہیں دیتا تھا۔ وہ پہلے پانی کو چھنوا لیتا اور
پھر اسے اپنے ہاتھی گھوڑوں کو پلاتا تھا۔ اور خود
بھی اسی قسم کا پانی پیتا تھا۔ اس نے اپنے لوگوں کو
ذی روح مخلوق کی ایذا دہی سے باز رکھا۔ اس کا
ایسا اچھا اثر ہوا کہ درندے انسانوں سے بحسن
سلوک پیش آنے لگے۔ اور بے ضرر ہوگئے۔ اس
کے عہد میں ملک میں امن وچین اور خوشحالی کا
دور دورہ رہا۔ اس نے بدھ صاحبان کی مورتیں
بنوائیں۔ اور مجلس مہاپرشاد منعقد کیا کرتا تھا +

سلادت نے ۵۰ سال تک حکمرانی کی۔ لوگ اسے
اب تک بہت یاد کرتے اور اس کا نام تعظیم کے
ساتھ لیتے ہیں۔ یہاں سے آگے بڑھ کر شمال و مغرب
میں ایک شہر برہمنپورہ ہے۔ اس کے پاس ایک گہرا
غار ہے۔ اس غار میں ایک برہمن رہتا تھا جو صحائف
اکبر کی تحقیر کرتا تھا۔ اس ملک سے آگے بڑھ کر اٹالی
آتا ہے۔ جہاں طرح طرح کی خوشبودار نباتات
پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے عطریات بنائے جاتے
ہیں +

یہاں سے روانہ ہوکر اور ملک کچھ ہوتا ہوا
ہیونگ شیانگ ملک ولابھی پہنچا۔ جہاں سو معابد
ہیں۔ اور چھ ہزار پوجاری رہتے ہیں۔ یہ صحائف
اصغر کی تحصیل کرتے ہیں۔ تتھاگاتہ نے اپنی زندگی
میں کئی بار اس ملک کی سیاحت کی تھی۔ اور جہاں
جہاں اس نے قیام کیا وہاں وہاں راجہ اشوک
نے اس کی یادگار قائم کی۔ ہیونگ شیانگ کے زمانہ
میں اس ملک میں ایک کشتری یعنی راجپوت راجہ کی
عملداری تھی۔ یہ راجہ راجہ سلادت کا داماد تھا۔ اس کا

نام وبیرو و بھٹ تھا۔ وہ نیکی اور علم کا بڑا دلدادہ
ہے۔ اور ترقیٔ علوم میں کوشاں رہتا ہے۔ ہر
سال وہ ایک بڑی مجلس منعقد کرتا جس میں ملک
بھر کے پوجاری اور پروہت شریک ہوتے ہیں۔
یہ مجلس سات دن تک رہتی ہے۔ راجہ پوجاریوں
کو عمدہ کھانا اور زر و جواہرات بخشتا۔ اُس کے قیام
کے لئے ہر قسم کا سامان راحت مہیّا کرتا ۔

اس ملک سے آگے بڑھ کر اور کئی شہروں
میں ہوتا ہُوا ہیونگ شیانگ اُجین پہنچا۔ راجدھانی
کے قریب ہی راجہ آشوک نے ایک جگہ بدکاروں
کی سزا دینے کے لئے بنائی تھی ۔

یہاں سے روانہ ہو کر اور چند مقامات
کی سیر کرتا ہُوا ہیونگ شیانگ ملک سورت میں جا
پہنچا۔ اور وہاں سے آسیا ایا نیک چلا گیا۔ جب تاتھاگاتہ
زندہ تھا تو وہ کئی بار اس ملک میں آیا تھا۔ اور
جہاں جہاں وہ گیا تھا وہاں وہاں راجہ آشوک نے
اُس کی یادگاریں قائم کی تھیں۔ جو ہیونگ شیانگ کی سیاحت
کے وقت تک قائم تھیں ۔

یہاں سے آگے بڑھ کر ملک بنگالہ آتا ہے جو
سمندر کے کنارے ہے۔ یہاں سے آگے بڑھ کر
ملک فارس آتا ہے جس سے ہندوستان کی سرحد
ملی ہوئی ہے۔ اس ملک میں زر و جواہرات اور بیش
قیمت چیزیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ریشمی۔ اُونی چیزیں
گھوڑے۔ اونٹ وغیرہ کی بہت افراط ہے۔ اس
ملک میں صرف دو تین معابد ہیں جن میں کئی سو پوجاری
رہتے ہیں۔ یہ صحائف اصغر کی تحصیل کرتے ہیں۔ راجہ
ساکیا کا مجسمہ شاہی محل میں رکھا ہُوا ہے۔ مشرقی سرحد
پر ہرمزہ کا شہر ہے۔ اور جنوب و مغرب کی جانب
ایک جزیرہ ہے جس میں وہ عورتیں رہتی ہیں جو
لڑکے نہیں جنتی ہیں۔ اس ملک میں دوسرے ملک
کے لوگ ہر سال عورتوں سے شادیاں کرنے کے
لئے آتے ہیں۔ لیکن اگر ان عورتوں سے لڑکے
پیدا ہوتے ہیں تو اُن کو پرورش نہیں کرتیں۔ لنکا گر
سے شمال و مغرب کی جانب ایک ملک پتیا [illegible] ہے
جہاں ایک خانقاہ ہے جسے راجہ آشوک نے
کرایا تھا جس میں ایک ایسی یادگار ہے [illegible]
نورانی شعاعیں خارج ہوتی رہتی ہیں۔ جب
تاتھاگاتہ اول بار رشی کی صورت میں پیدا ہُوا
تھا تو اسے اس ملک کے فرمانروا نے قتل کرا
دیا تھا ۔

اس ملک سے شمال و مشرق کو ملک آوانده
ہے۔ راجدھانی کے نزدیک ہی ایک جنگل میں
ایک خانقاہ ہے۔ جب بدھ زندہ تھا تو وہ اس
ملک میں آیا تھا۔ اس جگہ بھی راجہ آشوک کا بنایا
ہُوا ایک معبد ہے۔ اور خانقاہ کے نزدیک
ایک مورت بدھ کی ہے جس میں سے اکثر نورانی
شعاعیں خارج ہوتی ہیں جنگل سے آگے کچھ فاصلہ
پر ایک خانقاہ راجہ آشوک کی تعمیر کردہ ہے۔ قدیم
زمانہ میں تاتھاگاتہ اس مقام پر کچھ عرصہ مقیم رہا۔ ایک
رات اُسے جاڑا لگا تو اُسنے تین کپڑے اوپر تلے
اوڑھ لئے۔ صبح کو اُس نے پوجاریوں کو رضائیاں
اوڑھنے کی اجازت دی ۔

اس ملک سے آگے بڑھ کر سندھ آتا ہے اس
ملک میں سونا۔ چاندی وغیرہ پیدا ہوتا۔ اونٹ بھیڑ

بکری۔ سُرخ نمک۔ سفید نمک۔ سیاہ نمک وغیرہ کی بہت کثرت ہے ٭

سیاہ نمک دوا میں کام آتا ہے۔ ٹاتھاگاٹہ نے اپنی زندگی میں کئی بار اس ملک کا سفر کیا تھا۔ اُس نے جہاں جہاں مقام کیا۔ وہاں وہاں راجہ اشوک نے اُس کی یادگار قائم کی۔ اس ملک کا سفر ارہت اپاگپت نے بھی کیا تھا۔ اُس کی بھی یادگاریں اس ملک میں موجود ہیں ٭

یہاں سے آگے بڑھ کر اور ایک دریا کو عبور کر کے ہیونگ تسیانگ ملتان پہنچا۔ جہاں کے لوگ دیوتاؤں کو قربانیاں چڑھانے اور سورج کے دیوتا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اُس کی مورت سونے کی بناتے اور اُسے بیش قیمت جواہرات سے سجاتے ہیں۔ لوگ گرد و نواح کے شہروں سے یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ یہاں تالاب ہیں اور پھل پھول بھی ہیں ٭

ملتان سے روانہ ہو کر ہیونگ تسیانگ پروت پہنچا۔ اس شہر کے پاس ہی ایک خانقاہ ہے۔ جس میں تنلو پوجاری رہتے اور صحائف اکبر کی تحصیل کرتے ہیں۔ اس جگہ جن پیتر نے لوک چاریہ بھومی شاستر کریکا لکھی تھی۔ یہیں بھدر رُچی شاستری اور گُن پربھ شاستری نے جُن پیتر کی شاگردی اختیار کی تھی ٭

اس جگہ کئی زبردست عالم و فاضل تھے۔ جن سے ہیونگ تسیانگ نے دو سال کے عرصہ میں کئی شاستروں کی تحصیل کی۔ یہاں سے روانہ ہو کر اور مگدھ دیش ہوتا ہؤا ہیونگ تسیانگ نالندہ کی خانقاہ میں جا پہنچا۔ اور بالاپتی پوجاریوں کی صحبت سے فیضیاب ہؤا ٭

اس کے بعد ہیونگ تسیانگ پشتیدوانہ پہاڑ پر چلا گیا۔ اور ایک شخص کے ساتھ جو سورت کا باشندہ اور توم کا کشتری تھا مقیم ہؤا۔ اس کشتری کا نام جے سین تھا۔ وہ شاستروں کا مصنف تھا۔ اُس نے بچپن ہی سے علم کی تحصیل کی تھی۔ اور بھدر رُچی سے تعلیم پائی تھی۔ سنتھی نامی بدھستو اسے اور اُس کے بعد سلابھدر سے۔ وہ ہتو ودیا شاستر۔ شبدہ ودیا شاستر۔ یوگ شاستر اور صحائف اکبر و اصغر کا فاضل تھا۔ مزید برآں وہ دُنیوی علوم۔ ویدوں۔ علم جوتش۔ علم ہیئت۔ علم جغرافیہ۔ علم الادویہ۔ علم ریاضی اور علم سحر کا زبردست عالم بھی تھا۔ یہ کشتری فاضل بڑا ہی دھارمک اور نیک تھا ٭

مگدھ کا راجہ پرناورم اس کشتری کی بڑی عزت کرتا تھا۔ کیونکہ وہ عالموں اور فاضلوں کا شیدائی تھا۔ جب راجہ نے اس کشتری فاضل کا شہرہ سُنا تو بیحد خوش ہؤا۔ اُس نے اُسے اپنے دربار میں بُلا کر کوسی یعنی "فاضل ملک" کا خطاب عطا کیا۔ اور اُس کے ذاتی اخراجات کے لئے بیس گاؤں کی مالگذاری مقرر کر دی۔ لیکن اُس بے طمع فاضل نے اس عطیہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ٭

جب راجہ پرناورم فوت ہو گیا تو اُس کا جانشین راجہ سلادت بھی اس کشتری فاضل کی بڑی توقیر کرتا رہا۔ اُس نے بھی اُسے "فاضل ملک"

کا خطاب عطا کیا۔ اور ۸۰ گاؤں کی آمدنی اُس کے
اخراجات کے لئے مقرر کر دی۔ لیکن اُس کے
قبول کرنے سے بھی اس فاضل نے انکار کر
دیا۔ اور کہنے لگا کہ "میں نے سُنا ہے کہ جو
کوئی دُنیوی چیزوں کو قبول کرتا ہے اُسے
زندگی میں بہت کچھ پریشانی کا سامنا رہتا ہے
اور اُس کے علائق زندگی اُسے دُکھ دیتے ہیں
میرا مقصد یہ ہے کہ میں موت و زیست کی باتوں
کا پرچار کروں۔ اگر میں آپ کے عطیہ کو قبول
کر لوں۔ تو اُن علائق سے کیسے واقف ہوسکونگا
جو خداوند کے ساتھ ہیں"

اس کے بعد جے سین پشتیوانہ پہاڑ پر
رہنے لگا۔ اور تعلیم کے کام میں مشغول رہا۔ اور
بُدھ مذہب کی کتابوں کو لوگوں کو سمجھاتا رہا۔
سب لوگ اُس کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ ہیونگ
شیانگ اس کشتری شاستری کے پاس دو سال
تک مقیم رہا۔ اور اُس نے اُس سے بہت
سی باتیں سیکھ لیں۔

ان ایّام میں ہیونگ شیانگ نے یہ
خواب دیکھا کہ نالندہ کی خانقاہ خالی ہے۔ اور
اُس میں صرف بھینسیں بندھی۔ پوجاری چلے
گئے ہیں۔ اُس نے ایک شہری آدمی بھی دیکھا
جو اس مینار پر بیٹھا ہے۔ اُس نے وہاں تک
جانا چاہا۔ مگر راستہ ندارد۔ سنہری آدمی نے
کہا کہ میں منجُسوری بدھ ستوا ہوں۔ ابھی
تیرے کرم ایسے نہیں کہ تو مجھ تک آسکے۔ اب
تو یہاں سے چلا جا۔ کیونکہ دو سال بعد
سلادت راجہ فوت ہو جائے گا۔ اور
ہندوستان برباد۔

آنکھ کھلنے پر ہیونگ شیانگ جے سین
کے پاس گیا۔ اور اُس سے خواب بیان
کیا۔ اور کچھ عرصہ قیام کرکے وہ وہاں سے
روانہ ہؤا۔ مگر جانے سے پہلے جے سین
ایک جشن مذہبی میں شریک ہؤا۔ مگر رات
کو جشن کے سارے چراغ یکایک کھل گئے۔
اور ایک قسم کی روشنی نمودار ہوئی۔ اُس
وقت زیارت گاہ بند تھی۔ اور خوشبو کی
لپٹیں نکل رہی تھیں۔ اور ستارے جو بدھ کی
یادگاریں تھیں اُن سے معجزے ظاہر ہوئے
اور آخر کار روشنی بند ہو گئی اور لوگ
زیارت کرکے گھروں کو چلے گئے۔

اس کے بعد راجہ سلادت نے ہیونگ
شیانگ کی بحث ایک اور عالم سے کرائی جس
میں ہیونگ شیانگ غالب آیا۔ اس ملک کے
پوجاری صحائف اصغر دونوں کی تحصیل کرتے
ہیں اور صحائف اکبر پر یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ
کہتے ہیں کہ وہ صحائف بُدھ سے حاصل نہیں
ہوئے تھے۔ بلکہ کسی بیدین سے۔

امریکہ میں ریل گاڑیوں میں ٹیلیفون لگایا گیا ہے جس کے ذریعہ
گارڈ اور انجن ڈرائیور چلتی ریل میں باتیں کرسکتے ہیں نیز بعض بعض بڑے
اسٹیشنوں پر اور شہر کے مشہور دفتروں اور کارخانوں کے درمیان
بھی یہ سلسلہ لگایا گیا ہے۔ تاکہ جب گاڑی وہاں ٹھیرے تو اگر کوئی مسافر
کسی دفتر یا کارخانہ والے سے بات چیت کرنا چاہے تو کرلے۔

حفظ صحت

سیر

صحت گھر سے باہر ملتی ہے۔ مگر گھر کے اندر نہیں۔ جب تک زیادہ وقت گھر کے باہر کھلے میدان میں نہ صرف کیا جائے تب تک صحت کا قائم رہنا ناممکن ہے۔ جب مریض شفایاب ہوتا ہے تو جب تک کہ وہ گھر سے باہر زیادہ وقت نہیں گذارتا۔ تب تک اُس کی صحت بحال نہیں ہو سکتی +

جو لوگ کمزور ہوں۔ جن کی صحت خراب رہتی ہو۔ اور جو بیمار ہوں۔ اُن کو ضرور کھلی ہوا میں سیر کرنا چاہیئے۔ جس شخص میں سیر کرنے کی عادت نہ ہو اُسے اس عادت کو ڈالنا چاہیئے ایسے شخص کے دوستوں اور رشتہ داروں کو واجب ہے کہ وہ اُسے سیر کے لئے ترغیب دیں۔ جو لوگ زیادہ دور تک کی سیر کرنے کے قابل نہ ہوں اُن کو تھوڑی ہی دور تک سیر کرنی چاہیئے۔ اور رفتہ رفتہ زیادہ زیادہ دور جانے کی عادت ڈالنی چاہیئے +

جو لوگ صحت کے اعتبار سے کمزور ہوں اگر وہ سیر کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں توانا ہو جاتے ہیں۔ روز بروز صاف ہوا میں دم لینے اور جسم کو حرکت دینے سے اُن کی صحت روبترقی رہتی ہے۔ اگر سیر کسی خوش مزاج دوست کے ساتھ کی جائے تو اور زیادہ نفع دیتی ہے۔ کیونکہ اس سے طبیعت زیادہ مفرح ہو جاتی ہے +

جو لوگ سیر کے عادی نہ ہوں اُنہیں اول اول کسی کے ساتھ مل کر سیر کرنی چاہیئے۔ اور جب اُن میں سیر کی عادت پڑ جائیگی تو وہ تنہا سیر کرنے لگیں گے۔ سیر کا سب سے اچھا وقت صبح کا ناشتہ کرنے سے پیشتر ہوتا ہے جو لوگ صبح ہی غسل کے عادی ہوں وہ غسل کرتے ہی گھر سے نکل جائیں اور جو غسل کے عادی نہ ہوں اُن کو غسل کی عادت بھی ڈالنی چاہیئے جس کے بعد ہی سیر کی بھی ٹھہرا دی جائے۔ سیر کا وقت کسی اور مشغلہ میں نہیں گزارنا چاہیئے۔ سیر کسی دلفریب مقام کی زیادہ سودمند ہے جہاں دلفریب چیزوں کو دیکھنے سے طبیعت اور زیادہ مفرح ہو جاتی ہے +

سیر میں عجلت کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ اطمینان و آہستہ روی کو۔ کیونکہ سیر میں جلد جلد چلنا مفید نہیں ہے۔ جلدی نہ چلنے کے علاوہ ایسی چال بھی اختیار نہیں کرنا چاہیئے کہ انسان پسینے پسینہ ہو جائے یا تھک جائے یا ہانپنے لگے۔ ان حالتوں کے پیدا ہونے سے قوت زیادہ صرف ہوتی ہے۔ لیکن ایسے آہستہ آہستہ چلنا چاہیئے جیسے گلگشت ہوتی ہے +

سیر میں قدم تو لمبے لمبے پڑیں مگر آہستہ آہستہ۔ سب سے اچھی چال جو سیر کے لئے موزوں اور مفید ہے وہ ممالک

متحدہ امریکہ کی پیدل پلٹن کی سیر یا قدم بازی ہے - کیونکہ یہ پلٹن عمدہ اور ہموار سڑک پر ایک گھنٹے میں تین میل چلتی ہے ۔

سوائے اُن عورتوں کے جو سائنس کی دلدادہ ہیں اَور سب عورتیں جلد جلد اور چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی ہیں۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ مردوں کی ساتھ چہل قدمی کرنے میں اُن میں یہ عادات پڑ گئی ہوں ۔

مرد اور عورت دونو کی تندرستی قائم رکھنے کے لئے ۵ میل کی روزانہ سیر ضروری اور مفید ہے۔ کیونکہ ہر شخص ہر روز اس قدر سیر کے لئے وقت نکال سکتا ہے۔ اس قدر سیر سے انسان کو کسی قسم کی تکلیف یا دکھ نہیں ہوتا۔ فرصت یا چھٹی کے دن ۵ میل کی جگہ ۱۰ میل کی سیر کرنی چاہیئے لیکن ایسا اُسی حالت میں کرنا لازم ہے جب کہ اُس سے کسی قسم کا تکان معلوم نہ دے ۔

بعض لوگ صبح کا کھانا کھانے سے پیشتر بھی ۵ میل سیر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے صبح کو ڈیڑھ میل کی سیر کافی ہے اور باقی ۳½ میل کی دوسرے وقت کرنی چاہیئے۔ جو لوگ کام کرنے کے لئے گھر سے ۲½ میل کے فاصلہ پر جاتے ہوں اُن کو سیر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ کام پر جانے اور وہاں سے واپس آنے میں ۵ میل کی سیر ہو جاتی ہے ۔

جو لوگ دوڑ لگا سکتے ہیں اُنھیں سیر کی نسبت دوڑ سے زیادہ نفع ہوتا ہے۔ ہر شہر میں ایسی سڑکیں اور راستے موجود ہیں جن پر انسان آسانی کے ساتھ اور بلا خطرے کے اوسط درجہ کی دوڑ لگا سکتا ہے۔ اور جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں وہ تو سڑکوں یا کھیتوں میں بلا کسی خطرے کے امن چین اور اطمینان کے ساتھ دوڑ لگا سکتے ہیں۔ دوڑ لگانے والے کو یہ احتیاط رکھنی چاہیئے کہ دوڑتے وقت اُس کے پاؤں زمین پر ایڑی کے بل نہ گریں یا لگیں - بلکہ پنجوں کے بل - اگر وہ ایسا نہ کریگا تو غالباً لنگڑا ہو جائے گا - یا اُس کے موچ آ جائے گی ۔

اگر کوئی شخص تندرستی قائم رکھنے کے لئے دوڑ لگائے تو ہلکی دُلکی یا کُتّے کی سی چال چلنی چاہیئے - کیونکہ انسان اس چال کو دیر تک چل سکتا ہے۔ ایسی دوڑ میں بیچ بیچ میں دو دو تین تین منٹ کے لئے رفتار کو ذرا زیادہ تیز کر دینا چاہیئے۔ تھوڑے ہی عرصہ کی مشق میں انسان ایسی دوڑ میں خوب مشّاق ہو جاتا ہے - جاپانی سپاہ نے روسی سپاہ کے مقابلہ میں یو یہین ناظر، بن جنگ کو مسخر کر دیا۔ کیونکہ وہ دو دو تین تین گھنٹے تک مشّاق ہونے کے باعث ایسی چال سے دوڑتی چلی گئی۔ اس ترکیب سے وہ اکثر معرکوں میں روسیوں پر غالب آئی ۔

تندرستی کی قائم رکھنے والی سیر میں تیراکی بھی شامل ہے۔ کیونکہ اُس سے انسان کے جسم کی صفائی بھی ہو جاتی ہے اور جسم کے اعضاء کی

مناسب حرکت کے باعث ورزش بھی۔ ایک گھنٹہ جمناسٹک کی ورزش کرنے سے اس قدر نفع نہیں ہوتا جس قدر کہ پندرہ منٹ کی تیراکی سے۔

اگر کسی کو گرمی کے موسم میں سیر یا دوڑ کی مشق کرنا پڑے تو اُسے یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ ایک میل کی سیر یا دوڑ کے بعد کسی سایہ دار درخت کے تلے اتنی آرام لے کہ حرارت جاتی رہے اور ٹھنڈک آجائے۔ اس کے بعد کسی تالاب یا دریا میں پندرہ منٹ تیراکی کرے۔ پھر آہستہ آہستہ چہل قدمی کرکے گھر واپس آجائے تیراکی پندرہ منٹ سے زیادہ نہ کی جائے۔ گرمی کے موسم میں تیراکی کے بعد جسم کو خوب رگڑ کر صاف کرنا چنداں ضروری نہیں۔ بلکہ یونہی ہلکے ہاتھ سے صاف کر لیا جائے۔ اگر جسم پر کچھ میل وغیرہ رہ جاتا ہے تو موسم گرما میں کوئی نقصان نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ بخار ہو کر بہت جلد اُڑ جاتا ہے +

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ صبح کو سیر برہنہ پا کرنی چاہیئے۔ یہ رائے ایک حد تک درست ہے۔ مگر ہر شخص کو اور ہر موسم میں ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور نہ زیادہ دور تک ننگے پاؤں سیر کرنا یا چلنا مفید ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ موسم گرما میں ننگے پاؤں تھوڑی سیر کرنی چاہیئے پاؤں کا کوئی نقص یا کوئی شکایت ضرور جاتی رہتی ہے +

موسم گرما میں سیر و تفریح اور ورزش کے ضمن میں کشتی کا کھیلنا بھی ایک مفید شغل ہے۔ اس شغل سے جسم کے ہر عضو کو حرکت ہوتی ہے۔ اگر اُسے حد اعتدال سے کیا جائے تو بیحد نفع دیتا ہے۔ کئی کئی میل تک کشتی کھیلنے سے نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ جلد جلد کھینے سے کشتی کو اُسی چال میں کھینا چاہیئے جس چال سے گرما میں سیر کی جاتی یا دوڑ لگائی جاتی ہے۔ لیکن کشتی کھینے کے شغل کے ساتھ ساتھ ہر روز دو تین میل پیدل سیر بھی ضرور کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص ایک میل سیر کرکے پھر کشتی کھینے۔ پھر پندرہ منٹ تیراکی کرے۔ پھر کشتی کھینے۔ اور پھر پیدل گھر آئے تو زیادہ نفع ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کشتی کھینے کے شغل کو تندرستی قائم رکھنے کے لئے نہ کرے بلکہ پہلوانی اور ورزش کے طور پر تو نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے قلب پر زیادہ زور اور دباؤ پڑتا ہے۔ اور قلب کمزور ہو جاتا ہے۔ البتہ جو شخص ایک منٹ میں پندرہ سے اٹھارہ بار ڈانڈ چلاتا ہے اُسے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کا قلب زور دار ہو جاتا ہے +

سب ہلکی ورزشوں سے گھوڑے کی سواری زیادہ اچھی ہے۔ کیونکہ اُس کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصہ میں گوشت چُست ہو جاتا۔ اعضاء میں طاقت برداشت آجاتی اور صحت بحال ہو جاتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ قدرت نے انسان اور گھوڑے کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے۔ جو شخص صبح ہی بیدار ہوتا ہو اور ایک یا دو گھنٹے گھوڑے کی سواری کرتا ہو۔ وہ دُنیا کو مغلوب کر سکتا ہے۔ اُس کے اعصاب بہت مضبوط

ہوتے ہیں۔ اُس کا دماغ بہت صحیح ہوتا ہے اُس کا جسم شہ زور رہتا ہے اور اُس کی قوت برداشت اور قوت ارادی زائل ہوتی ہیں۔
گاڑی میں بیٹھ کر سیر کرنا زیادہ مفید نہیں ہے۔ اسی طرح بائیسکل کی سواری سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ سخت نقصان۔ کیونکہ بائیسکل کے سوار زیادہ تعداد میں تپ دق ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس سواری میں ٹانگیں ضرور مضبوط ہو جاتی ہیں۔ تاہم قلب کمزور ہو جاتا ہے۔ اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر بائیسکل صحت قائم رکھنے کا کام دے سکتی ہے تو اس طرح کہ اُسے بہت آہستہ آہستہ چلایا جائے اور ہموار سڑک پر۔ اور اُس پر تن کر سیدھا بیٹھا جائے۔ کیونکہ بائیسکل پر سر نیچا کر کے اور جھک کر بیٹھنے سے سینہ پر زیادہ دباؤ پڑتا ہے۔ اور پھیپھڑے کو نقصان دیتا ہے۔

گھر سے باہر جو ہلکے ورزشی اشغال کئے جائیں اُن میں اعتدال مدنظر رکھنا چاہیئے پیدل سیر کرنا اور گھوڑے کی سواری یہ دونوں ورزشیں زیادہ نافع ہیں۔ سوائے پیدل سیر کے کیونکہ اگر اُس میں انسان اعتدال سے تجاوز کرے تو دوکر نہیں سکتا باقی اور اشغال میں اعتدال سے تجاوز ممکن ہے۔ ورزش چاہے کسی قسم کی ہو مگر ہر روز دو گھنٹے روز گھر سے باہر اور صاف ہوا اور کھلی ہوئی جگہ میں کی جائے۔

عشق و موت

اک سُہانی رات کو چھٹکی ہوئی تھی چاندنی
خلد کے صحن معطر میں خراماں "عشق" تھا
سامنے ہی صحن میں تھا اک درخت پُر بہار
اور یہ کہتی تھی ہیم عشق سے کرکے خطاب
یہ جگہ ہے دو گھڑی میرے ٹہلنے کے لئے

ماہ کامل دے رہا تھا اپنی پوری روشنی
دیکھتا تھا ہر طرف پڑتی تھیں نظریں جا بجا
جس کے نیچے پھر رہی تھی "موت" تنہا بیقرار
جا یہاں سے یاں ترا کیا کام او خانہ خراب
لطف اُٹھنے کے لئے ہے جی بہلنے کے لئے

عشق نے پھیلائے پر اُڑنے کو اور رو کر کہا
تیری ہستی اسطرح ہے جس طرح سے اک شجر
بس یونہی اس غیر فانی روشنی میں عمر بھی
لیکن اس سائے کو کب ممکن ہے عالم میں بقا
تو فنا ہو جائیگی مجھ کو بقا ہے بیگماں

اتنا ہے تیرا زمانہ جو کہے تو ہے بجا
ڈالتا ہے دھوپ کے وقت اپنا سایہ خاک پر
اک شجر ہے۔ اور تو ہے اُس کا سایہ اتقی
جب شجر گرتا ہے ہو جاتا ہے سایہ بھی فنا
تا ابد ہر چیز پر یونہی رہونگا حکمران

نظر لکھنوی۔ (از زمانہ)

غلامی کی تاریخ

پارلیمنٹ میں کوشش

غلاموں کے حامیوں میں سے ایک ٹامس کلارک سن بھی تھا۔ جب انسداد غلامی کے لئے پارلیمنٹ نے ایک کمیٹی تجویز کی اور منعقد ہو گئی تو کلارک سن برسٹل اور لورپول گیا تاکہ وہاں غلاموں کی تجارت کا صحیح حال معلوم کر سکے۔ وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ اکثر غلاموں کو ہلاک بھی کر دیا جاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں سے یہ بات معلوم ہوئی تھی وہ پارلیمنٹ میں شہادت دینے سے ہچکچاتے تھے۔

ولبرفورس کی کوشش اور پٹ وزیر اعظم کی رائے سے پارلیمنٹ ایک خاص کمیٹی مزید شہادتوں کے قلمبند کرنے کے لئے مقرر کی۔ ان شہادتوں کی تکمیل خود ولبرفورس نے کئی ماہ کی محنت میں کی۔ کلارک سن لکھتا ہے کہ اس عرصہ میں ولبرفورس اور بینگٹن دونوں نو گھنٹے روزانہ انسداد غلامی کے متعلق کام کرتے رہے۔ مسٹر بینگٹن نے مجھ سے شب گزشتہ کو بیان کیا کہ اپنی رو سے ۱۴۰۰ صفحہ مسودے کے پڑھ کر اُن میں اختلافات کو جو شہادتوں میں پائے جاتے ہیں نقل کرنا اور اُن کے جوابات مسٹر ولبرفورس کی اسپیچ میں سے نقل کرنا باقی ہیں۔ ان صفحات کا اور کوئی ۲ ہزار اور صفحات کا خلاصہ کوئی ۲ ہفتے کے اندر تیار کرنا ہے۔ دونوں اصحاب بیمار معلوم دیتے ہیں۔ مگر اُن کا دل بیحد خوش ہے۔ اُنہوں نے کھانا پینا ترک کر دیا ہے صرف اسی قدر کھاتے ہیں جو زندگی قائم رکھنے کے لئے کافی ہو سکے ✤

موسم بہار کے آتے ہی ولبرفورس نے پارلیمنٹ میں بڑے زور شور کے ساتھ یہ تحریک پیش کی۔ کہ غلاموں کی تجارت فی الفور بند کر دی جائے۔ اور رسم غلامی کا انسداد کیا جائے۔ اُس نے جو تقریر اس بارہ میں کی اُس میں شہادتوں کا سارا لب لباب موجود ہے۔ آخر میں یہ کہا کہ "برطانیہ عظمےٰ کی شان کے شایاں کہ وہ اس کام میں پیش قدمی کرے۔ کیونکہ اس تجارت کا نصف حصّہ برطانیہ کی رعایا کے ہاتھوں میں ہے۔ چونکہ اہل برطانیہ نے گناہ کبیرہ کیا ہے۔ اس لئے اُسے سب سے پہلے توبہ کرنی چاہیئے۔ ہمیں روز جزا کو اِن باتوں کا جواب دینا ہو گا۔ پس ہمیں اپنی اعلےٰ طاقت کو اپنے ہم جنسوں پر حکمرانی کرنے میں استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ اپنی اعلےٰ روشنی کو بندگانِ خدا کو تاریکی میں ڈالنے کے کام میں لانا چاہیئے۔ ہم یعنی حامیان غلامی جب تک کہ غلامی اور غلاموں کی تجارت کا نام و نشان تک مٹا دیگے۔ تب تک اپنی کوشش سے دست بردار نہ ہونگے ✤

پارلیمنٹ میں دورات مباحثہ گرم رہا۔ برک۔ ولبرفورس اور پٹ جیسے قابل اصحاب نے تقریریں کیں یہ تقریریں سچ واقعات سے برتر ہیں۔ اور اُن میں

اُن مظالم کا حوالہ تھا جو حبشی غلاموں پر غلامی کی تجارت کرنے والوں کی طرف سے کئے جاتے تھے۔ یہ بھی حوالہ تھا کہ بدسلوکی اور بیدردی سے غلام ہلاک بھی کر دئے جاتے ہیں +

ولبرفورس کے بعد پِٹ نے تقریر کی جو بڑی معنی خیز تھی۔ اس کے بعد رائیں لی گئیں۔ مگر لوگوں نے فی الفور انسداد غلامی کے لئے انکار کر دیا۔ کیونکہ حامیوں کی رائیں ۸۰ تھیں۔ اور مخالفوں کی ۱۶۳۔ اس پر رفتہ رفتہ انسداد کی راؤں کے متعلّق تحریک کی گئی +

ولبرفورس نے یہ ثابت کر دیا کہ غلاموں کو جہازوں میں بھر کر اس کثرت سے لاتے ہیں کہ اُن کو کوئی آرام نہیں ملتا۔ اور اس بات کو مختلف جہازوں کی اعداد و شمار کے ذریعہ ثابت کر دکھایا کہ ولبرفورس نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ غلاموں کو حاصل کس طریقہ میں کیا جاتا ہے۔ اُس نے بتا دیا کہ اُن کو گوداموں میں جو دریاؤں کے دہانے کے قریب ہوتے ہیں زبردستی فراہم کیا جاتا ہے اور بعض اوقات دھوکہ دے کر بھی۔ جہاز کو لنگر انداز کر کے یورپین کشتیوں میں جن میں توپیں بھی ہوتی ہیں حبشیوں کی تعداد میں جاتے۔ اور اُنکی آبادیوں پر گولہ باری کر کے اُنہیں گرفتار کرتے اور کشتیوں میں بھر کر جہاز پر لے آتے۔ کلارک سن جس نے انسداد غلامی کے متعلّق بیحد جانفشانی کی۔ اُس نے ان طریقوں کو آشکارا کر کے اُن کے متعلق بہت سے چشم دید ثبوت اور شہادتیں پیش کیں۔ اس عرصہ میں سان ڈومنگو اور جزیرہ مارٹینک اور فرانس کے مقبوضہ جزائر وغیرہ میں حبشی غلاموں نے مظالم سے تنگ آ کر بغاوت کر ڈالی۔ اس سے حامیان انسداد غلامی کو اپنے مدعا میں بہت کچھ مدد ملی +

غلامی کی تجارت کا انسداد

پارلیمنٹ میں جو تقریریں انسداد غلامی کے متعلّق کی گئی تھیں اُن کے ذریعہ اصل برطانیہ کو حقیقت معلوم ہو گئی۔ سب سے اول شہر برجواٹر نے انسداد کے لئے درخواست کی۔ اُس کے بعد چاروں طرف سے درخواستیں آنے لگیں۔ جا بجا انسداد غلامی کے لئے جلسے کئے گئے۔ پادریوں نے جو لوگوں کی حالت پر بیحد مہربانی کرتے ہیں انسداد غلامی کی حمایت فرض اور فرض مذہبی سمجھ کر شروع کی۔ بہت سے لوگوں نے وہ شکر استعمال کرنا ترک کر دی جو جزائر غرب الہند میں غلاموں سے بنوائی جاتی تھی۔ لیکن ان تمام باتوں کے راستہ میں براعظم یورپ کے چند معاملات کے ظہور نے ایک روک پیدا کر دی +

ابھی انگلستان اُس صوبہ کو بھولنے نہیں پایا جو امریکن نوآبادیوں کے اُس کے قبضہ سے نکل جانے سے ہوا تھا کہ اُسے ایسی مشکلات کا سامنا ہوا جنکا اندازہ کرنا یورپ کے حیطۂ امتحان سے باہر تھا۔ سان ڈومنگو میں حبشی غلاموں کی بغاوت نے اُن خطرات کی تصدیق کی جن کو انسداد غلامی کے مخالف غلامی کے متعلق ایک انقلاب کا پیش خیمہ بتاتے تھے۔ ان باتوں کے اثر سے خود شاہ برطانیہ نے انسداد غلامی کی مخالفت شروع کی۔ مگر ولبرفورس کلارک سن اور اُن کے دوستوں کے

۔ادے میں مطلق فرق نہ آسکا۔ تاہم اُنکی کوشش
سے رخنہ ضرور پڑ گیا +

یورک شائیر میں غلامی کے خلاف نارضگی
کے آثار نمایاں ہوئے۔ ویسٹ رائڈنگ میں ایک
ملسہ کیا گیا۔ لوگ یورک شائیر میں بکثرت فراہم ہوئے
ٹ نے وہاں جانے کے لئے اپنی گاڑی ولبرفورس
کے حوالہ کی۔ ولبرفورس بھی وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں
نے اُس کی آمد پر نعرہائے تحسین و آفرین بلند کئے
ولبرفورس کیسل یارڈ میں ایک بلند مقام پر کھڑا
ہؤا۔ اور اُس نے وہاں سے ایک بڑے مجمع
کے روبرو بڑے زور کی ایک تقریر کی +

ولبرفورس اُس جنگ کو جو فرانس کے خلاف
لی گئی تھی اور جس نے طول پکڑا انتھا بڑے صبر
دیکھتا رہا۔ ۱۷۹۵ء میں اُس نے اُس تقریر
امن صلح کے متعلق کی گئی تھی تجویز پیش کی۔ خیر
س جنگ میں جو کچھ ولبرفورس نے کیا وہ بیکار گیا
ہ جو جنگ اُس نے غلامی کے متعلق کی اُس میں
سے ضرور کامیابی حاصل ہوئی +

آخرکار وہ وقت بھی آگیا کہ کل اہل برطانیہ
ہ خیال انسداد غلامی کی طرف رجوع ہؤا۔ اور
نیز اس خیال کی طرف بھی کہ نپولین بوناپارٹ
انگلستان پر ضرور چڑھائی کریگا۔ نپولین کے حملہ کے
خیال سے لوگوں نے انسداد غلامی کے مسئلہ کو پھر
ایک بار ملتوی کر دینا چاہا۔ اور ایک موقع پر پارلیمنٹ
میں ایک ممبر نے اس کے متعلق رائے بھی پیش
کی۔ مگر ولبرفورس نے اس رائے کی مخالفت کی
اور کہا کہ کیا افریقہ کی تباہی کا مسئلہ معرض التوا
میں ڈال دیا گیا۔ اور کیا موت کا سوال نظرانداز
کر دیا گیا +

سال بسال انسداد غلامی کے پروگرام میں ترمیم
ہوتی رہی پارلیمنٹ کے دونوں ہاؤس نے یہی تجویز
بحال رکھی کہ غلامی کا انسداد ایک ساتھ اور فی الفور
نہیں۔ بلکہ آہستہ آہستہ کیا جائے۔ مگر ولبرفورس
اور اُس کے دوستوں کو جو بات منظور تھی اُس
کی کوشش میں وہ جان و دل سے لگے رہے۔
یہاں تک کہ یکم جنوری ۱۸۰۵ء کو اُن لوگوں کی
خواہش کے مطابق پارلیمنٹ کے ممبروں نے رائے
دی۔ جس کمیٹی میں یہ رائے لی گئی اُس میں زیادہ
تر لوگ اس قسم کے نکلے جنہوں نے انسداد غلامی
کے لئے رائے دی +

جب یہ معاملہ ہاؤس آف کامنز سے گذر کر
ہاؤس آف لارڈز میں منظوری کے لئے پہنچا
تو وہاں بھی شہادتیں مانگی گئیں۔ اور کارروائی
کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کی گئی۔ اور انجام یہ ہؤا
کہ انسداد کے حامیوں کو ہاؤس آف لارڈز میں
اپنے مدعا میں ناکامی رہی۔ اور یہ تجویز کہ برطانیہ
کی نوآبادیوں میں ایک خاص تعداد غلاموں
کی بھیجی جایا کرے نامنظور ہوئی۔ اور اسی طرح
یہ تجویز بھی نامنظور کی گئی کہ برطانیہ کے تاجر دوسرے
ملکوں کو غلام بہم نہ پہنچایا کریں۔ مزید برآں ایک
اور تجویز جس کا منشا یہ تھا کہ غلاموں کی تجارت کی
چند قیود لگا دی جائیں وہ بھی نامنظور ہوئی۔ ساتھ
ہی ایک اور مایوسی انگیز بات کا ظہور ہؤا کہ بادشاہ
نے یہ بات منظور کر لی کہ مختلف نوآبادیوں کی

مجالس واضعان قوانین کو انسداد غلامی کا قانون بنانے کا کام سپرد کیا جائے۔ یہ نو آبادیاں انسداد غلامی کی سخت مخالف تھیں ◆

جب مایوسیوں کا ہجوم بڑھتا گیا تو انسداد کے حامیوں نے غلاموں کے مالکوں کو جو جزائر غرب الہند میں تھے اپنا ہم خیال بنانا چاہا۔ تاکہ انسداد کے لئے ۵ یا ۱۰ سال کی مدت کی قید لگانے میں کامیابی ہو سکے۔ مگر یہ کوشش بھی بیکار سی معلوم دی۔ انقلاب فرانس اور جزیرہ ہائیٹی کی بغاوت سے اہل برطانیہ بہت خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن جب ۱۸۰۲ء میں انگلستان اور فرانس میں صلح ہو گئی تو انسداد غلامی پر اہل برطانیہ نے توجہ شروع کی۔ انسداد کی ابتدا ڈنمارک سے ہوئی۔ کیونکہ اُس نے اپنے ہاں غلامی کے انسداد کے لئے دس سال کی مدت مقرر کر دی۔ ناروے نے اُس کی تقلید کی ◆

تیسری بار ولبرفورس نے ۱۸۰۴ء میں پھر ایک قانون ہاؤس آف کامنز میں پیش کیا مگر وہ ہاؤس آف لارڈز تک نہ جا سکا۔ ۱۸۰۵ء میں اُس نے پھر قانون پیش کیا۔ مگر اس مرتبہ بھی ناکامی رہی ◆

ابھی انسداد کے متعلق کوئی تسلّی بخش نتیجہ نہ نکلا تھا کہ پٹ وزیر اعظم جو ولبرفورس کا دوست اور انسداد غلامی کا دل سے خواہاں تھا فوت ہو گیا۔ اس واقعہ سے ولبرفورس کو بڑا قلق ہوا کیونکہ اُس سے اُسکی کوششوں میں رخنہ پڑ گیا دوسرا وزیر مقرر کیا گیا۔ مگر اب انسداد غلامی کی کوشش نے ایک نئی صورت اختیار کی۔ لارڈ گرینوائل وزیر اعظم بنائے گئے۔ اُنہوں نے اور فوکس نے چند ماہ کے عرصہ میں دو قانون غلامی کے متعلق بنائے۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ دوسرے ملکوں سے انگلستان کی نو آبادیوں میں غلام نہ لائے جائیں۔ دوسرا یہ تھا کہ انگلستان کی رعایا دوسرے ملکوں کے لئے غلام مہیّا نہ کرے۔ ایک اَور قانون اسی عرصہ میں منظور کیا گیا کہ اَور زیادہ جہاز غلاموں کی تجارت میں نہ لگائے جائیں۔ اس کے بعد خود مسٹر فوکس نے انسداد غلامی کے لئے تحریک کی۔ اس تحریک کے مخالف ۱۵ اور مؤید ۱۱۵ رائیں نکلیں۔ لارڈ گرینوائل نے اس تحریک کو ہاؤس آف لارڈز میں پیش کیا۔ اور دونوں ہاؤس نے مل کر بادشاہ سے درخواست کی وہ انسداد غلامی کے متعلق دوسرے ممالک کی تقلید کرے اسی عرصہ میں فوکس کا انتقال ہو گیا اور پارلیمنٹ بھی ٹوٹ گئی۔ اور نئی وزارت مقرر کی گئی۔ دوسری پارلیمنٹ میں لارڈ گرینوائل نے انسداد کی تحریک کی۔ اس مرتبہ یہ تحریک ہاؤس آف لارڈز میں منظور ہو گئی۔ اور ولبرفورس کی معرفت ہاؤس آف لارڈز میں بھیجی گئی۔ جہاں وہ ۲۳ - فارچ ۱۸۰۷ء کو منظور ہو گئی ◆

اس تحریک سے جو بنی نوع انسان کی ہمدردی کے کاموں میں سب سے زیادہ نمایاں درجہ رکھتی ہے نہ صرف انسداد غلامی کے حامیوں ہی کو مسرّت حاصل ہوئی۔ بلکہ دُنیا سے ایک نہایت پرستم اور مصیبت خیز رسم اُٹھ گئی۔ اور نئی

اصولِ تجارت

بہئی کھاتہ

بہئی کھاتہ کی کتابیں - جو کتابیں سوداگروں کو حساب کتاب کے لئے رکھنی پڑتی ہیں وہ ساہوکاروں یعنی بنک والوں کو رکھنی نہیں پڑتیں - بلکہ وہ اس قسم کی کتابیں رکھتے ہیں جو اُن کے کاروبار اور حساب کتاب میں آسانی کا موجب ہوں - مگر سب ایک ہی قسم کی کتابیں نہیں رکھتے +

معمولی قسم کی جو کتابیں ہوتی ہیں وہ بنک آف اشو یعنی اجرا کرنے والے بنکوں میں نہیں ہوتیں اُن کے ہاں کی کتابیں یہ ہوتی ہیں - ویسٹ بُک یعنی رجسٹر خارجہ جس میں دو حصّے جمع اور خرچ ہوتے ہیں - روزنامچہ یعنی ڈے بُک - عام بہئی رجسٹری نقدی - رواں حساب کی بہئی - زرِ امانت کی بہئی - بلوں کا رجسٹر +

علاوہ اُس بہئی کھاتہ کے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور جس سے اور رجسٹر مرتّب کئے جاتے ہیں - بہت سے بنک روزنامچہ اور عام بہئی کھاتہ میں زرِ نقد - زرِ امانت - بل - اور حساب رواں درج کیا جاتا ہے رکھتے ہیں +

روزنامچہ - یہ روزنامچہ سوداگروں کے روزنامچہ کی مانند ہوتا ہے جس میں دن بھر کا لین دین کا حساب درج کیا جاتا ہے - اور اُن اُن عنوانوں کے نیچے جن سے کہ اُس کا تعلق ہوتا ہے - روزنامچہ سے زرِ نقد کے اندراج کا پتہ آسانی کے ساتھ اور اچھی طرح لگ جاتا ہے - پس اُس میں اُن تمام لوگوں کا نقد روپیہ درج کیا جاتا ہے جن کا بنک سے تعلق ہوتا ہے اُس میں ایک حصّہ لین کا ہوتا ہے اور دوسرا دین کا - دن بھر کا حساب جو دونوں حصّوں میں درج کیا جاتا ہے اُن سے دن بھر کا جمع خرچ معلوم ہو جاتا ہے +

عام بہئی - جو اندراج کہ روزنامچہ میں ہوتے ہیں - اُن سب کا اندراج بہئی کھاتہ میں جدا جدا ہوتا ہے - مثلاً حساب رواں - ہنڈیاں جن پر کمیشن لیا جاتا ہے - گماشتوں کا حساب - ہنڈیاں جن کا روپیہ ادا نہ کیا گیا ہو - سود کا حساب - زرِ امانت - لاجمنٹ - سودی روپیہ اخراجات - شاخوں کی نقدی - مالکان کا حساب وغیرہ وغیرہ +

یہ رجسٹر اُن تمام رقوم کا جو بنک میں آتی ہیں یا بنک سے جاتی ہیں خواہ وہ کسی قسم کی ہوں ایک مکمّل رجسٹر ہوتا ہے اس رجسٹر کی خانہ پُری روزنامچہ سے ہر روز کی جاتی ہے - اس رجسٹر کی بقایا ہفتہ وار نکالی جاتی ہے - اور لین اور دین دونوں ہی حصّوں کی پڑتال کی جاتی ہے - اور بقایا نکال دی جاتی ہے - خواہ وہ لین کے متعلق ہو یا دین کے متعلق +

اس بقایا سے ایک فرد بقایا ہفتہ وار بنائی جاتی ہے

بقایا میں نقد روپیہ جو تحویل میں ہوتا ہے اضافہ کردیا جاتا ہے۔ اور اگر اس جسٹر کے اندراجات صحیح ہوں تو بنک کی مالی حالت ہفتہ وار معلوم ہوتی رہتی ہے۔ جن کتابوں سے یہ رجسٹر تیار کیا جاتا ہے اُن کا حساب بھی ہفتہ وار مرتب کیا جاتا ہے۔ اور اُن سب کی بقایا سے اس رجسٹر کی فرد بقایا کا ملان کیا جاتا ہے +

رجسٹر نقدی - اس رجسٹر میں تمام نقد رقمیں جو بنک میں آتی یا بنک سے جاتی ہیں۔ حساب میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے اُن حسابوں کو بھی جو ٹرانسفر کہلاتے ہیں اکثر بنک نقدی میں شامل کرلیتے ہیں جس طریقہ میں نقد روپیہ نہ تو لیا جاتا ہے۔ اور نہ دیا جاتا۔ گویا رجسٹر نقدی اس طریقہ میں بنک کا بہی کھاتہ بن جاتا ہے۔ رجسٹر نقدی کی ہر شام کو پڑتال کی جاتی ہے۔ اور جو رقم ایک روز حاصل ہوتی ہے اُس میں اُس سے پہلے روز کی رقم ملا کر اُس روز کا حساب بند کیا جاتا ہے۔ اور اس حساب کا ملان اُس روپیہ سے کیا جاتا ہے جو بنک میں باقی رہتا ہے۔ ملان کے بعد جو رقم درست قرار پاتی ہے وہ اُس روز کی تحویل کہلاتی ہے +

رجسٹر رواں حساب - اس رجسٹر میں اُن لوگوں کے لین دین کا رواں حساب درج کیا جاتا ہے جو بنک سے واروستد رکھتے ہیں۔ اُن کا خاص حساب عام بہئی میں درج ہوتا ہے۔ جس میں کئی عنوان ہوتے ہیں۔ مثلاً حساب رواں۔ گماشتوں کا حساب وغیرہ وغیرہ۔ اس رجسٹر سے ہر لین دین رکھنے والے کا روزانہ حساب معلوم ہوتا رہتا ہے + رواں حساب کا طریقہ جملہ بنکوں میں ایک ہی سا نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی میں کسی طرح کا اور کسی میں کسی طرح کا۔ جب بنک کسی لین دینے رکھنے والے کو رواں حساب پر سود نہیں دیتا تو رجسٹر میں صرف دو عنوان لین اور دین کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب سود دیتا ہے تو دو اَور عنوان بھی ہوتے ہیں ایک عنوان اُن ایام کی تعداد کا ہوتا ہے جن پر سود دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا اُن ایام کی تعداد کا جن پر سود لیا جاتا ہے۔ جب کوئی لین دین رکھنے والا بنک سے اُس سے زیادہ روپیہ لے لیتا ہے جتنا کہ وہ جمع کرتا ہے تو اُس پر بنک سُود لیتا ہے اور اُس سود سے زیادہ جسے وہ ادا کرتا ہے۔ اس لئے دو اَور عنوان یا خانے بھی رجسٹر میں رکھے جاتے ہیں تاکہ ادا کردہ اور حاصل کردہ سود کی رقم اُن میں درج کی جاسکے +

جن کھاتوں پر سود ہوتا ہے۔ اُن پر سود نرخنامہ سود کے متعلق لگایا جاتا ہے۔ یہ شرح سود یا تو مستقل ہوتی ہے یا غیر مستقل اور بازار کی شرح کے مطابق۔ اور سود روپیہ کی ادائگی یا حاصل کرنے کے دن سے لگایا جاتا ہے۔ اور اُس دن تک جبکہ حساب کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ بنک کی مقرر کردہ خاص میعاد پر ہوتا ہے خواہ وہ میعاد سہ ماہی ہو یا ششماہی +

انگلستان میں جو رقم دس شلنگ سے کم ہوتی ہے اُس پر کوئی سود نہیں لگایا جاتا۔ لیکن اگر اس سے زیادہ ہو تو لگایا جاتا ہے۔ دونوں جانب یعنی لین اور دین کا سود اصل رقم میں جمع کرکے نیا حساب آئندہ کے لئے بنایا جاتا ہے +

رجسٹر زر امانت- یہ رجسٹر اُن رقموں کے لئے جن کی رسید بنک سے روپیہ داخل ہونے کے ـد دی جاتی ہے۔ جب کوئی شخص کوئی رقم بنک ـں جمع کرتا ہے تو اُسے بنک سے اُس کے عوض ـیک چھپی ہوئی رسید دی جاتی ہے جس میں یہ ـتیں درج ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے اس قدر ـقم اس قدر شرح سود پر اس قدر مدّت کے لئے ـنک میں داخل کی ہے۔ اسی رسیدوں پر نمبر سلسلہ ـلے جاتے ہیں۔ اور اُن کا فائل کا بھی سلسلہ وار ـکھا جاتا ہے۔ اور جب کوئی ایسی رقم بنک سے واپس ـلی جاتی ہے تو اُس مدت کا سود جتنی مدت کہ رقم ـنک میں رہی ہو اور سود کی رقم اُس کھاتہ میں ـدرج کی جاتی ہے۔ اگر کل رقم واپس نہ لی جائے ـلکہ اُس کا کوئی حصّہ تو اُس کا منافع منسوخ کرکے ـباقی رقم کو نئے سرے سے زر امانت میں شمار کیا ـجاتا ہے۔ اور اُس کے لئے نئی رسید جاری کی ـجاتی ہے۔ زیادہ تر بنک اس رسید کے لئے ایک ـرجسٹر کرتے ہیں جس کا نام رجسٹر زر امانت ـہوتا ہے۔ اور اُس میں روپیہ جمع کرنے والے ـشخص کا حساب جداگانہ درج کیا جاتا ہے اُس ـسے بنک کے کاروبار میں آسانی ہوتی ہے +

رجسٹر ہنڈیات- بنک کے کاروبار کا ـایک حصّہ ہنڈیات بھی ہیں اس لئے اُن کے لئے بھی بنک میں رجسٹر رکھے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض رجسٹر محض آگاہی کے لئے ہوتے ہیں۔ برعکس ـاس کے اَور رجسٹر بہئی کھاتہ سے تعلق رکھتے ہیں +

جن ہنڈیات کا کسی بنک سے تعلق ہوتا ہے وہ مندرجہ ذیل قسم کی ہوتی ہیں :-

(۱) ہنڈیات جن پر بنک میں کمیشن لیا جاتا ہے۔

(۲) ہنڈیات جو بنک سے لین دین رکھنے والے لوگوں کی طرف سے بنک سے روپیہ نکالنے کے لئے ہوں +

دونو قسم کی ہنڈیاں بنک میں ایک کلارک کے سامنے جو اسی کام کے لئے مقرر ہوتا ہے پیش کی جاتی ہیں۔ ان ہنڈیوں کے لئے مندرجہ ذیل قسم کے رجسٹر رکھے جاتے ہیں :-

(۱) **ہنڈیوں کا روزنامچہ**- اس میں وہ ساری ہنڈیات جو بنک میں آتی ہیں درج کی جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسی ہنڈی کون سے دن ادا کی جائے۔ اس غرض کے لئے صفحوں کی پیشانی پر اُن ایام کا نام سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے۔ اور جو ہنڈی جس دن ادا کی جائے اُسی دن کے نیچے اُس کا اندراج کیا جاتا ہے +

(۲) **ہنڈیات کی کمیشن کا رجسٹر**- اس رجسٹر میں وہ ساری ہنڈیات درج کیجاتی ہیں جن پر کمیشن لیا جاتا ہے۔ اور جس ترتیب سے وہ بنک میں پیش کیجاتی ہے اُسی ترتیب سے اندراج کیا جاتا ہے +

اس رجسٹر میں وہ رقم جس پر کمیشن لیا جاتا ہے۔ اور سود کی تعداد اور کمیشن کی تعداد درج کیجاتی ہے۔ اور پھر اندراجات روزنامچہ میں اور وہاں سے عام بہئی میں منتقل کرلئے جاتے ہیں۔ جن لین دین والوں سے مسلسل کمیشن لیا جاتا ہے اُن کا حساب علیحدہ ایک اَور ہی رجسٹر میں رکھا جاتا ہے جسے رجسٹر کمیشن کہتے ہیں تاکہ بنک کو یہ معلوم ہوتا رہے کہ ہر شخص کو کس قدر کمیشن دیا گیا۔ اور یہ بھی کہ آیا بنک کو اُن میں سے کس کو بلا کسی نقصان یا خطرے کے اَور زیادہ روپیہ دینا چاہیئے +

(۲) **رجسٹر ہنڈیات کی فائل کا**۔ اس میں وہ ساری ہنڈیات درج کی جاتی ہیں جن کا روپیہ بنک تیسرے فریق کے لئے ادا کرتا ہے۔ اس سے بھی روزنامچہ اور عام بہئی کی خانہ پُوری کی جاتی ہے۔ جب ہنڈیات براہ راست بنک سے جمع کر کے فائل کی جاتی ہیں تو یہ رجسٹر کافی شہادت ہوتا ہے لیکن اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہنڈیات کا لینے والا کسی دوسری جگہ رہتا ہے تو اس حالت میں ہنڈی بنک کا گماشتہ اپنے ہاں فائل کرتا ہے۔ ایسی ہنڈیات کا حساب ایک علحدہ رجسٹر میں رکھا جاتا ہے۔ یعنی اُن ہنڈیات کے رجسٹر میں جو باہر روانہ کی جائیں۔ یہ اوّل کسی اور رجسٹر میں درج کی جاتی ہیں۔ اور نیز ہنڈیات کے روزنامچہ میں۔ اُن کا اندراج بہئی میں بھی کیا جاتا ہے۔ جب کسی ہنڈی کا روپیہ ادا ہو جاتا ہے تو منسوخ یا کالعدم ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا اندراج بہئی کھاتہ میں ہو جاتا ہے۔ اور اُس کو اور اُس کی رقم کو خارجہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مگر اُس کی تعمیل رکھنی پڑتی ہے۔ تاکہ اگر کبھی جھگڑا پڑے تو اُس کا روپیہ وصول کر سکے۔ اس لئے اُس کا اندراج اُس رجسٹر میں بھی کیا جاتا ہے۔ جسے انگریزی میں اوور ڈیو بلز بک کہتے ہیں جس میں ہتک شدہ ہنڈیات بھی جمع رہتی ہیں۔ اور اس ہنڈیات کے اندراج کے مقابل روزنامچہ میں ایک اندراج کر کے عام بہئی میں اندراج کر دیا جاتا ہے جب اوور ڈیو ہنڈی ادا کر دی جاتی ہے تو حسابات کی بقایا نکال کر روزنامچہ میں اندراج کیا جاتا ہے۔ اور اوور ڈیو بلز بک میں اُس کے متعلق ایک یادداشت درج کی جاتی ہے۔

رجسٹر ہنڈیات میں مندرجہ ذیل خانے ہوتے ہیں۔ (۱) تاریخ و نمبر اندراج (۲) تاریخ ہنڈی (۳) کس نے ہنڈی جاری کی اور کس سے اُس پر کمیشن لیا گیا (۴) روپیہ لینے اور دینے والے کا نام (۵) مدت ہنڈی (۶) رقم (۷) شرح سود (۸) کمیشن (۹) ایام سود۔ اگر ان کے علاوہ اور کوئی امر قابل اندراج ہو تو اُس کا اندراج بھی کر دیا جاتا ہے۔

دیگر رجسٹر۔ علاوہ مذکورہ بالا رجسٹروں کے جن کے ذریعہ بہئی کھاتہ کے طریق کو تکمیل ہوتی ہے اور رجسٹر بھی حسب ضرورت بنک میں رکھنے پڑتے ہیں اُنکی تعداد اور نوعیت مقرر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ باتیں بنک کی ضروریات پر مبنی ہوتی ہیں۔ عام طور پر یہ رجسٹر رکھے جاتے ہیں:۔ رجسٹر چٹھیات جس میں بنک سے جاری ہونے والے خطوط کی نقل ہوتی ہے۔ (۲) رجسٹر ہدایات جن میں بنک کے ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ کے لئے جاری ہونے والی ہدایات اور یادداشتیں درج ہوتی ہیں۔ (۳) رجسٹر سود جس میں جداجدا کھاتے ہوتے ہیں اور جن سے یہ پتہ لگ سکے کہ کس سے کس قدر سود وصول ہُوا اور کس کس مد میں دیا یا لایا گیا۔ مثلاً کمیشن، سود قرضہ، سود زر امانت وغیرہ وغیرہ (۴) رجسٹر توضیح جسکی خانہ پُری بڑے احتیاط سے کیجاتی ہے اس رجسٹر کو بنک کا مقام تاجروں اور سوداگروں کے ہاں بھیجتا ہے۔ تاکہ اُن کو اور خود بنک کو کمیشن ہنڈیات لینے۔ نقد روپیہ قرض دینے۔ اور لینے دینے والوں کی آگاہی جو خفیہ طور پر امور طے کرنا چاہیں۔ ان باتوں میں آسانی ہو سکے۔

عام بقایا۔ رجسٹروں کا حساب بند کرنے پر عام بقایا نکالی جاتی ہے تاکہ بنک کا منافع معلوم ہو سکے اور یہ کہ اُس منافع کو حصہ داروں میں کس طرح تقسیم کیا جائے یہ بقایا بنک کے دستور کے

انڈریو ریڈ

جولوگ زمانہ حال کے محب وطنوں اور حب الوطنی کے
تذکروں سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ
مسٹر انڈریو ریڈ کون عالی وقار
شخص تھا اور یہ کہ اُس نے بنی
نوع انسان کے ساتھ
کس قدر ہمدردی کی۔
جو کوئی اس ہمدرد
کے کارناموں کو پڑھتا
ہے اُسے دل سے قائل
ہونا پڑتا ہے کہ وہ بڑا
نیک نہاد۔ دوست خلائق
اور نسل انسانی کا سچا خیرخواہ
تھا۔ اُس کے کاموں اور
ہمدردی کا اندازہ اس سے ہو سکتا
ہے کہ اس نے مندرجہ ذیل دارالامان
قائم کئے۔ دارالامان یتامیٰ واقع کلاپٹن۔
لنڈن بصغیر سن بچوں کا یتیم خانہ واقع وانسٹیڈ بے باپ
کے بچوں کا دارالامان واقع ریڈ ہیم۔ مادر زاد دیوانوں کا
دارالامان واقع ارلسوڈ شہر سرے۔ انگلستان کے مشرقی
شہروں کے مادرزاد دیوانوں کا دارالامان واقع کولچسٹر۔
لاعلاج مریضوں کا دارالامان موسومہ رائل اسپتال واقع
پٹنی شہر سرے۔ اور عیسائیوں کے انڈپینڈنٹ فرقہ کا گرجا
نیورو ٹو۔ اُس کے مدعا کی سرپرستی عالی مرتبہ اصحاب نے
کی۔ ڈاکٹر انڈریو ریڈ ان دارالامانوں کا سکرٹری۔ ڈائرکٹر
وزیر اور مشیر رہا۔ علاوہ بریں وعظ ونصائح کا کام بھی کرتا رہا
لیکن اُس نے دارالامانوں سے کبھی ایک
حبہ بھی حق الخدمت کے طور پر
نہیں لیا +

انڈریو ریڈ ۱۷۸۷ء
میں شہر لنڈن میں پیدا
ہوا تھا۔ اُس کے
خاندان کے لوگ
پیورٹین فرقہ سے
تعلق رکھتے تھے۔
اس خاندان کا
ایک شخص ریڈ پارلیمنٹری
فوج کا لفٹننٹ کرنیل
تھا۔ اور اُس نے کامن
ویلتھ کے زمانہ میں جبکہ کرامول
انگلستان کا محافظ تھا پول پر کرامول
کی فوج کا قبضہ نہیں ہونے دیا۔ اس خاندان کے
لوگ مسیحی مذہب کی تلقین کے بڑے شائق تھے۔ یہاں
تک کہ جب اُن کی قیامگاہ واقع میڈن نیوٹن کا گرجا
بند ہو گیا تو وہ خود لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے کرنیل
جان ریڈ میڈن نیوٹن میں اپنے گھر پر مذہبی میٹنگ کرتا رہا
اور اُس کا بیٹا انڈریو وہاں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر
برڈپورٹ میں اس قسم کی میٹنگ ہر اتوار کو کرتا تھا +

انڈریو ریڈ نے اوّل اوّل تو ڈووسٹ شایر میں انجیل کی

شادی کی۔ پھر لندن چلا آیا۔ جہاں وہ ایک دن ایک
لب دم شخص کے دیکھنے کو گیا۔ اُس نے پاس والے
کمرے میں ایک عورت کی آواز سُنی جو دُعا میں مشغول تھی
یہ عورت یتیم تھی اور کسی نے اُسے اُس کی جائداد سے
محروم کر دیا تھا۔ اس لئے وہ ایک مدرسہ میں معلّمہ کا
کام کر کے نہ صرف اپنا ہی گذارہ کرتی تھی۔ بلکہ اُس میں
سے خیرات بھی کرتی رہتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اس عورت
سے انڈریو ریڈ نے شادی کر لی۔ اور ٹیمپل بار محلّہ میں
ایک مکان میں گھڑی سازی کی دوکان کھول لی۔ ایک
کمرے میں دوکان لی۔ اور دوسرے میں اُسکی بیوی
نے ایک مدرسہ کھولا۔ اس جگہ تین بچوں کے پیدا ہو کر
مر جانے کے بعد انڈریو ریڈ پیدا ہوا تھا +

مسز انڈریو بڑی محنتی عورت تھی۔ جب سوتیلی
ماں نے اُسے جائداد سے محروم کر دیا تو وہ اسکول
پڑھا کر گذر کرتی رہی۔ شادی کے بعد جب اُس کے
خاوند نے انجیل کی اشاعت جاری رکھی تو اُس نے
پتھروں کے برتنوں کی دوکان کھولی تا کہ اُس کا
خاوند دُنیوی کاروبار کی فکر سے سبکدوش ہو کر اپنے
مدعا کی تکمیل میں دل و جان سے لگا رہے +

انڈریو ریڈ کے ماں اور باپ دونوں کی خصلت
نے انڈریو ریڈ پر بھی اثر کیا۔ انڈریو کا باپ اُسے اپنے
ہمراہ مشہور واعظوں کا وعظ سُنانے کے لئے لے جاتا
تھا۔ ۱۰ مئی ۱۷۹۹ء کو وہ ریلیجس بک سوسائٹی کے
ابتدائی جلسے میں بھی شریک ہوا تھا۔ ۱۸۰۵ء میں
انڈریو ریڈ نے اپنی پہلی تصنیف جو چھوٹا سا رسالہ تھا
ریلیجس بک سوسائٹی میں اشاعت کے لئے بھیجا +
نو سال کی عمر میں ۱۷۹۶ء میں وہ اپنی ماں

کے ہمراہ جان ہووَرڈ کا بُت جو سینٹ پال گرجا
میں نصب کیا گیا تھا اُس کا افتتاحی جلسہ دیکھنے گیا
اُس کی ماں چاہتی تھی کہ وہ مذہبی خدمت اختیار
کر کے واٹ فیلڈ کا مثل بن جائے۔ اس لئے اُس
نے اُس کی کتابوں کی الماری میں واٹ فیلڈ
کی سوانح عمری رکھ دی +

۱۸۱۱ء میں وہ ۱۲ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ اور
نیو روڈ گرجے میں واعظ کی خدمت پر مامور کیا گیا جس
کام کو وہ ۵۰ سال تک یعنی مرتے دم تک کرتا رہا ۱۸۳۱ء
میں انڈریو ریڈ کی ذاتی کوشش سے ایک نیا گرجا
موسومہ "وکلف چیپل" تعمیر کیا گیا۔ جس میں اُس نے
وعظ کی خدمت شروع کی +

انڈریو ریڈ نہ صرف وکلف چیپل وغیرہ کا واعظ
اور انجیل کا مناد ہی تھا۔ بلکہ ہمدرد انسان۔ اُس نے
ارادہ کیا کہ اُس کی کلیسیا کے لوگ محنتی ہو جائیں اور
نیک بھی۔ پس اُس نے یتیموں کا دار الامان قائم
چاہا اور اُس میں کامیاب ہونے کے خیال سے ڈیوک
آف انگلینڈ" سے تعلق پیدا کر لیا۔ ۱۸۱۳ء میں اُس نے
ایک چھوٹے سے مکان میں ۲ بچے رکھے۔ یہ دار الامان
ترقی کرنے لگا۔ یہاں تک ڈیوک آف کینٹ بھی اُس
کے معائنہ کو آئے اور سالانہ ڈنر میں شریک ہوئے
رفتہ رفتہ اس دار الامان کی مدد بنک انگلستان کے
گورنروں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی۔ اخباروں۔ محکمہ اسٹاک
ایکسچینج اور شاہی خاندانوں نے بھی کی۔ ۱۸۲۱ء میں
یتیموں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ ۳۵۰۰ گنی کی
لاگت سے کلیپٹن میں نیا دار الامان بنوانا پڑا۔ جس
بنیادی پتھر ڈیوک آف یارک نے رکھا۔ اُس کی لاگ

کے روپیہ کا بہت بڑا حصّہ خود ڈاکٹر ریڈ نے جمع کیا اور تعمیر کے کام کی نگرانی بھی کرتا رہا۔ ۲۱ سال تک وہ اپنا نصف وقت اسی دارالامان کے کام میں صرف کرتا رہا۔ چند ہی سال میں دارالامان کا چندہ ۱۰ ہزار پونڈ سالانہ ہوگیا۔ ۱۸۵۸ء میں اُس میں ۴۲ یتیم تھے اور ۲۲۲۸ یتامیٰ پرورش پا چکے تھے ٭

لندن میں جو یتیموں کا دارالامان تھا اُس میں سات سال سے کم عمر کے یتیم نہیں لئے جاتے تھے۔ اس لئے ڈاکٹر ریڈ نے ۱۸۲۸ء میں صغیر سن یتیموں کا دارالامان کھول دیا۔ دوسرے ہی سال دارالامان کی والدہ ڈچز آف کینٹ نے اختیار کی۔ جب اُس میں ۱۰۳ یتیم ہوگئے تو کرایہ کے مکان میں گنجائش نہ رہی۔ پس ڈاکٹر ریڈ نے اعلان کیا کہ دارالامان کے سنگ بنیادی پر سَو مرد ۱۰۰-۱۰۰ پونڈ رکھیں۔ ان سو میں ایک خود ڈاکٹر ریڈ بھی ہوگا۔ اور سو لیڈیاں ۵۰ پونڈ یا زیادہ جس دن پتھر رکھا گیا۔ سَو مردوں نے ۱۰۰-۱۰۰ اور ۴۰ لیڈیوں نے ۵۰-۵۰۔ ۱۸۴۱ء میں پرنس البرٹ نے اس دارالامان کا بنیادی پتھر رکھا تھا مگر اس دارالامان سے ڈاکٹر ریڈ کو ۱۸۴۳ء میں قطع تعلق کرنا پڑا۔ اور اس لئے کہ وہ صغیر سن بچّوں کو چرچ آف انگلینڈ سے متعلق مذہبی سوال و جواب کی کتاب کی تعلیم نہیں دلوانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُس میں بچّوں کو سخت محنت کرنی پڑتی تھی۔ اسی وجہ سے اُسے لندن کے دارالامان سے بھی قطع تعلق کرنا پڑا۔ اُس وقت اُس نے صغیر سن یتیموں کا دارالامان کھولنا چاہا جس میں ہر فرقہ کے بچّے داخل ہوسکیں۔ اس دارالامان کی مدد ول سے لارڈ ڈڈلے اسٹوارٹ نے کی۔ اُس کا نام "بے باپ کے یتیم بچوں کا دارالامان" رکھا گیا۔ اور وہ کرائیڈن میں کھولا گیا۔ اور کرائیڈن کا نام ڈاکٹر ریڈ کی عزّت افزائی کے اظہار میں ریڈہیم رکھا گیا۔ اور چندہ وغیرہ سے اُس کی عمارت تعمیر کرائی گئی۔ اُس کا بنیادی سنگ اگست ۱۸۵۶ء میں رکھا گیا ٭

۱۸۶۴ء میں ڈاکٹر ریڈ نے ایک اَور دارالامان کھولنا چاہا جس میں مادر زاد دیوانے بچّوں کو رکھنے کا ارادہ کیا۔ اُس نے اس کے متعلق غیر ممالک سے خط وکتابت کی جس سے معلوم ہوگیا کہ اُس کو اپنے اس ارادے میں بھی حسب منشا کامیابی ہوسکتی ہے۔ پس اُس نے اُس کے متعلق پہلی میٹنگ ماہ جولائی ۱۸۴۷ء میں کی۔ اُس کے بعد اُس نے بارسوخ لوگوں سے خط وکتابت جاری کی۔ اور ماہ اکتوبر میں دارالامان کھول دیا۔ وہ اول ہائی گیٹ ہل میں رکھا گیا اور اپریل ۱۸۴۸ء میں اُس میں دیوانے آنے لگے۔ مگر رفتہ رفتہ ۱۸۵۰ء میں سر مورٹن پیٹو کی کوشش سے جو بڑا مخیر تھا دارالامان اسے سیکس ہال واقع کولچسٹر میں منتقل کردیا گیا۔ اگرچہ یہ مقام فاصلہ پر تھا۔ تو بھی ڈاکٹر ریڈ وہاں روز جاتا تھا۔ اس کے بعد دارالامان کے لئے ارسوڈ واقع سرے میں جگہ خریدی گئی ڈاکٹر ریڈ نے اُس کے قریب ہی اپنے لئے ایک جگہ خریدی۔ اور دونوں عمارتوں کی تعمیر شروع ہوئی دارالامان کا بنیادی پتھر پرنس البرٹ نے ۱۶ جون ۱۸۵۳ء میں رکھا۔ اور اُس کا افتتاح ۱۸۵۵ء میں کیا گیا۔ اس دارالامان کے متعلق بہت سے دلسوز

واقعات پائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ کہ ایک بچہ جولب دم تھا اُسے ماں کے پاس سے لاکر رکھا گیا۔ کچھ مدت بعد ماں اُسے دیکھنے آئی تو شناخت نہ کرسکی۔ جب اُسے بتایا گیا کہ اُس کا بچہ فلاں ہے تو اُسے خوشحال پاکر بہت خوش ہوئی۔ اور دریافت حال پر معلوم ہوا کہ بچہ عیسوی مذہب کی بہت سی باتوں میں ہوشیار ہے۔ ماں نے سوال کیا اور اُسے ایسا ہی پایا +

اس وقت ڈاکٹر ریڈ بوڑھا ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ پیرس کسی کام سے گیا تو سیر کرتے ہیں ایک پھاٹک پر اُس نے یہ الفاظ لکھے دیکھے کہ یہ "پاگلوں کا شفا خانہ" ہے۔ جن کا علاج ناممکن تھا۔ لفظ لیونیٹک کے معنی کئی ہیں خبطی۔ مجنون۔ مخبوط الحواس پاگل۔ دیوانہ وغیرہ۔ اس وقت سے ڈاکٹر ریڈ کے دل میں پاگلوں کا دارالامان انگلستان میں کھولنے کی فکر ہوئی۔ پس اُس نے ۱۸۵۴ء میں اس تحریک کو شروع کیا۔ اور چندہ کرکے ۱۸۵۵ء میں اُس کے لئے ایک اراضی خرید لی اور مرتے دم تک اس دارالامان کا کام تندہی سے کرتا رہا +

ڈاکٹر ریڈ نے ۶ دارالامان قائم کرنے میں ۱۲۹۳۲۰ پونڈ صرف کئے۔ اُن میں ۲۱۱۰ لوگ رہ سکتے ہیں۔ مگر ۶۷ ارہتے تھے۔ ان خیراتی کاموں میں کل ۶۶۵۳۴۰ ۱پونڈ ۱۳ شلنگ ۱ پنس چندہ آیا۔ خود ڈاکٹر ریڈ نے ۵ ہزار پونڈ دیا

اُس نے ان دارالامانوں میں یکے بعد دیگرے ۲۳-۱۶-۱۸-۱۵-۸-۱۲ سال گویا کل ۲۰۰ سال صرف کئے۔ اور ساتھ ہی ۱۱۰۰ لوگوں کی خدمت کرتا اور اَور مذہبی کاموں اور ملکی کاموں میں حصہ لیتا رہا +

ڈاکٹر ریڈ کو اپنے مدعا کی تکمیل میں سخت مشکل کا سامنا ہوا۔ پہلے دارالامان کی عمارت کے ٹھیکہ داروں نے دیوالہ نکال دیا۔ دوسرے سال عمارت میں آگ لگ گئی۔ بعض دفعہ امانت داروں نے غبن کیا۔ اور اسی طرح کی دقتیں پیش آتی رہیں لیکن ڈاکٹر ریڈ ہمت و استقلال اور اُمید کے ساتھ کام میں لگا رہا۔ اُس کا مقولہ تھا کہ کوئی بڑا کام بلا مشکلات کے انجام نہیں پاتا۔ اُس کا اصلی قول جسے دستور العمل کہتے ہیں یہ تھا کہ "ہر مایوس نہ ہوؤ"۔ اور اسی پر عمل پیرا ہو کر اُس نے کار ہائے نمایاں انجام دئے۔ وہ خود صاحب حیثیت تھا۔ اس لئے سب سے پہلے معقول چندہ دیکر دوسروں کے لئے نمونہ بننا تھا۔ ہر سال ایک رقم بچا کر خیراتی کاموں میں دیتا تھا +

الغرض یہ کہ ڈاکٹر انڈریو ریڈ ڈی۔ ڈی۔ بنی انسان کا سچا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ اور مجبوروں اور بیکسوں اور حاجتمندوں کی بہبودی کا دل سے خواہاں۔ اُس کی زندگی اس قابل ہے کہ لوگ اُس کی تقلید کریں +

---

(۱) شہد کو ہمیشہ اندھیرے میں رکھو۔ اگر روشنی میں رکھوگے تو یہ جلد خراب ہو جائیگا +
(۲) خراب شدہ فوٹو کی تصویریں سرد پانی اور اسفنج کے ذریعہ صاف ہو سکتی ہیں +

روئی کا پودہ

جوکلیں آج کل روئی کے کاتنے وغیرہ
کے کام میں آتی ہیں وہ پیچیدہ قسم کی ہوتی ہیں
ور جس طریقہ میں وہ کتائی وغیرہ کا کام کرتی
ہیں وہ طریقہ ایک قسم کا تسلسل ہے - ان کلوں
کے نام بوبن مشین اور فلائی مشین ہیں - اور
اس قدر اَور کلیں سوت کاتنے کے لئے رائج
ہیں اُن میں یہ دونوں زیادہ اچھی ہیں +

رچرڈ آرک رائٹ نے جو ان کلوں کے
ہیں اُن کو اصلاح کے ذریعہ اس قدر مکمل
ر دیا ہے کہ ان کلوں کا مفصّل بیان کرنا زیادہ
ید نہیں ہو سکتا اور نہ عام ناظرین کی سمجھ میں
سکتا ہے - کیونکہ کلوں کے پُرزوں کے نام او
ن کے کام سے وہ غیر مانوس ہیں - اس لئے
ظر انداز کر دیا گیا - اگرچہ چرخے کے ذریعہ روئی
کی کتائی بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے - لیکن اب
بیلنوں کے ذریعہ سوت کو کاتا جاتا ہے اور
ہی طریقہ زیادہ مناسب سمجھا جاتا اور عام طور
پر رائج ہے +

تین فلائی فریموں کا ایک سٹ ہوتا ہے
گویا روئی کا ہر حصّہ تین کلوں میں ہو کر مسلسل طور
ر نکلتا ہے - اگر روئی گھٹیا درجہ کی ہو تو اُسے
دوہی مشینوں کے ذریعہ کاتا جاتا ہے - روئی
تنے کے ایک کارخانہ میں جتنی کلیں اَور قسم کی
تی ہیں اُتنے ہی سٹ ان کلوں کے بھی ہوتے
ہیں +

اگر ہمارے ناظرین میں سے کسی نے آرک
رائٹ کی بنائی ہوئی کاتنے کی کل کو بغور دیکھا
ہوگا تو وہ سمجھ سکیگا کہ اُس کے کون کون سے
پُرزے کون کون سا کام انجام دیتے ہیں اس
میں شک نہیں کہ روئی یا سوت کی کتائی میں
بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ روئی کی کتائی میں
جو جو مشکلات حائل ہوتی ہیں اُن کو دشوارتر
بنا دیتی ہیں - اُن کو کتابی صورت میں پڑھنے
سے دقّت دور نہیں ہوتی - اس لئے اُن کو
قلم انداز کر دیا گیا +

مندرجہ ذیل قسم کی کلوں کے سٹ کتائی
کے کام میں آتے ہیں :- مثلاً اسلبر - سیکنڈ
اسلبر یا انٹر میڈیئنٹ اسلبر - اور رووِنگ
فریم - چونکہ ان سب کلوں کے پُرزے اور
اُن پُرزوں کا کام ایک ہی سا ہوتا ہے -
اس لئے اُن میں سے صرف ایک ہی قسم کی
کلوں کا بیان کرنا کافی ہو سکتا ہے +

جو لوگ کہ ان کلوں کے پُرزوں اور
اُن کی حرکات اور کاموں وغیرہ سے واقفیت
حاصل کرنا چاہیں اُن کو لازم ہے کہ کلوں کو غور
سے دیکھیں اور اُن باتوں کو معلوم کریں
ایسا کئے بغیر وہ اچھی طرح ماہر نہیں
ہو سکتے +

مختلف ملکوں کا نظام حکومت

نیدرلینڈز اور لکسمبرگ کا نظام حکومت

جو نظام حکومت نیدرلینڈز کے لئے ۲۴ اگست ۱۸۱۴ء کو مقرر کیا گیا تھا وہ نہائت مشہور ہے بعض باتوں کے لحاظ سے وہ اون جمہوری نظام ہائے حکومت کے جو زمانۂ انقلاب میں پیدا ہو گئے تھے اور اُن نظام ہائے حکومت کے درمیان جو بعد انقلاب یعنی تسلط کے زمانہ میں معاہدوں اور فرامین شاہی کے ذریعہ قائم ہوئے تھے ایک رشتہ ہے۔ بٹیویہ کے نظام حکومت نے جو ۱۷۹۸ء میں نافذ کیا گیا اس اصول کی تعلیم دی تھی کہ جب کبھی نظام حکومت کی اصلاح کی ضرورت پڑے۔ تو اہل ملک سے اُس کے متعلق رائے لی جائے۔ سویڈن کے سرکاری قانون سے اُس کو ناروے کے نظام حکومت کی معرفت وہ قاعدہ حاصل ہو جسے فرانس میں ۱۷۹۱ء میں نظام حکومت کے بنانے والوں نے نظر انداز کر دیا تھا جو یہ تھا کہ اصلاح کے طریقہ میں کوئی سستی نہیں ہونی چاہیئے۔

لکسمبرگ کے ضمن میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اصلاح نظام حکومت کے متعلق کیا کرنا چاہیئے ۱۸۴۸ء میں جبکہ اسٹیٹس جنرل کا منصب توڑ کر ملک میں قومی حکومت قائم کی گئی۔ تو اس حکومت کو اہل ملک سے منتخب کیا تھا۔ اس کے متعلق اصلاحی قانون حسب ذیل ہے :۔

دفعہ ۱۹۶۔ ہر تجویز جو نظام حکومت کی اصلاح کے متعلق ہو اُس میں مجوزہ اصلاح کو ضرور بیان کیا جائے۔ اور اُس کے مفید اور قابل عمل ہونے کی نسبت ایک قانون بنایا جائے۔

دفعہ ۱۹۷۔ اس قانون کی اشاعت کے بعد دونوں ہاؤس توڑ دئے جائیں اور نئے ہاؤس مجوزہ اصلاح پر غور کریں اور اصلاح کو ۲/۳ رائوں کے ذریعہ منظور کریں۔

دفعہ ۱۹۸۔ کسی فرمانروا کی نابالغی کے ایام میں نہ تو کوئی قانون وراثت بنایا جائے اور نہ نظام حکومت کی اصلاح کی جائے۔

دفعہ ۱۹۹۔ جو اصلاحیں بادشاہ اور اسٹیٹس جنرل منظور کریں وہ باقاعدہ طور پر اشاعت کی جائیں اور نظام حکومت میں شامل کر لی جائیں۔

جو تبدیلیاں نئے نظام حکومت سے پیدا ہوتی ہیں اُن سے بے تعلق رہ کر یہ اصلاحی قانون غیر مبدّل رہا اور ۱۸۸۷ء کے نظام حکومت کی اصلاح نے پُرانے اصلاحی طریق کو سادہ اور صاف کر دیا۔ غیر معمولی کورم توڑ دیا گیا۔ اور کثرت آرا ۲/۳ کی جگہ ۳/۴ مقرر کی گئیں۔ جب لکسمبرگ کی نوابی کو ۱۸۱۵ء میں ایک فرمان ملا جو نیدرلینڈز کے فرمان سے جداگانہ تھا۔ تو اُس

کی خاص بات یہ تھی ۔

دفعہ ۵۲ - موجودہ قانون کی اصلاح نواب کی اور ملک کے قائم مقام ہاؤسوں کی مرضی سے کیجائیگی

۱۸۴۸ء میں جب ایک نظام حکومت کے ذریعہ اُس فرمان کو منسوخ کیا گیا جسے ولیم دوئم نے عجلت میں جاری کیا تھا۔ تو اُس میں اصلاح کے متعلق امور بھی درج کئے گئے۔ جو نیدرلینڈز کے لئے نظام حکومت کے اصول کے مطابق تھے۔ اُن کو ایک زیادہ عمدہ طریق کی تائید میں جو کہ جرمنی کے نظام حکومت سے مشابہ تھا منسوخ کر دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ "نظام حکومت میں کوئی اصلاح بلا مرضی وولینڈ ٹیچ یعنی پارلیمنٹ کے ۲ اجلاس کے جو دو رائیوں کے ذریعہ جو کہ ۴۰ دن کے فاصلہ پر لیجائیں قائم کئے جائیں منظور نہ کی جائے"۔

جونہی کہ یہ نوابی جرمنی کے اتحاد میں سے فرانس کے مدبروں کی کوشش سے الگ کر دی گئی وونہی اُس نے ڈنمارک کا نظام حکومت اختیار کر لیا۔ اور ۱۷ - اکتوبر ۱۸۴۸ء کا نظام حکومت کی دفعات ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۸ - ۱۱۹ ۱۸۶۸ء کے نظام حکومت میں داخل کر دی گئیں ۔

بلجیم اور رومانیا کا نظامِ حکومت

بلجیم کا ۷ - فروری ۱۸۳۱ء کا نظام حکومت ایک حد تک تو فرانس کے ۱۸۳۰ء کے فرمان شاہی پر مبنی تھا۔ لیکن اصلاح کے اعتبار سے وہ اس قسم کا نہیں تھا۔ بروسلز کی قومی کانگریس کا نیدرلینڈز کے نظام حکومت کی طرف میلان تھا۔ اُس نے اُس کے اصول کو اپنے ہاں کی مجوزہ پارلیمنٹ کے اصول و ضوابط کے ہمراہ شامل کر کے ایک نیا نظام حکومت بنا لیا۔ اُس کا آخری حصہ ہالینڈ کے نظام حکومت مجریہ ۱۸۴۸ء کا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ :-

"نظام حکومت کی اصلاح" دفعہ ۱۳۱ - قوانین ساز جماعت کو اختیار ہوگا کہ وہ نظام حکومت کا کون سا حصہ اصلاح طلب ہے۔ اُس کی رو سے دونوں ہاؤس توڑ دیئے جائینگے اور دفعہ ۷۱ کے مطابق دو ہاؤس نئے طور پر قائم کئے جائیں گے اور وہ مجوزہ اصلاحوں میں جو بادشاہ کے پاس پیش کی گئی ہوں بادشاہ کی مرضی کے مطابق عمل کریں گے۔ اس حالت میں دونوں ہاؤس اپنے ممبروں کی ۲/۳ کی حاضری میں کوئی تجویز پیش کر سکینگے اور کوئی تجویز ۲/۳ رائیوں سے منظور کیجائیگی۔

بلجیم کا نظام حکومت ایک قسم کی شاہی حکومت ہے جس نے زمانۂ انقلاب کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے بلجیم میں خود بادشاہ نے قانونی نظام حکومت قبول کر لیا ہے۔ جیسا کہ دفعہ ۲۵ کا منشا ہے کہ "بادشاہ سرچشمۂ اختیارات ہے" یہ نظام حکومت شاہی حکومت سے پیشتر کا ہے۔ شاہی حکومت نظام حکومت کے فرائض ادا کرنے کے لئے لازمی ہے۔ شاہی حکومت جو با اختیار تھی اُسکے اختیارات ۱۸۳۱ء کی قومی کانگریس نے محدود کر دئے۔ یہ بات شاہ لیوپولڈ اول کے انتخاب اور اُس کے نظام حکومت کو منظور کر لینے سے جس کے ذریعہ بادشاہ اور رعایا میں ایک معاہدہ ہو گیا واقع ہوئی جب تک بادشاہ اس معاہدہ کی وقعت کرتا ہے تب تک رعایا اُسے اُن اختیارات میں جو اُسے اُس نے موروثی حقوق کے طور پر عطا کر دئے ہیں مخل نہیں ہوتی۔ لیکن نظام حکومت کے قبول کرنے کا حلف تخت شاہی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ ایک بادشاہ کے

فوت ہونے پر اُس کا ولیعہد مالک تخت نہیں ہو جاتا بلکہ معاہدہ کی تجدید کرنے اور حلف اٹھانے سے بادشاہی کا مستحق ہوتا ہے جب تک یہ عمل عمل میں نہیں آتا تب تک ملک کی عنان حکومت اہل بلجیم کی طرف سے مجلس وزراء کے ہاتھوں میں رہتی ہے*

قومی کانگریس کا کام اُس کی پیدائش کے وقت سے جاری رہا ہے۔ اُس نے اکثر نئی قانونی سلطنتوں کے لئے نمونے کا کام دیا ہے۔ اور وہ اُس نظام حکومت کا جس میں آزاد بادشاہی اور پارلیمنٹ کی حکومت شامل ہو بہترین نمونہ خیال کیا جاتا تھا۔ حال ہی میں اصلاح کی بابت یہ تجویز پیش [illegible] عام رائے کی تائید کی جائے۔ یہ بات [illegible] کے نظام حکومت کے بنانیوالوں کو معلوم نہ تھی جس [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہوری خیالات کسقدر ترقی کر گئے۔ لیوپولڈ دوئم نے یہ چاہا کہ بلجیم میں سوئٹزرلینڈ کی طرح قوانین ملکی کے بنانے میں اہل ملک سے مشورہ لیا جائے اور نیز بادشاہ سے۔ اس سے کوئی قانون عجلت میں جیسا کہ عام رائے سے نافذ ہو جاتا ہے نافذ نہیں ہو سکتا*

قومی مجلس یا پارلیمنٹ کے انفساخ ہیں گورنمنٹ کم تر کچھ کر سکتی ہے۔ بلکہ انفساخ پارلیمنٹ کے دونوں ہاؤس کی کثرت رائے پر منحصر ہے۔ اگر کثرت رائے کا فیصلہ سلطنت کے فوائد کے خلاف ہو تو بادشاہ انتخاب کنندہ جماعت سے امداد لیتا ہے نہ کہ عام لوگوں سے اس طرح شاہی حکم یا رائے وقعت دار ہو جاتی ہے*

لیوپولڈ دوئم اپنے اس خیال کو وسعت دینے کے متعلق ممبران پارلیمنٹ پر اپنا ذاتی دباؤ ڈالتا ہے۔ حالانکہ اسکی مخالفت پارلیمنٹ کرتی رہتی ہے۔ مگر وزراء نے جو اسکیم پارلیمنٹ میں پیش کی ہے اُس میں عام رائے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ اُس میں عام رائے کے متعلق یہ شرط لگا دی ہے کہ عام رائے کو وسعت صرف تعلیم اور پیشہ اور ایک خاص رقم لگان کے لحاظ سے دی جائے* اس سے بہت سے اعتراضات پیدا ہوتے ہیں اور ہو چلے ہیں۔ لبرل ممبر رائے دینے کا پورا حق چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ⅔ رائوں کی کثرت سے اصلاح ہو سکتی ہے اور عام رائے کا خیال نہیں کیا جاتا ہے پس ایک نئی تحریک کی ابتدا یقینی ہو گئی ہے۔ دیر سویر فیصلہ عوام الناس کے مطابق ہوگا۔ مگر اس وقت لیوپولڈ کی رائے حارج ہوگی*

اگر یہ تحریک منظور کی جائے تو یہ نتیجہ نکلیگا کہ قانون سازی میں عوام کی رائے لی جائے اور سوئٹزرلینڈ اور ممالک متحدہ امریکہ کا نظام حکومت اختیار کیا جائے۔ اس سے بلجیم کی [illegible] قوانین ساز جماعت کا زور گھٹ جائیگا۔ کیونکہ [illegible] اُس سے اعلیٰ تر اختیارات سے منظوری لی جائیگی جس قدر اختیارات سے کہ نظام [illegible] کے بنانے میں لی جاتی ہے*

رومانیا کا ۱۸۶۶ء کا نظام حکومت بلجیم کے نظام حکومت کے قدم بقدم ہے۔ کیونکہ رومانیا کے نظام حکومت کے باب ۷ میں ۱۸۸۴ء کی ترمیم کے وقت کوئی ترمیم نہیں کی گئی وہ دفعہ یہ ہے کہ :-

باب ۷ دفعہ ۱۲۸- قوانین ساز مجلس کو اس بات کے ظاہر کرنیکا حق [illegible] حاصل ہوگا کہ نظام حکومت کا کون سا حصہ ترمیم کیا جائے۔ اس اظہار یا اعلان [illegible] پندرہ دن کے بعد تین بار پڑھا جائیگا اور جسے دونوں ہاؤس منظور کر لیں گے دونوں ہاؤس دفعہ ۹۵ کے مطابق توڑ کر اُن کی جگہ نئے ہاؤس مقرر کئے جائینگے یہ ہاؤس بادشاہ کی شراکت سے قوانین بنائیں گے اور اُن باتوں کے مطابق جو ترمیم کے بارہ میں پیش کی جائیں۔ اور جب تک ⅔ ممبر حاضر نہ ہونگے اُس وقت تک قوانین بنانے کا کام شروع نہیں کیا جائیگا اور کوئی قانون حاضر شدہ ممبروں میں سے ⅔ کی رائے بغیر منظور نہیں کیا جائیگا"۔

رسالۂ ترقی و تجلّی

سنہ ۱۹۰۸ء کا پروگرام

ترقّی یعنی علمی حصّہ۔ ایک علمی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ادبی۔ مجلسی اور صنعتی مضامین کا ماہوار رسالہ

ترقی و تجلّی کا چھٹا سال بفضلہٖ ماہ دسمبر کے ساتھ ختم ہو جائے گا اور ماہ جنوری آئندہ سے دونو
اپنی اپنی نفیس رسان عمر کے ساتویں اور تیسرے سال میں قدم رکھیں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اُس سا
بھی خداوند ہمیں ایسی توفیق بخشے کہ ہم ترقی و تجلّی دونوں کو اہل ملک کے لئے زیادہ مفید بنا سکیں
ترقی نے اس ۶ سال اور تجلی نے ۲ سال کے عرصہ میں ملک کی جو خدمت کی وہ اپنی نوعیت
سے قابل قدر ہے۔ اور اس خدمت کے ذریعہ انہوں نے ملک کو جو نفع پہنچایا وہ ا
انصاف بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ جب سے اُردو زبان میں رسالوں کی ابتدا ہو
بہت سے رسالے شائع ہو کر ملک کو علی قدر مراتب نفع پہنچاتے رہے۔ لیکن
پہنچایا وہ بہت ہی زیادہ ہے۔ اس نے اپنے بیش بہا مضامین کے ذریعہ
مضامین بنانے میں بینظیر مدد دی۔ یہی حال مذہبی رسالوں میں تجلّی کا
میں مذہبی امور کے متعلق تجلّی کے ذریعہ بہت کچھ اضافہ ہوا +
اس امر کا ثبوت کہ ان رسالوں کی خدمات مفید اور قابل قدر
کو پبلک نے بہ نظر پسندیدگی دیکھا اور ملک کے علمی مذاق رکھنے
اصحاب۔ اخباروں اور رسالوں نے بارہا اُن کا کھلے دل
قدردانی ہوئی کہ شائد ہی کسی علمی رسالہ کو نصیب ہوئی ہو گی۔
کی سفارش سے سررشتہ تعلیم پنجاب اور صاحب کمشنر
و نارمل مدارس پنجاب و نارمل مدارس صوبہ جات
کیا۔ دیگر مدارس نے بھی اس تحریک کے اثر سے ا
یہ کہنا مبالغہ سے بالکل خالی ہے کہ
ترقی ایک قابل اور اردو زبان کی علمی رسا